باسمہ تعالیٰ

توکلت علی اللہ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلیّ العظیم

حافظ مہر محمد میانوالوی کے "شیعہ حضرات پر سو سوالات"

کا

مسکت و دندان شکن جواب

جواب لاجواب

جلد دوم

مؤلفہ

السیّد غلام عباس

صدر مدرس، مدرسہ دینیہ جعفریہ

جامعہ آلِ عمران، بھکر

باسمہٖ تعالیٰ

توکّلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم

حافظ مہر محمد میانوالوی کے "شیعہ حضرات پر سو سوالات" کا

مسکت و دندان شکن جواب

جوابِ لاجواب

جلد دوم

مؤلفہ:

السیّد غلام عباس

صدر مدرس، مدرسہ دینیہ جعفریّہ

جامعہ آلِ عمران، بھکّر

فہرست مضامین

سوال نمبر	موضوع	صفحہ
۵۲	نبی کریمؐ کی عظمت نبوت کا صحیح معنوں میں قائل فرقہ	۷
۵۳	اصحاب رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی صداقت ایمانی	۱۲
۵۴	صحبت کا اثر۔ صحابہ کرام اور فیض صحبت رسول اللہؐ	۲۲
۵۵	حضرت علی علیہ السلام کا جمع کردہ قرآن کریم	۲۴
۵۶	شیعوں کا ایمان بالقرآن	۳۲
۵۷	احکام شریعت میں ائمہ کا اختلاف (حقیقت میں عدم اختلاف)	۴۱
۵۸	کیا معصومینؑ پر ہونے والے مظالم کا ذکر ان کی توہین کا باعث ہے؟	۴۸
۵۹	کیا کنیز سے نکاح باعث ننگ و عار ہے؟	۶۱
۶۰	ائمہ اھل بیت اطہارؑ کی شہادت	۶۴
۶۱	کیا حضرت ابوبکرؓ کے لئے قرآن کریم میں "صاحبہ" کا لفظ کسی فضیلت کا مظہر ہے؟	۷۵
۶۲	کیا حضورؐ کی علالت کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ کا نماز پڑھانا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر نص ہے؟	۷۸
۶۳	کیا ایام علالت میں حضرت ابوبکرؓ کا نماز پڑھانا حضورؐ کے حکم سے تھا؟	۸۴
۶۴	کیا حضرت علیؑ کے خلیفہ بلافصل ہونے سے کوئی خلل واقع ہو سکتا تھا؟	
۶۵	کیا حضرت علی اور حسنین علیہما السلام کا عمرؓ کا مقرر کردہ وظیفہ قبول کرنا عمرؓ کی خلافت حقہ ہونے کی دلیل ہے؟	۹۴
۶۶	کیا حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے مشیر و قاضی تھے؟	۹۸
۶۷	کیا حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے داماد تھے؟	۱۰۳
۶۸	کیا حضرت عثمانؓ کی خلافت اجماعی تھی؟	۱۱۸
۶۹	کیا حضورؐ کا داماد ہونا باعث شرف و فضیلت ہے؟ کیا حضرت عثمانؓ داماد رسولؐ تھے؟	۱۲۷
۷۰	صلح حدیبیہ میں حضرت عثمانؓ کا کردار۔	۱۳۰
۷۱	تزویج جناب زہراؑ کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا طرز عمل	۱۳۸

۷۲	حضرت علی کس طرح خلیفہ منتخب ہوئے؟	۱۵۴
۷۳	انتخاب خلیفہ اور شوریٰ	۱۶۰
۷۴	کیا شوریٰ کا منتخب خلیفہ 'خلیفہ رسولؐ' ہے؟	۱۶۵
۷۵	کیا حضرت علیؑ کو صحابہ سے مدد لینے کا حق تھا؟	۱۷۰
۷۶	(ا) جنگ جمل۔ قاتلان عثمانؓ کون تھے؟	۱۷۴
۷۶	(ب) کیا حضرت علی کی خلافت رحمت تھی؟	۱۸۴
۷۷	کیا ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے دین میں ہونے والی تحریفوں کو درست کیا؟	۱۸۸
۷۸	کیا مسئلہ امامت شیعوں کی ایجاد ہے؟	۱۹۹
۷۹	کیا امام صاحب کتاب ہوتا ہے اور نئی شریعت لاتا ہے؟	۲۰۵
۸۰	کیا امام حسنؑ حضرات خلفاء ثلاثہ اور خلافت معاویہ برحق تسلیم کرتے تھے؟	۲۱۰
۸۱	حسنین علیہما السلام معاویہ کے عطیات کیوں قبول کرتے تھے؟	۲۱۹
۸۲	قرآن کریم کے محاورہ میں اہل بیت کے معنی	۲۲۷
۸۳	کیا ازواج اہل بیت میں شامل تھیں؟	۲۳۵
۸۴	کیا آل سے مراد تمام امتی ہیں؟	۲۴۱
۸۵	کیا ازواج آل میں داخل ہیں؟	۲۴۳
۸۶	کیا حضورؐ جناب خدیجہؓ پر یا اھل البیت کہہ کر سلام کرتے تھے؟	۲۴۵
۸۷	کیا مشرک توبہ کے بعد نبی کی آل میں شامل ہو جاتا ہے؟	۲۴۶
۸۸	کیا غیر اہل بیت شیعہ کے نزدیک خلیفہ رسولؐ ہو سکتا ہے؟	۲۴۸
۸۹	شیعہ اذان اور سنی اذان	۲۵۰
۹۰	شیعہ وضو اور سنی وضو میں کونسا وضو قرآن کریم کے مطابق ہے؟	۲۵۸
۹۱	کیا حدیث میں کھلے ہاتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے؟	۲۶۳
۹۲	کیا نماز تراویح سنت رسولؐ ہے؟	۲۶۷
۹۳	کیا دشمنان خدا اور رسولؐ پر لعنت کرنا عبادت ہے؟	۲۷۴
۹۴	ایمان حضرت ابو طالبؑ	۲۷۹
۹۵	عزاداری کا مقصد	۲۸۴
۹۶	متعہ کا جواز	۲۹۴

۹۷ جواز متعہ کے شرائط ۲۹۱

۹۸ کیا حضرت علیؑ کا حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے؟ ۲۹۶

۹۹ کیا خلفا ثلاثہ غاصبین خلافت علیؑ ہیں؟ ۲۹۹

۱۰۰ حسنین علیہما السلام کی اولاد کے علاوہ حضرت علیؑ کے دیگر فرزندوں کی اولاد کیوں سید نہیں کہلاتی؟ ۳۰۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبر ۵۲ :- قرآن پاک میں حضور علیہ السلام کو مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر، رؤف رحیم، رحمۃ للعالمین، سب لوگوں کی طرف مرسل، مطاع مبین وغیرہ اوصاف سے نوازا اور یہ اسناد دے کر آپ کو پیغمبر، معلم، مزکی اور رہبر خلائق کی حیثیت سے بھیجا گیا ہے۔

اتنے عظیم الشان امام الانبیاء و معلم الکائنات پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کتنے کو مسلمان کیا، قرآن وحکمت کی تعلیم دی، کتنوں کا تزکیۂ نفس کیا، کتنے گم گشتگان کو خدا سے ملایا، تعلیم و تربیت کے کیا انمٹ نقوش چھوڑے اور پھر دنیا سے کوچ کیا۔ چند ہی لوگوں کے نام بتلایئے۔ اگر بواسطۂ علی تین چار حضرات کے علاوہ کسی کا نام نہیں لے سکتے کیونکہ دعوتِ ایمان و اتباع کو وسیع ماننے سے شیعہ مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا تو کیا بلا واسطہ حضور ؐ کے ہاتھ پر دس صحابہ کو بھی کامل مومن و مسلمان نہ ماننا انکارِ پیغمبر ؐ کے مترادف نہیں ہے؟

جواب :- قولہ: "اتنے عظیم الشان ...... خدا سے ملایا" اقول :- اس عظیم الشان امام الانبیاء ؑ نے ہزاروں کو مسلمان کیا۔ سینکڑوں کا تزکیۂ نفس کیا۔ حضور ؐ کے حجۃ الوداع کے وقت تقریباً ایک لاکھ مسلمان تو حضور ؐ کے ساتھ تھے اور یقیناً اس سے زیادہ وہ ہوں گے جو اس موقع پر حاضر نہ ہو سکے ہوں گے تزکیۂ نفس کتنوں کو نصیب ہوا؟ اس کا علم تو خلاق عالم ہی کے پاس ہے کیونکہ دلوں کا حال صرف وہی خلاقِ عالم ہی جانتا ہے۔ تاہم شیعہ نہ اس امر کے قائل ہیں نہ ہی ان کی کتب میں ایسی احادیث کا وجود ہے جن سے ظاہر ہو۔ (جیسا کہ اہل سنت کی کتب میں مذکور ہیں):-

۱- کہ حضور ؐ کے تمام صحابہ میں سے صرف ایک ہی صحابی تھا کہ جس کے متعلق حضور ؐ نے فرمایا کہ صرف اس کے دروازے پر نور اور باقی سب کے دروازوں پر ظلمت ہے۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر ذکر ابوبکر ؓ صفحہ ۴۷۔ جیسا کہ سابقہ سوال نمبر ۵۱ میں ذکر ہوا)

۲- اور نہ یہ کہ صحابہ حضور ؐ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے تو تجارتی قافلہ وارد مدینہ ہوا اور صرف دس صحابہ، بعض کتب میں صرف دو صحابی اور ایک صحابیہ کے علاوہ سب صحابی نفع کمانے کی خاطر نماز چھوڑ کر چل دیئے (تیسیر الوصول۔ باب التفسیر۔ سورۃ جمعہ۔ جیسا کہ سوال نمبر ۵۱ میں ذکر ہوا)

۳- اور نہ یہ کہ حضور ؐ کے صحابہ میں سے بہت سے مرتد (خارج از اسلام) ہو گئے تھے اور حضور ؐ کا ایک ممتاز صحابی مالک ؓ بن نویرہ (جو حضور ؐ کی طرف سے اپنی قوم میں محصل زکوٰۃ تھا) وہ راس المرتدین تھا اور یہ سب مرتدین خالد بن ولید (سیف اللہ) کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

بخاری ج ۳ - باب تفسیر بعض کلمات من القرآن حدیث نمبر ۱۵۱ :-

عن ابن عباس عن النبی ؐ قال انکم محشورون حفاۃ عراۃ غرلاً ثم قرأ۔ "کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین" اول من یکسی ابراھیم ؑ وان اناساً من اصحابی یوخذبھم ذات الشمال فاقول اصحابی اصحابی فیقال انھم لم یزالو مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم۔

ترجمہ :- ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ؐ نے فرمایا تم (قیامت کے دن) ننگے پاؤں۔ ننگے جسم، غیر مختون اٹھائے جانے والے ہو۔ پھر آپ ؐ نے یہ آیت پڑھی "جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا اسی طرح ہم انہیں لوٹائیں گے۔ یہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا لازم ہے اور ہم یہ کرنے والے ہیں"۔ سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم ؑ ہیں۔ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو بائیں طرف (دوزخ کی طرف) لے جانے لگیں گے۔ میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں، میرے اصحاب ہیں۔ تو کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ برابر پچھلے قدموں (اپنے سابقہ دین کفر) کی طرف پلٹتے رہے (مرتد ہوتے رہے)

اس کے خلاف شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ اس عظیم الشان نبی ؐ کی تعلیم کی برکت تھی کہ کوئی صحابی حضور ؐ کے بعد کفر و شرک میں مبتلا نہیں ہوا۔ ہاں! یہ ٹھیک ہے کہ بعض صحابی حب دنیا اور حرص جاہ کا شکار ہوئے اور اس ہادی برحق جس کی پیروی و اطاعت کا حکم حضور ؐ نے دیا تھا (یعنی علی ؑ) کی اطاعت اختیار نہ کی اور گمراہ (ضال و مضل) ہوگئے۔ کیونکہ ہادی برحق کی اطاعت میں دولت و جاہ سے محروم ہونے کا ڈر تھا اور حضور ؐ نبی کریم نے بھی اپنے صحابہ کے متعلق یہی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ "مجھے اپنے صحابہ کے مشرک ہو جانے کا خطرہ نہیں لیکن ان کے حب دنیا میں پڑ کر ہلاک ہونے کا خطرہ ہے"۔

تیسیر الوصول ج ۴ - کتاب مواعظ والرقائق - ص ۱۶۱ :-

عن عقبہ بن عامر قال خرج رسول اللہ ؐ یوماً فصلیٰ علی اھل اُحدٍ صلاتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال انی فرطکم و انا شھید علیکم و انی واللہ انظر الی حوضی الآن و انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔ وتقتتلو فتھلکو کما ھلک من کان قبلکم۔ (اخرجہ الشیخان)

ترجمہ :- عقبہ بن عامر سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ ایک دن رسول اللہ ؐ باہر تشریف لائے شہداء احد پر اپنی نماز جنازہ پڑھی پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا۔ میں تمہارا پیشرو اور تم پر گواہ ہوں اور میں بخدا اب بھی حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئی ہیں اور میں خدا کی قسم

تمہارے مشرک ہونے سے نہیں ڈرتا (مجھے خوف یہ نہیں کہ تم مشرک ہو جاؤ گے) لیکن مجھے خوف ہے کہ تم ان (زمین کے خزانوں) میں ایک دوسرے پر حسد کرو گے اور ایک دوسرے سے لڑو گے اور ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح وہ ہلاک ہوئے جو تم سے پہلے تھے۔ (نیز مشکوٰۃ باب الحشر۔ حدیث نمبر ۵۲۹۹ میں بھی ہے)

اہلسنت کے علماء و محدثین نے اقرار کیا ہے کہ صحابہ حب دنیا میں مبتلا ہوئے۔ نودوی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتا ہے:۔

مسلم۔ مع شرح نودی (نولکشور) کتاب الفضائل۔ فضائل النبیؐ۔ باب اثبات حوض نبینا ص ۲۵:۔

قد وقع ذالك انها لا ترتد جملة وقد عصمها الله تعالیٰ من ذالك و انها تتنافس فی الدنیا قد وقع کل ذالك۔

ترجمہ:۔ اور ایسا ہی واقع ہوا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تمام مرتد نہیں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس امر سے محفوظ رکھا اور فرمایا تھا کہ مالِ دنیا میں حسد کریں گے اور یہ سب کچھ واقع ہوا۔

تذکرۃ خواص الامۃ (لسبط ابن الجوزی) باب فی ذکر خلافة (علیؓ) فصل فی البیعة لعلیؓ بالخلافة۔ ص ۶۸:۔

ما ذکر الغزالی فی سرّ العالمین و ذکر ابو حامد الغزالی فی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین۔ قال رسول اللهؐ لعلی علیه السلام یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ فقال عمر بن الخطاب بخٍ بخٍ یا ابا الحسن اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنة قال و هذا تسلیم و رضا و تحکیم ثم بعد هذا غلب الهوی للریاسة و عقد البنود و خفقان الرایات و ازدحام الخیول فی فتح الامصار و امر الخلافة و نهیها فحملهم علی الخلاف فنبذوہ وراء ظهورهم۔

ترجمہ:۔ ابو حامد غزالی نے کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے غدیر خم کے دن فرمایا۔ "میں جس کا مولا (آقا) ہوں پس علیؓ بھی اس کے مولا و آقا ہیں۔" اس پر عمرؓ بن خطاب نے کہا۔ خوشخبری۔ خوشخبری۔ یا علیؓ آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔" غزالی نے کہا کہ یہ تسلیم و رضا اور حاکم مان لینا ہے۔ پھر اس کے بعد حکومت، لشکروں کے ہجوم، ممالک کی فتح، خلافت کے اختیاراتِ امر و نہی اور علموں کے لہرانے کی خواہش غالب آگئی اور انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔

سو حافظ جی! شیعہ ہرگز اس امر کے قائل نہیں کہ صحابہ میں سے کوئی مرتد یا کافر یا مشرک ہو گیا تھا بلکہ اس امر کے قائل ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے امام منصوص و ہادیِ برحق علیؑ کی اطاعت ترک کی اور صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے۔ ملاحظہ ہو اصول کافی میں مندرجہ ذیل حدیث:۔

اصول کافی جلد ۲۔ کتاب الحجۃ۔ باب من مات ولیس له من أئمة الهدیٰ۔ ص ۲۰۸:۔

عن ابن ابی یعفور قال سئلت اباعبد اللّٰہ عن قول رسول اللّٰہ ص "من مات ولیس لہٗ امام فمیتتہٗ میتۃ الجاھلیۃ" قال فقلت میتۃ الکفر؟ قال میتۃ ضلال۔

ترجمہ :- ابن ابی یعفور سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (جعفرصادق علیہ السلام) سے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ "جو ایسی حالت میں مرا کہ امام ہدیٰ کا قائل نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا" کیا اس سے مراد کفر کی جاہلیت ہے؟ امام نے فرمایا اس سے مراد گمراہی کی جاہلیت ہے۔

اصول کافی ج ۳- باب الاسلام یحقن الدم ص ۳۹ :-

عن سفیان بن السمط قال سأل رجل اباعبد اللّٰہ علیہ السلام عن الاسلام والایمان ما الفرق بینھما فلم یجبہ ثم التقیا فی الطریق وقد أزف من الرجل الرحیل فقال ابوعبداللّٰہ القنی فی البیت فلقیہ فسألہ عن الاسلام والایمان ما الفرق بینھما فقال الاسلام ھو الظاھر الذی علیہ الناس- شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصیام شھر رمضان فھٰذا الاسلام وقال الایمان معرفۃ ھٰذا الامر مع ھٰذا فان اقرّ بھا ولم یعرف ھٰذا الامر کان مسلمًا وکان ضالاً۔

ترجمہ :- سفیان بن سمط سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسلام اور ایمان کے متعلق سوال کیا کہ ان میں کیا فرق ہے؟ پس اسے امامؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر (وہ شخص اور امامؑ) دونوں راستے میں ملے اور اس شخص کے کوچ کرنے (سفر پر روانہ ہوتے) کا وقت قریب تھا۔ پس ابوعبداللہؑ نے اسے فرمایا۔ مجھ سے میرے گھر پر ملاقات کرو۔ پس وہ امام علیہ السلام سے (گھر پر) ملا اور سوال کیا کہ ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے؟ امامؑ نے فرمایا۔ اسلام تو یہی ظاہر دین ہے جس پر لوگ کاربند ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی، حضرت محمد صلعم کی نبوت کی شہادت، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج بیت اللہ، ماہ رمضان کے روزے۔ یہ ہے اسلام اور فرمایا کہ ایمان ان کے ساتھ اس امر کی پہچان ہے (یعنی ہماری امامت کی پہچان) جس نے ان امور کا تو اقرار کیا اور اس امر کو نہ پہچانا وہ مسلمان ہے لیکن گمراہ۔

لہٰذا شیعہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی اکثریت کو اس ضلالت (گمراہی) سے محفوظ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ اخبار و روایات سے عیاں ہے کہ صحابہ خلفاء وقت کو دنیاوی امور کے نظم و نسق کے ضامن اور سیاسی قائد ہونے کے قائل تھے۔ دینی قیادت اور امامت حضرت علی علیہ السلام کا عہدہ ہونے کے قائل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جہاں دنیاوی امور میں خلفاء وقت کی اتباع کرتے تھے وہیں دینی مسائل واحکام حضرت علی علیہ السلام

سے دریافت کرتے تھے۔

شرح فقہ اکبر (مجتبائی) دلیل فضیلۃ الصدیق۔ ص ۷۶-۷۷ :۔

و ھذہ الامامۃ کانت اشارۃ الی نصب الخلافۃ و اذا قالت الصحابۃ رضی اللہ عنہم رضیہ (صلعم) لدیننا او ما نرضی بہ فی امر دنیانا ۔

ترجمہ :۔ اس (نماز کی) امامت میں خلافت کے تقرر کی طرف اشارہ تھا۔ اسی لئے صحابہ نے کہا کہ (نبی کریم صلعم نے اسے ہمارے دینی امر (نماز) کے لئے جب پسند کیا تو کیا ہم سے اپنے دنیاوی امر (خلافت) کے لئے پسند نہ کریں۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے جواب، سوال نمبر ۳۲)

البتہ صحابہ کی ایک قلیل جماعت نے حضرت علی علیہ السلام کی دینی قیادت سے کبھی روگردانی کی اور اسی جماعت میں سے بعض طمع دنیا و اقتدار میں اس حد تک بڑھ گئے کہ امام حق ؑ کے مخالف اور دشمن ہو گئے امام علیہ السلام کو ایذا دی، ان کے خلاف خروج کیا۔ شیعہ، امامؑ کے دشمن (ناصبی) اور امامؑ کے خلاف تلوار اٹھانے والے (خارجی) کو بلاشک حکم کفر کا مصداق سمجھتے ہیں اور صرف ایسے نام نہاد صحابہ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں، لیکن ایسے اصحاب کی تعداد اقل قلیل ہے۔ لاکھوں میں سے زیادہ سے زیادہ صرف بیس افراد۔ مجالس المومنین (علامہ شوستری علیہ الرحمہ) کی مندرجہ ذیل عبارت پر غور کیجئے :۔

مجلس ثالث۔ مقدمہ ثالثہ۔ در تقسیم صحابی بحسب رد و قبول ص ۱۶۱ :۔

خاتم المجتہدین شیخ علی بن عبدالعالی قدس سرہٗ با آنکہ اول کسی است کہ حکم بلعن اعدای اہل البیت ؑ علانیہ نمودہ در رسالہ لعنیہ۔ از مولفات اوست زیاد از بیست کس از صحابہ را نام نبردہ۔

ترجمہ :۔ خاتم المجتہدین شیخ علی بن عالی باوجودیکہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دشمنانِ اہلبیت ؑ پر علانیہ لعنت کرنے کا حکم کیا۔ رسالہ لعینہ جو ان کی تالیفات میں سے ہے اس میں صحابہ میں سے بیس سے زیادہ اشخاص کا نام نہیں لیا۔ کتب اہلسنت سے بارہ ایسے صحابہ کی شہادت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا : میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں جو ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے۔

کنز العمال ج اول مطبوعہ بیروت۔ حدیث نمبر ۸۵۶۔ نیز جلد ۱۱ کتاب الفتن :۔

ان فی اصحابی اثناعشرۃ منافقاً ثمانیۃ لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔

ترجمہ :۔ میرے صحابہ میں سے بارہ منافق ہیں۔ ان میں آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہ گزر جائے ؎ !

کنز العمال۔ جلد ۱۔ مطبوعہ بیروت۔ حدیث نمبر ۸۵۶ :۔

ان من اصحابی لا یرانی بعد ان اموت ابداً (حم۔ ک۔ یعنی مسند احمد و مستدرک)

ترجمہ :۔ میرے صحابہ میں سے بعض ایسے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد مجھے کبھی نہیں دیکھیں گے۔

قولہٗ :۔ چند ہی لوگوں کے نام ..... تین چار کے علاوہ نام نہیں لے سکتے ہیں۔

اقول :۔ حافظ جی ! اگر تعصب کی پٹی آپ کو دیکھنے سے محروم کر دے تو اس کا کیا علاج۔ ورنہ شیعہ کتب

احادیث و اخبار کا مطالعہ کیجئے اور دیکھیئے کہ ان میں کتنے صحابہ کرام کے فضائل و مدائح درج ہیں اور دیگر کتب تک رسائی حاصل نہیں کرنا چاہتے تو "حیات القلوب" اور "مجالس المومنین" تو آپ کے پاس معلوم ہوتا ہے موجود ہیں کیونکہ آپ نے اپنے سوالات میں ان کے حوالہ جات تحریر کئے ہیں۔ حیات القلوب میں علاوہ سلمان فارسی، ابوذر، مقداد، عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم (جن تین چار کی طرف حافظ جی نے اس سوال میں اشارہ کیا ہے) کے علاوہ چودہ صحابہ کرام کے حق میں تعریفی الفاظ لکھے ہیں (دیکھئے حیات القلوب جلد دوم باب ۵۸ در فضائل بعضے اکابر صحابہ۔ صفحہ ۵۹۲) مجالس المومنین میں ۲۱ صحابہ از بنی ہاشم اور ۲۷ صحابہ از مہاجر و انصار کے فضائل بیان کئے گئے ہیں (دیکھئے مجالس المومنین جلد اول۔ مجلس سوم ذکر اکابر شیعہ (صحابہ) از صفحہ ۱۶۲ تا ۲۷۴)۔ حافظ جی چار سے زیادہ اصحاب رضوان اللہ علیہم کا نام لینے کا تقاضا فرماتے ہیں تو لیجئے ان صحابہ کرام کے نام جن کی مدح دونوں کتابوں میں موجود ہے: حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۵۹۲۔ وایضاً بسند معتبر از حضرت صادقؑ و حضرت امام رضاؑ روایت کردہ است کہ واجب است ولایت و محبت مومنانے کہ تغییر خلیفہ خدا و دین خدا بعد از پیغمبرؐ خود نکردند مثل سلمانؓ .... و جابرؓ بن عبداللہ و صہیبؓ، بلالؓ۔ جابر بن عبداللہؓ۔ حذیفہ بن الیمانؓ۔ ابوہیثم مالکؓ بن تیہان۔ سہل بن حنیفؓ۔ ابوایوب انصاریؓ۔ عبداللہ بن صامتؓ۔ عبادہ بن صامتؓ۔ خزیمہ بن ثابتؓ (ذوالشہادتین)۔ ابوسعید خدریؓ۔ وغیرہ۔

قولہ:- ہم دعوتِ ایمان و اتباع کو وسیع ..... انکار پیغمبرؐ کے مترادف نہیں۔

اقول:- ہم دعوتِ ایمان و اتباع کو وسیع مانتے ہیں۔ سوائے معدودے چند ایسے نام نہاد صحابہ کے جن کے ہاتھوں اہل بیت نبویؐ کو ایذا پہنچی جو اہلِ بیتؑ سے عناد رکھتے تھے، باقی تمام صحابہ کی تعظیم و تکریم کو واجب جانتے ہیں۔ لیکن آپ کے ہمنوا ان ہی چند اعدائے اہل بیتؑ کی صحابیت کے انکار کو تمام صحابہ سے انکار کا نام دیتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۳:- جن چار حضرات کو صحابیِ رسولؐ مان کر مومن تسلیم کیا اس میں بھی دھوکہ بازی ہے کیونکہ وہ حضرات حسبِ شیعہ اعتقاد شاگردِ علی ہونے کی وجہ سے مومن تھے۔ حضورؐ نے تو حضرت علی کا مدرسہ ان کو بتایا تھا۔ جیسے کشف الغمہ صفحہ ۱۷۹ پر ہے۔ صحابہ میں زاہدوں کی جماعت جیسے ابوالدرداءؓ، ابوذر سلمان فارسی یہ سب علی کے شاگرد تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہنمائی پاکر حضرت علیؓ کی پیروی کی۔ نیز وہ چار حضرات بھی کامل الایمان و تابعدار نہ تھے۔ کتاب اختصاص میں بسند معتبر حضرت صادق سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا۔ اے سلمانؓ تیرا علم مقداد کو بتایا جائے تو وہ کافر ہو جائے اور اے مقداد اگر تیرا علم سلمان کو بتایا جائے تو وہ کافر ہو جائے۔ (حیات القلوب صفحہ ۶۴۳-۶۷۶)

شیخ کشی نے بسند حسن امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ تین کے سوا سب صحابہ کرام بعد وفاتِ

رسولؐ مرتد ہو گئے۔ سلمان، مقداد، ابوذر۔ راوی نے حضرت عمار کا پوچھا تو حضرت نے فرمایا۔ اس نے بھی کچھ میلان بسوئے کفر یعنی بیعتِ صدیق کیا مگر جلدی بدل گیا۔ پھر فرمایا۔ اگر تو ایسا چاہتا ہے جس نے کوئی شک نہ کیا ہو اور اسے شبہ نہ پڑا ہو تو وہ مقداد رضؓ ہیں۔ حضرت سلمان کے دل میں یہ شبہ بیٹھ گیا تھا کہ امیرالمومنین کے پاس اسم اعظم ہے۔ اگر وہ منہ سے نکالیں تو زمین منافقوں کو نگل لے۔ پس آپ کیوں اس طرح ان کے ہاتھوں مظلوم ہو چکے ہیں (اس شبہ کی آپ کو سزا بھی ملی) رہے ابوذر تو حضرت امیر نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ چپ رہے مگر وہ ملامت کی پرواہ کئے بغیر اپنے موقف سے نہ ہٹا اور حضرت کی بات قبول نہ کی ا ھ حیات القلوب صفحہ ۶۷۶۔ انصاف سے بتائیے کیا درج ذیل آیت میں مذکور حضورؐ کے تمام مناصب کا شیعہ نے انکار نہیں کر دیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۶۴)

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ نے مومنوں پر بڑا ہی احسان کیا جبکہ ان میں انہی میں سے ایک عظیم پیغمبر بھیجا جو ان کو ہر قسم کی برائی سے پاک کرتا ہے اور کتاب سکھاتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ گمراہی میں تھے۔

جواب:۔ قولہ: جن چار حضرات..... حضرت علی کی پیروی کی۔

اقول:۔ کشف الغمہ کی عبارت ملاحظہ ہو:۔ کشف الغمہ فی مناقبہ علیہ السلام وغزارۃ علمہ صفحہ ۱۷۹۔

اما علم الزھد والورع فقد کان فی الصحابہ جماعۃ من زھاد کابی الدرداء وابی ذر وسلمان الفارسی رضی اللّٰہ عنھم کانوا جمیعًا تلامذۃ لعلی بمحمد اھتدوا بعلی اقتدوا۔

ایضًا صفحہ ۱۷۸:۔ اما علم القرآن فقد استفاض الامۃ ان اعلمھم بالتفسیر عبداللّٰہ بن العباس وکان تلمیذًا لعلی علیہ السلام مقتدیًا بہ اٰخذًا عنہ۔

ترجمہ:۔ علی علیہ السلام کے مناقب اور کثرت و وسعتِ علم کے بیان میں لیکن علم ورع اور زہد:۔ تو صحابہ میں زاہدین کی ایک جماعت جیسے ابو درداء، سلمان فارسی، ابوذر رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سب علیؓ کے شاگرد تھے حضرت محمدؐ سے ہدایت پائی۔ حضرت علیؓ کی اقتدا کی۔

اور لیکن علم قرآن:۔ تمام امت میں مشہور و منتشر ہے کہ تمام صحابہ میں علم تفسیر میں عبداللہ بن عباس سب سے زیادہ عالم تھے۔ اور وہ علیؓ کے شاگرد، ان کی اقتداء کرنے والے، ان سے علم لینے والے تھے۔

یہ ہے وہ عبارت جس کی طرف حافظ جی نے اشارہ کیا۔ قارئین کرام سے ایمان و انصاف کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا ان عبارات سے کسی طرح بھی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ حضرات صرف حضرت علیؓ کی شاگردی کی وجہ سے مومن تھے ورنہ مومن نہ ہوتے۔ اگر حافظ جی بضد ہوں کہ ان کا استدلال درست

اور شیعوں کا ان کو صحابی مان کر مومن تسلیم کرنا دھوکہ بازی ہے تو سنی حضرات بھی اس دھوکہ بازی میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ سنی علماء اور محدثین نے بھی حضرت علیؑ کے فضلِ علم نے شواہد میں یہی مثالیں ان ہی الفاظ میں پیش کی ہیں :-

مطالب السئول۔ مطبوعہ لکھنو۔ القول فی تفصیل علومہ۔ صفحہ ۹۸ :-

فاوّلها تفسیر القرآن الکریم و قد استفاض بین الامة ان رئیس ائمة التفسیر و قدوتهم عبد الله بن عباس رض وهو کان تلمیذاً لعلی و مقتدیاً به و اٰخذاً عنه۔

صفحہ ۹۹ :- و سابعها علم الزهد والورع وقد کان فی اصحابه رضوان الله علیهم جمع من زهاد المشهور لهم به کابی ذر الغفاری وابی الدرداء و سلمان الفارسی رضی الله عنهم و کانوا باسرهم تلامذة لعلی علیه السلام۔

ترجمہ :- پس علوم میں پہلا قرآن کریم کی تفسیر ہے اور تمام امت میں مشہور و منتشر ہے کہ ائمہ تفسیر کے سردار اور رہبر عبداللہ بن عباس ہیں اور وہ حضرت علی کے شاگرد، ان کی اقتداء کرنے والے اور ان سے یہ علم لینے والے ہیں۔

اور ان (علوم) میں ساتواں علم زہد و ورع ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں زاہدین کی ایک جماعت جن کا زہد مسلمہ تھا جیسے ابوذر، ابو درداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اور یہ سب حضرت علی کے شاگرد تھے۔

حافظ جی! اگر اقتداء کے معنی کسی کی وجہ سے ایمان لانا اور ہدایت کے معنی صرف مدرسہ بتانا ہے تو آپ کی کتب صحیحہ میں موجود مندرجہ ذیل حدیث کا کیا مطلب ہو گا؟

تیسیر الوصول۔ جلد ۳۔ الباب الثالث فی فضائل الصحابہ۔ الفصل الثانی۔ الفرع الاول۔ حدیث ۳ صفحہ ۲۲۸

عن حذیفة رض قال قال رسول اللهؐ انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم۔ فاقتدوا بالذین من بعدی و اشار الی ابی بکر و عمر رضی الله عنهما۔ واهتدوا بهدی عمار وما حدثکم ابن مسعود فصدقوه۔ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ :- حذیفہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ "میں نہیں جانتا میں کب تک تم میں موجود ہوں۔ پس ان کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہیں اور ابوبکر اور عمر کی طرف اشارہ کیا اور عمار یاسر کی سیرت (سمت) سے ہدایت حاصل کرو اور ابن مسعود جو تم سے بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے)

اب اگر حافظ جی کی لغت کے مطابق یہ ترجمہ کیا جائے تو حافظ جی کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا میں کب تک تم میں ہوں۔ میرے بعد آنے والوں کی شاگردی کے ذریعے مومن بنو۔ (میں تمہیں ان کا مدرسہ بتا رہا ہوں) اور عمار کے مدرسہ بتلانے سے رہنمائی حاصل کرو ..... الخ اور پھر حافظ جی کی تاسی میں یہ نتیجہ نکالا جائے کہ تمام صحابہ حضرت عمر رض و حضرت ابوبکر رض کی شاگردی کی وجہ سے

مومن ہوئے۔ حضورؐ نے تو ان کا مدرسہ ان کو بتایا تھا۔

قولہٗ:۔ نیز وہ چار حضرات کامل الایمان ..... تو وہ کافر ہو جائے۔

اقول:۔ حیات القلوب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:۔ (حیات القلوب صفحہ ۶۰۰)

حضرت رسول اللہؐ فرمود۔ اے سلمان اگر عرض کنند علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود۔ پس فرمود۔ اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمان ہر آئینہ کافر میشود۔

ترجمہ:۔ حضور رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے سلمان اگر تیرا علم مقداد کے سامنے لایا جائے تو وہ لازماً کافر ہو جائے۔ پھر فرمایا۔ اے مقداد اگر تیرا صبر سلمان کے سامنے لایا جائے تو وہ یقیناً کافر ہو جائے۔

نمعلوم کس مصلحت کے تحت حافظ جی نے حضرت مقدادؓ کے صبر کے لفظ کو علم سے بدل دیا۔ اور "عرض کنند" کے معنی پیش کریں یا دکھادیں کی بجائے بتایا جائے کیا ہیں۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ حدیث حضرت سلمانؓ اور حضرت مقدادؓ کے کامل الایمان اور تابعدار نہ ہونے پر کس طرح دلالت کرتی ہے۔ حضورؐ نے اپنے اس ارشاد میں حضرت سلمانؓ کے علم اور حضرت مقدادؓ کے صبر کی رفعت و وسعت کے عقل انسانی کے ادراک و فہم سے بالا ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت سلمان کا علم اتنا وسیع و رفیع ہے کہ اگر مقداد جیسا صابر بھی اسے دیکھے تو سلمان کو مافوق البشریت صفات کا مالک یا صاحب وحی (نبی) یقین کر کے کافر ہو جائے گا اور اسی طرح مقداد کا صبر اتنا وسیع و رفیع ہے کہ سلمان جیسا عالم بھی اسے دیکھے تو مقداد کو انبیاء اولوالعزم کے صبر کا مالک سمجھ کر کافر ہو جائے ہر سادہ عقل کا مالک اس حدیث کا یہی مطلب لے گا البتہ حافظ جی کے قلم کو نہیں روکا جا سکتا۔

اس حدیث کے متصل اس کے قبل صفحہ ۵۹۹ پر مندرجہ ذیل حدیث کا ذکر ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ حدیث سلمان کے وسعت و علو علم کے بیان میں ہے نہ کہ (عیاذاً باللہ) نقص ایمان پر:۔

بسند صحیح از امام محمد باقر علیہ السلام روایت است کہ جابرؓ انصاری گفت کہ سوال کردم از رسول خداؐ از سلمان فارسیؓ حضرت فرمود: سلمان دریائے علم است کسے او را باآخر نمیتواند رسانید۔

ترجمہ:۔ بسند صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جابرؓ انصاری نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سلمان کے متعلق سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ سلمان علم کا ایک ایسا سمندر ہے کہ کوئی بھی اس کے آخر تک نہیں پہنچ سکتا

قولہٗ:۔ شیخ کشی نے بسند حسن ..... تین کے سوا سب صحابہ مرتد ہو گئے۔

اقول:۔ حیات القلوب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:۔ (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۴۳ باب ۶۱)

بسند حسن از حضرت امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسولؐ مرتد شدند مگر سہ نفر سلمان و ابوذر و مقداد۔ راوی گفت کہ عمار چہ شد۔ حضرت فرمود اندک میلے کرد و بزودی برگشت پس فرمود کہ اگر کسی را خواہی کہ ہیچ شک نکرد و شبہ او را عارض نشد او مقداد است۔ اما سلمان در دلِ او

عارض شد کہ نزد امیرالمومنین اسم اعظم الہٰی ہست۔ اگر تکلم نماید بآں ہر آئینہ زمین آن منافقان را فرو برد۔ پس چرا چنین مظلوم در دست ایشان ماندہ است۔

ترجمہ :۔ حسن نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی کہ رسول اللہؐ کے بعد تین افراد کے سوا سب مرتد ہوگئے وہ تین سلمان، ابوذر اور مقداد ہیں۔ راوی نے کہا عمار کا کیا ہوا؟ حضرت نے فرمایا۔ تھوڑا سا وہ ادھر جھکا لیکن لوٹ آیا۔ پھر فرمایا۔ اگر ایسا آدمی جاننا چاہتا ہے کہ جسے کوئی شک وشبہ عارض نہ ہوا ہو وہ مقداد ہے۔ لیکن سلمان اس کے دل میں (یہ خیال) عارض ہوا کہ امیرالمومنینؑ کے پاس اسم اعظم ہے۔ اگر پڑھ دیں تو زمین ان منافقین کو نگل لے۔ پھر کیوں ان کے ہاتھ میں اس طرح مظلوم ہو کر رہ گیا ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق ہے اور مرتد ہو جانے سے مراد اسلام سے مرتد (برگشتہ) ہونا نہیں بلکہ حضرت علیؑ کی خلافت کا بمقام غدیر خم اقرار کرنے کے بعد اس اقرار سے مرتد (برگشتہ) ہونا ہے۔ ارتداد سے مراد صرف اسلام سے پھر جانا نہیں بلکہ کسی بھی امر کو اختیار کر کے پھر اس سے برگشتہ ہو جانا ہے۔ اسی طرح مرتد صرف وہی نہیں جو اسلام سے برگشتہ ہو کر کفر اختیار کرے بلکہ جس امر سے برگشتہ ہو اس امر کے لحاظ سے مرتد۔

نسائی۔ کتاب البیعۃ۔ المرتد اعرابیًا بعد الھجرۃ۔ ج ۲ صفحہ ۱۸۳ :۔

عن ابی الاکوع انہ دخل علی الحجاج فقال یا ابن الاکوع ارتددت علی عقبیک وذکر کلمۃ معناھا بددت قال لا ولکن رسول اللہ ص اذن لی فی البدو۔

ترجمہ :۔ ہجرت کے بعد بدویت کا مرتد (برگشتہ) ابن اکوع سے روایت ہے کہ وہ حجاج کے پاس گیا تو اس نے کہا۔ اے اکوع کے بیٹے تو اپنی پشت کی طرف مڑ گیا (مرتد ہو گیا ارتددت) اور ایک ایسا کلمہ کہا جس کا معنی تھا تو بدوی (صحرا نشین) ہو گیا۔ اس نے کہا نہیں بلکہ رسول اللہؐ نے مجھے بدوی ہونے کی اجازت دی تھی۔

(سوال نمبر ۳۳ اور ۵۲ میں اس پر بحث ہو چکی ہے) سنی علماء نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ بعض احادیث میں جو صحابہ کے مرتد ہونے کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد اسلام سے مرتد ہونا نہیں ہے۔

مسلم مع شرح نووی تقطیع کبیر جلد ۲۔ باب اثبات حوض کوثر صفحہ ۲۵۳ :۔

وحدثنی محمد بن حاتم ..... حدثنا انس بن مالک ان النبی ص قال لیردنّ علیّ الحوض رجال ممن صاحبنی حتیٰ اذا رایتھم و رفعوا الیّ اختلجوا دونی فلا قولن ای ربی اصحابی فلیقالنّ لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔

ترجمہ :۔ انس بن مالک نے روایت کی کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مجھ سے صحبت رکھنے والوں میں سے کچھ اشخاص حوض پر میرے پاس وارد ہوں گے۔ جب میں انہیں دیکھوں گا اور وہ میرے قریب ہوں گے تو میرے قرب سے دور کر دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا۔ اے اللہ یہ تو میرے صحابی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا۔ تو نہیں جانتا

انہوں نے تیرے بعد دین میں کیا کچھ احداث (تغیرّ و تبدل) کیا۔

مذکورہ بالاحدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں :۔

قال القاضی (عیاض) ھذا دلیل لصحۃ تاویل من تاوّل انھم اھل الردۃ لھذا قال فیھم سحقًا سحقًا ولا یقول ذالک فی مذنبی الامۃ بل یشفع لھم قال و قیل ھؤلاء صنفان احدھما عصاۃ مرتدّون عن الاستقامۃ لا عن الاسلام و ھؤلاء مبدلون الاعمال الصالحۃ بالسیئۃ والثانی مرتدّون الی الکفر۔

ترجمہ :۔ قاضی عیاض نے کہا یہ دلیل ہے ان علماء کی تاویل کے درست ہونے کی جنہوں نے اس کی تاویل اہل الردہ (مرتد ہونے والے) کی ہے۔ اسی لئے ان کے بارے میں حضورؐ نے " دور ہوں، دور ہوں " بھی فرمایا اور حضورؐ امت کے گناہگاروں کے بارے میں یہ نہیں کہیں گے بلکہ انکی شفاعت فرمائیں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ دو قسموں کے لوگ ہوں گے، ایک نافرمان (احکام اسلام) پر مستقیم رہنے سے مرتد (برگشتہ) ہوجانے والے۔ وہ نیک اعمال کے بدلے برے اعمال اختیار کرنے والے، نہ کہ اسلام سے مرتد (برگشتہ) ہونے والے اور دوسرے کفر کی طرف پلٹ جانے والے۔

۲۔ بخاری مع شرح کرمانی۔ کتاب التفسیر آیت کنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم :۔

عن ابن عباسؓ قال خطب رسول اللّٰہ (صلعم) فقال یا ایھا الناس انکم محشورون الی اللّٰہ حفاۃ عراۃ غرلًا ثم قال کما بدءنا اوّل خلق نعیدہ وعدًا علینا و انّا کنّا فاعلین الی الایۃ ثم قال اول الخلائق یکسی یوم القیامۃ ابراھیم الا انّہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثو بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھؤلاء لم یزالو مرتدّین علی اعقابھم منذ فارقتھم۔

ترجمہ :۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللّٰہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا۔ اے لوگو! تم اللّٰہ کی طرف اٹھائے جانے والے ہو ننگے پاؤں، ننگے جسم، بغیر ختنہ شدہ۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی " جس طرح اول خلقت شروع ہوئی اسی طرح اس کو لوٹائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم اسے پورا کرنے والے ہیں "۔ پھر فرمایا مخلوق میں سے جس کو پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیمؑ ہیں۔ آگاہ رہو میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کو بائیں طرف پکڑا جائے گا (بائیں طرف والوں میں شامل کیا جائے گا) میں کہوں گا۔ اے اللّٰہ ! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ پس کہا جائے گا۔ تو نہیں جانتا جو انہوں نے تیرے بعد (دین میں) احداث کئے۔ پس میں بھی اسی طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا کہ " میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا۔ تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگران تھا "۔ پس کہا جائے گا جب سے تو نے انہیں چھوڑا اسی وقت سے یہ برابر پچھلے پاؤں مرتد (برگشتہ)

ہوتے رہے۔

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں کرمانی لکھتے ہیں :۔

لیس المراد من الارتداد الرجوع من الدین انما ھو التاخّر عن بعض الحقوق والتقصیر فیہ و لم یرتدّ احد من اصحابہ۔

ترجمہ :۔ یہاں مرتد ہونے سے مراد دین سے پھر جانا نہیں ہے بلکہ یہ بعض حقوق سے پیچھے رہنا اور ان کی ادائیگی میں کمی کرنا ہے، ورنہ صحابہ میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا۔

(نوٹ :۔ پھر یہ فتنۂ ارتداد کیا تھا؟ وہ مرتدین کون تھے جن سے سیف اللہ خالدؓ نے جہاد کیا۔ کیا ان میں کوئی بھی صحابی نہیں؟ جبکہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایمان کے ساتھ دور سے ہی حضورؐ کو ایک دفعہ دیکھا ہے وہ صحابی ہے۔ مؤلف)

۳۔ اشعۃ اللمعات (شرح مشکوٰۃ) جلد ۴۔ صفحہ ۱۸۹۔ باب الحشر۔ حدیث نمبر ۵۲۹۹ :۔

عن ابن عباسؓ من النبیؐ: قال انکم محشورون ..... ما دمت فیھم الی قولہ تعالیٰ العزیز (حدیث اور ترجمہ سابقہ سطور میں مذکور ہوا)

اس حدیث کی شرح میں شارح عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں :۔

مراد بردت رجوع از دین نیست بلکہ خروج از حد استقامت در بعض حقوق و صلاح سریرت در بعض امور و رجوع از مرتبہ حسن اخلاق و صدق نیت و تقصیر در بعض حقوق و رعایت اہل بیتؑ در ادب۔

ترجمہ :۔ ردت سے مراد دین سے پھر جانا نہیں بلکہ بعض حقوق و بعض امور میں صحیح نیت میں استقامت (راست روی) کی حدود سے نکل جانا ہے اور حسن اخلاق۔ صدق نیت کے مراتب سے روگردانی ہے اور اہل بیتؑ کے ادب میں اور ان کے بعض حقوق میں کمی کرنا ہے۔

(نوٹ :۔ ہماری ان احادیث میں بھی تو اہلبیتؑ کے ادب و حقوق کی خلاف ورزی کو ارتداد (مرتد ہونا) کہا گیا ہے پھر ہم سے یہ جدال کیوں؟)

جس طرح اہلسنت کی احادیث میں ارتداد دین سے پھر جانے کے علاوہ دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے، اسی طرح ہماری ان احادیث میں بھی ارتداد (مرتد ہونے) سے مراد رجوع عن دین (دین سے پھر جانا) نہیں بلکہ رجوع عن العہد والاقرار (اپنے عہد سے پھر جانا) ہے۔ کافی (یعقوب کلینیؒ) کی مندرجہ ذیل خبر (قول امام معصومؑ) اس امر کی بین دلیل اور واضح ثبوت ہے۔

کافی جلد ۸ (الروضہ) ذکر ارتداد الناس عن الایمان۔ صفحہ ۲۹۵ :۔

عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الناس لما صنعوا ما صنعوا اذا بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المومنین من ان یدعوا الی نفسہ الا نظراً للناس و تخوفاً ان یرتدوا عن الاسلام

فیعبد الاوثان ولا یشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ وکان الاحب الیہ ان یقرھم علی ما صنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام۔

ترجمہ :- زرارہ نے امام ابو جعفر (محمد باقر علیہ السلام) سے روایت کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ لوگوں نے کیا جو کچھ کیا جبکہ ابوبکر کی بیعت کی۔ امیرالمومنین (علی علیہ السلام) کو اس امر سے کہ انہیں اپنی طرف سے بلائیں کسی چیز نے نہیں روکا مگر لوگوں (کے حالات) کی رعایت نے اور اس خوف نے کہ وہ کہیں اسلام سے ہی مرتد نہ ہو جائیں اور بتوں کو نہ پوجنے لگیں اور شہادۃ توحید اور شہادۃ نبوت کو چھوڑ دیں۔ انہیں یہ بات زیادہ پسند تھی کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اسی پر قائم رہیں بہ نسبت اس بات کے کہ وہ پورے اسلام سے مرتد ہو جائیں۔

قولہٗ :- سلمان، مقداد ..... موقف سے نہ ہٹا۔

اقول :- حافظ صاحب اس قسم کے حالات میں جن خیالات یا وساوس کے دل میں پیدا ہونے کو ضعفِ ایمان کی دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں احادیث و ارشادات نبی کریمؐ انہیں ایمان صریح اور ایمانِ محض (خالص) کی علامت قرار دیتے ہیں۔

تیسیر الوصول الی جامع الاصول۔ جلد ا۔ کتاب الایمان۔ باب اول۔ فصل ثالث۔ صفحہ ۱۸ :-

عن ابی ھریرۃ رضؓ ان ناسًا من اصحاب الرسول اللّٰہؐ سألوہ : انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم احدنا ان یتکلم بہ۔ قال: او قد وجدتموہ قالوا نعم قال ذالک صریح الایمان وفی اخری: الحمد للّٰہ الذی ردّ کیدہ الی الوسوسۃ۔ (اخرجہٗ مسلم و ابوداؤد)

ترجمہ :- ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کچھ لوگوں نے حضورؐ سے سوال کیا کہ ہم اپنے نفسوں (دلوں) میں ایسے خیالات پاتے ہیں جن کو ہمارا ہر فرد زبان پر لانا بھی ایک امر عظیم و گراں سمجھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا : کیا واقعی تم ایسے خیالات (وساوس) پانے لگے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ جنابؐ نے فرمایا۔ یہ صریح ایمان ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے (کہ فرمایا) اللہ تعالیٰ کی تعریف جس نے اس (شیطان) کے مکر کو وسوسہ میں بدل دیا۔

ایضاً۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۹ :-

ولمسلم رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عن ابن مسعود رضؓ حممۃ او یخرّ من السماء الی الارض احب الیہ من ان یتکلم بہ قال ذالک محض الایمان۔

ترجمہ :- اور صرف مسلمؒ (کے اخراج) کے مطابق ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہؐ ہم میں ایک شخص اپنے نفس (دل) میں ایسے خیالات بھی پاتا ہے کہ ان کو زبان پر لانے کی بہ نسبت جل کر کوئلہ ہو جانا یا آسمان سے زمین پر پٹخ دیا جانا زیادہ پسند کرے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ خالص ایمان ہے۔

انسانی فطرت ہے کہ جب کسی کلام یا حکم کی مصلحت و حکمت کو نہیں سمجھ سکتا اور بظاہر اسے خلاف مصلحت دیکھتا ہے تو کلام کرنے والے یا حکم دینے والے کے متعلق وساوس شیطانی اور خیالات نفسانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور جب یہ وساوس اسے راہِ حق سے نہیں ہٹا سکتے تو یہ اس کے ایمانِ کامل و خالص کی علامت ہے۔

خلاقِ عالم جل جلالہٗ نے ایسی ہی آزمائش میں صحابۂ رسول ؐ کو صلح حدیبیہ کے وقت مبتلا کیا۔ اہل سنت کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ابوبکر رضؓ کے تمام صحابی وساوس میں مبتلا ہوئے۔

۱۔ تاریخ طبری جلد ۳۔ السنۃ السادسۃ۔ صفحہ ۷۲ :۔

قال جابر رضؓ وقد کان اصحاب رسول اللہ خرجوا وھم لا یشکّون فی الفتح لرؤیا رأھا رسول اللہ ؐ فلما رأوا ما رأوا من الصلح والرجوع وما تحمل علیہ رسول اللہ فی نفسہ دخل الناس من ذالک امر عظیم حتیٰ کادوا ان یھلکوا۔

ترجمہ :۔ جابر رضؓ نے کہا ہے کہ جب اصحاب رسول ؐ (مدینہ منورہ سے) نکلے تو فتح (مکہ) میں کوئی شک نہیں کرتے تھے (یعنی انہیں یقین تھا کہ مکہ فتح ہو جائے گا) لیکن جب انہوں نے صلح اور حضور ؐ کی واپسی اور ان (شرائط) کو جو حضور ؐ نے قبول کر لی تھیں دیکھا تو لوگ (صحابہ) ایک امرِ عظیم (بہت بڑی آزمائش) میں پڑ گئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہلاکت میں پڑ جائیں (خاکم بدہن دینِ اسلام سے پھر جائیں)۔

۲۔ حضرت عمر رضؓ جیسی عظیم شخصیت اپنے دل کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں :۔

بخاری اور ابو داؤد کی ایک طویل حدیث سے بعض اقتباسات۔ تیسیر الوصول ج ۳۔ کتاب الغزوات۔ غزوہ حدیبیہ صفحہ ۱۸۸

فقال عمر رضؓ بن الخطاب فاتیت نبی اللہ ؐ فقلت : یا نبی اللہ الست نبی اللہ حقًّا ؟ قال بلیٰ۔ قلت : ألسنا علی الحق وعدونا علی الباطل ؟ قال : بلیٰ۔ قلت : فلم نعطی الدنیّۃ فی دیننا اذن ؟ قال : انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری۔ قلت : اولیس کنت تحدثنا انّا سناتی البیت ونطوف بہ ؟ قال : بلیٰ۔ أفاخبرتک انک تاتیہ العام ؟ قلت : لا۔ قال : فانک تاتیہ وتطوف بہ۔

ترجمہ :۔ عمر رضؓ بن الخطاب نے کہا ہے ، میں نبی کریم ؐ کے پاس آیا اور کہا : اے اللہ کے نبی کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں ؟ آپ ؐ نے فرمایا : میں ہوں۔ میں نے کہا : کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے ؟ حضور ؐ نے فرمایا : ہاں (ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر ہے)۔ میں نے کہا : پھر ہم اپنے دین کے لئے یہ پستی (ہیٹا پن) کیوں قبول کریں ؟ حضور ؐ نے فرمایا : میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا : کیا آپ یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے ؟ آپ ؐ نے فرمایا : ہاں (میں نے کہا تھا) کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال آئیں گے ؟ میں نے کہا : نہیں (آپ نے یہ تو نہیں فرمایا تھا)۔ آپ ؐ نے فرمایا : پس تو آئے گا اور طواف کرے گا۔ (اس کے بعد حضرت عمر رضؓ حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی یہی گفتگو کی تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا) ایھا الرجل انہٗ رسول اللہ ولن یعصی ربہ وھو ناصرہٗ فاستمسک بغرزہٖ۔ ترجمہ : اے مرد ! وہ بلا شک اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی ہرگز نہیں

کریں گے وہی ان کا مددگار ہے۔ پس تو ان کی رکاب تھامے رہ (یہ اس امر کے ثبوت میں ہے کہ تمام صحابہ کرام سوائے ابوبکرؓ کے وساوس مبتلا ہو گئے تھے)

فلما فرغ من قضيّة الكتاب قال (صلعم) لاصحابه رضى الله عنهم قوموا فانحروا ثم احلقوا۔ قال: فوالله ما قام منهم رجلٌ حتىٰ قال ذالك ثلاث مرّات۔ فلما لم يقم منهم احد دخل علىٰ ام سلمة رضؓ فذكر لها ما لقى من الناس۔ فقالت: يا نبى الله أتحبّ ذالك اخرج ولا تكلم منهم احدًا حتىٰ تنحر بُدنك وتدعوا حالقك فيحلقك فخرج فلم يتكلم احدًا منهم حتىٰ فعل ذالك: نحر بدنه ودعا حالقه فحلقه۔ فلما رأو ذالك قاموا فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضًا حتىٰ كاد بعضهم يقتل بعضًا غمًا۔

ترجمہ :۔ جب آپؐ عہد نامہ کے لکھے جانے سے فارغ ہوئے تو اپنے صحابہ سے فرمایا: اٹھو، نحر کرو پھر حلق کرو (سر کے بال منڈواؤ)۔ راوی کہتا ہے: خدا کی قسم ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ آپؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا جب ان میں سے کوئی بھی نہ اٹھا تو آپؐ (ام المومنین) ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے لوگوں کے سلوک کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے تو آپؐ تشریف لے جائیں۔ کسی سے کوئی بھی بات نہ کریں۔ یہاں تک کہ قربانی کا جانور نحر فرمائیں۔ اپنے حالق (سر مونڈنے والے) کو بلائیں وہ آپؐ کے حلق کرے (سر مونڈے) پس حضورؐ تشریف لائے کسی سے کلام نہ کیا اور یہ سب کچھ کر دیا۔ قربانی کو نحر کیا۔ سر مونڈنے والے نے حلق کر دیا۔ پس جب انہوں (صحابہ) نے یہ دیکھا تو اٹھے۔ قربانی کی اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ اس رنج کی وجہ سے ایک دوسرے کو مار ڈالیں۔

دیکھا حافظ جی! اصحاب رسولؐ کتنے بری طرح گرداب وساوس میں مبتلا ہوئے لیکن پھر بھی کسی کا قدم راہ راہِ مستقیم سے نہیں ہٹا۔ یہ ان کے ایمان صریح و محض کی علامت ہے نہ کہ عیاذاً باللہ نقص ایمان کی۔

اسی طرح بیعتِ ابوبکرؓ کے وقت اصحاب علیؑ بھی وساوس میں مبتلا ہوئے لیکن کسی نے بھی حضرت علیؑ کی اطاعت سے روگردانی نہیں کی۔ یہ ان کے کمال ایمان کی علامت ہے نہ کہ نقصِ ایمان کی اور جس طرح (آپ کی روایات کے مطابق) صرف حضرت ابوبکرؓ ان وساوس سے محفوظ رہے۔ اسی طرح اصحاب علیؑ میں صرف مقدادؓ وساوس سے محفوظ رہے۔ **قولہ** :۔ رہے ابوذر تو حضرت امیر نے حکم دیا ..... بات قبول نہ کی۔

اقول :۔ ایسے حالات اور انتہائی رنج و غم میں حضرت مقدادؓ کا حضرت علیؑ کے قول پر عمل نہ کر سکنا ایسا ہی ایک اضطراری فعل تھا جس طرح صحابہ رسولؐ رضوان اللہ علیہم کا ارشادِ رسولؐ کی تعمیل سے قاصر رہتے ہوئے نحر ہدی و حلق نہ کر سکنا (خلاق عالم ایسی آزمائشوں سے محفوظ رکھے)

قولہ :۔ انصاف سے بتائیے ..... اگرچہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

اقول :۔ جی ہم انصاف سے بتا رہے ہیں کہ شیعہ روایات اس امر کی گواہ ہیں کہ شیعہ حضورؐ کے مناصب کے منکر نہیں

شیعہ قائل ہیں کہ سوائے صحابیت کے لباس میں ملبوس چند منافقین کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اللہ تعالیٰ کے اس احسان سے خوب فیضیاب ہوئے اور صحابہ کی جماعت میں چند ایسے منافقین کی موجودگی کی شہادت قرآن کریم کی آیات اور سنی روایات میں بھی موجود ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ (سورۃ التوبہ ۹ - آیت ۱۰۱)

ترجمہ :- بعضے تمہارے گرداگرد گنوار منافقین ہیں اور بعضے مدینے والے اڑ رہے نفاق پر۔ تو ان کو نہیں جانتا اور ہمیں معلوم ہیں۔ (موضح القرآن)

اسی طرح بیسیوں احادیث میں منافقین کا ذکر ہے :-

سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ - غزوہ الخندق - صفحہ ۲۳۸ :-

اشتداد الخوف وظهور نفاق المنافقين حتى قال معتب بن قشير اخو بنى عمرو بن عوف كان محمد يعدنا ان ناكل كنوز كسرى وقيصر و احدنا اليوم لا يامن على نفسه ان يذهب الى الغائط۔

ترجمہ :- غزوۂ خندق خوف کا شدید ہونا اور بعض منافقین کے نفاق کا ظہور۔ یہاں تک کہ معتب ابن قشیر جو بنی عمرو بن عوف کے قبیلے سے تھا۔ اس نے کہا حضرت محمدؐ ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانے کھائیں گے اور آج ہم میں سے کوئی ایک رفع حاجت کے لئے جانے میں اپنی جان محفوظ نہیں سمجھتا۔

حضورؐ کے وصال کے بعد بھی منافقین موجود تھے۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۲۱ - طبع مصر :-

قال جابر بن عبد اللہ رض ان المنافقين اليوم شر منهم على عهد رسول اللہ ص كانوا ليسرون يومئذ واليوم يجهرون۔

ترجمہ :- جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ منافق آج اس سے زیادہ باعث شر و فساد ہیں جتنے حضورؐ کے عہد میں تھے۔ اس وقت اپنے نفاق و عداوت کو چھپاتے تھے۔ اب کھلم کھلا اس کا اظہار کرتے ہیں۔

نیز سوال نمبر ۵ کے جواب میں مذکور تیسیر الوصول - جلد ۲ - صفحہ ۳۹ کی حدیث میں جناب عائشہ رض کی شہادت ملاحظہ ہو : لقد خوّف عمر رض الناس وانّ فيهم نفاقا۔

ترجمہ :-

سوال نمبر ۵۴ :- ہر چیز کی صحبت رنگ لاتی ہے۔ برے کی محفل میں برائی کا، نیک کی محفل میں نیکی کا اثر بالمشاہدہ محسوس ہوتا ہے۔ فرمایئے صحبتِ رسولؐ اور تربیتِ پیغمبرؐ میں کیا خامی تھی کہ بیس تیئس سال تک ہمہ وقت آپؐ کی خدمت میں رہنے والوں اور قریبی رشتہ داروں پر بھی ایمان، اخلاص اور اعمال کا رنگ نہ چڑھا؟

جواب :- **قولہ** :- ہر چیز کی صحبت ...... بالمشاہدہ محسوس ہوتا ہے۔

اقول :- صحبت کے اثر سے کسی کو انکار نہیں۔ بلاشک بد کی صحبت بدی کی طرف اور نیک کی صحبت نیکی کی جانب

راغب کرتی ہے لیکن اس اثر کے لئے صرف صاحبِ محفل کی صفات وکمالات کو دخل نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ صحبت میں بیٹھنے والے کی اہلیت وقابلیت کو بھی مدِ نظر رکھنا لازمی ہے۔ کانٹا عمر بھر پھول کی صحبت میں رہنے کے باوجود پھول کی صفات نکہت و نزاکت کا اثر نہیں لیتا۔ نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں ایک لمبی مدت اپنے نبی شوہروں کے ساتھ رہنے کے باوجود فیضِ صحبت کے اثر سے محروم رہیں۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا اپنے نبی باپ کی تربیت میں پرورش پاکر بھی کافر رہا۔

۲۔ صحبت کے اثر کا اندازہ لگانے کے لئے صحبت میں بیٹھنے والے کی ذاتی قابلیت واہلیت پر ہی نگاہ ڈالنا کافی نہیں بلکہ اس کی طلب وارادہ کو بھی دیکھنا ہوگا۔ صحبت میں بیٹھنے والا جس نیت وارادہ کے ساتھ صحبت میں آیا اسی کے مطابق اثر بھی لے گا۔ بدوں کے گروہ کا جاسوس نیکوں کے گروہ میں ایسے ذرائع اور راہیں معلوم کرنے آتا ہے جنہیں اختیار کر کے نیکوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔ ایک مدت تک نیکوں کی صحبت میں رہتا ہے اور پہلے سے زیادہ برا بن کر نکلتا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ منافقین (ملعونین) بھی بیس تیئس سال تک حضورؐ کی صحبت میں بیٹھتے رہے لیکن نہ صرف فیضِ صحبت سے محروم رہے بلکہ کفر ونفاق میں اور پختہ ہوگئے۔

قولہٗ:۔ صحبتِ رسولؐ اور تربیت..... اعمال کا رنگ نہ چڑھا۔

اقول:۔ حضور نبی کریمؐ کی صحبت وتربیت میں کوئی خامی نہ تھی بلکہ بعض صحابہ پر اس کے رنگ نہ چڑھنے کی وجہ خود ایسے صحابہ کی خامیاں تھیں۔ قرآن کریم کی آیات اور حضورؐ کی احادیث شاہد ہیں کہ :۔

۱۔ سب صحابہؓ ایک جیسی اہلیت وقابلیت نہ رکھتے تھے اور ہر ایک اپنی اہلیت وصلاحیت کے مطابق صحبت سے فیضیاب ہوا۔

تیسیر الوصول جلد ا۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ صفحہ ۲۵ :۔

عن ابی موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری رضؓ قال قال رسول اللہؐ ان مثل ما بعثنی اللہ بہ من الھدیٰ والعلم کمثل غیث اصاب ارضاً فکانت منھا طائفۃ طیبۃ قبلت الماء فانبت الکلاء والعشب الکثیر وکان منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ تعالیٰ بھا الناس فشربوا منھا وسقوا وزرعوا واصاب طائفۃ منھا اخریٰ انما ھی قیعان لا تمسک ماءً ولا تنبت کلاءً فذالک مثل من فقہ فعلم وعلّم ومثل من لم یرفع بذالک رأساً ولم یقبل ھدی اللہ الذی ارسلت بہ (اخرجہ الشیخان)

ترجمہ:۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال برسنے والے بادل کی مانند ہے جب ایک عمدہ (طیبہ) زمین کے قطعہ پر برسا اس نے پانی کو قبول کیا اور خوب گھاس اور چارہ اگایا اور جو اس میں سے بنجر تھا اس نے پانی جمع کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس (پانی) سے لوگوں کو نفع پہنچایا انہوں نے اسے پیا، کھیتوں کو سیراب کیا کھیتی باڑی کی اور دوسرا قطعہ زمین جو پہاڑ کی چوٹی تھی نہ اس نے پانی جمع کیا نہ گھاس اگائی۔ پس یہ مثال ہے ان اشخاص کی جنہوں نے علم (شرع) حاصل کیا، خود پڑھے اور دوسروں کو

بڑھایا اور ان اشخاص کی مثال ہے جنہوں نے اس کے ساتھ سر نہ اٹھایا (متوجہ نہ ہوئے) اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا تھا۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضور ؐ کے صحابہ رضؓ میں کچھ ایسے تھے جو خود بھی اس صحبت سے فیضیاب ہوئے اور دوسروں تک بھی اس فیض کو پہنچایا۔ کچھ ایسے تھے جو خود تو مستفید نہ ہوئے لیکن ان کے ذریعے دوسرے فیضیاب ہوئے۔ کچھ ایسے تھے جو نہ خود مستفید ہوئے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ ۲

۲۔ سب صحابہ رضؓ نے ایک جیسی نیت اور ارادہ سے حضور ؐ کی صحابیت اختیار نہیں کی تھی۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ (سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۵۲)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ سچا کر چکا جب تم لگے ان کو کاٹنے اس کے حکم سے جب تک تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور بے حکمی کی بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز۔ کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت۔ (موضح القرآن، شاہ عبدالقادر دہلوی)

یہ آیت اس امر پر نص صریح ہے کہ اصحاب رسول ؐ میں بعض نے دنیاوی مفاد کی خاطر صحابیت اختیار کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فیض سے محروم نہیں کیا۔ جو دنیا چاہتے تھے اس فیض کی بدولت کرۂ ارض کے ایک بہت بڑے حصے کی حکمرانی حاصل کی۔ جو آخرت چاہتے تھے انہوں نے اعلیٰ علیین میں مقامات بلند حاصل کئے۔

سوال نمبر ۵۵ :۔ حیات القلوب، اصول کافی وغیرہ کتب شیعہ میں یہ صراحت ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے وفاتِ رسول ؐ کے بعد تمام قرآن جمع کیا۔ کپڑے میں ڈالا اور مہاجرین و انصار کے مجمع میں مسجد میں لے آیا۔ جب اس قرآن میں اس قومِ منافقوں کے کفر و نفاق کے متعلق آیات تھیں اور خلافتِ علی و اولادِ علی کی اس میں صراحت تھی۔ عمر نے اسے قبول نہ کیا۔ سید الاوصیاء ناراض ہو کر حجرۂ پاک میں واپس ہو گئے اور فرمایا اس قرآن کو تم پھر قائم آلِ محمد ؐ کے ظاہر ہونے تک نہ دیکھ سکو گے۔ شیعہ کا وہی اصل قرآن ہے جو اماموں سے ہوتا ہوا امام غائب کے پاس ہے۔ ذرا واضح کریں کہ حضرت علی پر یہ بہتانِ عظیم نہیں کہ حضرت عمر کے انکار پر قرآن چھپا دیا اور خلقِ خدا کو ہدایت سے محروم کر دیا جبکہ کتاب اللہ کو چھپانا اور ہدایت سے امت کو محروم کرنا قرآن میں بہت بڑا جرم بتایا گیا ہے۔ (البقرۃ)

جواب :۔ قولہٗ :۔ حیات القلوب، اصول کافی وغیرہ کتب شیعہ۔

اقول :۔ قارئین سب سے پہلے اس حدیث کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اصول کافی میں یہ حدیث بایں الفاظ مرقوم ہے :۔

اصول کافی۔ جلد ۲۔ کتاب فضل القرآن۔ باب النوادر۔ حدیث نمبر ۲۳ :۔

عن سالم ابن سلمة قال قراء رجل علی ابی عبداللہ علیه السلام وانا اسمع حروفاً لیس علی

ما یقرءھا الناس فقال ابوعبد اللہ علیہ السلام کفّ عن ھٰذہٖ القرأۃ و اقرء کما یقرء الناس حتیٰ یقوم القائم علیہ السلام قراء کتاب اللہ عزّوجلّ علیٰ حدّہ و اخرج المصحف الذی کتب علی علیہ السلام قال اخرجہ علی علیہ السلام حین فرغ منہ وکتبہ فقال لھم ھٰذا کتاب اللہ عزّوجلّ انزل اللہ علیٰ محمدؐ جمعتہ من اللوحین و بین اللوحین فقالوا ھو ذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لاحاجۃ لنا فیہ۔ فقال ما ترونہ بعد یومکم ھٰذا ابداً۔ انما کان علیّ ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرءُوہ۔

ترجمہ:۔ سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوعبداللہ علیہ السلام کے سامنے کچھ آیات اس قرأت کے مطابق پڑھیں جو اس قرأت کے مطابق نہ تھی جس پر لوگ پڑھتے ہیں۔ درآنحالیکہ میں سن رہا تھا۔ بوعبداللہ ؑ نے فرمایا اس قرأت سے باز رہ اور اسی طرح پڑھ جس طرح لوگ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ قائم علیہ السلام ظہور فرمائیں اور قرآن کریم کو حقیقی حد کے تحت پڑھیں۔ اور آپ (ابوعبداللہ علیہ السلام) نے وہ قرآن کریم نکالا جسے علی علیہ السلام نے لکھا تھا اور فرمایا کہ علی علیہ السلام جب اسے لکھ چکے اور فارغ ہوئے تو اسے لے گئے اور ان سے کہا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ پر نازل کی۔ میں نے اسے دو تختیوں سے جمع کیا (لکھا) یا ان دو تختیوں کے درمیان جمع کیا ہے)۔ پس انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے پاس کتاب ہے جس میں تمام قرآن کریم جمع ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ تم اسے آج کے بعد کبھی نہ دیکھو گے۔ مجھ پر لازم تھا کہ میں تمہیں اس سے مطلع کردوں جب جمع کرلوں تاکہ تم اسے پڑھو۔ (اس روایت میں اس امر کا ذکر نہیں کہ اس میں منافقوں کے متعلق آیات تھیں یا خلافتِ علیؑ و اولادِ علیؑ کی صراحت تھی۔ وغیرہ) ؎

حیات القلوب میں میں نے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی۔ حجۃ الوداع سے لے کر آخرِ کتاب تک ایک ایک صفحہ دیکھ ڈالا مگر مجھے یہ روایت حیات القلوب میں کہیں نہیں ملی۔ نہ اس روایت کا حیات القلوب میں ہونا ممکن ہے کیونکہ حیات القلوب میں حضور نبی کریمؐ کے وصال و انتقال الی رفیق الاعلیٰ تک کے واقعات درج کئے گئے ہیں اور یہ امر حضورؐ کے وصال سے بعد کا واقعہ ہے۔

اسبوعا وغیرہ کتب کا معاملہ تو کافی کے علاوہ اربعہ معتبرہ میں سے تین کتب (استبصار۔ من لایحضرہ الفقیہ۔ تہذیب الاحکام) میں اس حدیث کا ذکر نہیں۔ ہاں البتہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی مصنفہ کتاب حق الیقین میں یہ روایت بایں الفاظ مروی ہے :۔

حق الیقین (مجلسی) مطاعن ابوبکر۔ صفحہ ۱۹۷ :۔

حضرت مجموع قرآن جمع کردہ درمیان جامہ گذاشتہ و سرش را مہر کرد و آں را در مسجد آورد و وقتے کہ ابوبکر و عمر و صحابہ در مسجد بودند و ندا کرد بہ آوازِ بلند: ایہا الناس! چوں حضرت رسولؐ از دنیا رفت مشغول غسل و تجہیز و تکفین او گردیدم و بعد ازاں مجموع قرآن را درایں جامہ جمع کردہ ام و ہیچ آیت نازل نہ شدہ است

مگر رسول اللہ (صلعم) برمن خواندہ است و تاویلش را بمن گفتہ است در قیامت نگوئید کہ ما ازیں غافل بودیم و نگوئید کہ شمارا بیاری خود نہ خواندہ ام وحق خود را بیاد شما نیاوردم و شمارا بہ کتاب خدا دعوت نکردم۔ عمر گفت ان چہ از قرآن بدست ما است مارا بس است و احتیاج بقرآنِ تو نداریم۔ حضرت فرمود کہ دیگر این قرآن نخواہید دید تا مہدی از فرزندان من این را برگرداند و بخانہ خود برگشت۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؑ نے تمام قرآن کریم جمع کیا۔ ایک کپڑے میں رکھ کر اسے سربمہر کیا اور مسجد میں لائے۔ اس وقت جبکہ ابوبکر، عمر اور صحابہ مسجد میں تھے اور بآواز بلند پکار کر کہا۔ اے لوگو! جب حضور رسول کریمؐ نے انتقال فرمایا تو میں آنحضورؐ کو غسل دینے اور ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے تمام قرآن کریم اس کپڑے میں جمع کر دیا ہے۔ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ حضورؐ نے پڑھ کر مجھے سنائی اور اس کی تاویل (تفسیر) بیان فرمائی۔ قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہم اس سے بےخبر تھے اور یہ نہ کہو کہ میں نے تمہیں اپنی مدد کے لئے نہیں بلایا اور اپنا حق میں نے تمہیں نہیں بتلایا اور تمہیں کتاب خدا کی طرف دعوت نہیں دی۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ جو قرآن ہمارے پاس ہے ہمارے لئے کافی ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ پھر تم اس قرآن کو نہیں دیکھوگے جب تک میرے فرزندوں میں مہدیؑ کا ظہور نہیں ہوگا اور پھر گھر تشریف لے گئے۔

قولہٗ:۔ شیعہ کتب میں یہ صراحت ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے وفات رسولؐ کے بعد تمام قرآن جمع کیا۔

۲ قولِ:۔ صرف شیعہ کتب میں یہ صراحت موجود نہیں بلکہ سنی کتب میں بھی صراحت ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآن جمع کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق حضورؐ کی رحلت کے بعد اور بعض روایات کے مطابق حضورؐ کی حیاتِ طیبہ ہی میں لکھا تھا اور حضورؐ نے اس کی تصویب فرمائی تھی۔

۱۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد علیؑ کے جمع قرآن کی روایات:۔

۱۔ صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ الفصل الثانی فی ثناء الصحابہ۔ صفحہ ۱۲۵ اخرج ابن ابی داؤد عن محمد بن سیرین قال لما توفی رسول اللہؐ ابطاء علی عن بیعۃ ابی بکر فلقیہ ابوبکر فقال أکرھت امارتی قال لا ولکن آلیت ان لا ارتدی حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ قال محمد بن سیرین لو اصبت ذالک الکتاب کان فیہ العلم۔

ترجمہ:۔ محمد بن سیرین نے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہؐ فوت ہوئے تو علیؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت میں تاخیر کی پس ابوبکرؓ اس سے ملے اور کہا کیا آپ میری امارت (امیری) کو ناپسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ نہیں میں نے قسم کھائی ہے کہ چادر نہیں اوڑھوں گا جب تک قرآن جمع نہ کرلوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے تنزیل کے مطابق قرآن کریم لکھا تھا۔ محمد بن سیرین نے کہا۔ کاش وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم (کا خزانہ) تھا۔

۲۔ استیعاب۔ باب من اسمہ عبداللہ (ذکر عبداللہ بن ابو قحافہ):۔

حدثنا ایوب السجستانی عن محمد بن سیرین قال لما بویع ابوبکر الصدیق رضؓ ابطاء علی عن

بیعتہ وجلس فی بیتہ فبعث الیہ ابوبکرؓ ما ابطاءک عنی اکرھت امارتی فقال علی ما کرھت امارتک ولکن آلیت ان لا ارتدی ردائی الا الی الصلوٰۃ حتی اجمع القرآن۔ قال ابن سیرین فبلغنی انہ کتبہ علی تنزیلہ ولو اصیب ذالک الکتاب لوجد فیہ علم کثیر۔

ترجمہ:- ایوب سجستانی نے محمد بن سیرین سے روایت کی۔ کہا کہ جب ابوبکرؓ کی بیعت کی گئی تو علیؓ نے ان کی بیعت کرنے میں تاخیر کی اور گھر میں بیٹھ رہے۔ پس ابوبکرؓ نے پیغام ارسال کیا کہ کس امر نے آپ کو تاخیر میں ڈالا؟ کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ پس علیؓ نے کہا۔ میں نے آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کیا لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ نماز کے علاوہ کبھی چادر نہیں اوڑھوں گا جب تک کہ قرآن جمع نہ کرلوں۔ ابن سیرین نے کہا کہ انہوں نے اسے اس کی تنزیل کے مطابق لکھا تھا۔ کاش وہ کتاب مل جاتی تو اس سے علم کثیر حاصل ہوتا۔

۳- کنز العمال- جلد ۱۳- حدیث ۳۶۴۸۳ :-

عن عبد خیرؓ عن علیؓ قال لما قبض رسول اللہ ﷺ اقسمت ان لا اضع ردائی عن ظھری حتی اجمع ما بین اللوحین فما وضعت ردائی عن ظھری حتی جمعت القرآن۔

ترجمہ:- عبد خیرؓ نے علیؓ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے قسم کھائی کہ اپنی پیٹھ سے چادر نہیں ڈالوں گا (رکھوں گا) جب تک دو تختیوں (دفتین) کے درمیان ہے اسے جمع نہ کرلوں۔ پس میں اپنی پیٹھ سے چادر نہ ڈالی جب تک کہ قرآن جمع نہ کرلیا۔

۴- اتقان (مطبوعہ بیروت) جلد ۲- النوع الثامن عشر فی جمعہ و ترتیبہ۔ صفحہ ۵۷ :-

اخرج ابن ابی داؤد من طریق ابن سیرین قال قال علی لما مات رسول اللہ ﷺ آلیت ان لا آخذ علیّ ردائی الا لصلوٰۃ الجمعہ حتی اجمع القرآن فجمعتہ۔

ترجمہ:- ابن ابی داؤد نے ابن سیرین کے طریق سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ علیؓ نے کہا جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے قسم کھائی کہ اپنے اوپر جمعہ کی نماز کے علاوہ چادر نہیں لوں گا جب تک کہ قرآن جمع نہ کرلوں پس میں نے اسے جمع کیا۔

۵- ایضاً- اتقان۔ جلد ۲- صفحہ ۵۷ :-

عن محمد بن سیرین عن عکرمۃ قال لما بعد بیعۃ ابی بکر قعد علی ابن ابیطالب فی بیتہ فقیل لابی بکر قد کرہ بیعتک فارسل الیہ۔ فقال اکرھت بیعتی؟ قال لا واللہ۔ قال ما اقعدک عنی؟ قال رأیت کتاب اللہ یزاد فیہ فحدثت نفسی ان لا البس ردائی الا لصلوٰۃ حتی اجمعہ۔ قال ابوبکر فانک نعم ما رأیت۔

ترجمہ:- محمد بن سیرین کے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد جب علیؓ ابن ابوطالب اپنے گھر بیٹھ رہے تو ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ اس (علیؓ) نے آپ کی بیعت کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ پس ابوبکرؓ نے انہیں بلا بھیجا اور

کہا کیا آپ میری بیعت ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ بخدا نہیں۔ کہا پھر کس امر نے آپ کو مجھ سے (دور) بٹھا رکھا ہے؟ آپ نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن میں زیادتی کی جا رہی ہے تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ نماز کے بغیر اپنی چادر نہیں پہنوں گا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ ابوبکر نے کہا کہ آپ نے بہتر سوچا (آپ کی رائے بہتر ہے)

۶۔ التمهيد في علوم القرآن۔صفحہ ۲۱۹ :۔

عن الكلبي قال لما توفى رسول الله ص وقعد علي ابن ابيطالب عليه السلام في بيته فجمعه على ترتيب نزوله ولو وجد مصحفه لكان فيه علم۔

ترجمہ :۔ کلبی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ص فوت ہوئے تو علی ع گھر میں بیٹھ گئے اور قرآن کریم کو ترتیب نزولی پر جمع کیا۔ اگر ان کا جمع کردہ قرآن مل جاتا تو اس میں ذخیرۂ علم ہے۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام کے عہدِ نبوی میں قرآن جمع کرنے کی روایات :۔

۱۔ تاریخ الخلفاء سیوطی (مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۲ھ) صفحہ ۱۱۲ :ذکر خلافت علی :۔

علی بن ابی طالب واحد السابقین الی الاسلام واحد العلماء الربانيين والشجعان المشهورين والزهاد المذكورين والخطباء المعروفين۔ واحد من جمع القرآن وعرضه على رسول الله ص

ترجمہ :۔ علی ابن ابیطالب اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں، علماء ربانیین، شجاعان مشہور، زاہدین مذکور اور خطباء معروف میں سے ایک ہیں۔ وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے قرآن جمع کیا اور رسول اللہ ص کو پیش کیا۔

پس حافظ صاحب ان متواتر احادیث کے ہوتے ہوئے آپ اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت علی علیہ السلام نے قرآن جمع کیا تھا، نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ حضرت علی ع کا جمع کیا ہوا قرآن اس بین الدفتین قرآن سے مختلف تھا ان دو میں سے ایک کو محرف ماننا پڑے گا اور دوسرے کو اصلی اور اس طرح حضرت علی ع اور حضرت عثمان رض میں سے ایک کو عیاذاً باللہ قرآن کریم میں تحریف کرنے والا تسلیم کرنا پڑے گا۔

پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علی ع کا جمع کردہ قرآن اور اس موجودہ بین الدفتین قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں اصلی اور دونوں کلامِ خدا ہیں۔ اور شیعوں کے متعلق یہ کہنا کہ "شیعہ اس قرآن کریم کے قائل نہیں اور ان کا اصلی قرآن حضرت علی ع کا جمع کردہ قرآن ہے" کیا شیعوں پر بہتان اور ظلم عظیم نہیں۔

(ان روایات (سنی و شیعہ دونوں) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے جمع کردہ قرآن کریم کی کچھ ایسی خصوصیات تھیں جو زیادہ مفید تھیں۔ اسی لئے تو ابن سیرین رح اور کلبی رح فرماتے ہیں کہ کاش وہ کتاب مل جاتی تو حصول علم کثیر کا موجب ہوتی۔ اہلسنت کے نزدیک وہ خصوصیات اس قرآن کا ترتیب تنزیل کے مطابق ہونا اور ناسخ و منسوخ کا مذکور ہوتا ہے۔)

۱۔ مذکورہ بالا احادیث میں سے حدیث نمبر ۱ میں راوی کے یہ الفاظ : فبلغني انه كتبه على تنزيله

اور حدیث نمبرا میں یہ الفاظ "فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ" اس خصوصیت کے شاہد ہیں کہ حضرت علیؑ کے جمع کردہ قرآن میں آیات اور سورتوں کی ترتیب تنزیل کے مطابق تھی جبکہ موجودہ قرآن میں ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ بعض بعد میں نازل ہونے والی آیات و سورتیں پہلے اور پہلے نازل ہونے والی بعد مکتوب و مذکور ہیں۔

۲۔ وہ احادیث جن میں اس کا ناسخ و منسوخ پر شامل ہونے کا ذکر ہے :۔

اتقان۔ النوع الثامن عشر۔ فی جمعہ و ترتیبہ۔ صفحہ ۵۷ :۔

اخرج فی المصاحف ابن اشتہ عن ابن سیرین وفیہ انہ کتب فی مصحفہ الناسخ والمنسوخ وان ابن سیرین قال تطلبت ذالک الکتاب وکتبت فیہ الی المدینۃ فلم اقدر علیہ۔

ترجمہ :۔ مصاحف میں ابن اشتہ نے ابن سیرین کی روایت بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ انہوں حضرت علیؑ نے اپنے مصحف میں ناسخ و منسوخ آیات کو لکھا تھا۔ اور ابن سیرین نے کہا کہ میں نے اس کتاب کو ہر چند تلاش کیا۔ مدینہ والوں کو اس کے بارے میں لکھا لیکن (اس کے پالینے پر) قادر نہ ہوا۔

شیعہ روایات کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے جمع کردہ قرآن کریم میں مذکورہ بالا دو خصوصیات کے علاوہ یہ خصوصیت تھی کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس میں آیات کی وہ تفسیر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریمؐ کو وحی ہوئی تھی وہ تفسیر بھی لکھ دی تھی۔

تفسیر برہان۔ مقدمہ۔ صفحہ ۲۲ :۔ فی روایۃ احتجاج :۔

یا طلحۃ ان کل اٰیۃ انزلہا اللہ تعالیٰ علی محمدؐ عندی باملاء رسول اللہؐ وخط یدی وتاویل اٰیۃ انزلہا اللہ علی محمدؐ۔

ترجمہ :۔ اے طلحہ ہر وہ آیت جو محمدؐ پر اللہ نے نازل فرمائی اور رسول اللہؐ نے لکھوائی اور میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی اور ہر آیت کی تفسیر جو اللہ نے حضرت محمدؐ پر نازل فرمائی میرے پاس موجود ہے۔

تنبیہہ :۔ ملحوظ خاطر رہے کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ رسول کریمؐ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر اپنے اجتہاد سے کرتے تھے اور بعض اوقات حضورؐ سے اس تفسیر میں اجتہادی غلطی بھی سرزد ہوتی تھی (جیسا کہ سوال ۴۴ کے جواب میں تحریر ہوا) لیکن شیعہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ پر آیت کے ساتھ اس کی تاویل تفسیر بھی نازل ہوتی تھی حضرت علیؑ نے وہ تفسیر بھی اپنے مصحف میں درج فرمائی تھی۔

تفسیر صافی۔ المقدمۃ السادسۃ۔ صفحہ ۱۱ :۔

فی احتجاجہ (اے ابوعبداللہ) واتی (علیؑ) بالکتاب کملا مشتملاً علی التاویل والتنزیل والمحکم والمتشابہ والناسخ والمنسوخ لم یسقط منہ حرف الف ولا لام فلم یقبلوا ذالک۔

ترجمہ :۔ حضرت علیؑ مکمل کتاب جو تاویل و تنزیل اور محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ پر مشتمل تھی ان کے پاس لائے جس میں الف اور لام جیسے حروف بھی ساقط نہ تھے لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔

قولہٗ :- جب اس قرآن میں اس قوم کے منافقین ..... صراحت تھی۔

اقول :- جواب کے شروع میں وہ احادیث جن کی طرف حافظ جی نے اشارہ کیا ہے لکھ دی گئی ہیں۔ کافی اور حق الیقین دونوں کی حدیث میں نہ منافقین کے ناموں کا ذکر ہے نہ امامت کی صراحت کا۔ البتہ شافی کی ایک دوسری حدیث میں یہ تو ہے کہ حضرت عمرؓ نے کچھ نام اس صفحہ پر جسے انہوں نے سب سے پہلے کھولا تھا لکھے دیکھے اور قرآن کریم واپس کر دیا۔ لیکن یہ نہیں کہ ایسی آیات تھیں جن میں نام تھے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ اکثر قریش کے اشخاص اور اکثر صحابہ کے متعلق قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں :-

۱۔ تفسیر درمنثور۔ سورہ ہود۔ جلد ۳۔ صفحہ ۳۲۴

ما من رجل من قریش الا نزل فیہ طائفہ من القرآن۔

ترجمہ :- قریش کا کوئی ایسا مرد نہیں جس کے متعلق قرآن کریم کی کچھ آیات نازل نہ ہوئی ہوں۔

۲۔ صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الثالث فی الصحابۃ والسلف واخرج طبرانی وابن ابی حاتم :-

عن ابن عباس قال ما انزل اللہ یا ایھا الذین اٰمنوا الا وعلی امیرھا و شریفھا و لقد عاتب اللہ اصحاب محمدؐ فی غیر مکان وما ذکر علیاً الا بخیر۔

ترجمہ :- طبرانی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت درج کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یا ایھا الذین اٰمنوا کے عنوان سے کوئی ایسی آیت نازل نہیں کی مگر علیؑ (ان صفات میں) اس کے سردار اور صاحب شرف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمدؐ پر ایک سے زیادہ مقامات پر عتاب کیا ہے مگر علیؑ کا ذکر سوائے خیر (اچھائی) کے نہیں کیا۔

چونکہ علی علیہ السلام نے اپنے مصحف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزّل تاویل و تفسیر کو لکھا تھا لہٰذا ایسی آیات جو قریش کے اشخاص کے متعلق تھیں یا جن میں بعض صحابہ پر عتاب ہوا تھا ان کی تفسیر میں ان اشخاص اور صحابہ کا ذکر تھا نہ کہ آیات کے الفاظ میں۔ اسی طرح امامت کی تصریح بھی تفسیر میں تھی نہ کہ آیات میں۔

قولہٗ :- شیعہ کا یہی وہ اصل قرآن ..... امام غائب کے پاس ہے۔

اقول :- جب وہ قرآن حضرت علی علیہ السلام کا جمع کیا ہوا اور ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو صرف شیعوں کے نزدیک نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو وہ اصل قرآن تسلیم کرنا پڑے گا۔ ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عیاذاً باللہ حضرت علیؑ نے قرآن میں تحریف سے کام لیا۔ اور پھر تمام اہل اسلام کے نزدیک موجودہ قرآن کریم مسلمہ اصل قرآن اور غیر محرّف قرآن ہے تو اس قرآن کریم اور موجودہ قرآن کریم میں سر مو کا فرق نہیں ہے۔ کسی ایک کو اصل اور دوسرے کو عیاذاً باللہ نقلی یا محرّف نہیں کہہ سکتے۔

قولہٗ :- عمرؓ نے اسے قبول نہ کیا ..... قائم آلِ محمدؐ کے ظاہر ہونے تک نہ دیکھ سکو گے۔

اقول :- گو اہلسنت کی کتب میں حضرت علیؑ کے اس قرآن کو پیش کرنے اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے انکار کرنے کا ذکر نہیں (اور ہو بھی نہیں سکتا جبکہ اس مذہب کا اصول یہ ہو کہ ایسی روایات جن سے کسی صحابی پر اعتراض

وارد کیا جاسکتا ہو ان کے الفاظ بدل دو یا انہیں کتب سے نکال دو) تاہم قرآن اور دیگر احادیث سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے وہ قرآن کریم پیش کیا ہوگا۔

۱۔ باوجود ایسی متواتر احادیث کے کہ حضرت علیؑ نے قرآن کریم جمع کیا تھا اس قرآن کریم کے متعلق کتب اہلسنت میں کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

۲۔ روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کو علم تھا کہ حضرت علیؑ نے قرآن جمع کیا ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے تو نعم ما رأیت (آپ نے بہتر سوچا) کے الفاظ سے حضرت علیؑ کے اس فعل کو پسند بھی فرمایا تھا۔ اس کے باوجود اپنے طور پر جمعِ قرآن کریم جمع کرنے کی کوشش کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔

قولہٗ :- ذرا واضح کریں ..... بڑا جرم بتایا گیا ہے الخ

اقول :- حافظ جی! ہمیں واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔ روایت سے ہی یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے نہ وہ قرآن کریم چھپایا نہ خلقِ خدا کو ہدایت سے محروم کیا بلکہ شیعہ روایات کے مطابق تمام صحابہ کے سامنے پیش کیا اور اس سے ہدایت پانے کی دعوت دی۔ مگر صاحبانِ اقتدار نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا اور خلقِ خدا کو اس کی بدولت ہدایت پانے سے محروم کرکے اپنے طور پر قرآن کریم جمع کرایا۔ چھپانے کا بہتان تو حضرت علیؑ پر اہلسنت لگا رہے ہیں جن کی کتب میں کہیں یہ سراغ نہیں ملتا کہ علیؑ نے جمع کرنے کے بعد اسے کہاں رکھ دیا۔ کسی کو دکھایا یا نہ دکھایا؟ اس کا انجام کیا ہوا؟ وغیرہ۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول کہ:

"تا ابد یا تا قیامِ قیامت تم اسے نہ دیکھ سکو گے" دھمکی نہیں بلکہ پیشگوئی تھی کہ تم نے اس نعمت سے انکار کیا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہمیشہ کے لئے اس سے محروم کردیئے جاؤ گے۔ اگر دھمکی دینا مقصود ہوتا تو حضرت علیؑ جیسا عارفِ کامل یہ جانتے ہوئے کہ میری عمر چند سال ہے یہ نہ فرماتا کہ تا ابد نہ دیکھ سکو گے بلکہ یہ فرماتا: "میری زندگی میں نہ دیکھ سکو گے"۔ یہ اسی طرح کی پیشگوئی ہے جیسے رسول کریمؐ کا یہ ارشاد:-

کنز العمال - جلد ۱ - کتاب الفتن - فصل فتن الصحابہ - حدیث ۳۱۲۱۱ :-

ان من اصحابی من لا یرانی بعد ان اموت ابداً (حم - ک یعنی مسند احمد و مستدرک)

ترجمہ:- بلاشک میرے صحابہ میں ایسے بھی ہیں جو میرے مرنے کے بعد مجھے کبھی بھی نہ دیکھیں گے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ میں انہیں سامنے نہیں آنے دوں گا بلکہ یہ پیشگوئی ہے کہ وہ قیامت میں اس فیضِ صحبت سے محروم ہوں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس قرآن کریم کو منظرِ عام پر لانے میں کچھ مجبوریاں حائل تھیں۔ اگر خلفاء کے دور میں منظرِ عام پر لاتے تو اس مصحف کا بھی وہی انجام ہوتا جو دیگر صحابہ کے جمع کردہ مصاحف کا ہوا۔ حضرت عثمان رضؓ کے دور میں وہ تمام مصاحف جلا دیئے گئے۔ حضرت علیؑ کا اپنے مصحف کو صحابہ کے انکار کے بعد ظاہر

نہ کرنا خلق خدا کو ہدایت سے محروم کرنا نہ تھا بلکہ مصحف کو بشک حرمت (جلائے جانے سے) محفوظ رکھنا تھا۔
(ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہ نے حضورؐ کے عہد میں مصحف جمع کئے تھے جن کا آئندہ ذکر ہوگا) اور خلفاء کے دور کے بعد اس کا اظہار اہل اسلام میں تفرقہ و فساد کا باعث ہوتا، جو حضرت علیؑ کو کسی صورت میں منظور نہ تھا۔

تیسیو جلد ۱۔ کتاب الاعتصام بالکتاب۔

عن علی اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکرہ الخلاف حتیٰ تکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی۔

ترجمہ:۔ علیؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسی طرح فیصلے کرو جس طرح پہلے کرتے تھے کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ تمام لوگ ایک جماعت نہ بن جائیں یا اپنے اصحاب کی طرح اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔

سوال نمبر ۵۶ :۔ کیا اس سے یہ بھی واضح نہ ہوگیا کہ شیعہ اس موجودہ قرآن کو صحیح نہیں مانتے۔ ناقص اور محرّف بدلا ہوا مانتے ہیں اور کیا یہ بھی معلوم نہ ہو چکا کہ اس قرآن میں شیعہ کی تائید میں کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ مسئلہ امامت بھی نہیں۔ اب جو شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے مسئلوں پر قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن پاک سے تمسخر اور اس پر ظلم کرتے ہیں۔

جواب :۔ قولہٗ : کیا اس سے یہ بھی واضح .... بدلا ہوا مانتے ہیں۔

اقول :۔ حافظ جی! اس سے یہ کس طرح واضح ہوگیا کہ شیعہ اس موجودہ قرآن کریم کو محرّف مانتے ہیں اور اہلسنت صحیح و غیر محرف جبکہ شیعہ بھی وہی کچھ کہتے ہیں جو تم کہتے ہو۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے قرآن کریم عہد رسولؐ میں جمع کیا اور تم اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضرت علیؑ نے قرآن کریم جمع کیا اور رسول کریمؐ کے سامنے پیش کیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کریم میں تاویل و تفسیر منزّل من اللہ بھی لکھی ہوئی تھی اور اہلسنت کی احادیث بھی بتلاتی ہیں کہ حضرت علیؑ کا جمع کردہ قرآن کریم اس موجودہ قرآن کریم سے زیادہ مخزن علم و ہدایت تھا۔ کیا آپ کہہ سکتے کہ حضرت علیؑ نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ مختلف تھا؟ اگر مختلف تھا تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان دو قرآنوں میں ایک محرّف ہے اور یا تو عیاذاً باللہ حضرت علیؑ کو یا حضرت عثمانؓ کو محرّف (تحریف کرنے والا) تسلیم کرنا پڑے گا۔ جب آپ اس قرآن کریم کو اس قرآن کریم سے مختلف نہیں کہہ سکتے تو شیعوں کو اس قرآن کا منکر کہنا شیعوں پر بہتانِ عظیم ہے۔

قولہٗ :۔ کیا یہ بھی معلوم نہ ہو چکا ..... حتیٰ کہ مسئلہ امامت بھی نہیں۔

اقول :۔ حافظ جی آپ کی کتب احادیث بتلاتی ہیں کہ حضرت علیؑ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔

صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الثالث فی ثناء الصحابہ۔ صفحہ ۱۲۷ :۔

اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ ما نزل فی علی رضؓ و اخرج عنہ ایضاً قال نزل فی علی رضؓ ثلاث ماءۃ آیۃ۔

ترجمہ:۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت بیان کی ہے کہ قرآن کریم کی جس قدر آیات حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور کسی کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہیں۔ اسی (ابن عباس) سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔

کیوں حافظ جی! یہ تین سو آیات جو حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئیں اس قرآن کریم میں موجود ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہیں تو شیعہ کے لئے امامتِ علیؑ کو اس قرآن کریم سے ثابت کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اور اگر عیاذاً باللہ ان آیات کا اس قرآن کریم میں موجود ہونا تم تسلیم نہیں کرتے تو تحریف کے قائل شیعہ نہیں بلکہ تم اہلسنت ہوگے۔

قولہٗ:۔ اب جو شیعہ عوام ......اس پر ظلم کرتے ہیں۔

اقول:۔ حافظ جی! شیعہ نہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں نہ عیاذاً باللہ قرآن کریم سے تمسخر کرتے ہیں بلکہ بحمد اللہ وہ اپنے تمام مسائل قرآن کریم سے ثابت کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ دھوکا دینے اور تمسخر کرنے کا الزام تو حافظ جی اور ان کے ہمخیال حضرات پر عائد ہوتا ہے جن کے مسائل کو نہ صرف یہ کہ باسانی خلافِ احکام قرآن ثابت کیا جا سکتا ہے بلکہ ان کے مفسرین و محدثین خود اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے بعض مسائل خلافِ احکامِ قرآن کریم ہیں۔

۱۔ تفسیر در منثور۔ جلد اول۔ زیر تفسیر آیت اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم.....

اخرج عبد الرزاق و ابن ابی شیبۃ و ابن ماجہ عن ابن عباس قال ابی الناس الا الغسل ولا احد فی کتاب اللہ الا المسح و اخرج ابن جریر عن انس قال نزل القرآن بالمسح والسنۃ بالغسل۔

ترجمہ:۔ عبد الرزاق۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت بیان کی ہے کہ لوگ سوائے دھونے کے ہر امر سے انکار کرتے ہیں اور اللہ کی کتاب میں میں سوائے مسح کے اور کچھ نہیں پاتا۔ اور ابن جریر نے انس کی روایت بیان کی ہے کہ قرآن میں مسح کا حکم نازل ہوا لیکن سنت (حدیث) میں دھونے کا حکم ہے (حالانکہ وہ سنت سنت ہی نہیں جو قرآن کے خلاف ہو۔ مؤلف)

۲۔ نسائی۔ جلد ۲۔ کتاب الحج۔ فصل التمتع۔ صفحہ ۱۵:۔

عن ابن عباس رضؓ قال سمعت عمرؓ یقول واللہ انی لا نھاکم عن المتعہ و انھا لفی کتاب اللہ و فعلھا الرسول۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم کہ میں ضرور تمہیں

متعہ (حج تمتع) سے منع کروں گا حالانکہ بلا شک وہ (حج تمتع) قرآن میں بھی ہے اور حضور نبی کریم صلعم نے اسے (حج تمتع) کیا بھی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ حافظ جی جیسے متعصب ملاؤں کو عقل اور سمجھ بوجھ سے کام لینے کی توفیق عطا کرے۔ شیعہ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہمارا اسی موجودہ قرآن پر ایمان ہے۔ اسی کی تلاوت کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ اسی کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اسی موجودہ قرآن کریم کو کلام اللہ سمجھتے ہیں اور جو اس کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرے اسے کافر سمجھتے ہیں۔

۲۔ حضورؐ کو وفات پائے چودہ سو سال گزر گئے۔ ان چودہ صدیوں میں نہ کسی شیعہ کے گھر میں نہ کسی شیعہ کتب خانہ میں سوائے اس قرآن کریم کے کوئی اور قرآن پایا گیا۔

۳۔ شیعہ علماء اپنے مکاتب میں اسی قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ اسی کی تفسیر کئی کئی جلدوں میں بیان کرتے ہیں۔

ان تمام امور کے باوجود ان متعصب ملاؤں کو اصرار ہے کہ شیعہ کا اس قرآن پر ایمان نہیں۔ اسے اصلی قرآن نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو امام مہدیؑ کے پاس ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

بعض کم فہم شیعہ علماء بھی (بمصداق تنگ آمد بجنگ آمد) جواب میں کہتے ہیں۔ اہلسنت کے نزدیک اصل قرآن کریم تو وہ ہے جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں زید بن ثابتؓ اور حضرت عمرؓ نے دو شاہدوں کی شہادت پر ایک ایک آیت کو لکھا تھا۔ جو حضرت عمرؓ کے بعد جناب حفصہؓ کے پاس تھا۔ پھر عبداللہ بن عمر کے پاس آیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروان نے زبردستی لے کر اسے ضائع کر دیا۔ یہ موجودہ قرآن کریم تو ان کے نزدیک مصحف عثمانی ہے۔

اہلسنت کے علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ بلا شک موجودہ قرآن کریم حضرت عثمانؓ کے عہد میں لکھا گیا لیکن ہماری روایات و احادیث بتاتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اسے اسی حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں لکھے جانے والے قرآن کریم سے نقل کیا تھا۔

تیسیر الوصول۔ جلد۱۔ کتاب تالیف القرآن صفحہ ۲۰۴:۔

عن انس ان حذیفة قدم علیٰ عثمان فقال یا امیر المومنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاریٰ فارسل الیٰ حفصة ان ارسل بالصحف ننسخها و نردّها الیك فارسلت بها و امر عثمان زید بن ثابت وعبدالله بن زبیر و سعید بن العاص و عبدالله بن الحارث بن هشام رضی الله عنهم فنسخوها .... حتیٰ اذا نسخوها الصحف والمصاحف ارسل الیٰ کل افق بمصحف و امر بما سوا ذالك من القرآن فی صحیفة او مصحف ان یحرق۔

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہ حذیفہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہا۔ اے امیرالمومنین! اس امت کی

خبر لو اس سے پہلے کہ کتاب خدا میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔ پس اس (حضرت عثمان رضؓ) نے جناب حفصہ رضؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ صحیفے بھیج دے تاکہ ہم ان سے نقل کریں اور پھر وہ ہم لے لوٹا دیں۔ پس اس نے وہ (صحیفے) بھیج دیئے اور حضرت عثمان رضؓ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبداللہ بن ہشام (حارث بن) رضی اللہ عنہم کو حکم دیا اور انہوں نے اس کو صحیفوں اور مصاحف میں نقل کیا..... حتیٰ کہ جب وہ صحیفوں اور مصاحف میں نقل کر چکے تو ہر علاقے میں ایک ایک مصحف بھیجا اور اس کے علاوہ قرآن کریم کے جتنے صحیفے اور مصاحف تھے انہیں جلا دیا۔

سو اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کا جمع کیا ہوا قرآن عین اس قرآن کی نقل ہے جو حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد میں جمع کیا گیا۔ شیعہ علماء اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ٹھیک ہے آپ کی روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے اس موجودہ قرآن کریم کو اسی قرآن کریم سے نقل کیا تھا لیکن آپ ہی کی روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ نے اس میں رد و بدل کر دیا تھا۔

۱۔ اتقان۔ جلد ۲۔ النوع السابع و الاربعون۔ صفحہ ۲۰ :۔

حدثنا حجاج عن جریج قال اخبرنی ابن ابی حمید عن حمیدہ بنت ابی یونس قالت قرأ علیّ ابی وھو ابن ثمانین سنۃ فی مصحف عائشۃ " ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاولیٰ۔ قالت قبل ان یغیر عثمان المصاحف۔

ترجمہ :۔ حمیدہ بنت ابو یونس سے روایت ہے کہ میرے باپ نے (جبکہ ان کی عمر اسی سال تھی) مصحف عائشہ رضؓ سے مجھے پڑھ کر سنایا "ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول"۔ (جناب عائشہ رضؓ نے کہا عثمان رضؓ کے مصاحف میں تغیر و تبدل کرنے سے پہلے یہ آیت اسی طرح تھی۔)

۲۔ اتقان۔ صفحہ ۸۲ :۔ عن عروۃ بن زبیر عن عائشۃ قالت کانت سورۃ الاحزاب تقرء فی زمن النبی ﷺ مئتی اٰیۃ فلما کتب عثمان لم یقدر منھا الا ماھو الاٰن۔

ترجمہ :۔ عروہ بن زبیر رضؓ نے جناب عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سورۃ احزاب کی دو سو آیات پڑھی جاتی تھیں۔ جب عثمان نے قرآن کریم لکھا تو اس سے زیادہ پر قادر نہ ہوا جتنی کہ اب قرآن کریم میں ہیں۔

میں دونوں مذاہب کے ایسے علماء سے بیزار ہوں جو ایک دوسرے کو مطعون کرنے کے لئے قرآن کریم کو موضوع بناتے ہیں اور غیر مسلموں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کو عیاذاً باللہ محرّف کہیں۔ میری تحقیق (ریسرچ) کے مطابق (گو کیا میں اور کیا میری تحقیق تاہم) جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ حسب ذیل ہے :۔

۱۔ قرآن کریم حضور نبی کریم ؐ کے سامنے مکمل صورت میں مرتب و مؤلف ہو چکا تھا۔

(ا) قرآن کریم کی یہ آیت شاہد ہے کہ قرآن کریم حضورؐ کے عہد میں ہی مرتب ہو جمع ہوا۔

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ (سورۃ قیامت ۵۷ آیات ۱۷-۱۸)

ترجمہ :۔ اس (کتاب اللہ) کو جمع (مرتب) کرنا اور اسے پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو اس کو پڑھانے کی پیروی کر۔

خلاق عالم کا نبی کریم ؐ سے وعدہ تھا کہ ہم اسے مرتب کر کے تمہیں پڑھا دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس قرآن کریم لازماً حضورؐ کے عہد میں ہی مرتب و جمع ہوا۔

(ب) ۱۔ تیسیر الوصول۔ جلد ۳۔ کتاب الفضائل۔ فصل ثانی۔ فضائل الامکنہ (الشام) صفحہ

۲۔ مستدرک۔ جلد ۲۔ صفحہ ۶۱۱ :۔

عن زید بن ثابت قال کنا یومًا عند رسول اللہ ؐ نؤلف القرآن من الرقاع فقال ؐ طوبیٰ للشام فقلت لما ذاک یا رسول اللہ ؐ فقال لان الملٰئکة باسطة اجنحتها علیها

ترجمہ :۔ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ؐ کے پاس قرآن کریم کو قطعات قرطاس سے ترتیب دے رہے تھے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ "مبارکی ہے شام کے لئے" پس میں نے کہا۔ "یہ کس لئے یا رسول اللہ ؐ ؟" آپ ؐ نے فرمایا "کیونکہ فرشتے اس پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں"۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ وحی ہونے کے وقت کاتبانِ وحی آیات کو مختلف قطعات پر لکھ لیتے تھے اور حضورؐ کے سامنے انہیں مرتب و مؤلف کرتے تھے۔

(ج) اتقان۔ جلد ۱۔ فصل ۱۔ ما ترتیب السور بل ھو توقیفی۔ صفحہ ۶۲ :۔

وقال البیھقی فی المدخل کان القرآن علیٰ عھد النبی ؐ مرتبًا سورہ و ایاتہ علیٰ ھذا الترتیب الا الانفال و براءة لحدیث عثمان۔

ترجمہ :۔ بیہقی نے (اپنی کتاب) مدخل میں کہا ہے کہ قرآن کریم نبی کریم ؐ کے زمانہ ہی میں اس کی آیات بھی اور سورتیں بھی اسی ترتیب سے مرتب تھیں جو یہ موجودہ ترتیب ہے سوائے سورۂ انفال اور سورۂ برات کے۔ حضرت عثمان رضؓ سے منقول حدیث کی بناء پر۔

(د) بخاری۔ جلد ۳۔ باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ؐ۔

عن عائشة رضؓ عن فاطمة علیھا السلام اسرّ الیّ النبی ؐ ان جبریل یعارضنی القرآن کل سنة مرّة و انه عارضه العام مرّتین ولا اراه الا حضر اجلی۔

ترجمہ :۔ جناب عائشہ رضؓ نے جناب فاطمہؑ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ؐ نے بطور راز کے مجھے بتایا کہ جبرائیلؑ ہر سال ایک دفعہ قرآن کریم مجھے پیش کرتا (اور میں اسے پیش کرتا تھا) اس سال اس نے دو دفعہ پیش کیا۔

ہیں اس کی وجہ سوائے اس کے کہ میری اجل آن پہنچی ہے کوئی اور نہیں سمجھتا۔

یہ معارضہ (مذاکرہ) اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ قرآن کریم مرتب ہو۔ اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم نزول کے ساتھ ساتھ ہر سال مرتب و مؤلف ہوتا رہا۔

۲۔ حضورؐ کے عہد میں سینکڑوں حافظینِ قرآن موجود تھے۔ ستر حفاظ کا جنگ موتہ میں شہید ہونے کا ذکر[1] ہے اور بیسیوں صحابیوں کے پاس مکمل مرتب قرآن کریم حفظاً اور کتابۃً اس انتہائی حد تک شائع و مستفاض ہو چکا تھا کہ اگر معاذ اللہ کوئی اس میں تحریف و تغییر کرنا بھی چاہتا ہو تو اس کے لئے ناممکن تھا۔

(ا) بخاری۔ جلد ۶۔ باب القراء من اصحاب النبیؐ۔ صفحہ ۲۰۲:۔

روی قتادہ قال سألت انس بن مالکؓ من جمع القرآن علی عھد النبیؐ قال اربعۃ کلھم انصار: ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی۔

ترجمہ:۔ قتادہ نے روایت کی ہے کہ میں نے انس بن مالک سے سوال کیا کہ نبی کریمؐ کے زمانے میں کن اشخاص نے قرآن جمع کر لیا تھا۔ اس نے کہا۔ چار اشخاص نے اور وہ سب انصار تھے: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید۔ میں نے کہا ابو زید کون ہیں؟ اس نے کہا۔ میرے چچوں میں سے ایک۔

(ب) اخرجہ نسائی عن عبد اللہ بن عمرؓ قال جمعت القرآن فقرأت بہ کل لیلۃ فبلغ النبیؐ فقال اقرء فی شھر۔

ترجمہ:۔ نسائی نے عبد اللہ بن عمر کی روایت درج کی ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے قرآن کریم جمع کیا اور اسے ہر رات پڑھتا تھا۔ حضرت نبی کریمؐ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا۔ ایک مہینے میں پڑھا کر۔

(ج) تیسیر الوصول۔ جلد ۱۔ کتاب تالیف القرآن و ترتیبہ و جمعہ۔ صفحہ ۲۰۴:۔

وفی اخری للبخاری عن ابن عباس قال جمعت المحکم فی عھد رسول اللہؐ قیل لہ ما المحکم

---

[1] دیکھئے اتقان (سیوطی) النوع العشرون معرفۃ حفاظہ۔ صفحہ ۷۰۔

(خذوا القرآن من اربعۃ) لا یلزم من ذالک ان لا یکون احد فی ذالک الوقت شارکھم فی حفظ القرآن بل کان الذین یحفظون مثل الذین حفظوہ و ازید جماعۃ من الصحابۃ وفی الصحیح فی غزوۃ بئر معونۃ ان الذین قتلوا بھا من الصحابۃ یقال لھم القراء کانوا سبعین رجلاً۔

ترجمہ:۔ (قرآن چار اشخاص سے لو) اس پہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت ان کے علاوہ کوئی حافظِ قرآن ہی نہ تھا بلکہ ایسے صحابہ تھے جنہوں نے اسی طرح حفظ کیا جیسے انہوں نے اور صحیح میں ہے کہ غزوہ معونہ میں صحابہ میں جو قراء کہلاتے تھے ان میں ستر اشخاص شہید ہوئے۔

قال المفصّل - ترجمہ :- اور ایک روایت میں بخاری نے ابن عباس سے یہ قول درج کیا ہے۔ اس نے کہا میں نے محکم سورتیں رسول اللہؐ کے زمانہ میں جمع کی تھیں۔ اس سے کہا گیا۔ محکم کیا ہے ؟ اس نے کہا مفصل سورتیں۔

(د) مذکورہ بالا جامعین کے علاوہ دیگر کئی صحابہ کے مصاحف کا ذکر روایات کے ضمن میں آیا ہے۔

(۱) مصحف جناب عائشہ رضؓ کا ذکر چند سطور پہلے ہو چکا ہے۔

(۲) اتقان - جلد۱ - النوع الثامن فی جمعه و ترتیبه - فصل: اما ترتیب السور هل هو توقیفی صفحہ ۶۲

قال ابن فارس جمع القرآن علی ضربین احدهما تالیف السور کتقدیم السبع الطوال وتعقیبها بالمیٔن فهذا هو الذی تولته الصحابه اما الجمع الأخر وهو جمع الأیات فی السور فهو توقیفی تولّده النبیؐ کما اخبر به جبریل عن امر ربه مما استدلّ به: لذالك اختلاف مصاحف السلف فی ترتیب السور فمنهم من رتّبها علی النزول وهو مصحف علیؑ کان اوله اقرء ثم المدثر ثم النون ثم التکویر وهٰکذا الی اخر المکی والمدنی وکان اول مصحف ابن مسعود البقرة ثم النساء ثم اٰل عمران علی اختلاف شدید وکذا مصحف اُبیّ وغیره۔

ترجمہ :- ابن فارس نے کہا۔ جمع قرآن دو قسم کا ہے۔ ایک تو سورتوں کی تالیف جیسے سبع طوال (سورتوں کو پہلے کرنا) اور مبیئن (سورتوں) کو بعد میں لانا اور یہ وہ ہے جسے صحابہ نے سرانجام دیا اور دوسری جمع آیات کو سورتوں میں جمع کرنا ہے۔ پس یہ توقیفی (وحی کے مطابق) ہے۔ اسے نبی کریمؐ نے جیسا کہ جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی ترتیب دیا۔ وہ امور جن پر اس امر سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ یہی وجہ ہے کہ سلف (صحابہ) کے مصحفوں میں سورتوں کی ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے بعض نے سورتوں کو تنزیل کے مطابق ترتیب دیا اور وہ علیؑ کا مصحف ہے کہ اس کا اوّل سورۃ اقرأ ہے پھر مدثر، پھر تکویر اور اسی طرح تمام مکی مدنی سورتیں اخیر تک۔ اور ابن مسعودؓ کے مصحف میں اول سورۃ البقرۃ، پھر نساء پھر آلِ عمران (مذکورہ علیؑ کے مصحف سے) شدید اختلاف کے ساتھ تھا اور اسی طرح ابی بن کعبؓ کا مصحف وغیرہ۔

اس روایت میں حضرت علیؑ کے مصحف کے علاوہ ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ کے مصحف کا ذکر ہے اور "وغیرہ" کے لفظ سے ظاہر ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ کے پاس اپنے لکھے ہوئے مصحف موجود تھے۔

معلوم نہیں کہ حافظ جی نے حضرت علیؑ کے علاوہ دیگر مصاحف کے متعلق عیاذاً باللہ اصلی اور نقلی ہونے کی بحث کیوں نہیں چھیڑی۔

ان مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم نبی کریمؐ کے عہد میں ہی مرتب و مؤلف ہو کر تمام اہل اسلام میں شائع اور محفوظ ہو چکا تھا لہٰذا تحریف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم حضورؐ کے عہد میں مرتب و جمع ہو چکا تھا تو ان روایات کا کیا مطلب ہے جو ابو بکرؓ کے قرآن کریم جمع کرنے کے متعلق ہیں۔ اس کے جواب میں اپنی تحقیق کے مطابق میں

کہوں گا کہ چونکہ بعض غلط فہمیوں کی بناء پر صحابہ کے مصاحف میں کچھ اختلافات تھے۔ ان اختلافات کو دور کرنے کے لئے "خلافت" کو ضرورت محسوس ہوئی کہ پوری تحقیق و تدقیق سے ایک ایسا مصحف لکھا جائے جس پر تمام اہلِ اسلام کو متفق الرائے بنا کر ان اختلافات کا خاتمہ کر دیا جائے۔ وہ اختلافات کیا تھے:۔

۱ — سورتوں کی ترتیب :۔ بعض مصاحف میں یہ ترتیب نزول کے مطابق تھی یعنی پہلے نازل ہونے والی سورت پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی سورت بعد میں۔ بعض مصاحف میں یہ ترتیب سورتوں کی طوالت کے لحاظ سے تھی یعنی سب سے طویل اول اور سب سے مختصر بعد میں۔ بعض مصاحف میں یہ ترتیب مضامین کے لحاظ سے تھی یعنی انبیاء ماسلف کے قصص اول میں اور حضورؐ کے زمانے کے واقعات بعد میں (جیسا کہ سابقہ روایات سے ظاہر ہے کہ مختلف مصاحف میں سورتوں کی ترتیب مختلف تھی)

۲ — بعض صحابہ کو بعض سورتوں کے متعلق یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ سورۃ قرآن کریم کا حصہ نہیں بلکہ صرف یہ سورتیں نبی کریمؐ کو دعا کرنے کے لئے وحی ہوئیں لہٰذا وہ سورتیں انہوں نے اپنے مصاحف میں درج نہ کیں۔ جیسے معوذتین کہ ابن مسعودؓ انہیں قرآن کریم کا حصہ نہیں سمجھتے تھے۔ بخلاف اس کے بعض صحابہ نے ان منزل من اللہ دعاؤں کو جو حضورؐ نماز (وتر) میں پڑھتے تھے اور قرآن کریم کا جزء نہ تھیں قرآن کریم کا حصہ سمجھ کر اپنے مصحفوں میں لکھ لی تھیں۔ جیسے ابی بن کعبؓ نے اپنے مصحف میں اللّٰھم انا نستعینک اور اللّٰھم ایاک نعبد کی دعائیں (سورۃ حفد اور سورۃ خلع کے نام سے) شامل کر لی تھیں:۔

(ا) اتقان۔ جلد ۲۔ النوع التاسع عشر فی عدد سور و ایاته۔ صفحہ ۲۲۶:۔

اخرج ابو عبید عن ابن سیرین قال کتب ابی بن کعب فی مصحفه فاتحة الکتاب و المعوذتین و اللّٰھم انا نستعینک و اللّٰھم ایاک نعبد و ترکھن ابن مسعود و کتب عثمان منھن فاتحة الکتاب و المعوذتین۔

ترجمہ:۔ ابو عبید نے ابن سیرین سے روایت درج کی ہے۔ اس نے کہا کہ ابی بن کعبؓ نے اپنے مصحف میں سورۃ فاتحہ، معوذتین کی دو سورتیں اللّٰھم انا نستعینک اور اللّٰھم ایاک نعبد۔ (یہ چار سورتیں لکھی تھیں۔ ابن مسعودؓ نے یہ (چاروں) چھوڑ دیں اور حضرت عثمانؓ نے ان میں سے سورۃ فاتحہ اور معوذتین لکھیں۔

نوٹ:۔ یہ خیال نہ گزرے کہ اس روایت میں تو حضرت عثمانؓ کا ذکر ہے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ کا مصحف حضرت ابوبکرؓ کے لکھوائے ہوئے مصحف کی ہو بہو نقل تھی۔

۳ — بعض صحابہ نے وہ الفاظ جو حضورؐ نے بطور تفسیر بیان فرمائے تھے انہیں آیت کا جزو سمجھ کر لکھ لیا تھا۔

(ا) المصنف (عبدالرزاق) صفحہ ۵۷۸:۔

عن ھشام بن عروۃ قال قرأت فی مصحف عائشةؓ حافظوا علی الصلوٰة و الصلوٰة

الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا للّٰہ قانتین۔

ترجمہ :۔ ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب عائشہ رض کے مصحف میں پڑھا: "نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور عصر کی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے کھڑے ہو۔

یہ صلوٰۃ العصر کا فقرہ حضورؐ نے صلوٰۃ الوسطیٰ کی تفسیر میں فرمایا جسے جناب عائشہ رض نے آیت کا جزو سمجھتے ہوئے اپنے مصحف میں آیت میں شامل لکھوا لیا۔

(ب) اتقان۔ النوع الثانی۔ الفصل السابع عشرون۔ معرفۃ المتواتر والاحاد۔ صفحہ ۲۹۶:۔

اخرج عن الحسن انہ کان یقرء " انّ منکم الا واردھا والورود الدخول۔

ترجمہ :۔ حسن کے متعلق بیان کیا ہے وہ اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ "تم میں کوئی نہیں مگر یہ کہ وہ اس پر وارد ہوگا اور وارد ہونا داخل ہونا ہے"۔

اس میں صاف ظاہر ہے کہ " الورود۔ الدخول" کے الفاظ حضورؐ نے بطور تفسیر فرمائے اور بعض صحابہ اور ان کے بعد بعض تابعین نے اسے آیت کا جزو سمجھ لیا۔

۴۔ بعض صحابہ آیت میں نازل ہونے والا لفظ محفوظ نہ رکھ سکے اور انہوں نے اس کا مترادف (ہم معنی) لفظ اس کی جگہ رکھ دیا۔

(ا) تیسیر الوصول۔ جلد ا۔ کتاب تالیف القرآن۔ الباب الثانی فی القرأت۔ الفصل الثانی ما جاء فی القرأت۔ صفحہ ۲۰۶ :۔

عن ابن شھاب ان عمرؓ کان یقرأ۔ " اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فامضوا الیٰ ذکر اللّٰہ۔

ترجمہ :۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ عمرؓ یہ آیت یوں پڑھتے تھے " جب جمعہ کے دن کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چلو"۔

یعنی فاسعوا (دوڑو) کا لفظ جو موجودہ قرآن کریم میں ہے اس کی بجائے " فامضوا " (جاؤ) پڑھتے تھے۔

(ب) اتقان۔ الجزء الثانی۔ النوع الحادی والاربعون۔ تذنیب۔ صفحہ ۳۲۷ :۔

وما اخرجہ ابن جریر وسعید بن منصور فی سننہ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ حتیٰ تستانسوا وتسلموا قال خطاء من الکاتب (حتیٰ تستاذنوا وتسلموا)

ترجمہ :۔ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس قول " یہاں تک کہ مانوس ہو (پہچنواؤ) اور سلام کہو"۔ کے بارے میں کہا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ یہ اصل میں " یہاں تک کہ

اجازت لو اور سلام کہو" ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان معمولی اختلافات کو دور کرنے کے لئے قرآن جمع کرایا ورنہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد مبارک میں مرتب و مؤلف ہو چکا تھا اور زید بن ثابت رضؓ کو اس کام پر متعین کیا جو اپنے لئے پہلے ہی مصحف لکھ چکا تھا (جیسا کہ پہلے بخاری شریف کی حدیث میں ذکر ہوا) اور حضرت عمرؓ کو ان کا معاون بنایا۔ ظاہر ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضؓ نے اپنے مصحف کو بنیاد بناتے ہوئے ہر آیت اور سورت پر دو گواہوں کی گواہی پر ان الفاظ اور ترتیب کے اختلافات کو دور کیا ہوگا۔

سوال نمبر ۷۵ :- کیا شیعہ کو یقین ہے کہ ان کا مذہب وحی الٰہی کے مطابق ہے؟ تو ذرا مندرجہ ذیل حدیث کا مطلب سمجھائیں۔" امام جعفر صادقؒ نے اپنے شاگرد زرارہ سے کہا کہ تو میرے اور میرے باپ کے اختلافی احکام سے دل تنگ نہ ہونا، جب تمہیں ابوبصیر ہمارے حکم کے خلاف سنائے۔ خدا کی قسم ہم نے اپنی اور تمہاری طاقت کے موافق متضاد مسئلے بتلائے ہیں۔ ہر بات کا ہمارے پاس ہیر پھیر ہے اور کئی معنی ہیں، جو حق ہیں۔ یہاں تک فرمایا کہ تم مانتے جاؤ اور مفہوم ہمارے حوالے کرو۔ ہمارے ساتھ اپنے اقتدار اور آزادی کا انتظار کرو۔ پھر جب ہمارا قائم اٹھے گا اور ہمارا متکلم (مہدیؑ) ہوئے گا تو وہ تم کو از سر نو قرآن، شریعت اور احکام و فرائض کی ٹھیک اسی طرح تعلیم دے گا جیسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ نے اتارے۔ کیونکہ آج اگر تم پر اصل دین ظاہر کر دیا جائے تو تمہارے سمجھدار بھی بالکل انکار کر دیں گے، تم اللہ کے دین اور اس کے طریقے پر ثابت قدم نہ رہو گے حتیٰ کہ تم پر تلوار رکھی جائے۔ (اصل اسلام کے ضائع ہونے کی اصل وجہ یہ ہے) کہ حضورؐ کے بعد لوگ پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلے تو انہوں نے دین میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی کر دی۔ فما من شیء علیہ الناس الا وھو محرف مما نزل بہ الوحی۔ پس اے زرارہ۔ تجھ پر اللہ رحم کرے۔ ہم جو کہیں مانتے جاؤ تا آنکہ وہ ہستی آ بلائے جو تم کو از سر نو اللہ کا صحیح دین پڑھائے (رجال کشی۔ مجالس المومنین صفحہ ۲۴۵) کیا اس سے کھل کر معلوم نہ ہو چکا کہ امام باقر و جعفر نے بھی ہیر پھیر سے کام لیا۔ صحیح دین خدائی وحی والا لوگوں کو نہ بتایا یا شیعہ کے پاس جو کچھ ہے وہ وحی الٰہی کے برخلاف ہے۔ صحیح دین صرف حضرت مہدی پیش کریں گے۔

جواب :- سب سے پہلے اصل عبارت اور اس کا ترجمہ قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری خیال کرتا ہوں تاکہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ حافظ جی نے حسب عادت کس قدر ہیر پھیر سے کام لیا ہے؟

مجالس المومنین۔ جلد اول۔ مجلس پنجم صفحہ ۲۴۴-۲۴۵- ذکر زرارہ بن اعین :-

فلا یضیقن صدرک من الذی امرک ابی علیہ السلام و امرتک بہ و اتاک ابو بصیر بخلاف الذی امرناک بہ فلا واللہ ما امرناک ولا امرناہ الا بامر وسعنا و وسعکم الاخذ بہ ولکل ذالک تصاریف و معان توافق الحق ولو اذن لنا لعلمتم ان الحق فی الذی امرناکم بہ فردوا الینا الامر و سلموا لنا۔ واصبروا لاحکامنا وارضوا بھا والذی فرق بینکم

فهو راعيكم الذى استرعاه الله خلقهٗ فهو اعرف بمصلحة غنمة فى فسادها و خوف عدوّها فى آثار ما ياذن الله - و ياتيها بالامن من ما منه والفرج من عندهٗ - عليكم بالتسليم والردّ الينا و انتظار امرنا وامركم و فرجنا و فرجكم - ولو قد قام قايمنا و تكلم متكلمنا ثم استانف بكم تعليم القرآن و شرائع الدين والاحكام كما انزله الله على محمد ؐ لا نكر اهل البصائر فيكم ذالك اليوم انكاراً شديداً ثم لم تستقيموا على دين الله وطريقة الا من تحت حد السيف فوق رقابكم ان الناس بعد نبى الله ؐ ركب الله بهم سنة من كان قبلكم فغيّروا و بدّلوا وحرّفوا و زادوا فى دين الله و نقصوا منه فما من شىء عليه الناس اليوم الا وهو منحرف عما نزل به الوحى من عند الله فاجب رحمك الله من حيث يدعى الى حيث يدعى حتّٰى ياتى من يستانف بكم دين الله استينافاً۔

ترجمہ:- تم اس امر پر تنگدل نہ ہونا کہ میرے باپ نے ایک حکم دیا اور میں نے ایک حکم دیا اور ابوالبصیر تمہارے پاس (ہمارا) حکم لایا جو اس کے خلاف تھا جو حکم ہم نے تمہیں دیا تھا۔ خدا کی قسم نہ ہم نے تم کو حکم دیا اور نہ اسے حکم دیا مگر وہی حکم جس کا اختیار کرنا ہماری وسعت اور تمہاری وسعت میں تھا۔ ان میں سے ہر ایک کی کئی توجیہات اور کئی معانی ہیں جو سب حق کے مطابق ہیں۔ اگر ہمیں اجازت دی گئی ہوتی (ہمارے اختیار میں ہوتا کہ ہم وضاحت کر سکتے) تو تم جان لیتے کہ حق وہی ہے جس کا ہم نے تم کو حکم دیا۔ پس تم (اپنے مسائل) ہماری طرف لاؤ اور ہمارے ارشادات تسلیم کرو۔ ہمارے احکام پر صبر کرو، ان پر رضا مند رہو۔ وہ ہستی جو تم میں فرق کرتی ہے (ایک ہی امر میں مختلف اشخاص کو مختلف حکم دیتی ہے) وہ بمنزلہ تمہارے چرواہے کے ہے جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی نگرانی سپرد کی ہے۔ پس وہ (چرواہا) ہی اپنے ریوڑ کی بہتری کو بخوبی جانتا ہے۔ اس کی کسی خرابی کی صورت میں۔ پس جب چاہتا ہے انہیں متفرق کر دیتا ہے (ان کے درمیان فرق ڈال دیتا ہے) تاکہ بچا رہے اور پھر (جب چاہتا ہے) انہیں اکٹھا کر دیتا ہے ان راستوں میں جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے تاکہ خرابی اور دشمنوں کے خوف سے امن میں رہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقامِ امن اور کشائش کی طرف لے آتا ہے۔ پس تم پر مسائل کو ہمارے حوالے کرنا اور ہمارے احکام کو ماننا اور ہمارے امر اور اپنے امر اور ہماری کشائش اور اپنی کشائش کا انتظار کرنا لازم ہے۔ (کیونکہ عوام نے دین میں اس قدر تغیر و تبدل کر دیا) کہ اگر اب ہمارا قائم قیام کرے (ظہور فرمائے) ہمارا کلام کرنے والا کلام کرے اور پھر نئے سرے سے تمہیں قرآن کریم، قوانین شریعت اور احکام و فرائض کی تعلیم دے اس طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد ؐ پر نازل فرمایا تھا تو اس دن تم میں سے سمجھ دار لوگ بھی سختی سے انکار کر دیں گے (اسے بالکل ہی نیا اور انوکھا دین سمجھیں گے) پھر تم اللہ کے دین اور راستے پر قائم نہ رہو گے جب تک تمہاری گردنوں پر تلوار نہ رکھ دی جائے (کیونکہ) بلاشک نبی کریم ؐ کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان لوگوں کی سنت پر لا ڈالا جو تم سے پہلے تھے۔ پس انہوں نے (دین کو) بدل

دیا۔ تحریف کی، اس میں زیادتی کی اور کمی کی۔ یہاں تک کہ جس دین پر آپ لوگ عمل پیرا ہیں اس کا کوئی امر ایسا نہیں جو اس حقیقت سے ہٹا ہوا نہ ہو جس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نازل فرمایا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ تجھے جس مقام سے جس مقام کی طرف پکارا جائے تو دعوت کو قبول کر دیہاں تک کہ وہ آئے جو تمہیں نئے سرے سے اللہ تعالیٰ کا دین سکھائے۔

قارئین کرام۔ اصل عبارت کو سامنے رکھ کر حافظ جی کے ہیر پھیر ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ قول حافظ "میرے اور میرے باپ کے اختلافی احکام سے دل تنگ نہ ہو۔" اصل عبارت میں "اختلافی مسائل" کے الفاظ کا نام و نشان نہیں بلکہ امامؑ نے فرمایا ہے۔ میرا باپ تمہیں حکم دے اور میں تمہیں حکم دوں۔ اور یہ حکم اس سے مختلف ہو جو ہم نے ابو بصیر کو دیا۔

۲۔ قول حافظ: "ہر بات کا ہمارے پاس ہیر پھیر ہے۔" اصل عبارت میں "تصریفات" ہے اب تصریفات کے معنی ہیر پھیر کرنا حافظ جی کا ہیر پھیر ہے۔ اگر تصریف کے معنی ہیر پھیر ہیں تو حافظ جی سے مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ دریافت کیا جائے :-

۱۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۴۱)

حافظ جی کی لغت کے مطابق اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہوگا۔ "ہم نے اس قرآن میں (عیاذاً باللہ) ہیر پھیر کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۲۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۸۹)

حافظ جی کی لغت کے مطابق ترجمہ :- ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے (عیاذاً باللہ) ہر مثل کا ہیر پھیر کیا ہے۔

۳۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ (سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۴۶)

حافظ جی کی لغت کے مطابق ترجمہ :- غور کر ہم کس طرح آیات کا (عیاذاً باللہ) ہیر پھیر کرتے ہیں پھر بھی وہ روگردانی کرتے ہیں۔

حالانکہ تفاسیر میں جہاں بھی مصدر تصریف سے یہ افعال (صَرَّفْنَا۔ نُصَرِّفُ) آئے ہیں۔ تین معانی میں سے ایک معنی کیا گیا ہے۔

۱۔ تبیین: وضاحت سے بیان کرنا۔

(۱) تفسیر الواضح (محمد محمود حجازی) قاہرہ۔ الجزء الخامس صفحہ ۲۴:-

سورۃ الاسراء ۱۷۔ آیت ۴۱:- یقول اللہ تعالیٰ ممتنا علی عبادہ "وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ" وبینا کل شیء لیذکروا۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: "ہم نے قرآن میں ہر چیز کی وضاحت

کر دی تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

(ب) جلالین۔ جلد ا۔ صفحہ ۴۰ :۔(لقد صرفنا) بینا (فی القرآن) من الامثال و الوعد والوعید (لیذکروا) لیتعظوا۔

ترجمہ :۔ ہم نے واضح کردیا امثال کو وعدوں اور ڈرانے کو تاکہ نصیحت پائیں۔

۲۔ توجیہہ (تاویل کرنا)

۸۔ زاد المسیر (ابوالفرج جوزی) قولہ (لقد صرفنا) معنی التصریف ھٰھنا التبیین انما یصرف القول یبیین وقال ابن قتیبہ صرفنا بمعنیٰ وجھنا۔

ترجمہ :۔ تصریف کے یہاں معنی ہیں تبیین کیونکہ لفظ کو تبیین (تشریح) کے لئے بار بار لانا پڑتا اور ابن قتیبہ نے کہا کہ صرفنا کے معنی ہیں ہم نے توجیہ بیان کی۔

۳۔ تکریر (بار بار بیان کرنا)

فتح القدیر۔ جلد ۳۔ مطبع مصطفےٰ بابی۔ مصر۔ صفحہ ۲۲۹ :۔

(و لقد صرفنا) اے بینا ضروب الامثال وغیرہ او کررنا فیہ۔

قول حافظ (۳) : "پھر جب ہمارا قائم اٹھے گا" حافظ جی اصل عبارت کے الفاظ "لو قد قام قا کا ترجمہ "جب اٹھے گا" کیا ہے حالانکہ عربی زبان کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ لو نفی ما یا ماضی پر دلالت کرتا ہے اور لو قد قام کے معنی اگر اب ظہور کیا ہوتا یا کرے ہے نہ کہ "جب" گر اگر لو کا معنی "جب ہوگا" کریں تو حضرت عمرؓ کے اس قول کا : لو لا علی لھلک عمر (ترجمہ یہ ہوگا کہ جب ا نہ ہوگا تو عمرؓ ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہ قطعاً خلاف محل و عقل ہے۔ حضرت عمرؓ کا مقصد اس کلام سے یہ تھا کہ "اب اگر علیؑ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔"

قول ۴ : "کیونکہ آج اگر تم پر اصل دین ظاہر کردیا جائے"۔ اصل عبارت میں کوئی ایسے الفاظ نہیں کا ترجمہ یہ الفاظ ہوں۔ یہ حافظ جی کی ایجاد بندہ ہے۔

قولہ : کیا شیعہ کو یقین ہے..... طاقت کے موافق مسئلے بتاتے کا مطلب سمجھائیں۔

اقول :۔ بلاشک شیعہ کو یقین ہے کہ ان کا مذہب وحی الٰہی کے مطابق ہے۔ اس حدیث میں ایک ہی امر میں دو مختلف احکام کی علت و سبب یہ امر بتایا ہے کہ ہم ہر شخص کی وسعت و طاقت کے مطابق حکم دیتے ہیں اور چونکہ مختلف اشخاص کی وسعت مختلف ہوتی ہے اس لئے حکم بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہ وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۸۶)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف (کسی فعل کا حکم) نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ چونکہ نفوس کی وسعت مختلف ہوتی ہے لہٰذا تکالیف بھی مختلف ہوتی ہیں اور یہ وسعت کا اختلاف

(د) بلحاظ اہلیت و قابلیت شخصی بھی ہوتا ہے اور ہر شخص کی اہلیت کے مطابق مختلف حکم دیا جاتا ہے۔

ابوداؤد۔ جلد ا۔ باب ۲۱۳۔ کراھۃ الی مباشرۃ الصائم للشاب۔ حدیث ۶۱۵ :۔

عن ابی ھریرۃ ان رجلاً سأل النبی ص عن المباشرۃ الصائم فرخص لہ واتاہ اخر فنھاہ فاذا الذی رخص لہٗ شیخ والذی نھاہ شاب۔

ترجمہ :۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے روزے کی حالت میں عورت کو بوس و کنار کرنے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے اسے اجازت دی اور ایک دوسرا شخص (یہی سوال لے کر) آیا تو اسے منع فرمایا۔ ہم نے دیکھا کہ جسے اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع کیا تھا وہ جوان تھا۔

دیکھا حافظ جی! نبی کریمؐ نے دو شخصوں کو ایک ہی امر : مباشرہ فی الصوم میں دو مختلف متضاد حکم دیئے کیونکہ ان کی وسعت و طاقت مختلف و متضاد تھی۔ یہ وسعت کا اختلاف (ب) بلحاظ حالات و ماحول بھی ہوتا ہے اور ہر شخص کے حالات کے مطابق حکم مختلف ہوتا ہے۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۳۔ کتاب الطہارت۔ الباب السابع فی التیمم صفحہ ۸۸ :۔

عن طارق ان رجلاً اجنب فلم یصلّ فاتی النبی ص فذکر لہ فقال اصبت فاجنب آخر فتیمم وصلّی فاتاہ فقال لہ نحو ما قال الآخر یعنی اصبت (اخرجہ نسائی)

ترجمہ : طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص جنب کی حالت میں ہو گیا پس اس نے نماز نہ پڑھی پھر نبی کریمؐ کی خدمت میں آیا اور اس امر کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک شخص جنب کی حالت میں ہوا اور اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے اسے بھی وہی بات کہی جو پہلے کو کہی تھی یعنی تو نے درست کیا۔ یہاں گو روایت میں مذکور نہیں کہ ان دو شخصوں میں کیا فرق تھا مگر قرین قیاس و فکر یہی ہے کہ ان کے حالات و ماحول کے اختلاف نے ان کی وسعتوں کو مختلف کر دیا ہوگا۔ پہلے شخص کو نہ پانی میسر تھا نہ خاک۔ نہ غسل کر سکتا تھا نہ تیمم اور دوسرا تیمم کر سکتا تھا اس لئے حضورؐ نے دونوں کے مختلف و متضاد عملوں کو درست فرمایا۔

کیا حافظ جی ان احادیث میں مختلف حکم دیکھ کر اپنے آپ سے بھی یہ سوال کریں گے : " کیا ہمارا مذہب وحی الٰہی کے مطابق ہے تو ذرا مندرجہ بالا احادیث کا مطلب سمجھائیں۔

قولہٗ :۔ " ہر بات کا ہمارے پاس ..... مفہوم ہمارے حوالے کرو "۔

اقول :۔ حافظ جی! کچھ تو خوفِ خدا کیا ہوتا۔ میں کس طرح باور کروں کہ آپ جیسے " فاضل تخصص فی علوم الحدیث " شخص سے ترجمہ میں غلطیاں ہوئی ہیں۔ یہی کہنا پڑے گا کہ حافظ جی نے شیعوں پر بہتان باندھنے کے لئے عمداً غلط ترجمہ کیا۔ امام علیہ السلام کے الفاظ ہیں " ولکل ذالک تصاریف ومعانٍ توافق الحق " اور ان (مختلف احکام) میں سے ہر ایک کی توجیہات ہیں اور معانی (حقائق) ہیں جو حق کے موافق ہیں "۔ اور آپ معنی کر رہے ہیں " ہر بات کا ہمارے پاس ہیر پھیر ہے اور کئی معنی ہیں جو حق ہیں "۔ یہ ہمارے پاس

کن الفاظ کے معنی ہیں۔ "تصاریف" کے معنی ہیر پھیر کرنا (مغالطے میں ڈالنا) کس لغت میں ہے؟

قولہٗ :- "ہمارے اور اپنے اقتدار کا انتظار کرو ..... تم پر تلوار رکھی جائے۔

اقول :- یہاں سے آخر روایت تک امام علیہ السلام نے ان احکام کے مختلف و متضاد ہونے کی علت بیان فرمائی ہے کہ بلاشک ہر حکم حقیقت میں ہر شخص کے لئے ایک ہی حکم ہے لیکن ہم اور تم ایک ایسے زمانے میں ہیں کہ تقیہ کرنے پر مجبور ہیں اور ان حالات میں اس حکم کو وسعت کے مطابق بنانے کے لئے بظاہر ایسی صورت میں ادا کرنے پر مجبور ہیں کہ فی اثار ما یاذن اللہ حکم خدا کے مطابق بھی ہو اور ماحول کے مطابق بھی ہو۔ جب اللہ تعالیٰ ہمیں ان مجبوری کے حالات سے کشائش عطا کرے گا تو اصل احکام اور ان احکام کی مصلحت و حکمت کو سمجھ لو گے اور وہ امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہوگا۔

قولہٗ :- (اصلی اسلام کے ضائع ہونے) ..... وھو منحرف مما نزل بہ الوحی۔

اقول :- حافظ جی! اس سے تو اسلام کا کوئی فرقہ انکار نہیں کر سکتا کہ ابھی صحابہ کا دور ختم نہیں ہوا تھا کہ دینِ الٰہی کو اس قدر بدل دیا گیا تھا کہ دین کا کوئی امر بھی منزل صورت میں نہیں رہا تھا۔ اور اب اس زمانہ کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ اپنی اہلسنت کی کتب احادیث میں مندرج مندرجہ ذیل احادیث پر غور فرمائیں :-

۱۔ تیسیر الوصول۔ جلد ۴۔ کتاب الفتن بنو مروان۔ صفحہ ۳۲ :-

عن المسیب بن رافع قال لقیت البراء ابن عازب فقلت طوبیٰ لک صحبت رسول اللہ ص و بایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہٗ (اخرجہ البخاری)

ترجمہ :- مسیب بن رافع سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ میں براء بن عازب سے ملا تو کہا کس قدر خوش نصیبی ہے تمہاری کہ رسول اللہ ص کی صحبت حاصل کی۔ ان ص کی درخت کے نیچے بیعت کی (بیعت رضوان مراد ہے) تو انہوں نے کہا۔ میرے بھتیجے تم نہیں جانتے جو ہم نے ان ص کے بعد دین میں احداث کئے۔

(تذنیب) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بیعتِ رضوان میں شامل تمام صحابہ کے لئے یہ عقیدہ درست نہیں کہ انہیں رضائے الٰہی کی سند مل چکی، اس کے بعد وہ چاہے جیسے اعمال بھی کریں وہ جنت اور رضائے الٰہی کے مستحق ہیں کیونکہ ایک صحابی کا یہ قول ہے کہ بیعتِ رضوان کے بعد ہم نے احداث کیا اس لئے گرفت کا خوف ہے۔

۲۔ مسلم۔ جلد ۲۔ کتاب الفضائل۔ باب اثبات حوض نبینا۔ صفحہ :-

عن انس بن مالک ان رسول اللہ ص قال قدر حوضی کما بین ایلۃ وصنعا من الیمن وان فیہ من الاباریق کعدد نجوم السماء وعن انس بن مالک ان النبی ص قال لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رأیتھم و رفعوا الی اختلجوا دونی فلا قولن ای ربی اصحابی اصحابی فلیقالن لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔

ترجمہ :- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا میرے حوض کی مقدار (وسعت) ایلہ

اور یمن کے شہر صنعاء کے درمیان فاصلے کے برابر ہے اور اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر پیالے ہیں۔ اور انس بن مالک ہی سے روایت ہے کہ میری صحبت حاصل کرنے والوں میں کچھ اشخاص حوض پر وارد ہوں گے حتیٰ کہ جب میں انہیں دیکھوں گا اور وہ میرے قریب پہنچیں گے تو میرے سامنے سے ہٹا دیئے جائیں گے پس میں کہوں گا۔ اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں! اصحاب ہیں!! تو مجھ سے کہا جائے گا کہ تو نہیں جانتا جو انہوں نے تیرے بعد دین میں احداث (تغیر و تبدل) کئے۔

۳۔ تیسیر الوصول۔ جلد ۲۔ کتاب الصلوٰۃ۔ الباب السادس فی صفۃ الجماعۃ الفصل الثانی فی وجوبھا۔ صفحہ ۲۵۰ :۔ عن ام الدرداء قالت دخل علی ابوالدرداء وھو مغضب فقلت ما اغضبک فقال واللّٰہ ما اعرف من امر محمد ؐ شیئاً الا انھم یصلون جمیعاً۔

ترجمہ :۔ امّ درداء سے روایت ہے، اس نے کہا۔ میرے پاس ابو درداء آئے دراں حالیکہ غضبناک تھے میں نے کہا۔ کس امر نے تمہیں غضبناک کیا؟ اس نے کہا۔ خدا کی قسم حضرت محمد ؐ کے احکام میں سے اب کوئی حکم نہیں پاتا سوائے اس کے کہ سب مل کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔

۴۔ تیسیر الوصول۔ جلد ۱۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الباب الاول حدیث ۱۲ :۔ عن انس قال ما اعرف شیئاً مما کان علی عھد رسول اللّٰہ ؐ قیل الصلوٰۃ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیھا۔

ترجمہ :۔ انس سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ ؐ کے زمانے میں جو کچھ تھا اس میں سے آج میں کچھ نہیں پاتا۔ اسے کہا گیا۔ نماز (یعنی نماز تو ہے)۔ اس نے کہا۔ اس میں بھی کیا تم نے نہیں کیا؟ جو کچھ کیا (یعنی اس کو بھی تم نے بہت کچھ بدل دیا)۔

۵۔ بخاری۔ جلد ۱۔ کتاب الصلوٰۃ۔ بیان مواقیت الصلوٰۃ۔ باب تضییع الصلوٰۃ عن وقتھا حدیث ۹ :۔ عن عثمان ابن ابی رواد اخی عبد العزیز قال سمعت الزھری یقول دخلت علی انس بن مالک بدمشق وھو یبکی فقلت ما یبکیک فقال لا اعرف شیئاً مما ادرکت الا ھذہ الصلوٰۃ وھذہ الصلوٰۃ قد ضیعت۔

ترجمہ :۔ عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن رواد سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے زہری کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ میں دمشق میں انس بن مالک کے پاس گیا دراں حالیکہ وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا تجھے کس امر نے رلایا اس نے کہا۔ میں نے جو کچھ (رسول کریم ؐ سے) پایا تھا اس میں سے اب میں کوئی چیز نہیں پاتا سوائے اس نماز کے اور اب یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

۶۔ مؤطا امام مالک۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب ما جاء فی النداء للصلوٰۃ۔ صفحہ ۱۔
حدثنی یحییٰ عن مالک عن عمہ ابی سھیل بن مالک عن ابیہ انہ قال ما اعرف شیئاً

ما ادرکت علیه الناس الا النداء۔
ترجمہ :۔ جو کچھ میں نے (نبی کریمؐ سے) حاصل کیا تھا اب لوگوں کو اس میں سے کسی امر پر نہیں پاتا سوائے اس کے کہ جو نماز کے لئے اذان کہتے (صرف اذان پہلی حالت پر ہے)۔
۷۔ معارف (ابن قتیبہ) ذکر ازواج النبیؐ۔ عائشۃ رضؓ۔ صفحہ ۱۳۵ :۔

عائشۃ وبقیت الی خلافۃ معاویۃ و توفیت سنۃ ثمان وخمسین وقد قاربت السبعین وقیل لها ندفنک مع رسول اللہ فقال انی قد احدثت فادفنونی مع اخواتی فدفنت بالبقیع۔

ترجمہ :۔ جناب عائشہ رضؓ معاویہ کے عہد خلافت تک زندہ رہیں۔ ۵۸ ہجری میں ستر سال سے زیادہ عمر میں فوت ہوئیں۔ انہیں کہا گیا کہ کیا آپ کو رسول اللہؐ کے پاس دفن کریں تو انہوں نے کہا۔ مجھ سے احداث (خلاف شرع امور) ہوئے ہیں۔ پس مجھے اپنی بہنوں کے پاس دفن کرنا۔

غور فرمایا حافظ جی! ان احادیث میں صریح بیان موجود ہے کہ ابھی صحابہ ہی کا زمانہ تھا کہ دین کے ہر عمل میں تغیر واحداث واقع ہو چکا تھا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں (تیسری صدی تک) تو نہ معلوم کیا کچھ ہو چکا ہوگا۔ اس لئے امامؑ فرماتے ہیں کہ دینی احکام میں اس قدر تغیر آ چکا ہے کہ جب امام مہدی علیہ السلام حقیقی احکام بتلائیں گے تو لوگ اسے ایک نیا دین خیال کرتے ہوئے ماننے سے انکار کر دیں گے اور اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک کہ ان کی گردن پر تلوار نہ رکھ دی جائے۔

قولہ :۔ کیا اس سے کھل کر..... حضرت مہدی پیش کریں گے۔

اقول :۔ حافظ جی! اگر اس سے یہ کھلا کر معلوم ہو رہا ہو کہ امام جعفر صادقؑ اور امام محمد باقرؑ نے ہیر پھیر سے کام لیا اور صحیح دین وحی والا لوگوں کو نہ بتایا تو آپ کی احادیث سے بھی یہ کھلا معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے خلفائے راشدین کے زمانہ میں حقیقی دین میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اور عیاذاً باللہ انہوں نے بھی دین خدائی وحی والا لوگوں کو نہ بتایا۔

سوال ۵۸ :۔ جلاء العیون وغیرہ شیعہ تاریخوں میں ہے کہ "ان کافروں نے (صحابہ کرام۔ العیاذ باللہ) حضرت امیر کے گلے میں رسی ڈالی اور مسجد کی طرف (برائے بیعت ابوبکر) گھسیٹ کر لے گئے۔ جب حضرت کے گھر سے گزرے تو حضرت فاطمہ نے روکا۔ قنفذ نے بروایت دیگر حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کو تازیانہ مارا پھر آپ نے ہاتھ نہ اٹھایا حتیٰ کہ انہوں نے دروازہ حضرت فاطمہ پر گرا دیا اور آپ کے دانت اور پسلیاں توڑ دیں۔ جو آپ کے بطن میں محسن نامی فرزند تھا اسے شہید کر دیا اور وہ کچا گر گیا۔ فاطمہ رضؓ اسی ضرب سے دنیا سے رخصت ہوئیں...... وہ حضرتؑ کو مسجد میں کھینچ لائے۔ وہ جفا کار آپ کے پیچھے تھے۔ کوئی بھی مدد نہ کرتا تھا۔ سلمان رضؓ، ابوذر رضؓ، مقداد رضؓ، عمار رضؓ، بریدہ رضؓ فریاد کر رہے تھے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت دست بیعت بڑھائیں آپ نے ہاتھ لمبا نہ کیا۔ بس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑا۔ ابوبکر رضؓ نے اپنا منحوس ہاتھ لمبا کر کے حضرت کے ہاتھ

تک پہنچایا (شرط بیعت پوری ہوئی)" [جلاء العیون بلفظہ] کیا یہی وہ شیعہ کا مایۂ ناز لٹریچر اور مظالم کی تاریخ ہے جس سے ان کے واعظ و موسیقار ہزاروں روپے وصول کرتے ہیں۔ کیا اس میں شیرِ خدا کی انتہائی تذلیل اور توہین نہیں ہے؟ حضرت خاتونِ جنت کی ناگفتہ بہ توہین نہیں؟ ایسے مواقع پر چوڑے چمار بھی جان قربان کر دیتے ہیں مگر سیدہ کے مثالی خاوند کی غیرت ایمانی اور شجاعت شیری نا معلوم کہاں غائب ہو گئی تھی کیا اس میں پانچ صحابہ مومنین کی انتہائی توہین نہیں جو اپنے امام کا یہ ہولناک تماشہ دیکھ کر واویلا تو کر رہے ہیں مگر شیرِ خدا مشکل کشا، مددگار شیعان کی امداد نہیں کرتے۔ جس بیعتِ صدیقی کے انکار کے لئے یہ داستان گوید تراشی گئی ہے وہ بالآخر ہو ہی گئی۔ کیا اس سے یہ معلوم نہ ہو گیا کہ حضرت عمر کو بدنام کرنے کے لئے شیعہ حضرات اہل بیت کی عزت و توقیر کو بھی قربان کر دیتے ہیں۔

جواب :- قولہٗ :- "جلاء العیون وغیرہ شیعہ تاریخوں میں ہے۔"

اول :- حافظ جی! صرف شیعہ تاریخوں میں نہیں بلکہ سنی تاریخوں میں بھی ہے۔ ذیل میں جلاء العیون کی اس روایت کے ہر فقرہ کا شاہد سنی کتب سے پیش کر رہا ہوں۔ صرف الفاظ کا فرق ہے ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اگر آپ کا مذہب آپ کو اجازت نہ دیتا کہ صحابہ کے متعلق روایات میں ایسے الفاظ کو جن سے ان پر کسی قسم کا اعتراض وارد ہوتا ہو انہیں بدل دو یا کنایہ سے کام لو تو آپ اپنی کتاب میں لفظ بھی یہی پاتے جو اس روایت میں ہیں۔

قولہٗ :- ان کافروں نے (صحابہ کرام۔ العیاذ باللہ)

اول :- گزشتہ صفحات میں مختلف مقامات پر ذکر کر چکا ہوں کہ شیعہ ایسے مسلمانوں کو جو ائمہ اہلبیتؑ کی امامت کے قائل نہ ہوں انہیں کافر نہیں کہتے۔ ایسے مقامات پر کافر کا لفظ کافر باللہ یا منکرِ اسلام کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ کفرانِ نعمت سے مشتق ہے۔

بخاری - جلد ۱ - کتاب الایمان - باب کفران العشیرۃ - و کفر دون کفر :-

عن ابن عباسؓ قال قال النبیؐ اریت النار فاذا اکثر اهلها النساء یکفرن قیل أیکفرن باللہ قال یکفرن العشیرۃ یکفرن الاحسان لو احسنت الی احدٰهن الدهر ثم رأت منك شیئًا قالت ما رأیت منك خیرًا قط۔

ترجمہ :- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مجھے دوزخ دکھایا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دوزخیوں میں سے اکثر عورتیں ہیں کہ وہ کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا کہ کیا وہ اللہ سے کفر کرتی ہیں؟ فرمایا۔ اپنے شریک حیات یعنی شوہر سے کفر کرتی ہیں، احسان سے کفر کرتی ہیں، اگر تو ان میں سے کسی پر ایک عرصہ تک احسان کرتا رہے اور پھر اس نے تیری طرف سے کوئی (ناپسندیدہ) امر دیکھا تو کہا کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

چونکہ اہلبیتِ نبیؐ سے روگردانی بہت بڑا کفرانِ نعمت ہے اس لئے اہلسنت کی احادیث و روایات میں

بھی اہل بیتؑ سے روگردانی کرنے والوں کے لئے کفر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اہلسنت کی کتب احادیث و تفسیر میں بھی۔

۱۔ تفسیر کشاف۔ جلد ۴۔ صفحہ ۲۲۰-۲۲۱۔ تحت تفسیر آیت لا اسئلکم اجرًا :-

الا و من مات علیٰ بغض آلِ محمدؐ جاء یوم القیامۃ مکتوبٌ بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ۔ الا و من مات علیٰ بغض آل محمدؐ مات کافرًا۔

ترجمہ :- آگاہ رہو کہ جو بغض آلِ محمدؐ کی حالت میں مرا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) لکھا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہے۔ آگاہ رہو کہ جو بغض آلِ محمدؐ کی حالت میں مرا وہ کافر مرا۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۱۱/۱۲۔ صفحہ ۱۵۳۔ حدیث نمبر ۳۲۹۱۰ :-

عن ابن عباس علی بن ابیطالب باب حطۃ من دخل منہ کان مومنًا و من خرج منہ کان کافرًا

ترجمہ :- ابن عباس سے روایت ہے کہ علی باب حطہ ہے جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا کافر ہے۔

پس جلاء العیون کی اس روایت میں ان اشخاص کے لئے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام پر جبر کیا کافر کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

قولہٗ :- حضرت امیر کے گلے میں ..... گھسیٹ کرلے گئے۔

اقول :- حافظ جی! آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اپنی کتب میں مندرجہ ذیل روایات کا مطالعہ فرمائیں۔ کیا آپ کی ان روایات کا مفہوم یہی نہیں ہے ؟

۱۔ عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدۃ الثالثۃ۔ صفحہ ۸۲ :-

تقاد کما تقاد الجمل المخشوش حتیٰ تبایع (فکتب فی جوابہ) دما علی المسلم من غضاضۃ ان یکون مظلومًا۔

ترجمہ :- (معاویہ نے علی کی طرف لکھا) تمہیں گھسیٹا جاتا تھا جیسے مہار ڈالا ہوا اونٹ (حضرت علی نے جواب میں لکھا) مسلمان کے لئے مظلوم ہونا باعث ذلت و عار نہیں ہے۔

۲۔ تاریخ طبری۔ جلد ۳۔ السنۃ الحادیۃ العشرۃ۔ صفحہ ۱۹۶ (مطبع حسینیہ مصر) :-

و تخلف علی و زبیر و اخترط الزبیر سیفہ و قال لا اغمدہ حتیٰ یبایع علی فبلغ ذالک ابا بکر و عمر فقال خذوا سیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر قال فانطلق الیھم عمر فجاء بھم تعبًا و قال لتبایعان و انتما طائعان او لتبایعان و انتم کارھان۔

ترجمہ :- علیؓ اور زبیرؓ بھی بیعت کرنے سے دور رہے اور زبیر نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کہا اس وقت تک نیام میں نہ ڈالوں گا جب تک علیؓ کی بیعت نہیں کی جاتی۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو اس کی اطلاع

ہوئی تو ابوبکرؓ نے کہا کہ زبیرؓ سے اس کی تلوار چھین کر پتھر پر دے مارو (توڑ دو) راوی نے کہا کہ عمرؓ ان کی طرف گئے اور ان دونوں کو زبردستی پکڑ کر لے آئے اور کہا کہ تمہیں بیعت کرنا ہوگی خواہ خوشی سے خواہ مجبوری سے (خواہ تمہارا جی چاہے خواہ نہ چاہے)

۳- مروج الذہب - جلد ۲ - ذکر خلافۃ معاویہ بن ابوسفیان - صفحہ ۱۵ (مطبوعہ شرکۃ الاعلانات الشرقیہ - قاہرہ) :-

(فی جواب کتاب محمد بن ابی بکرؓ) کتب الیہ معاویہ فقد کنا وابوک فینا نعرف فضل ابن ابیطالب لازما مبرورا علینا فلما اختارالله لنبیہ ما عندہ واتم له ما وعدہ وقبضه الله الیہ فکان ابوک و فاروقہ اول من ابتزحقہ وخالفہ علی امرہ - علی ذالک اتفقا واتسقا - ثم انہما دعواہ الی بیعتہما فابطأ عنہما و تلکا فہما بہ الہموم وارادہ بہ العظیم -

ترجمہ :- محمد بن ابوبکرؓ کے خط کے جواب میں معاویہ نے اس کی طرف لکھا کہ ہم، جن میں تیرا باپ بھی شامل تھا - (علی) ابن ابیطالب کی فضیلت کو اپنے اوپر لازم اور باعث اجر و ثواب تسلیم کرتے تھے - جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لئے اس چیز کو پسند کیا جو اس کے پاس ہے اور اس امر کو پورا کیا جس کا ان سے وعدہ کیا تھا اور انہیں اپنی بارگاہ میں بلا لیا تو تیرا باپ اور اس کا فاروق ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے اس کا (علیؑ کا) حق چھینا اور اس کی مخالفت کی - دونوں اس امر پر متفق ہوئے اور دونوں اس راہ پہ چلے اور انہیں اپنی بیعت کی دعوت دی - اس (علیؑ) نے تاخیر کی اور ٹالا - پس انہوں نے اس کے متعلق اندیشہ ہائے دور دراز سوچے اور اس کے ساتھ امرِ عظیم کے ارتکاب کا ارادہ کر لیا - (یہ عظیم ارادہ قتل ہی ہو سکتا ہے)

قولہٗ :- جب حضرت کے گھر سے گزرے ...... فاطمہ اسی ضرب سے دنیا سے رخصت ہوئیں -

اقول :- حافظ صاحب اپنی کتب کی مندرجہ ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو مصنفین نے اس واقعہ کی جزئیات کے بیان سے گریز کیا ہے لیکن واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے انکار نہیں کر سکتے -

۱- مطالب السئول - الوجہ السادس - صفحہ ۳۰ :-

فولدت فاطمة لعلی الحسن والحسین ومحسنا و زینب و رقیة وام کلثوم - فاما الحسن والحسین فسیاتی امرهما فیما بعد و اما محسن فندرج سقطا -

ترجمہ :- جناب فاطمہ کے بطن سے علی کی اولاد حسن، حسین، محسن، زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں - حسن اور حسین کا ذکر آگے آئے گا لیکن محسن کا سقطِ حمل ہوا (بقول حافظ : کچا گر گیا)

۲- روائح المصطفیٰ مصنفہ صدرالدین - ذکر وفات الرسولؐ :-

بعد از وفاتِ پیغمبرؐ واقعات بسیار گذشت مثل معاملہ فدک و سقط شدن حمل او و تہدید نمودن عمر بنی ہاشم را کہ در خانۂ زہرا اجتماع نمودہ بودند -

ترجمہ :۔ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بہت سے واقعات گزرے جیسے فدک کا معاملہ اور ان (جناب زہراؑ) کے حمل کا ساقط ہونا اور عمر کا ان بنی ہاشم کو ڈرانا دھمکانا جو جناب زہراؑ کے گھر جمع ہوئے تھے۔

۳۔ معارج النبوۃ۔ رکن چہارم (دو ہجری) تزویج فاطمہ۔ صفحہ :۔

بتول را حق تعالیٰ چند فرزند از امیرالمومنین امذانی داشت نخست حسن و حسین و زینب و ام کلثوم و رقیہ و محسن کہ سقط شد و بدان مرض از جہان رحلت نمود۔

ترجمہ :۔ جناب بتول کو اللہ تعالیٰ نے امیرالمومنین سے چند اولادیں عطا کیں۔ اول حسن اور حسین اور زینب اور ام کلثوم اور رقیہ اور محسن جو حمل کے زمانے میں ساقط ہوئے اور جناب زہراؑ نے اسی مرض کی وجہ سے اس دنیا سے کوچ کیا۔

۴۔ الملل والنحل۔ برحاشیہ النسل فی الملل والاھواء والنحل (ذکر نظامیہ) صفحہ ۷۳ :۔

فقال ان عمرؓ ضرب بطن فاطمۃ الزھرا علیھا السلام یوم البیعۃ حتی القت المحسن من بطنھا وکان یصیح احرقوا الدار ومن فیھا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین۔

ترجمہ :۔ پس اس (راوی) نے کہا کہ عمرؓ نے جناب فاطمہ علیہا السلام کے شکم مبارک پر چوٹ لگائی حتیٰ کہ محسن کا حمل گر گیا اور وہ (عمرؓ) پکار رہا تھا کہ گھر کو اور جو لوگ اس میں ہیں ان کو جلا ڈالو اور گھر میں بغیر علی، فاطمہ، حسن، حسین کے اور کوئی نہ تھا۔

۵۔ شرح تجرید قوشجی۔ مبحث امامہ صفحہ ۴۰۷ :۔

انہ (ابوبکر) بعث عمر الی بیت امیرالمومنین لما امتنع البیعۃ فاضرم فیہ النار وفیہ فاطمۃ وجماعۃ من بنی ھاشم واخرجوا علیًا وضربوا علیھا السلام فالقت جنینًا۔

ترجمہ :۔ اس (ابوبکر) نے عمر کو امیرالمومنین کے گھر کی طرف بھیجا جب انہوں نے بیعت میں امتناع کیا۔ پس اس نے گھر میں آگ بھڑکائی اور اس گھر میں فاطمہ اور بنی ہاشم کی ایک جماعت تھی۔ علی کو زبردستی نکالا اور اسے (فاطمہ کو) مارا پس ان کا حمل گر گیا۔

۶۔ عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدۃ الثانیۃ خلافۃ ابی بکر (سقیفہ بنی ساعدہ) صفحہ ۱۳ :۔

والذین تخلفوا بیعۃ ابی بکر، علی وعباس والزبیر وسعد بن عبادہ فاما علی وعباس والزبیر فقعدوا فی بیت فاطمۃ حتی بعث الیھم ابو بکر عمر بن الخطاب لیخرجھم من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابو فقاتلھم فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیھم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت الامۃ۔

ترجمہ:- جنہوں نے ابوبکر کی بیعت سے روگردانی کی وہ علی، عباس، زبیر اور سعد بن عبادہ ہیں۔ پس علی، عباس اور زبیر جناب فاطمہ کے گھر میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ ابوبکر نے عمر بن خطاب کو ان کی طرف بھیجا کہ ان کو وہاں سے نکالے اور اسے کہا کہ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرے۔ پس وہ آگ لے کر آیا کہ ان کے گھر کو جلا ڈالے۔ جناب فاطمہ اس کے آگے آئیں اور کہا۔ اے خطاب کے بیٹے! تو میرا گھر جلانے آیا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ یا پھر تم بھی اسی امر کو اختیار کرو جسے امت نے اختیار کیا ہے۔

قولہٗ:- کیا یہی وہ شیعہ کا مایہ ناز لٹریچر..... ہزاروں ....۔ا کرتے ہیں۔

اقول:- جی ہاں، بلاشک یہی وہ مایۂ ناز لٹریچر ہے جس کی شیعوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر حفاظت کی ہے۔ یہ وہ ظالموں کے مظالم کی داستانیں جنہیں ہزاروں کمانے کے لئے نہیں بلکہ ہزاروں جانوں کی قربانی دے کر تاریخ کے اوراق پر ثبت رکھا تاکہ آنے والی نسلیں ان ظالموں کے ظاہری حالات کو دیکھ کر ان کے متبع نہ بن جائیں اور اپنے لئے اور امت محمدی کے لئے باعث ہلاکت و ذلت اخروی نہ ہو جائیں۔

حافظ جی! یہ لٹریچر شیعوں کے لئے باعث ننگ و عار نہیں بلکہ باعث عار و شنار تو وہ لٹریچر ہے جسے آپ کے محدثین نے بعض جفاکار خلفاء و ملوک کی خوشنودی کے لئے گھڑا تاکہ ان کے دربار میں اعلیٰ عہدے حاصل کر کے زر و دولت سمیٹیں (مشتے نمونہ از خروار):-

۱۔ کنز العمال۔ جلد ۶۔ صفحہ ۱۴۵۸۱:-

السلطان ظل الله فی الارض یاوی الیه کل مظلوم من عبادہ فان عدل کان له الاجر وکان علی الرعیة الشکر وان جار اوخان او ظلم کان علیه الوزر وعلی الرعیة الصبر۔

ترجمہ:- سلطان زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے جس کے ہاں اس کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے۔ اگر وہ انصاف کرے تو اس کے لئے اجر ہے اور رعیت پر شکر لازم ہے اور اگر ظلم کرے یا خیانت کرے تو بھی پر اس کا عذاب ہے اور رعیت پر صبر لازم و واجب ہے۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۶۔ صفحہ ۱۴۸۲۵:-

انه سیکون بعدی سلطان فاعزوه من اراد ذلة ثغر فی الاسلام ثغرة لیست له توبة الا ان یسدها ولیس بسادٍ لها الی یوم القیامة۔

ترجمہ:- بات یہ ہے کہ میرے بعد سلطان ہوں گے پس انہیں غلبہ دو۔ جس نے انہیں جھکایا تو اس نے اسلام میں ایک ایسا رخنہ ڈالا کہ اس کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس رخنہ کو بند کرے اور وہ اسے قیامت تک بند نہیں کر سکے گا۔

۳۔ کنز العمال۔ جلد ۶۔ کتاب الامارة والخلافة۔ حدیث ۱۴۵۸۳:-

ستکون بعدی ائمة لا یهتدون بهدی ولا یستنون بسنتی وسیقوم رجال قلوبهم

قلوب الشیاطین فی جسمان انسان قال حذیفة کیف اصنع ان ادرکنی ذالک قال اتبع الامیر الاعظم وان ضرب ظہرک واخذ مالک۔

ترجمہ:۔ میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو میری ہدایت کے مطابق ہدایت نہیں کریں گے۔ میری سنت کو اختیار نہیں کریں گے اور ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے کہ ان کے انسانی جسموں میں شیطانی دل ہوں گے۔ حذیفہ نے کہا مجھے اگر یہ حالات پالیں (گھیرلیں) تو میں کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ امیرِ اعظم کی اتباع کر چاہے وہ تیری پیٹھ پر (کوڑے) مارے اور تیرا مال لے لے۔

نواب:۔ کیا اس میں شیرِ خدا کی انتہائی تذلیل و توہین نہیں ہے؟

اقول:۔ جی نہیں، جناب شیرِ خدا کی تذلیل و توہین نہیں جیسا کہ خود شیرِ خدا نے معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: "ما علی مسلم من غضاضة ان یکون مظلومًا"۔ ظالم کیسا ہی ناروا سلوک کرے، بے جا ظلم کرے، مظلوم کی توہین نہیں بلکہ ظالم کی کمینگی اور بدفطرتی کی دلیل ہے۔ ہم ایسے حالات میں اسے مظلوم کی توہین کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جبکہ اکثر انبیاء علیہ السلام کو اور خود نبی کریمؐ کو کفار کے ہاتھوں ایسے مظالم کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

البدایہ والنہایہ۔ جلد ۳۔ فصل ذکر اول من اسلم۔ صفحہ ۲۶۔ مطبع دار الفکر العربی۔ بیروت:۔

اذا کان الغد اجتمعوا فی الحجر وانا معہم فقال بعضھم لبعض:۔ "ذکرتم ما بلغ منکم وبلغکم عنہ حتی باداکم بما تکرھون وترکتموہ" فبینما ھم علی ذالک طلع رسول اللہؐ فوثبوا الیہ وثبة رجل واحد فاحاطوا بہ یقولون انت الذی تقول کذا وکذا۔ ما کان یبلغھم من عیب الھتھم ودینھم فیقول رسول اللہؐ نعم انا الذی اقول ذالک ولقد رأیت رجلاً اخذ بمجامع ردائہ وقام ابوبکر یبکی دونہ ویقول ویلکم أتقتلون رجلاً یقول ربی اللہ۔ ثم انصرفوا۔

ترجمہ:۔ (راوی نے کہا) جب دوسرا دن ہوا تو وہ (کفار قریش) حجرِ اسمٰعیل (بیت اللہ) میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا۔ تمہیں یاد ہے جو کچھ تم سے پہنچا (ہوا) اور جو کچھ اس کی طرف سے تمہیں پہنچا (جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ کیا) حتیٰ کہ اس نے کھلم کھلا وہ کچھ کہا جسے تم ناپسند کرتے تھے۔ پھر بھی تم نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اسی حال میں تھے کہ رسول اللہؐ نمودار ہوئے۔ پس ان سب نے یکمشت ہو کر یک لخت آپ پر حملہ کر دیا آپؐ کو گھیر لیا اور کہہ رہے تھے۔ "تم ہی ہو جو اس اس طرح کہتے ہو" یعنی وہ عیب جو حضورؐ ان کے معبودوں اور ان کے مذہب پر لگاتے تھے جو ان تک پہنچے تھے"۔ رسول اللہؐ فرماتے تھے۔ "ہاں، میں ہی ہوں جو ایسا ایسا کہتا ہوں"۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ (گردن کے قریب) چادر کے پلوؤں کے اکٹھا ہونے کی جگہ سے (حضورؐ کو) پکڑ رکھا تھا اور حضورؐ کے آگے ابوبکرؓ کھڑے ہوئے رو رہے تھے اور کہتے تھے۔ تمہارا برا ہو کہ

ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

کیوں حافظ جی! یہاں بھی وہی نقشہ ہے یا نہیں؟ جو نقشہ اس واقعہ کا ہے جو حضرت علیؑ کو پیش آیا وہاں حضرت علیؑ کے گلے میں رسی یہاں حضورؐ کے گلے میں چادر۔ وہاں حضرت سلمانؓ وغیرہ رونے والے یہاں حضرت ابوبکرؓ رونے والے۔

قولہٗ: حضرت خاتون جنت..... چوڑے چمار بھی جان قربان کر دیتے ہیں۔

اقول: جس طرح پہلے ذکر ہوا۔ اس میں جناب زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی توہین نہیں بلکہ ظلم کرنے والوں کی بے حیائی اور بے دینی کی انتہا کا اظہار ہے۔ حافظ جی! آپ کی اس چوڑے چماروں والی جاہلانہ غیرت کا تقاضا تو شاید یہی ہو کہ جب عزت کو جاتا دیکھو تو عزت کے ساتھ جان بھی دے دو۔ لیکن ایسے مواقع کے لئے شرعی اور الٰہی حکم یہ ہے کہ اگر دیکھو کہ جان دینے سے عزت بچ سکتی ہے تو جان دے کر عزت بچا لو تمہارا شمار شہیدوں میں ہوگا۔ لیکن اگر دیکھو کہ جان بھی جائے گی اور عزت بھی نہیں بچ سکے گی تو پھر کم از کم جان ہی بچا لو۔ یہ جان تمہاری ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اگر اسے اپنے اختیار سے، اپنے ہاتھ سے ضائع کرو گے تو یہ خودکشی ہوگی، جس کی سزا دوزخ ہے۔

بخاری۔ کتاب الاکراہ۔ باب اذا استکرھت المرأۃ علی الزنا۔ صفحہ :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہؐ ھاجر ابراھیم بسارۃ و دخل بھا قریۃ فیھا ملک من ملوک او جبار من الجبابرۃ فارسل الیہ ان ارسل بھا الیّ فارسل بھا فقام الیھا فقامت توضأت و تصلی فقالت اللھم ان آمنت بک و برسولک فلا تسلط علیّ الکافر فغطّ حتی رکض برجلہ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی اور ایک ایسے شہر میں داخل ہوئے جس میں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ یا جابروں میں سے ایک جابر موجود تھا اس نے انہیں (ابراہیمؑ کو) پیغام دیا کہ اس عورت کو اس کے پاس بھیج دو۔ پس ابراہیمؑ نے اسے بھیج دیا۔ وہ (ظالم) ان (جناب سارہ) کی طرف بڑھا۔ جناب سارہ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور کہا۔ "اے اللہ! اگر میں تیری ذات پاک اور تیرے رسولؑ پر ایمان کامل رکھتی ہوں تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ فرما۔ پس وہ (ظالم) بے ہوش ہو گیا اور یہاں تک کہ ایڑیاں رگڑنے لگا۔

دیکھا حافظ جی! حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ جان دے کر بھی جناب سارہ کی عزت و عصمت کو نہیں بچا سکتا تو جان کو کم از کم محفوظ رکھتے ہوئے جناب سارہ کو اس ظالم کے پاس بھیج دیا۔ معلوم اب حضرت ابراہیمؑ کے متعلق حافظ جی کیا فتویٰ صادر فرمائیں۔

اسی طرح حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ جناب زہراؑ کی شان میں جو گستاخی ہونا تھی وہ تو ہو چکی۔ جان دے

مگر بھی اس کا مداوا نہیں ہو سکتا تو اس خودکشی سے گریز فرمایا۔

قولہٗ :۔ مگر سیدہ کے مثالی خاوند کی غیرت ایمانی اور شجاعت شیری معلوم کہاں غائب ہو گئی تھی ؟

اقول :۔ حافظ جی ! جسے آپ غیرت ایمانی کہہ رہے ہیں یہ غیرت ایمانی نہیں یہ عصبیت جاہلیت ہے۔ رہی جناب علیؑ کی شجاعت شیری ..... ! وہ شجاعت موجود تھی، خیبر شکن کے ہاتھ سلامت تھے مگر انہیں کام میں لانے کی راہ میں کچھ رکاوٹیں تھیں۔

(۱) کنز العمال۔ جلد ۱۱ کتاب الفتن۔ حدیث ۳۱۵۶۲ :۔

عن علی قال قال لی رسول اللّٰہ عہد معہود ان الامۃ ستغدر بک بعدی و انت تعیش علیٰ ملتی و تقتل علیٰ سنتی۔ من احبک احبنی و من ابغضک ابغضنی۔ (مستدرک)

ترجمہ :۔ علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک اللہ کی طرف سے لازم کردہ امر ہے کہ امت میرے بعد تجھ سے بے وفائی کرے گی اور تو میری ملت پر زندگی بسر کرے گا اور میری سنت پر قتل کیا جائے گا۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(ب) معارج النبوۃ ملا معین کاشفی مطبوعہ نولکشور۔ رکن چہارم، باب سیزدہم۔ فصل سوم۔ در ذکر قبض روح آنحضرتؐ۔ صفحہ ۳۴۶ :۔

بعد ازاں آنحضرتؐ امیرالمومنین علیؑ را طلبید ..... حضرتؐ فرمود اے علیؑ فلاں یہودی در ذمہ من کذا دین دارد کہ جہت تہیۂ اسباب و تجہیز جیش اسامہ بطریق استقراض نمودم۔ زنہار کہ ذمہ مرا از او بری گردانی۔ اے علیؑ اول کسے کہ بر لب حوض کوثر بمن رسد تو باشی۔ بعد از من بسیارے از مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نگردی۔ و دست در عروۂ وثقیٔ تحمل زدہ طریق صبر پیش گیری و چوں بینی کہ دنیا مرض و مختار خلق گردد تو آخرت را اختیار کنی۔

ترجمہ :۔ اس کے بعد حضورؐ نے امیرالمومنین علیؑ کو بلایا ..... آنحضورؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ فلاں یہودی کا اس قدر مال میرے ذمے ہے جو میں نے اسامہؓ کو ساز و سامان مہیا کرنے کے لئے اس سے لیا تھا۔ مجھے اس ذمہ داری سے بری کرنا (میرا یہ قرض ادا کرنا) اے علیؑ تو ہی وہ پہلا شخص ہے جو حوض کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچے گا۔ میرے بعد تجھے بہت سی تکالیف اور ناپسندیدہ امور کا سامنا ہو گا۔ ان سے گھبرا نہ جانا اور تحمل کی رسی کو تھامے ہوئے صبر اختیار کرنا۔ جب تو دیکھے کہ دنیا (دولت) لوگوں کی بیماری اور پسندیدہ ترین چیز بن گئی ہے تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

حافظ جی ! اگر حضورؐ نے حضرت علیؑ کو ان مصائب پر صبر کی تلقین اور وصیت نہ فرمائی ہوتی تو حضرت علیؑ فرماتے :۔

کنز العمال جلد ۱۶ کتاب الفتن۔ حدیث نمبر ۱۴۱۵۳ :۔

عن قیس بن عباد قال قال علی ابن ابیطالب والذی فلق الحبۃ و برء النسمۃ لو عھد الی رسول اللہ عھدًا لجالدت علیہ ولم اترک ابن ابی قحافۃ یرقی درجۃ من منبرہ۔

ترجمہ :- حضرت علی نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور شگوفہ اگایا۔ اگر رسول اللہؐ نے مجھے اجازت دی ہوتی تو میں مقابلہ کرتا اور ابوقحافہ کے بیٹے کو منبرِ نبوی کے پہلے پائے پر بھی نہ چڑھنے دیتا۔

قولہ :- اس میں ان پانچ صحابہ مومنین ..... امداد نہیں کرتے۔

اقول :- حافظ جی! جو شخص دیدہ دانستہ حقائق سے آنکھیں بند کرے تو اس کا کیا علاج۔ ورنہ اسی روایت کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ان بزرگ ہستیوں نے ہتھیار اٹھا لئے تھے اور مرنے مارنے پر تیار ہو گئے تھے لیکن حضرت علیؑ نے انہیں منع کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں۔

جلاء العیون۔ فصل مظالم ہائے کہ بحضرت فاطمہؑ وارد شد۔ صفحہ ۱۴۴ :-

سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و بریدہ اسلمی بیاری حضرت امیرؑ برخاستند و نزدیک شد کہ فتنۂ عظیم برپا شود پس حضرتؑ ایشاں را منع کرد و فرمود مرا بالیشان گذارید خدا مرا مامور نہ کردہ است کہ دریں وقت بالیشاں جہاد کنم۔

ترجمہ :- سلمان، ابوذر، مقداد، عمار اور بریدہ اسلمی حضرت امیرؑ کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے قریب تھا کہ فتنۂ عظیم برپا ہو کہ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ مجھے ان پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم نہیں دیا کہ میں اس وقت ان سے جہاد کروں۔

ان بزرگوں کا رونا تو اسی مجبوری پر تھا کہ افسوس ہم مدد کرنے سے مجبور ہیں۔ یہی مجبوری تھی کہ حضرت ابوبکر رو رہے تھے، واویلا تو کر رہے تھے مگر سرورِ کائناتؐ کی امداد نہیں کرتے تھے (جیسا کہ ذکر ہوا)

قولہ :- جس بیعت صدیقی ..... بالآخر ہو ہی گئی۔

اقول :- اس طرح جبر و اکراہ سے لی جانے والی بیعت کو بیعت کا ہو جانا کہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی احمق نے کہا تھا: "لوگ کہتے ہیں کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی۔ لیکن میں تو کئی دفعہ بے وضو نماز پڑھی اور ہو گئی۔"

قولہ :- حضرت عمر کو بدنام کرنے کے لئے۔

اقول :- شواہد و قرائن اس روایت کے موضوع اور تراشیدہ ہونے کی تردید کرتے ہیں۔ دیگر روایات یہ بتاتی ہیں کہ بیعتِ صدیقی کے لئے بنی ہاشم پر تشدد ہوا۔ نیز اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں غلظت و خشونت تھی۔ ایسے حالات میں ان سے ایسے افعال کا سرزد ہونا لعید از قیاس نہیں۔

تاریخ طبری۔ جلد ۴۔ السنۃ الثالثۃ عشر۔ مطبوعہ حسینیہ مصر) صفحہ ۴۸ :-

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال اخبرنا یونس بن یزید عن ابن شھاب قال حدثنی سعید بن المسیب قال لما توفی ابوبکر رحمہ اللہ اقامت علیہ عائشۃؓ النوح فاقبل عمرؓ

بن الخطاب حتیٰ قام بباب بها فنهاهن عن البکاء علی ابی بکر فابین ان ینتهین فقال عمرؓ لهشام ابن الولید ادخل فاخرج الی ابنة ابی قحافه اخت ابی بکر فقالت عائشة لهشام حین سمعت ذالک من عمر انی احرّج علیک بیتی. فقال عمر لهشام - ادخل فقد اذنت لک - فدخل هشام فاخرج ام فروة اخت ابی بکر الی عمر فعلاها بالدرة فضربها ضربات نفرّق النوح حین سمعوا -

ترجمہ :- سعید بن المسیّب سے روایت ہے۔ اس نے کہا جب حضرت ابوبکرؓ فوت ہوئے تو عائشہؓ نے اس پر نوحہ گر عورتوں کو (نوحہ کرنے کے لئے) مقرر کیا۔ پس حضرت عمرؓ آئے یہاں تک کہ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور انہیں حضرت ابوبکرؓ پر رونے سے منع کیا۔ لیکن انہوں نے رونے سے باز آنے سے انکار کر دیا پس حضرت عمرؓ نے ہشام بن ولید سے کہا کہ گھر میں داخل ہو جا اور ابو قحافہ کی بیٹی حضرت ابوبکر کی بہن کو میرے پاس لے آ۔ جب جناب عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ کہتے سنا تو ہشام سے کہا۔ میں تمہیں گھر میں داخل ہونے سے روکتی ہوں۔ عمرؓ نے کہا۔ " داخل ہو جا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ پس ہشام گھر میں داخل ہوا اور حضرت ابوبکرؓ کی بہن ام فروہ کو باہر لے آیا۔ عمرؓ نے اس پر کوڑا اٹھایا اور چند ضربات لگائیں جب نوحہ گر عورتوں نے یہ کچھ سنا تو بکھر گئیں۔

جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بہن کا لحاظ نہ کیا اور اسے کوڑے مارے تو کیا بعید ہے کہ حضرت زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی نسبت بھی ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہو۔ کیا حافظ جی اس روایت کے متعلق بھی یہی کہیں گے کہ یہ شیعوں کی تراشیدہ ہے ؟

قولہٗ :- شیعہ حضرات اہل بیتؑ کی عزت و توقیر کو بھی قربان کر دیتے ہیں۔

اقول :- حافظ جی اگر کسی مظلوم پر ناروا ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر کرنا اس مظلوم کی عزت و وقار کو قربان کر دینا ہے تو پھر تو اہلسنت کے راویانِ احادیث و اخبار کی نوکِ قلم سے بیسیوں مقدس و محترم ہستیوں کی عزت و وقار قربان ہوئے۔ حافظ جی کے اس تجاہل کا کیا علاج ؟ ورنہ ایک سادہ عقل انسان بھی جانتا ہے کہ ان ناروا مظالم کا ذکر مظلوموں کی ہتک کا باعث نہیں بلکہ ان کی عظمت و استقلال کا ثبوت ہے کہ ایسے ناروا مظالم کے باوجود ان کے قدم جادۂ مستقیم سے نہیں ڈگمگائے۔ اپنی کتب کا مطالعہ کیجئے آپ کو حضور نبی کریمؐ ، زینب بنتِ نبیؐ ، حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت عمارؓ ، ان کے والد ، والدہ وغیرہم بیسیوں مسلمانوں پر عجیب عجیب ناروا مظالم ڈھائے جانے کا ذکر ملے گا (مشتے نمونہ از خروارے) :-

۱- حضورؐ پر ناروا مظالم :- بخاری - جلد ۱ - کتاب الصلواۃ - باب المرأة تطرح عن المصلی شیئاً من الاذیٰ :-

عمر بن میمون عن عبد اللہ قال بینما رسول اللہؐ قائم یصلی عند الکعبة وجمع قریش فی مجالسهم قال قائل منهم الا تنظرون الی هذا المرائی - ایکم یقوم الی جذور آل فلان

فیتعمد الی فرثها و دمها و سلاها فیجیئی به ثم یمهله حتی اذا سجد وضعه بین
کتفیه فانبعث اشقاهم فلما سجد رسول اللہ ص وضعه بین کتفیه و ثبت النبی ص
ساجدًا فضحکوا حتی مال بعضهم علی بعض۔ فانطلق منطلق الی فاطمۃ رض وهی جویریۃ
فاقبلت تسعی و ثبت النبی ص ساجدًا حتی القته عنه و اقبلت علیهم تسبهم۔

ترجمہ:۔ عبداللہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ اس وقت جبکہ نبی کریم ص کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور قریش اپنی مجالس میں جمع تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کیا تم اس ریاکار کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ تم میں سے کون ہے جو فلاں قبیلہ کے مذبح کی طرف جائے، وہاں پڑا ہوا گوبر، خون، اوجھڑی (تمام گندگی) لائے اور یہ شخص سجدے میں جائے تو اسے اس کے کندھوں کے درمیان (پشت پر) رکھے۔ پس ان میں سے ایک بدبخت ترین شخص آمادہ ہو گیا اور رسول اللہ ص سجدے میں تھے تو اسے حضور ص کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ نبی کریم ص اسی طرح سجدے میں رہ گئے (سجدے سے نہ اٹھ سکے) پس وہ (ملاعین) ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ کسی جانے والے نے جا کر جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو اطلاع دی جبکہ وہ ابھی چھوٹی بچی تھیں پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں۔ نبی کریم ص اسی طرح سجدے میں تھے یہاں تک کہ جناب فاطمہ ع نے اسے دور پھینکا اور ان ملاعین کو مخاطب کر کے لعنت ملامت کرنے لگیں۔

۲۔ جناب زینب ع بنت رسول اللہ ص پر ناروا ظلم:۔ البدایہ والنہایہ۔ فصل قدوم زینب ع بنت رسول اللہ ص مهاجرۃ من مکۃ الی المدینۃ۔ صفحہ ۳۳۰۔ (مطبوعہ دارالفکر عربی):۔

قدم الیها اخو زوجها کنانۃ بن الربیع بعیرًا فرکبته واخذ قوسه وکنانته ثم خرج بها نهارًا یقود بها وهی فی الهودج وتحدث بذلک رجال من قریش فخرجوا فی طلبها حتی ادرکوها بذی طوی۔ کان اول من سبق الیها هبار بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزی الفهری۔ فروعها بالرمح وهی فی الهودج وکانت حاملًا فیما یزعمون فطرحت

ترجمہ:۔ زینب بنت رسول اللہ ص کی مکہ سے مدینہ کو ہجرت کا بیان۔ آپ کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع ان کے پاس اونٹ لے کر آیا۔ آپ اس پر سوار ہوئیں۔ اس (کنانہ) نے اپنی کمان اور ترکش لی۔ اونٹ کی مہار پکڑے دن کو نکلا۔ جب وہ ہودج (کجاوہ) میں تھیں۔ قریش کے مردوں نے اس کے متعلق باہم گفت و شنید کی اور وہ ان (جناب زینب) کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ انہیں ذی طوی (پہاڑی) پر پا لیا۔ سب سے پہلے جو ان کی طرف بڑھا وہ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی فہری تھا۔ اس نے انہیں نیزہ سے خوفزدہ کیا اور وہ حاملہ تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا حمل گر گیا۔ (بقول حافظ کچا گر گیا)

۳۔ حضرت ابوبکر رض پر ناروا ظلم:۔ البدایہ والنہایہ۔ جلد ۳ فصل اول من اسلم۔ صفحہ ۳۰۔ مطبوعہ دارالفکر عربی۔

عن عائشۃ رض قالت لما اجتمع اصحاب النبی ص وکانوا ثمانیۃ و ثلاثین رجلًا۔ الح ابوبکر رض

علیٰ رسول اللہ ؐ فی الظهور فقال یا ابابکرؓ انا قلیل فلم یزل ابوبکرؓ یلحّ حتیٰ ظهر رسول اللہ ؐ و تفرق المسلمون فی نواحی المسجد کل رجل فی عشیرته ۔ وقام ابوبکرؓ فی الناس خطیباً و رسول اللہ ؐ جالس فکان اول خطیب دعا الی اللہ والی رسوله ؐ وثار المشرکون علی ابی بکر وعلی المسلمین فضربوا فی نواحی المسجد ضرباً شدیداً و وطی ابوبکرؓ وضرب ضرباً شدیداً و دنا منه الفاسق عتبة بن ربیعه فجعل یضربه بنعلین مخصوفتین بحرفهما لوجهه و نزا علی بطن ابی بکرؓ حتیٰ ما یعرف وجهه فی انفه ۔

ترجمہ :۔ جناب عائشہؓ سے روایت ہے ۔ انہوں نے فرمایا ۔ جب اصحاب نبی ؐ جمع ہوئے اور وہ تعداد میں ۳۸ مرد تھے تو ابوبکرؓ نے رسول اللہ ؐ سے ظاہر ہو جانے کے لئے اصرار بلیغ کیا ۔ حضورؐ نے فرمایا ۔ اے ابوبکرؓ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں ۔ لیکن ابوبکرؓ برابر اپنی بات پر اڑے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ؐ ظاہر ہو گئے مسلمان مسجد کعبہ کے اطراف میں پھیل گئے ۔ ہر شخص اپنے اپنے قبیلہ میں تھا ۔ ابوبکرؓ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے اٹھے اور رسول اللہ ؐ تشریف فرما تھے ۔ پس وہ (ابوبکرؓ) پہلے خطیب تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی طرف دعوت دی ۔ مشرک حضرت ابوبکرؓ پر اور مسلمانوں پر بھڑک اٹھے اور انہیں مسجد کے اطراف میں (ہر طرف) خوب مارا ۔ ابوبکرؓ کو پاؤں میں روندا اور خوب مارا ۔ عتبہ بن ربیعہ فاسق ان کے قریب ہوا اور ٹاکیاں لگی ہوئی دونوں جوتیوں کے کنارے ان کے چہرے پر مارنے لگا ۔ ان کے پیٹ پر چڑھ کر کودا ۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ کے چہرے اور ناک میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی ۔

۴ ۔ حضرت عثمانؓ پر ناروا ظلم :۔ صواعق محرقہ ۔ تتمہ (تطہیر الجنان) صفحہ ۷۶ :۔

فلما اخبرهم الاشتر بذالك دخل محمد بن ابی بکر فی ثلاثة عشر رجلا فاخذ بلحیته و هزها حتیٰ سُمع وقع اضراسه ثم قال ما اغنیٰ فلان و فلان فقال ارسل لحیتی یا ابن اخی ۔

ترجمہ :۔ جب اشتر نے انہیں اس امر کی اطلاع دی تو محمد بن ابوبکر تیرہ مردوں کے ساتھ داخل ہوا ۔ اس حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی کو پکڑا اور جھنجھوڑا یہاں تک کہ دانتوں کے ایک دوسرے پر لگنے کی آواز سنائی دی اور پھر کہا ۔ فلاں فلاں نے تمہیں نہ بچایا ۔ (حضرت عثمان رضی) کہا بھتیجے میری داڑھی چھوڑ دے ۔

۵ ۔ عمار یاسرؓ اور اس کے والدین پر ظلم :۔

معارج النبوۃ رکن سوم ۔ فصل پنجم ۔ ذکر اضرار مشرکان ۔ واقعہ دہم صفحہ ۳۵ :۔

نقلست کہ روسائے بنی مخزوم عمار یاسر و پدر و مادر او را کہ سمیہؓ نام داشت تعذیب مے نمودند ..... آوردہ اند کہ سمیہؓ مادر عمارؓ را مشرکان درمیان دو شتر بستہ بودند گویند ابوجہل حربہ بر قبل او بزد و او را بکشت ۔

ترجمہ :۔ بنی مخزوم کے رئیس عمار یاسر اور اس کے باپ اور ماں کو عذاب دیتے تھے ..... اور بیان

کیا گیا کہ مشرکوں نے عمار کی ماں سمیہ رضہ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے اس کی شرمگاہ پر نیزہ مار کر اسے شہید کر دیا تھا۔

سوال ۵۹ :- کیا شیعہ کے بیشتر ائمہ باندیوں کی اولاد ہیں؟ ذرا نمونہ ملاحظہ ہو :-

۱۔ حضرت زین العابدین، شہربانو ایرانی باندی کے بطن سے تھے۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۹۷)

۲۔ موسیٰ کاظم کی ماں باندی تھی اس کا نام حمیدہ بربریہ یا اندلسیہ تھا (" صفحہ ۵۴۳)

۳۔ علی بن موسیٰ رضا کی ماں باندی تھی جس کا نام تکتم یا اروی تھا۔ (" ۵۴۳)

۴۔ امام تقی کی ماں باندی تھی اس کا نام سکینہ یا خیزران و ریحانہ تھا (" ۵۶۰)

۵۔ امام علی نقی کی ماں باندی تھی جس کا نام سمانہ مغربیہ تھا۔ (" ۵۷۴)

۶۔ امام حسن عسکری کی ماں باندی تھی جس کا نام حدیث یا سلیل تھا۔ (" ۵۷۴)

۷۔ لونڈیوں کی منڈی میں ایک باندی کہتی تھی۔ ہائے میری عفت کا پردہ چاک کر دیا گیا۔ حضرت حسن عسکری کے خادم اسے خرید لائے۔ آپ غائبانہ اس کی تعریف کر رہے تھے۔ امام کی بہن حکیمہ خاتون نے اسے گود میں لیا۔ اسے اسلام اور واجباتِ شرع سکھائے (کیونکہ یہ پہلے مجوسیہ اور مشرکہ تھیں۔ اہلسنت کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئی) یہ امام حسن عسکری کی بیوی اور امام المنتظر کی ماں ہیں۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۸۲-۵۸۳)

فرمایئے کیا سادات کی مستورات ختم ہو گئی تھیں یا ان کا حسن و جمال نہ تھا۔ یا اماموں نے باندیوں سے گھر کو رونق دے کر امام زادے جنوائے اور ان کے نسب میں دنیوی داغ لگایا؟

یا کیا شیعوں نے اپنے اصلی آباء ایرانیوں کو ائمہ کا نانا ثابت کرنے کے لئے یہ حربے کھیلے اور نبی کریمؐ سے ننھیالی رشتہ کاٹ کر دم لیا۔ (سبحان اللہ)

جواب :- **قولہ** :- کیا شیعہ کے بیشتر امام باندیوں کی اولاد ہیں؟

اقول :- جی نہیں۔ ان مذکورہ ائمہ علیہم السلام کی والدات محترمات تمام ملوک و امراء و شرفاء کی اولاد تھیں جو گردشِ زمانہ سے قید ہو کر کے باندیاں بنائی گئیں اور ائمہ علیہم السلام نے انہیں آزاد کیا۔ دین و معرفتِ اسلام کا پابند بنایا اور پھر ان سے نکاح کیا۔ یہ درمیان میں کچھ عرصہ ان کا باندیوں کی صورت میں رہنا ان کے شرفِ حسب و نسب کو داغدار نہیں کر سکتا۔ جس طرح حضرت لقمانؑ اور حضرت یوسفؑ کا کچھ عرصہ غلام بنایا جانا ان کے شرف و فضل میں کسی نقص کا باعث نہیں ہو سکتا۔

حافظ جی! مندرجہ ذیل احادیث کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ یوں غلام یا باندی بنایا جانا شرافتِ نسبی و حسبی کو داغدار نہیں کرتا۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۳۔ کتاب الفضائل ذکر صفیہ بنت حیی۔ صفحہ ۳۵۸ :-

عن انس قال بلغ صفية رضہ ان حفصة رضہ قالت انها بنت يهودی۔ فبكت فدخل

علیھا النبیؐ قال ما یبکیک قالت قالت حفصۃ انت بنت یھودی - فقال النبیؐ انک لابنۃ نبی و انک عمک نبی وانک تحت نبی فیم تفخر علیک -

ترجمہ :- انس سے روایت ہے کہ صفیہؓ کو اطلاع ملی کہ حفصہؓ نے کہا ہے کہ وہ یہودن ہے - پس (صفیہؓ) رونے لگیں - حضور نبی کریمؐ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا - تمہیں کس امر نے رلایا - اس نے کہا کہ حفصہؓ نے کہا ہے کہ تو یہودن ہے - نبی کریمؐ نے فرمایا - تو تو نبی کی بیٹی ، نبی کی بھتیجی اور نبی کی بیوی ہو - حفصہؓ تم پر کس بات کا فخر کرتی ہے -

دیکھا حافظ جی ! نبی کریمؐ حضرت عمرؓ جیسی شخصیت کی بیٹی (حفصہؓ) کو صفیہؓ پر (جو یہودن تھی باندی تھی پھر اسلام لائیں اور نبی کریمؐ کی زوجہ ہوئیں) فضیلت نہیں دے رہے - صفیہؓ کے باندی ہونے کو شرف کے قادح تصور نہیں فرماتے - حضور نبی کریمؐ کے یہ ارشادات آپ کی نگاہوں سے یقیناً اوجھل نہیں لیکن ان سے آنکھیں بند کر لینے پر مجبور ہیں کیونکہ آپ کو اپنے ائمہ بنی امیہ سے یہی تعلیم ملی ہے - آپ کے ساتویں امام عبدالملک نے میرے آقا میرے چوتھے امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام پر یہی اعتراض کیا :

تذکرۃ الخواص - ذکر الحسینؑ صفحہ ۲۸۷ :-

ثم اعتق زین العابدینؑ جاریۃ فتزوجھا فعابہ عبد الملک بن مروان فکتب الیہ زین العابدینؑ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اعتق رسول اللہؐ جویریۃ و صفیۃ تزوجھما -

ترجمہ :- پھر زین العابدینؑ نے اپنی ایک باندی کو آزاد کیا - پھر اس سے نکاح کیا تو عبدالملک بن مروان نے آپ پر عیب لگایا - پس زین العابدینؑ نے اس کی طرف لکھ بھیجا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) تمہارے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں اور رسول اللہؐ نے اپنی باندیوں جویریہ اور صفیہ کو آزاد فرمایا اور پھر انہیں اپنی زوجیت میں لیا -

قولہ :- فرمائیے کیا سادات کی مستورات ..... باندیوں سے گھر کو رونق دی -

اقول :- جی بلاشک سادات کی مستورات ختم بھی نہیں ہوگئی تھیں - ان میں حسن و جمال بھی تھا لیکن چونکہ امام متبعین کے لئے نمونہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کا ہر عمل ایسے طرز و طریق کے ماتحت ہوتا تھا جو شرعاً احسن و افضل ہو چونکہ شرع اسلام میں لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنا ایک آزاد عورت سے نکاح کرنے سے افضل و احسن ہے اس لئے ان ائمہ ہدیٰؑ نے باندیوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح کئے -

۱- مسلم مع نووی (نولکشور) کتاب النکاح - باب فضیلت اعتاق امۃ ثم یتزوجھا - صفحہ ۴۶۰ -

۲- ابو داؤد - کتاب النکاح - باب فی الرجل یعتق امۃ ثم یتزوجھا - حدیث ۲۸۵ -

حدثنا یحییٰ ..... عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہؐ فی الذی یعتق جاریۃ ثم یتزوجھا لہ اجران -

ترجمہ :- ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اس سے نکاح کر لیا کہ اس کے لئے دو اجر ہیں (دوہرا ثواب ہے)

۲- بخاری۔ جلد ۲۔ کتاب العتق۔ باب فضل من ادّب الجاریۃ۔ حدیث ۲۷، ۳۰ :-

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہؐ من کانت لہٗ جاریۃ فعالھا فاحسن الیھا ثم اعتقھا وتزوّجھا کان لہٗ اجران۔

ترجمہ :- ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس کے ہاں ایک باندی ہو۔ پس وہ اس کی بہترین طور پر پرورش کر کے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

قولہٗ :- باندیوں سے رونق دے کر ..... نسب میں دنیوی داغ لگایا۔

اقول :- حافظ جی! کاش شیعوں کے خلاف غیض و غضب کی آگ نے آپ کی عقل کو معطل نہ کیا ہوتا۔ کچھ سمجھ بھی رہے ہو کہ اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے۔

۱- حضرت اسمٰعیل علیہ السلام (سرور کائنات آپ کے جد اعلیٰ) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جن کی والدہ محترمہ مکرمہ جناب ہاجرہؑ، جناب سارہؑ کی آزاد کردہ لونڈی یا باندی تھیں۔

۲- حضرت رسول اللہؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ کے متعلق کیا خیال ہے جن کی والدہ محترمہ مکرمہ حضرت ماریہ قبطیہ باندی (آزاد نا کردہ) تھیں .....

حافظ جی! آپ سے خدا سمجھے۔ افوّض امری الی اللہ تعالیٰ۔

حافظ جی! آپ نے اپنے سوالات کی بنیاد اصول و احکام اسلام پر نہیں رکھی بلکہ اپنے میلانِ طبعی، اپنے ماحول، اپنے رسم و رواج کو بنیاد بنایا ہے۔ لہٰذا باندیوں کی اولاد کے نسب میں آپ کو دنیوی داغ دکھائی دیئے۔ آپ کے نزدیک غلام اور باندیاں عیاذاً باللہ ذلیل ترین مخلوق ہے۔ ورنہ حضور نبی کریمؐ کے ارشادات کے مطابق ایک دیندار با معرفت پابند اسلام غلام کا درجہ ایک دیندار پابند اسلام آزاد سے کہیں بلند ہے۔

۱- بخاری۔ جلد ۱۔ کتاب العلم۔ صفحہ۔

ابو بوردہ عن ابیہ قال رسول اللہؐ ثلاثۃ لہٗ اجران رجل من اھل الکتاب اٰمن بنبیّہ واٰمن بمحمدؐ والعبد المملوک ادّیٰ حق اللہ وحق موالیہ ورجل کانت عندہٗ امۃ فادّبھا وعلّمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوّجھا فلہ اجران۔

ترجمہ :- ابوبردہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے دوہرا اجر ہے۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب سے ہو اور وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور حضرت محمدؐ پر بھی ایمان لایا۔ اور (دوسرے) غلام مملوک جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کیا اور اپنے آقاؤں کے حقوق کو بھی ادا کیا اور (تیسرے) وہ شخص جس کے پاس ایک باندی تھی اس نے اسے اخلاق سکھایا (دین کی) تعلیم دی اور اچھی طرح تعلیم دی پھر

اسے آزاد کیا اور اس سے نکاح کیا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

۲۔ بخاری۔ جلد۳۔ کتاب العتق باب العبد اذا احسن عبادۃ ربہ۔ حدیث ۳۱ :۔

قال ابوھریرۃ قال رسول اللہؐ للعبد المملوک الصالح اجران والذی نفسی بیدہ لولا الجہاد فی سبیل اللہ والحج و برّ امی لا حببت ان اموت وانا مملوک۔

ترجمہ :۔ ابوہریرۃ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مملوک صالح غلام کے لئے دو اجر ہیں (دوہرا ثواب ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر فی سبیل اللہ جہاد، حج اور والدہ سے احسان (صرف آزاد مردوں کے لئے نہ ہوتا) تو میں پسند کرتا کہ دوسروں کا غلام ہونے کی حالت میں مروں۔

دیکھا حافظ جی! ایک صالح غلام یا باندی کے مرتبہ کو حضورؐ غلام ہونے کی صورت میں مرنے کی تمنّا کرتے ہیں بشرطیکہ جہاد، حج اور والدین سے احسان کی عبادتیں بھی غلام کو میسر ہوتیں۔ آزاد کی یہ عبادتیں آزاد کے ثواب کی اس کمی کو پورا کر دیتی ہیں جو غلام کے ثواب کے مقابلے میں اس کے لئے ہے۔

سوال نمبر ۶۰ :۔ شہادت تو غیر اختیاری چیز ہے اور اللہ کے قبضے میں ہے۔ خود زہر کھا کر مصنوعی شہادت بنانا کیا خودکشی اور حرام نہیں۔ پھر ائمہ جان بوجھ کر کیوں زہر کھاتے تھے؟ ملاحظہ ہو :۔

۱۔ حضرت حسن کی زہر خورانی کا قصہ بھی اسی مصنوعی شہادت کے لئے اختراع کیا گیا ہے (مؤلف)

۲۔ امام موسیٰ بن جعفر کے سامنے جب زہریلا کھانا رکھا گیا تو جانتے ہوئے یہ دعا کی۔ اے اللہ اگر آج سے پہلے میں یہی کھانا کھاتا تو اپنی ہلاکت میں معین (خودکشی کا مرتکب) ہوتا۔ آج میں یہ کھانا کھانے میں مجبور و معذور ہوں۔ جب وہ کھانا کھایا تو زہر سے بخار ہوا اور انتقال فرما گئے۔ (جلاء العیون)

۳۔ حضرت موسیٰ کاظم نے زہر آلود کھجوریں کھائیں۔ خادم نے کہا۔ اور کھائیں۔ حضرت نے فرمایا۔ جو کچھ میں نے کھایا اس سے تیرا مطلب پورا ہو جائے گا۔ زیادہ کی حاجت نہیں۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۳۴)

۴۔ حضرت علی نقی کو ان کی بیوی ام الفضل نے زہریلے انگور دیئے۔ آپ نے جب وہ کھائے اور حالت غیر ہوئی وہ رونے لگیں تو فرمایا۔ ملعونہ ابھی تو نے مجھے مارا ہے اور اب روتی ہے۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۶۵)

۵۔ مامون الرشید نے امام رضا سے اصرار کیا کہ میرے سامنے یہ انار کھائیں۔ اس کے اصرار و جبر سے آپ نے چند دانے کھائیں۔ ایک رات گزار کر صبح ریاض رضوان میں انتقال کر گئے۔ (جلاء العیون)

۶۔ حضرت حسن عسکری نے زہر کھا کر (وفات پائی) (جلاء العیون صفحہ ۵۷۶)

واضح رہے کہ اصول کافی کی تصریح کے مطابق امام اپنے اختیار سے مرتا جیتا ہے۔ عالم الغیب اور کھانے کی ماہیت سے واقف ہوتا ہے۔ دھوکہ سے اسے کوئی زہر نہیں کھلا سکتا۔ کیا شیعہ نے مصنوعی شہادت ظاہر کرنے کے لئے ان ائمہ پر خودکشی کے الزامات نہیں لگائے؟

جواب :۔ قولہ :۔ واضح رہے اصول کافی کی تصریح ..... نہیں لگائے۔

کے وارث ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے جتنے علم پر چاہا اسے مطلع کیا۔ پس ہم نے جان لیا جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا۔

دیکھیئے امام علیہ السلام نے اپنے مخاطب کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم عالم الغیب ہیں بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو غیب سے مطلع فرمایا اور ہم نے وہ علم وراثت میں پایا۔

قولہٗ :۔ کھانے کی ماہیت سے ..... زہر نہیں دے سکتا۔

اقول :۔ بلاشک انبیاء، رسل اور ائمہ علیہم السلام کھانے کی ماہیت کو جان سکتے ہیں لیکن یہ ماہیت ہمہ وقت ان کے پیش نظر نہیں ہوتی۔ چونکہ ان کا علم علم ذاتی اور حضوری نہیں بلکہ علم مستفاض ہے۔ اس لئے جبتک کسی چیز کی ماہیت کو جاننے کی طرف متوجہ نہ ہوں اس کی ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں لیکن جب جاننا چاہتے ہیں تو جان لیتے ہیں۔

کافی۔ جلد ۱۔ کتاب الحجۃ۔ باب ان الائمۃ ؑ اذا شاء ان یعلموا علموا۔ صفحہ :۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا اراد الامام ان یعلم شیئاً اعلمہ اللہ ذالک۔

ترجمہ :۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام کسی شے کے جاننے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا علم عطا کر دیتا ہے۔

یہاں ایک اور امر کی طرف بھی قارئین کرام کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ :۔

تمام اہل اسلام کے علماء سے دریافت کیجئے کہ اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کہے کہ یا تو یہ زہر کا پیالہ پی لو یا پھر تلوار سے قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ تو اس دوسرے شخص کو کیا کرنا چاہیئے؟ سب علماء کا جواب یہی ہوگا کہ ایسی صورت میں اسے زہر کا پیالہ پی لینا چاہیئے کیونکہ عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ : اِذَا بُلِیتَ ببلیتین فاخترا ھونھما۔ جب دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ (جن میں ایک کا اختیار کرنا لازمی ہو جائے) تو ان دو میں سے آسان کو اختیار کرو۔ چونکہ زہر کا پیالہ پینے سے پھر بھی کچھ بچ جانے کی امید کی جا سکتی ہے لیکن دوسری طرف تلوار سے قتل ہونا یقینی ہے لہٰذا زہر پی جائے اور قتل سے گریز کرے۔

اب اہلسنت کی کتب حدیث میں مندرج ذیل کی احادیث پر غور فرمایئے :۔

۱۔ سیرۃ النبیؐ۔ ابن ہشام۔ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات۔ الازہریہ۔ قاہرہ۔ جلد ۳۔ فتح خیبر۔ قصۃ الشاۃ المسمومۃ۔ صفحہ ۲

فلما اطمأن رسول اللہؐ اھدت لہ زینب بنت الحارث امرأۃ سلام بن مشکم شاۃ مصلیۃ وقد سألت ای عضو من الشاۃ احب الی رسول اللہؐ فقیل لھا الذراع فاکثرت فیہ السم ثم سمت سائر الشاۃ ثم جاءت بھا فلما وضعتھا بین یدی رسول اللہؐ تناول الذراع فلاک منھا مضغۃ فلم یسغہ ومعہ بشیر بن البراء بن معرور قد اخذ منھا کما اخذ رسول اللہؐ فاما بشیر فاساغھا واما رسول اللہؐ فلفظھا ثم قال ان ھذا العظم لیخبرنی انہ مسموم۔ قال ابن اسحاق وحدثنی مروان بن عثمان بن ابی سعید بن المعلیٰ قال کان رسول اللہؐ قد قال فی مرضہ الذی توفی فیہ ودخلت ام بشیر بنت البراء بن معرور تعودہ "یا ام بشیر ان ھذا الا ان وجدت انقطاع ابھری (عرق یخرج من القلب) من الاکلۃ التی اکلت مع اخیک بخیبر" فان

نوٹ :- گو حافظ جی کے سوال میں یہ عبارت سوال کے آخر میں ہے لیکن چونکہ حافظ کے اس سوال کا دارومدار
اسی نظریہ پر ہے لہٰذا پہلے اسی پر بحث کرتا ہوں۔

قولہٗ :- امام اپنے اختیار سے جیتا مرتا ہے۔

اقول :- اصول کافی میں یہ الفاظ کہیں مندرج نہیں۔ البتہ چند روایات سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوقت شہادت امامؑ کو یہ اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو اس کو ابھی دنیا میں رہنے کی اور مہلت دی جائے اور چاہے تو رفیقِ اعلیٰ کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اہلسنت کی کتب احادیث کے مطابق حضور نبی کریمؐ کو اختیار دیا گیا (اور ائمہ حضورؐ کے حقیقی جانشین اور وارثِ صفاتِ محمدی ہیں)

تیسیر الوصول۔ جلد ۳۔ کتاب الفضائل۔ الباب الثالث۔ الفصل الثانی۔ الفرع الثانی۔ صفحہ ۲۳۱ :-

عن ابی سعید قال خطب رسول اللہؐ الناس فقال ان اللہ خیّر عبداً بین الدنیا وبین ما عنده فاختار ما عنده فبکی ابوبکر فعجبنا لبکائه علیٰ ان یخبرؐ عن عبد خیّر فکانؐ هو مخیّراً وکان ابوبکرؓ اعلم

ترجمہ :- ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا درمیان دنیا کے اور اس کے جو اس (عزوجل) کے پاس ہے۔ پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اس (عزوجل) کے پاس ہے۔ پس ابوبکرؓ رونے لگے۔ ہمیں ابوبکرؓ کی اس بات پر کہ " اللہ نے ایک بندے کو اخ
دیا " رونے پر تعجب ہوا۔

پس وہ تو حضورؐ) وہ بندے تھے جنہیں اختیار دیا گیا اور ابوبکرؓ ہی ہم سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔

۲۔ مسلم۔ جلد ٦ (مترجم وحید الزمان مع مختصر شرح نووی) کتاب الفضائل باب فضائل عائشہؓ ام المومنین:

عن عائشةؓ زوج النبیؐ قالت کان رسول اللہؐ یقول وهو صحیح انه لم یقبض نبی قط ح
یری مقعده فی الجنة ثم یخیّر قالت عائشة فلما نزل برسول اللہؐ وراسه علیٰ فخذی غشی عل
ساعة ثم افاق فاشخص بصره الی السقف ثم قال اللهم الرفیق الاعلیٰ۔ قالت عائشةؓ قلت اذ
لا یختارنا وقالت عائشةؓ عرفت الحدیث الذی کان یحدثنا به وهو صحیح انه لم یقبض نبی قط ح
یری مقعده من الجنة ثم یخیّر۔ قالت عائشةؓ فکانت تلك اخر کلمة تکلم بها رسول اللہؐ اللهم
الرفیق الاعلیٰ۔

ترجمہ :- جناب عائشہؓ نبی کریمؐ کی بیوی سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے جبکہ ابھی آپ تندرست تھے کہ کوئی اللہ کا نبی فوت نہیں ہوا مگر یہ کہ وہ اپنا مقام جنت میں دیکھ چکتا ہے اور پھر اسے (مرنے یا دنیا میں رہنے کا) اختیار دیا جاتا ہے۔ عائشہؓ نے کہا۔ جب رسول اللہؐ پر وفات کا وقت آیا درآنحالیکہ آپ کا سر مبارک میرے زانو پر تھا تو حضورؐ پر ایک گھڑی غشی طاری رہی۔ پھر آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے اپنی نگاہ چھت پر گاڑ دی اور فرمایا۔ " یا اللہ ، رفیقِ اعلیٰ " عائشہؓ نے کہا میں نے کہا کہ اب حضورؐ ہم لوگوں کو اختی

نہ کریں گے اور میں جان گئی کہ وہ حدیث جو حضورؐ اپنی تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے صحیح ہے کہ کسی نبی کی روح قبض نہیں کی گئی مگر یہ کہ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتا ہے اور پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ عائشہؓ نے کہا۔ یہ ہے وہ آخری کلام جو حضورؐ نے فرمایا۔" اے اللہ! اے رفیق اعلیٰ!"

اس دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اختیار صرف حضورؐ کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی کو عطا ہوا۔

کنز العمال۔ جلد ۱۱۔ کتاب الفضائل۔ باب فضائل انبیاء ۳۲۲۴۳۔

ما من نبی یمرض الا خیر بین الدنیا والاخرۃ۔

ترجمہ:۔ کوئی نبی بیمار نہیں ہوا مگر یہ کہ اسے دنیا میں اور آخرت میں اختیار دیا گیا۔

اور یہی وہ اختیار ہے جس کے ائمہ علیہم السلام کو حاصل ہونے کے شیعہ قائل ہیں نہ بقول حافظ کے یہ کہ "اپنے اختیار سے مرتے جیتے ہیں"۔

قولہٗ :۔ (امام) عالم الغیب دکھانے کی ماہیت سے واقف ہوتا ہے۔

اقول :۔ شیعہ ہرگز اس امر کے قائل نہیں کہ ائمہؑ عالم غیب ہیں۔ ہاں! ان کے مطلع علی الغیب (یعنی اللہ تعالیٰ انہیں غیب سے مطلع کرتا ہے) کے قائل ہیں :۔

اصول کافی۔ جلد ۱۔ کتاب الحجۃ باب نادر فیہ ذکر الغیب۔ صفحہ ۲۵۷ :۔

عن عمار الساباطی سألت ابا عبد اللہؑ عن الامام یعلم الغیب فقال لا ولکن اذا اراد ان یعلم الشئ اعلمہ اللہ ذالک۔

ترجمہ:۔ عمار ساباطی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے امام کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ علم غیب جانتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن جب وہ کسی امر (غیب) کو جاننے کا ارادہ کرے تو اللہ اسے یہ امر جتلا دیتا ہے۔

بحار الانوار۔ جلد ۷۔ طبع تہران۔ صفحہ ۱۹۹ :۔

انما (ان انا) اخبرتک انک ستبلی فی ھذہ الایام بدم ذی رحم لک کنت مصدقاً۔ قال لا۔ فان الغیب لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ۔ قال علیہ السلام اولیس اللہ یقول "عالم الغیب لا یعلمہ الا اللہ۔ فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول"۔ فرسول اللہؐ مرتضی ونحن ورثۃ ذالک الرسول الذی اطلعہ اللہ علی الغیب علی ما یشاء۔ فعلمنا ما کان وما یکون۔

ترجمہ:۔ راوی سے روایت ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ اگر تجھ سے کہوں کہ تو ان دنوں اپنے ایک رشتہ دار کے قتل ہو جانے سے آزمایا جائے گا تو کیا تو اس کی تصدیق کرے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ کیونکہ علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ امامؑ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اپنے علم غیب سے کسی کو واقف نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے وہ پسند کرے۔ پس رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ کے وہ پسندیدہ رسولؐ ہیں اور ہم اس رسولؐ

کان المسلمون لیرون ان رسول اللہ ؐ مات شھیدًا فاکرمہ اللہ بہ مع النبوۃ۔

ترجمہ:- جب رسول اللہ ؐ (خیبر والوں کی طرف سے) مطمئن ہوگئے تو زینب بنت حارث، سلام بن مشکم کی بیوی نے بھونی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی۔ وہ پوچھ چکی تھی کہ بکری کا کونسا عضو رسول اللہ ؐ کو زیادہ پسند ہے۔ پس اسے بتایا گیا "بازو" پس اس نے اسے خوب زہر آلود کیا پھر باقی بکری کو بھی زہر آلود کیا۔ پھر اسے لے آئی۔ جب اسے رسول اللہ ؐ کے سامنے رکھا تو رسول اللہ ؐ نے بازو کو لیا اور اس میں سے ایک لقمہ چبایا۔ آپ ؐ کو گوارا (پسند) نہ آیا۔ (آپؐ نے اسے نہیں نگلا) بشیر بن براء بن معرور آپؐ کے ساتھ (کھانے میں شریک) تھا۔ اس نے بھی ایک لقمہ لیا جیسا کہ حضور ؐ نے لیا تھا اور اسے کھا گیا لیکن رسول اللہ ؐ نے (لقمہ) تھوک دیا۔ اور پھر آپؐ نے فرمایا۔ یہ ہڈی مجھے خبر دے رہی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھے مروان بن عثمان نے بیان کیا کہ رسول اللہ ؐ اپنی اس مرض میں جس سے آپؐ فوت ہوئے فرماتے تھے جبکہ ام البشر براء بن معرور کی بیٹی (بشیر بن براء کی بہن) آپؐ کی عیادت کے لئے آئی۔ کہ اے ام بشر یہ نہیں ہے مگر یہ کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے دل کی رگ (ابہر) اس لقمے کی وجہ سے کٹ رہی ہے جو میں نے تیرے بھائی کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا۔ پس بلاشک مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ شہید ہوکر فوت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبوت کے ساتھ شہادت سے بھی شرف بخشا۔

۲- بخاری جلد ۲ کتاب المغازی- باب مرض النبی ؐ و قول اللہ تعالیٰ "انک میت وانھم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون"۔

قال یونس الزھری قال عروۃ قالت عائشۃ رضؓ کان النبی ؐ یقول فی مرضہ التی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان وجدت انقطاع ابھری من ذالک السم۔

(ترجمہ) جناب عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ؐ اس مرض کے دوران جس سے فوت ہوئے برابر یہ فرماتے تھے کہ اے عائشہ میں ہمیشہ اس کھانے (سے پیدا ہونے والی) تکلیف کو محسوس کرتا رہا ہوں اور اب ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرے دل کی رگ (ابہر) اس زہر کی وجہ سے کٹ گئی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث پر غور کرنے سے ہم ان نتائج پر پہنچتے ہیں:-

۱- حضور ؐ کو حیات و موت کا اختیار دیا گیا تھا!
۲- پھر بھی حضور ؐ زہر سے شہید ہوئے۔
۳- حضور ؐ خیبریوں کی طرف سے مطمئن تھے کہ غداری نہیں کریں گے لہٰذا کھانے کی ماہیت معلوم کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو کھانے کی ماہیت سے بے خبر تھے۔
۴- جب لقمہ سے چکھے تو کھانے کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوئے اور فوراً فرمایا کہ یہ ہڈی (بکری کا بازو) زہر آلود ہے۔

قولہ:- کیا شیعہ نے ..... ائمہ پر خودکشی کے الزام نہیں لگائے۔

اقول:- جی نہیں۔ نہ مصنوعی شہادت تھی نہ شیعہ نے الزامات لگائے بلکہ روایات میں صراحت موجود ہے کہ جو ائمہ زہر خورانی سے شہید ہوئے ان کی اس زہر خوری کی وجہ ان دو امور میں سے ایک تھی:-

۱۔ وہ زہر کسی ایسی شخصیت نے پیش کیا جس کی طرف سے اطمینان اور اعتماد تھا کہ یہ ایسے گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا پس نہ اس کھانے یا پینے کی چیز کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوئے نہ اس کی ماہیت سے آگاہ تھے۔ یا

۲۔ اس زہر کے کھالینے یا پی لینے سے گریز فرماتے تو خلیفۂ وقت کی حکم عدولی یا خلیفہ پر بدگمانی کے الزام میں قتل کئے جانے کا خوف تھا۔

نوٹ:۔ اب آیئے سوال کی ابتداء سے بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوں۔

قولہٗ:۔ شہادت تو غیر اختیاری چیز ہے ..... خودکشی اور حرام نہیں۔

اقول:۔ بلاشک موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے لیکن موت وحیات میں سے کسی ایک کا انتخاب انسان کے اختیار میں ہے۔ انبیاء و ائمہ کے بارے میں جہاں "اختیار بین الموۃ والحیاۃ" کے لفظ وارد ہوئے ہیں ان سے مراد یہی "انتخاب بین الحیاۃ والموۃ" ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں یا نصرت دین اللہ میں موت کا انتخاب خودکشی نہیں بلکہ افضل ترین شہادت ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں بالتفصیل مذکور قصہ کی طرف اشارہ ہی کافی ہے کہ جب ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ سے فرمایا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ تمہیں ذبح کروں تو حضرت اسمٰعیلؑ نے فوراً اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دی۔ کیا عیاذاً باللہ حافظ جی اسے حضرت اسمٰعیلؑ کا خودکشی کے لئے آمادہ ہوجانا کہیں گے۔

۲۔ تیسیر الوصول۔ جلد ا۔ کتاب الجہاد۔ الفصل الثانی فی فضل الشھادۃ۔ صفحہ ۲۱۹۔

عن یحییٰ بن سعید ان رسول اللہؐ رغب فی الجھاد وذکر الجنۃ و رجل من الانصار یاکل تمرات فی یدہ فقال انی لحریص علی الدنیا ان جلست حتی افرغ فرمی ما فی یدہ وحمل بسیفہ نقاتل حتی قتل۔

(ترجمہ) یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے جہاد کے لئے ترغیب دی اور جنت کا ذکر کیا درانحالیکہ انصار میں سے ایک شخص ہاتھ میں کھجوریں لئے کھا رہا تھا۔ پس اس نے کہا یہ تو یقیناً میرا دنیا کا حریص ہونا ہوگا اگر اس وقت تک بیٹھا رہوں کہ جب (ان کے کھانے سے) فارغ ہولوں۔ پس اس نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں تھا پھینک دیا اپنی تلوار اٹھائی (یا اپنی تلوار سے حملہ کیا) اور جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ قتل ہوگیا (شہید ہوا)۔

کیا حافظ جی اسے خودکشی کہیں گے یا افضل ترین شہادت۔

قولہٗ:۔ پھر ائمہ کیوں جان بوجھ کر زہر کھاتے تھے۔

اقول:۔ کسی امامؑ نے جان بوجھ کر یا بخوشی زہر نہیں کھایا۔ زہر یا تو ایسے شخص کے ہاتھ سے کھایا جس پر اعتماد وحسن ظن تھا۔ ماکول یا مشروب کی ماہیت معلوم کئے بغیر بے خبری میں کھایا یا ایسی صورت میں کھایا کہ نہ کھانے کی صورت میں تلوار سے شہید کئے جانے کا یقین تھا۔ حافظ جی جان بوجھ کر زہر کھانے کی مثال دیکھنا چاہیں تو وہ یہ ہے:۔

روضۃ الاحباب۔ ذکر وقائع سال خلافت ابی بکر۔ صفحہ ۵۰۔ مطبوعہ مطبع منشی محمد بہادر امین آباد ۱۲۹۷ھ۔

عبدالمسیح (قاصد شاہ روم) قدرے زہر یک ساعت در کاغذ پیچیدہ بود۔ خالد پرسید کہ ایں چیست؟ گفت سم یک ساعتہ۔ گفت برائے چہ آوردی؟ جواب داد۔ برائے آنکہ اگر سخن من در حق اہل دیارمن قبول نیفتد زہر را بیا شامم و ذل و خواری بقوم خود نبرم کہ عمر خود گذرانیدہ ام۔ خالد آن زہر را از وے گرفت و گفت بسم اللّٰہ وخیر الاسماء للّٰہ ..... و چوں شکر بنوشید فی الحال ویرا غشی پدید آمد و لعد ازاں عرق بروے نشست و آنگاہ برخواست و ہیچ آسیب بوے نرسید۔

(ترجمہ) عبدالمسیح (قاصد شاہ روم) کچھ ایک گھڑی میں ختم کر دینے والی زہر کاغذ میں لپٹی ہوئی لئے ہوئے تھا۔ خالد نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا۔ ایک گھڑی میں ختم کر دینے والا زہر۔ خالد نے پوچھا۔ یہ کس لئے لایا تھا؟ اس نے جواب دیا۔ اس لئے کہ اگر میرے ملک کے لوگوں کے حق میں میری بات نہ مانی جائے تو اسے پی لوں اور اپنی قوم کے لئے ذلت و خواری نہ لے جاؤں، کیونکہ میں اپنی عمر ختم کر چکا ہوں۔ خالد نے وہ زہر اس سے لے لیا اور کہا بسم اللّٰہ وخیر الاسماء للّٰہ ... اور کھانڈ کی طرح اسے پی گیا۔ فوراً ہی اسے غشی طاری ہوئی پھر پسینہ آیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے کچھ گزند نہ پہنچا۔

کیوں حافظ جی، خالدؓ کے اس فعل کو کیا نام دیں گے۔ کیا یہ خودکشی کا ارتکاب نہیں؟ اگر حافظ جی کہیں کہ یہ خودکشی نہیں کیونکہ خالد کو اپنی قوتِ ایمانی پر بھروسہ تھا اور یقین تھا کہ یہ زہر اثر نہیں کرے گا تو میں عرض کروں گا کہ عیاذاً باللّٰہ کیا انبیاءؑ و ائمہ معصومین علیہم السلام کو خالدؓ کے برابر بھی قوت ایمانی حاصل نہ تھی۔

قولہٗ :۔ حضرت حسنؓ کی زہر خورانی ..... اختراع کیا گیا ہے۔

اقول :۔ حیران ہوں کہ حافظ جی کے اس طرح دن کو رات کہنے کا کیا جواب دوں۔ تاریخ و اخبار کی ہر کتاب میں امام حسنؑ کی زہر خورانی کا ذکر ہے۔ پھر بھی حافظ جی اسے شیعوں کی اختراع قرار دے رہے ہیں۔ اہلسنت کے ہر محدث و ہر مورخ نے امام حسن علیہ السلام کے زہر سے شہید ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے زہر خورانی سے شہید ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن زہر دینے والی شخصیت کا ذکر نہیں۔ بعض نے زہر دینے والی شخصیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ بعض نے زہر دینے والی شخصیت کے ساتھ اس سازش میں شامل شخصیت کا بھی ذکر کیا ہے۔

(۱) امام حسن علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے :۔

(i) البدایہ والنہایہ۔ سنۃ تسع واربعین۔ ذکر من توفی فی ھذہ السنۃ۔ جلد ۸۔ صفحہ ۴۶۳۔ (مطبوعہ دارالفکر عربی)

(ii) اصابہ۔ حرف الحاء۔ القسم الاول۔ نمبر (رقم) ۱۷۱۹ :

(iii) حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ذکر الحسن رضؓ۔

(بالفاظ حلیۃ الاولیاء) عن عمیر بن اسحاق قال دخلت انا و رجل علی الحسن بن علی علیہما السلام نعودہ فقال یا فلان سلنی۔ قال لا واللّٰہ۔ لا نسألک حتی یعافیک اللّٰہ۔ ثم نسألک فقال قد القیت طائفۃ من کبدی وقد سقیت السم مراراً فلم اسق مثل ھذہ المرۃ ثم

دخلت علیه الخد وھو یجود بنفسه والحسین علیه السلام عند رأسه فقال یا اخی من تتھم۔ قال لمہ۔ لتقتله۔ قال نعم قال ان یکن الذی اظن فالله اشد باسًا و تنکیلا و الا یکن فلا احب ان یقتل بی بریٔ۔

(ترجمہ) عمیر بن اسحاق سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں اور ایک شخص حسن بن علی علیہما السلام کے پاس گئے۔ پس آپ نے کہا۔ اے فلاں پوچھ (جو پوچھنا ہے) اس نے کہا۔ بخدا نہیں۔ اس وقت تک نہیں پوچھوں گا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا نہ کردے۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی میں نے کئی جگر کے ٹکڑے اگلے ہیں۔ مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا۔ مگر جیسا زہر اب کے پلایا گیا ہے پہلے کبھی نہیں پلایا گیا تھا۔ پھر میں دوسرے دن ان کے پاس گیا تو آپ دم توڑ رہے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے سرہانے بیٹھے تھے۔ پس آپ (امام حسین علیہ السلام) نے فرمایا۔ اے میرے بھائی۔ آپ اس امر کا کس پر الزام لگاتے ہیں؟ پوچھا۔ کیوں؟ تاکہ تم اسے قتل کردو۔ (حسینؑ نے) فرمایا۔ ہاں۔ تو کہا کہ اگر وہ وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب و سزا دینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے قتل ہو۔

(ب) امام علیہ السلام کو ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا اور معاویہ اس سازش کا رکن تھا۔

(i) استیعاب (برحاشیہ اصابہ) جز اول صفحہ ۳۷۵۔ باب الافراد فصل فی الحاء الحسنؑ :۔

قال قتادہ و ابوبکر بن حفص سمّ الحسن بن علی رضی اللہ عنھما۔ سمّته امرأته جعدہ بنت الاشعث بن قیس الکندی۔ وقالت طائفة کان ذالک بتدسیس معاویة الیھا

(ترجمہ) قتادہ نے کہا کہ انہیں ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے زہر دیا تھا اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ معاویہ کی سازش سے ہوا تھا۔

(ii) مروج الذھب (مسعودی) ذکر خلافة الحسن۔ لمع من اخبارہ۔ صفحہ ۴۲۷ :۔

وذکر ان امرأته جعدة بنت اشعث الکندی سقته السمّ وقد کان معاویة دسّ الیھا السمّ۔ انک ان احتلت فی قتل الحسن وجھت الیک بمائة الف درھم وزوجتک من یزید فکان ذالک الذی بعثھا علی سمّه فلما مات وفیٰ لھا معاویة بالمال وارسل الیھا انا نحب حیاة یزید ولولا ذالک لوفینا لک بتزویجه۔

(ترجمہ) اور ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کندی نے آپ کو زہر دیا جو معاویہ نے پوشیدہ طور سے بھیجا تھا اور یہ کہ اگر تو نے حسنؓ کو قتل کرنے کی کوئی تدبیر کرلی تو تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور تیری شادی یزید سے کردوں گا۔ پس یہ امر تھا جس نے اسے آپ (حسنؓ) کو زہر دینے پر آمادہ کیا۔ جب آپ (حسنؓ) فوت ہوگئے تو معاویہ نے مال دینے کا وعدہ تو پورا کیا اور کہلا بھیجا کہ ہمیں یزید کی زندگی عزیز ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم یزید سے تیری شادی بھی کردیتے۔

(ج) امام حسن علیہ السلام کو ان کی بیوی جعدہ نے زہر دیا اور یزید اس سازش میں شامل تھا۔

(۱) صواعق محرقہ - الباب العاشر فی خلافۃ الحسن - صفحہ ۱۳۸۔

(۲) تاریخ الخلفاء (سیوطی) مطبع محمدی لاہور - ۱۳۰۴ء - ذکر الحسن رضی - صفحہ ۱۲۹ ، ۱۳۰۔

(وفاۃ الحسن) توفی الحسن مسموماً سمتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی دسّ الیھا یزید بن معاویۃ ان سمّتہ فیتزوجھا ففعلت فلمّا مات الحسن بعثت الی یزید تسألہ الوفاء فقال انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا۔

(ترجمہ) حسن رضی نے زہر دیئے جانے سے وفات پائی۔ انہیں ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن کندی نے زہر دی جو اسے یزید بن معاویہ نے خفیہ بھیجی کہ اگر اس نے اسے (حسن رضی کو) زہر دے دیا تو وہ اس سے شادی کرے گا۔ پس اس نے زہر دیدیا۔ جب حسن رضی وفات پا گئے تو اس نے یزید کو پیغام بھیجا کہ وعدہ وفا کرے۔ پس اس (یزید) نے کہا کہ ہم تجھے حسن رضی کے لئے بھی پسند نہیں کرتے تھے تو کیا ہم اپنے لئے پسند کریں گے؟

قولہ :- ۲- امام موسیٰ بن جعفر...... بخار ہوا انتقال فرما گئے۔

۳- حضرت موسیٰ کاظم...... زیادہ کی حاجت نہیں۔

اقول :- یہ دونوں روایات ایک ہی امام (موسیٰ کاظم ع) کے بارے میں ہیں۔ روایات کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:-

۴- جلاء العیون - احوالات موسیٰ بن جعفر - صفحہ ۵۳۱:-

چوں ہارون دانست کہ فضل بن ربیع بر قتل آنجناب اقدام نمے نماید آنجناب را از خانہ او بیرون آورد و نزد فضل بن یحیٰی محبوس گردانید۔ فضل ہر شب خوانے برائے انجناب میفرست و نمیگذاشت کہ از جائے دیگر طعام برائے امام عالیمقام بیاورند۔ در شب چہارم خوان را حاضر کردند۔ آن امام مظلوم سر بجانب آسمان بلند کرد و فرمود خداوندا تو میدانی کہ اگر پیش ازین روز چنین طعامے میخوردم ہر آئینہ اعانت بر ہلاک خود کردہ بودم۔ امشب در خوردن این طعام مجبور و معذورم۔ چون از آن طعام تناول فرمود۔ اثر زہر در بدن شریفش ظاہر شد در نجور گردید۔ چون روز شد آن ملعون طبیبے را بنزد آنجناب فرستاد۔ چو طبیب نزد آنجناب آمد احوال پرسید۔ آنجناب جواب او نفرمود۔ چون بسیار مبالغہ کرد انجناب دست مبارک خود را بیرون آورد و باو نمود و فرمود علت من این است۔ چون طبیب نظر کرد دید کہ دست مبارکش سبز شدہ است۔ زہریکہ بانجناب دادہ اند دران موضع مجتمع گردیدہ۔ طبیب برخواست و نزد آن بدبختان رفت و گفت۔ بخدا سوگند کہ بہتر از شما میداند آنچہ شما باو کردہ اید۔

(ترجمہ) جب ہارون رش کو معلوم ہوا کہ فضل بن ربیع انجناب کو قتل نہیں کرنا چاہتا تو آنجناب کو اس کے گھر سے نکالا اور فضل بن یحیٰی برمکی کے گھر قید کر دیا۔ فضل ہر شب جناب کے کھانے کا دسترخوان بھیجتا۔ یہ امر ممنوع تھا کہ امام ع کے لئے کسی اور جگہ سے کھانا لایا جائے۔ چوتھی رات کو جب کھانا لایا گیا تو امام مظلوم ع نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا۔ خداوندا! تیری ذات خوب جانتی ہے کہ اگر اس دن سے پہلے میں اس قسم کا کھانا کھاتا تو اپنی ہلاکت کا باعث خود

ہوتا۔ آج رات میں یہ کھانا کھانے پر مجبور و معذور ہوں۔ جب یہ کھانا کھایا تو زہر کا اثر جناب کے وجود میں ظاہر ہوا۔ آپ بیمار ہو گئے۔ جب دن ہوا تو اس ملعون نے ایک طبیب آنجناب کے پاس بھیجا۔ طبیب آپ کے قریب آیا اور سوال پوچھا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے اصرار کیا تو جناب نے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور طبیب کو دکھا کر فرمایا میری بیماری یہ ہے۔ جب طبیب نے دیکھا کہ ہاتھ سبز ہو چکا ہے اور زہر اس میں جمع ہو گئی ہے تو اٹھا اور ان بدبختوں کے پاس آیا اور کہا تم نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اسے تم سے زیادہ بخوبی جانتا ہے۔

اس روایت سے واضح ہے کہ جناب دشمن کی قید میں تھے۔ دشمن جناب کو شہید کرنا چاہتا تھا۔ اگر کھانا کھانے سے انکار کرتے تو خلیفۂ وقت کی نافرمانی اور اس پر بدگمانی کے جرم میں قتل کر دیئے جاتے۔ مجبوراً وہی زہر آلود کھانا جانتے ہوئے کھانا پڑا۔

جناب کی شہادت کی دو روایات ہیں۔ ایک تو یہی مذکورہ بالا روایت کہ کھانے میں زہر دیا گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ زہر آلود کھجوریں زبردستی کھلائی گئیں۔ دوسری روایت کی عبارت حسب ذیل ہے :-

جلاء العیون صفحہ ۲۴۳ :- یحییٰ برمکی بسرعت روانہ بغداد شد ..... پس سندی بن شاہک را طلبید و امر کرد کہ آں امام معصومؑ را مسموم گرداند و رطبی چند را بزہر آلودہ کرد و بابن شاہک داد کہ نزد آں جناب برد و مبالغہ نماید در خوردن آنہا و دست از آنجناب برندارد تا تناول نماید چوں ابن شاہک آں رطبہا را بنزد امام مظلومؑ غریب آورد بضرورت تناول نمود۔ (اسی روایت کے تتمہ کے طور پر صفحہ ۵۴۰ پر لکھا ہے) چوں سندی بن شاہک آن رطب زہر آلود را برائے آن امام مظلومؑ فرستاد خود آمد بنزد آن حضرت کہ ببیند تناول کردہ است یا نہ وقتی رسید کہ حضرت دہ دانہ از خرمای زہر آلود تناول کردہ بود گفت دیگر تناول نما۔ حضرت فرمود در آنچہ خوردم مطلب تو بعمل آمد بزیادہ احتیاج نیست۔

ترجمہ) یحییٰ برمکی نہایت تیزی سے بغداد روانہ ہوا .... پس سندی بن شاہک (جس کے پاس امامؑ قید تھے) کو بلایا اور حکم دیا کہ امام مظلومؑ کو زہر دیدے۔ اور چند کھجوریں جن کو زہر آلود کیا گیا تھا ابن شاہک کو دیں کہ آنجنابؑ کے پاس لے جائے اور انہیں کھانے پر مجبور کرے اور آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک وہ کھجوریں نہ کھالیں۔ جب ابن شاہک وہ کھجوریں اس مظلوم امامؑ کے پاس لایا تو آپؑ نے مجبوراً تناول فرمائیں (تتمہ صفحہ ۵۴۰) جب سندی بن شاہک نے وہ کھجوریں امام مظلومؑ کی طرف بھیجیں تو خود امامؑ کے پاس آیا تاکہ دیکھے کہ آپ نے وہ کھجوریں کھائی ہیں یا نہیں۔ وہ اس وقت پہنچا جب حضرتؑ اس میں سے دس دانے کھا چکے تھے۔ اس نے کہا۔ اور کھایئے۔ آپؑ نے فرمایا۔ جو کچھ میں نے کھایا ہے اس سے تمہارا مقصد پورا ہو گیا۔ زیادہ کی ضرورت نہیں۔

روایت سے واضح و لائح ہے کہ جنابؑ نے وہ کھجوریں مجبوراً کھائیں۔ نہ کھاتے تو قتل ہونے کا خوف تھا۔

قالہ :- حضرت علی نقیؑ کو ان کی بیوی ..... اب روتی ہے۔

قولہ :- امامؑ کا نام مبارک محمد اور لقب تقی ہے۔ امام علی ملقب بہ رضاؑ آپ کے والد ماجد تھے۔ ام الفضل امام محمد تقی علیہ السلام کی بیوی تھی نہ کہ علی نقی کی۔ یہ ام الفضل خلیفہ مامون کی بیٹی اور خلیفہ وقت معتصم باللہ کی بھتیجی تھیں

خلیفہ معتصم امامؑ کے ساتھ لوگوں کی عقیدت کی وجہ سے امامؑ سے خائف تھا۔ اسی لئے اس نے آپ کی بیوی ام الفضل کے ذریعے آپ کو زہر دلا دیا۔ ام الفضل خلیفہ کی بیٹی کو امامؑ کے گھر میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ حاصل نہ تھے اس لئے امامؑ سے باطناً ناراض رہتی تھی۔ امامؑ کا اس پر حسن ظن تھا لہٰذا یہ زہر دینے میں کامیاب ہو گئی۔

جلاء العیون۔ باب یازدہم۔ ذکر ابی جعفر محمد تقی علیہ السلام۔ صفحہ ۵۶۴ :-

کیفیت شہادت آں مظلوم چنانکہ در کتاب عیون المعجزات روایت کردہ است کہ چون حضرت وارد بغداد شد، معتصم لعین انحراف ام الفضل را از آنحضرت دانست آں ملعونہ را طلبید واو را بقتل آں سرور راضی کرد۔ زہرے برائے او فرستاد کہ در طعام آنجناب داخل کند آں ملعونہ انگور رازقی را زہر آلود کردہ بنزد آں مظلوم امامؑ آورد۔ چوں حضرتؑ تناول فرمود اثر زہر در بدن مبارکش ظاہر شد۔ آں ملعونہ از کردۂ خود پشیمان شدہ چارۂ نمیتوانست کرد گریہ و زاری می کرد حضرت فرمود۔ اے ملعونہ الحال مرا کشتی گریہ میکنی۔ بخدا سوگند کہ ببلائے مبتلا خواہی شد کہ مرہم پذیر نباشد۔

ترجمہ :- اس مظلوم کی شہادت کی کیفیت جیسا کہ کتاب عیون المعجزات میں روایت کی گئی ہے کہ جب آپ بغداد میں تشریف لائے تو معتصم لعین کو معلوم ہو گیا کہ ام الفضل آنحضرت سے ناراض ہے۔ اس ملعونہ کو بلایا اور اسے آپ کے قتل پر رضامند کر لیا اس کی طرف زہر بھیجا کہ آپ کے کھانے میں ملا دے۔ اس ملعونہ نے رازقی انگوروں کو زہر آلودہ کیا اور آپ کے پاس لے آئی۔ جب آپ نے تناول فرمائے تو آپ کے جسم مبارک میں زہر کا اثر ظاہر ہوا۔ وہ ملعونہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئی۔ اب کوئی چارۂ کار نہ تھا تو گریہ و زاری کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا۔ اے ملعونہ ابھی تو نے ہی تو مجھے ہلاک کیا اور اب روتی ہے۔ خدا کی قسم، تو ایک ایسی مصیبت میں مبتلا ہو گی کہ جو لاعلاج ہو گی۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنی زوجہ پر حسنِ ظن کی بناء پر زہر آلود انگوروں کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نوش فرمایا۔ جو باعثِ شہادت ہوئے۔ جس طرح رسول اکرمؐ نے خیبریوں پر حسنِ ظن کی بناء پر زہر آلود بکری کے گوشت کا ایک لقمہ چبا لیا اور حضورؐ کی شہادت کا باعث ہوا۔ جبکہ حضورؐ کو موت و حیات کا اختیار بھی حاصل تھا اور طعام کی حقیقت سے بھی آگاہ ہو چکے تھے۔

قولہٗ :- مامون رشید نے امام رضا ...... انتقال فرما گئے۔

اقول :- اصل عبارت ملاحظہ ہو : جلاء العیون۔ باب دہم۔ احوال حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا۔ صفحہ ۵۵۳ :-

زہرے مانند تمر ہندی بیرون آورد و بیکے از غلامان خود داد کہ این را ریزہ کن و دست را باآن آلودہ کن و میان ناخنہای خود ازیں پر کن ..... ہماں غلامے را گفت کہ چند انار درباغ بچین آنہا را برائے انجناب .. در جامے دانہ کن و جام را بدست شوم خود گرفت و نزد آں امام مظلومؑ گذاشت وگفت ازیں انار تناول فرمائید برائے ضعف شما مفید است۔ حضرت فرمود باشد باشد تا ساعت دیگر آں ملعون گفت بخدا سوگند باید کہ البتہ درحضور من تناول فرمائید واگرنہ دلطویت در معدۂ من میوۂ ہرٹینہ درخوردن موافقت میکردم پس بجبر آں ملعون آنحضرت چند قاشق ازاں انار تناول فرمود۔

(ترجمہ) تمرہندی (املی) جیسی زہر نکالی اور اپنے غلاموں میں سے ایک کو دی کہ اس کو باریک کر۔ اپنے ہاتھوں پر مل لے اور اپنے ناخنوں کے درمیان بھرلے..... پھر اسی غلام کو کہا کہ باغ میں سے کچھ انار لا اور آنجناب کے لئے ایک برتن میں ان کے دانے نکال۔ برتن کو اپنے منحوس ہاتھ میں لیا اور امام مظلوم کے پاس رکھ دیا اور کہاکہ یہ انار تناول فرمائیے۔ کمزوری کے لئے مفید ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ رکھ دو، پھر کسی وقت (کھاؤں گا)۔ اس ملعون نے کہا آپ کو خدا کی قسم، آپ ضرور میرے سامنے کھائیں۔ اگر میرے معدہ میں رطوبت نہ ہوتی تو میں آپ کے ساتھ کھاتا۔ پس اس ملعون کے جبر کرنے پر آپ نے ان میں سے چند چمچ نوش فرمائے۔

میں حیران ہوں کہ باوجود اس وضاحت کے کہ امام علیہ السلام کو وہ زہرآلود انار زبردستی کھلایا گیا۔ حافظ جی اسے خودکشی کا نام کس طرح دے سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۱ :- ذرا بتلائیں کہ مقام نصرت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو "صاحبہ" پیغمبر کا ساتھی فرماکر آپ کی فضیلت کو نمایاں نہیں کردیا؟ کیا کسی اور کا بھی اللہ تعالیٰ نے اس مدحیہ لفظ سے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے جیسے سورۃ التوبۃ رکوع ۱۱ میں اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا ہے۔ پیغمبر اپنے ساتھی سے کہتا تھا (میرا) غم نہ کھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

جواب :- قولہ :- ذرا بتلائیں کہ مقام نصرت..... نمایاں نہیں کردیا۔

اقول :- اللہ تعالیٰ نے مقام نصرت میں صدیق اکبرؓ کو حضورؐ کا صاحب نہیں کہا نہ ہی مقام نصرت میں کسی دوسرے کو شامل کیا ہے۔ مقام نصرت (فقد نصرہ اللہ) میں ہ ضمیر واحد غائب کی ہے۔ مقام نصرت حضورؐ کی ذات پاک ہے البتہ مقام غار میں صدیق اکبرؓ کو صاحبہ کے لفظ سے پیغمبر کا ساتھی فرمایا ہے۔ آیت شریف ملاحظہ ہو:-

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔ (سورۃ التوبۃ۔ آیت ۴۰)

ترجمہ :- تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی (تو کچھ پرواہ نہیں) اللہ اس کی مدد اس وقت کرچکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا جب وہ صرف دو میں دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب اتار دیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔ (از تفہیم القرآن)

غار میں ہونے کی ضمیر تثنیہ کی ضمیر ھما ہے بلاشک غار میں ہونے کے شریک اور ساتھی ہیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ مقام نصرت نصرہ اللہ میں تثنیہ کی ضمیر کسی طرح آتی جبکہ ابھی صاحبہ (صدیق اکبرؓ) کا ذکر ہی نہیں ہوا تھا۔ لیکن تعجب اس پر ہے کہ جب صاحبہ کا ذکر بھی آچکا فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں علیہ کی ضمیر واحد ہے اسی طرح ایدہ کے مقام تائید میں ضمیر واحد ہے۔ ان دونوں مقامات پر صدیق اکبرؓ کو

حضورؐ کا شریک و ساتھی نہیں بنایا گیا حالانکہ مومنین نصرت خداوندی نزول سکینہ تائید ربانی سے سرفراز ہوتے رہے ہیں۔

۱۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (آل عمران ۳۔ ۱۲۳)

ترجمہ (مومنین سے خطاب ہے) اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری نصرت کی جبکہ تم کمزور تھے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

۲۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (الفتح ۴۸۔ آیت ۴)

(ترجمہ) وہی وہ ذات ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون و اطمینان کو نازل کیا۔

۳۔ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۔ (سورۃ الصف ۶۱۔ آیت ۱۴)

(ترجمہ) بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ ہم نے ان کی جو ایمان لائے تھے تائید کی پس وہ اپنے دشمن پر غالب آ گئے۔

قولہ :۔ کیا کسی اور کا بھی اللہ تعالیٰ ..... مدحیہ لفظ میں ذکر فرمایا ہے۔

اقول :۔ بلاشک قرآن کریم میں صاحبہ، صاحب رسولؐ کے لفظ سے کسی اور کا ذکر نہیں آیا لیکن متعدد آیات میں رسولؐ اللہ کو کفار قریش کا صاحب کہا گیا ہے۔

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ (اعراف ۷۔ ۱۸۴)

(ترجمہ) کیا وہ غور نہیں کرتے کہ ان کے صاحب کو کوئی جنون نہیں وہ تو صرف کھلم کھلا (اللہ) سے ڈرانے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۔ (سورۃ نجم ۵۳۔ آیت ۱۔۲)

(ترجمہ) ستارے کی قسم جب وہ پستی کی طرف گرا۔ نہ تمہارا صاحب گمراہ ہوا نہ بھٹک گیا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ جب کسی کو حضورؐ کا صاحب کہا گیا ہو تو یہ اس کی مدح و ثناء کا باعث ہو اور جب حضورؐ کو کسی کا صاحب کہا جائے تو یہ اس کی مذمت و منقصت کو ظاہر کرے جبکہ صحبت کی صورت میں دونوں ایک دوسرے کے صاحب ہیں۔

قولہ :۔ اس مدحیہ لفظ۔

اقول :۔ عربی زبان میں صاحب کا لفظ کوئی مدحیہ معنی نہیں رکھتا۔ کسی مقام پر دو یا دو سے زیادہ اکٹھے ہونے والوں کو ایک دوسرے کا صاحب کہا جاتا ہے خواہ ان اکٹھے ہونے والوں کے مدارج و مراتب میں بون بعید اور تضاد ہی کیوں نہ ہو جیسے حضرت یوسفؑ نے اپنے قید خانہ کے ساتھیوں کو "صاحب" کے لفظ سے مخاطب کیا تھا۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ (سورۃ یوسف ۱۲۔ آیت ۳۹)

(ترجمہ) اے میرے قید خانہ کے دو ساتھیو! کیا بہت سے متفرق رب (تسلیم کرنا) اچھا ہے یا ایک سب پر غالب

اللہ (کا اقرار کرنا)۔

یہاں تک کہ میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مدمقابل کو ایک دوسرے کا صاحب کہہ دیا جاتا ہے۔

تیسیرالوصول۔ جلد۳۔ کتاب الغزوات۔ غزوۃ اوطاس۔ صفحہ ۲۰۹:۔

عن ابی موسیٰ قال لما فرغ رسول اللہؐ من حنین بعث ابا عامر علی جیش الی اوطاس فلقی درید بن الصمۃ فقتل درید وھزم اللہ اصحابہ وکنت مع ابی عامر فرمی فی رکبتہ بسھم فانتھیت الیہ فقلت یا عم من رماک فاشار الی شخص فقصدت لہ فلحقتہ فلما راٰنی ولی فاتبعتہ وجعلت اقول الا تستحی الا تثبت فلف فاختلفنا ضربتین فقتلتہ ثم قلت لابی عامر قتل اللہ صاحبک قال فانزع ھذا السھم .....
(اخرجہ الشیخان)

(ترجمہ) جب رسولؐ اللہ جنگ حنین سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ اوطاس کی طرف روانہ کیا پس درید بن صمہ سے اس کا سامنا ہوا۔ درید قتل ہوگیا اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی، میں ابو عامر کے ساتھ تھا۔ اس کے گھٹنے پر تیر مارا گیا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا۔ "اے میرے چچا، کس نے تجھے تیر مارا۔ اس نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا تو میں نے اس شخص کا قصد کیا اور اس تک پہنچ گیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ دے کر بھاگا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں کہہ رہا تھا۔ "کیا تجھے شرم نہیں آتی۔ اب ٹھہرتے کیوں نہیں؟" پس وہ رک گیا۔ ہم نے ایک دوسرے پر دو دو وار کئے اور میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے ابو عامر سے کہا "تیرے صاحب کو اللہ نے قتل کیا۔" اس نے کہا۔ پس اس تیر کو نکال دے ..... (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جنگ میں مدمقابل کو "صاحب" کہا گیا ہے۔

عربی زبان میں ایسے شخص کے لئے بھی "صاحب" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو کسی دوسرے شخص کو کسی مخصوص مقصد کے لئے مطلوب ہو۔ تو بتلانے والا یہ کہہ کر نشاندہی کرتا ہے کہ "ھذا صاحبک" یہ ہے تیرا صاحب۔ خواہ وہ شخص اس کو قتل ہی کیوں نہ کرنا چاہتا ہو۔

مسلم۔ جلد۱۔ کتاب الجہاد۔ باب لایستحق القاتل السلب بنفس القتل۔ صفحہ

عن عبد الرحمٰن بن عوف قال بینا انا واقف فی الصف یوم بدر نظرت عن یمینی وشمالی فاذا انا بین غلامین من الانصار حدیثۃ اسنانھما۔ تمنیت لو کنت بین اضلع منھما فغمزنی احدھما فقال یا عم ھل تعرف ابا جھل۔ قال، قلت نعم ما حاجتک الیہ یا ابن اخی قال اخبرت انہ یسب رسول اللہؐ والذی نفسی بیدہ لان رأیتہ لایفارق سوادی سوادہ حتی یموت الاعجل منا قال فتعجبت لذالک فغمزنی الاخر فقال مثلھا۔ قال فلم البث ان نظرت الی ابی جھل یزول فی الناس فقلت الا تریان ھذا صاحبکما الذی تسئلان عنہ۔

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے اس نے کہا کہ بدر کے روز جب میں صف میں کھڑا تھا تو میں نے اپنے دا
بائیں نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ دو نوعمر انصاری لڑکوں کے درمیان میں ہوں۔ میں نے تمنا کی کہ کاش ان کی بجائے ان
طاقتوروں کے درمیان ہوتا۔ پس ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ سے (میرے جسم کو) دبایا اور کہا۔ چچا کیا آپ ابوجہل
جانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں، تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس نے کہا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ رسول اللہؐ کو (خاکم
بدہن) برا بھلا کہتا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میں اسے دیکھ لوں تو یہ
وجود اس کے وجود سے اس وقت تک جدا نہ ہوگا جب تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے ہے مر نہ جائے۔ میں اس با
پر متعجب ہوا کہ اتنے میں دوسرے (لڑکے) نے بھی مجھے ہاتھ سے دبایا اور یہی بات کہی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ م
نے ابوجہل کو دیکھا کہ لوگوں میں پھر رہا تھا۔ پس میں نے (ان سے) کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے۔ یہ ہے تم دونوں کا "صاحب"
جس کے متعلق تم پوچھ رہے ہو۔

قولہٗ :- (میرا) غم نہ کھا۔

اقول :- حافظ جی یہ "میرا" کے لفظ کے اپنی طرف سے لکھتے وقت آپ کا ہاتھ نہیں کانپا۔ اس تحریفِ معنوی پر
آپ کا دل نہیں دھڑکا۔ یہ میرا کس لفظ کا معنی ہے۔ بہرکیف، حافظ جی! اس آیت سے حضرت ابوبکرؓ کی کسی
فضیلت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے محبت کی آنکھ محبوب کی ہر ادا کو قابلِ تحسین شمار کرتی ہے۔

سوال نمبر ۱۴ :- فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری ایام مرض میں جب آپ مسجد نہ جا سکتے تھے
آپ کا مصلیٰ خالی رہا یا کسی نے بامر پیغمبرؐ نمازیں پڑھائیں؟ اگر پڑھائیں تو کس بزرگ نے؟ کیا دنیا کی کسی کتاب
میں حضرت علی کے بھی مصلائے نبوی پر نماز پڑھانے کا ذکر ہے؟ اگر نہیں ہے اور تاریخ و سیرت کی کتب شیعہ حضرت
ابوبکر صدیق کا نام بتاتی ہیں تو پھر آپ کو کیوں ضد ہے۔ انہیں خلیفۂ بلافصل کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ کیا حضورؐ کا نیا
اور عمل نصِ جلی سے کم ہے؟

جواب :- **قولہٗ :-** فرمائیے حضور علیہ الصلاۃ والسلام ..... بامر پیغمبر نمازیں پڑھائیں۔

اقول :- بلاشک کتب تاریخ و سیر سے یہی حاصل ہوتا ہے کہ حضورؐ کی حیات کے آخری تین دنوں میں حضرت
ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی لیکن یہ امر مسلم نہیں کہ حضورؐ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا
کیونکہ اہلسنت کی کتب احادیث میں ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ "کسی کو
کہ نماز پڑھائے"۔

ابوداؤد - جلد ۴ - کتاب السنۃ - باب الخلفاء - باب فی استخلاف ابی بکر - صفحہ ۲۶۲ :-

عن عبداللہ بن زمعہ قال لما استعز برسول اللہؐ وانا عندہٗ فی نفر من المسلمین دعاہ بلال
الی الصلوٰۃ فقال مروا من یصلی الناس۔ فخرج عبداللہ بن زمعۃ فاذا عمرؓ فی الناس وکان
ابوبکرؓ غائباً فقلت یا عمر فصل بالناس۔ فتقدم فکبر فلما سمع رسول اللہؐ صوتہٗ وکان

عمرؓ رجلاً مجھراً۔ قال فاین ابو بکرؓ یابی اللہ ذالک والمسلمون۔ یابی اللہ ذالک والمسلمون۔ فبعث الی ابی بکرؓ فجاء بعد ان صلی عمرؓ تلک الصلوٰۃ۔ فصلی بالناس۔

(ترجمہ) عبداللہ بن زمعہ سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ جب رسول اللہؐ کے لئے (چلنا پھرنا) مشکل ہوگیا اور درانحالیکہ میں چند اشخاص کے ساتھ ان کے پاس تھا تو بلال نے حضورؐ کو نماز کے لئے بلایا۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پس عبداللہ بن زمعہ باہر آیا تو عمرؓ لوگوں میں موجود تھے اور ابوبکرؓ غائب تھے۔ پس میں نے کہا اے عمرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس وہ آگے بڑھے اور تکبیر پڑھی۔ جب رسول اللہؐ نے اس کی آواز سنی، کیونکہ حضرت عمرؓ بلند بولنے والے تھے تو فرمایا۔ ابو بکرؓ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس سے انکار کرتے ہیں۔ پس ابو بکرؓ کی طرف آدمی بھیجا گیا مگر وہ عمرؓ کے اس نماز کے پڑھا چکنے کے بعد آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

قولہ :۔ کیا دنیا کی کسی کتاب ..... نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔

اقول :۔ حضرت علیؑ کے نماز پڑھانے کا کس طرح ذکر ہو جبکہ حضرت علیؑ حضور نبی کریمؐ سے کبھی کسی مقام پر جدا ہی نہیں ہوئے۔ حضورؐ کی موجودگی میں حضرت علیؑ کس طرح نماز پڑھاتے۔

اصابہ۔ حرف العین۔ القسم الاول۔ علی ابن ابی طالب۔ نمبر ۵۶۸۸ :۔

علی ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی ابوالحسن اول الناس اسلاماً فی قول کثیر من اہل العلم وُلد قبل بعثۃ بعشر سنین علی الصحیح فربی فی حجر النبیؐ ولم یفارقہ وشھد معہ المشاھد۔

ترجمہ :۔ علی ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابوالحسن وہ پہلے شخص ہیں جو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق سب سے پہلے ایمان لائے۔ نبی کریمؐ کی گود میں تربیت پائی اور کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے اور معرکوں میں آپؐ کے ساتھ موجود رہے۔

ہاں، ایک موقع پر حضورؐ ہی کے حکم سے حضورؐ سے جدا ہوئے تو مدینہ منورہ میں تقریباً دو ماہ مصلی نبویؐ پر نماز پڑھائی۔ وہ جنگ تبوک کا موقع تھا جبکہ حضورؐ نے علیؑ کو ساتھ نہ چلنے کا حکم دیا۔ حضورؐ رجب میں روانہ ہوئے اور رمضان میں واپس تشریف لائے۔ اس عرصہ میں تقریباً دو ماہ حضرت علیؑ قائم مقام حضورؐ کے طور پر نماز پڑھاتے رہے۔

اگر حافظ جی کا مقصد یہ ہے کہ کیا کسی کتاب میں حضورؐ کے ایام علالت میں نماز پڑھانے کا ذکر ہے یا نہیں تو بلاشک ان ایام میں علی علیہ السلام کے نماز پڑھانے کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے۔ ابو بکرؓ کا ہی ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؑ جماعت میں شریک ہونے سے زیادہ اہم فریضہ یعنی حضورؐ کی تیمارداری میں مشغول تھے۔ آپ کو ہر کتاب میں ایسی احادیث ملیں گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کی علالت کی ابتدا سے لے کر حضورؐ کی تکفین و تدفین تک حضرت علیؑ برابر حضورؐ کے پاس رہے۔ جب مسجد میں تشریف ہی نہیں لا سکتے تھے تو پھر انہیں نماز پڑھانے کا حکم کیسے دیا جاتا۔

مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمایئے :۔

۱- ابتدائے علالت :- بخاری - جلد ۱ - کتاب الاذان - باب حد المریض - ان یشھد الجماعۃ صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ استنبول :-

عن الزھری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ عن عائشۃ رض قال قالت لما ثقل النبی ص و اشتد وجعہ استاذن ازواجہ ان یمرض فی بیتی فاذن لہ فخرج بین رجلین تخط رجلاہ الارض وکان بین العباس ورجل آخر - قال عبید اللہ فذکرت ذالک لابن عباس ما قالت عائشۃ رض فقال لی ھل تدری من الرجل الذی لم تسم عائشۃ رض قلت لا قال ھو علی رض بن ابی طالب -

ترجمہ :- زہری سے روایت ہے - اس نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی - اس نے کہا کہ عائشہ رض نے کہا کہ جب نبی ص کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا اور بیماری شدید ہو گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت چاہی کہ آپ میرے گھر بیماری کے دن گزاریں - پس انہیں اجازت دے دی گئی - پس آپ دو مردوں کے درمیان وہاں سے چلے درآنحالیکہ حضور ص کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے اور وہ عباس اور ایک اور شخص کے درمیان میں تھے - عبید اللہ نے کہا کہ جو کچھ عائشہ رض نے کہا تھا میں نے ابن عباس سے بیان کیا تو اس نے کہا - کیا تو جانتا ہے وہ دوسرا شخص جس کا عائشہ رض نے نام نہیں لیا کون تھا ؟ میں نے کہا - نہیں - تو اس نے کہا - وہ علی ابن ابی طالب ہیں -

اس حدیث سے واضح و لائح ہے کہ ابتدائے شدتِ مرض کے وقت حضرت عباس رض اور حضرت علی ع تیمارداری کے لئے حضور ص کی خدمت میں حاضر تھے جو عائشہ رض کے گھر تک لائے -

نوٹ :- اس حدیث سے حضرت عائشہ رض کو جو محبت علی ع سے تھی اس کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ حضرت عباس رض کا نام تو لیتی ہیں لیکن حضرت علی ع کا نام تک لینا پسند نہیں فرماتیں

۲- حضرت ابوبکر رض کی پہلی نماز پڑھانے کے وقت :-

بخاری مع فتح الباری جلد ۲ - کتاب الاذان - باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ (مذکورہ بالا حدیث سے قبل متصل) :-

عن الاسود قال کنا عند عائشۃ رض فذکرنا المواظبہ والتعظیم لھا (جماعۃ) قالت لما مرض رسول اللہ ص مرضہ التی مات منہ - فحضرت الصلوٰۃ فاذن فقال مروا ابا بکر رض فلیصل بالناس فقیل لہ ان ابا بکر رض اسیف اذا قام مقامک لم یستطع ان یصلی بالناس - واعاد فاعاد و لہٗ فاعادوا الثالثۃ فقال انکن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس فخرج ابوبکر فصلی فوجد النبی ص خفۃ من نفسہ فخرج یھادی بین رجلین کانی انظر رجلیہ یخطان من الوجع فاراد ابوبکر ان یتأخر فاوما النبی ص ان مکانک ثم اُتی بہ حتی جلس الی جنبہ فقیل للاعمش وکان النبی ص یصلی و ابوبکر یصلی بصلاتہ والناس یصلون بصلاۃ ابی بکر فقال براسہ نعم -

(فتح الباری) (بین رجلین) انھما العباس بن عبد المطلب و علی بن ابی طالب - کما فی الحدیث الثانی من حدیثی الباب -

ترجمہ :- اسود سے روایت ہے کہ ہم عائشہ رض کے پاس تھے کہ ہم نے جماعۃ کی پابندی اور عظمت کا ذکر کیا تو اس (عائشہ رض) نے کہا کہ جب رسول اللہ ص اس مرض میں مبتلا ہوئے جس سے وفات پائی تو نماز کا وقت ہوا اور حضور ص کو اطلاع دی گئی

تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس آپؐ سے کہا گیا کہ ابوبکرؓ بہت غمزدہ ہیں جب وہ آپؐ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضورؐ نے دوبارہ فرمایا۔ انہوں نے دوبارہ یہی کہا۔ پس تیسری بار آپؐ نے فرمایا۔ تم یوسفؑ والیاں ہو۔ ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پس ابوبکرؓ چلے اور نماز پڑھانے لگے تو نبی کریمؐ نے کچھ افاقہ محسوس کیا۔ پس دو آدمیوں کا سہارا لے کر چلے۔ گویا میں دیکھ رہی تھی کہ حضورؐ کے قدم بیماری کی وجہ سے زمین پر لکیر بناتے جا رہے ہیں۔ پس ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں، مگر نبی کریمؐ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو۔ پس حضورؐ کو لا کر اس (ابوبکرؓ) کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔ اعمش سے کہا گیا کہ کیا ابوبکرؓ حضورؐ کے پیچھے اور لوگ ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنے سر کے اشارے سے کہا۔ "ہاں"

(فتح الباری) رجلین کی شرح میں لکھتے ہیں۔ وہ دو مرد عباسؓ بن عبدالمطلب اور علی ابن ابیطالب تھے۔ جیسا کہ اسی باب کی دوسری حدیث میں ہے۔

غور فرمایا۔ عین جماعت کے وقت حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ حضورؐ کی تیمارداری میں مصروف ہیں۔ تبھی عین جماعت کے قائم ہونے کی حالت میں حضورؐ کو مسجد میں لے آتے ہیں۔

۳۔ <u>حضورؐ کی علالت کے دوران</u> :۔

کامل (ابن اثیر) جلد ۲۔ سنۃ احدیٰ عشرۃ۔ ذکر مرض رسول اللہؐ :۔

قالت عائشۃؓ فلما رجع من البقیع وجدنی و انا اجد صداعًا و انا اقول وا راساہ! قال بل انا وا راساہ! ثم قال ما ضرک لو مت قبلی فقمت علیک کفنتک وصلیت علیک فقلت کانی بک لو فعلت ذالک فرجعت الی بیتی فعرست ببعض نسائک فتبسم وتتام به وجعه وتمرض فی بیتی فخرج منه یومًا بین رجلین احدھما الفضلؓ والآخر علیؑ قال الفضل فاخرجته حتی جلس علی منبر فحمد اللہ و خطب۔

ترجمہ :۔ جناب عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضورؐ بقیع سے واپس آئے تو مجھے ایسی حالت میں پایا کہ میں سر درد میں مبتلا تھی اور کہہ رہی تھی "ہائے میرا سر"، حضورؐ نے فرمایا۔ "بلکہ ہائے میرا سر" (یعنی مجھے کہنا چاہیئے کہ ہائے میرا سر) پھر فرمایا "اگر مجھ سے پہلے مر جائے تو تو گھاٹے میں نہیں رہی۔ میں تیرا ذمہ دار ہوں۔ تجھے کفن دوں گا۔ تیری نماز جنازہ پڑھوں گا" میں نے کہا۔ "اگر میرے ساتھ اس طرح ہو جائے تو آپؐ میرے گھر واپس آئیں گے اور اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ صحبت فرمائیں گے۔" پس حضورؐ مسکرائے۔ اس کے بعد آپ پوری طرح بیمار ہو گئے اور بیماری کے دن میرے گھر گزارے۔ پس ایک دن دو مردوں فضلؓ اور علیؑ کے درمیان (ان کے سہارے) گھر سے تشریف لے گئے۔ فضلؓ کہتا ہے میں آپؐ کو باہر لے گیا یہاں تک کہ حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ کی حمد کی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

۴۔ <u>حضورؐ دنیاوی حیات کے آخری لمحات میں</u> :۔

کنز العمال جلد ۷۔ کتاب شمائل و اخلاق النبیؐ۔ حدیث ۱۸۷۹۱ :۔

عن ابی غطفان قال سألت ابن عباس رایت رسول اللہؐ توفی فی حجر احد راسه قال توفی رسول اللہؐ و هو الی صدر علیؑ قلت فانّ عروة حدثنی عن عائشةؓ انها قالت توفی رسول اللہؐ بین سحری و نحری۔ فقال ابن عباسؓ اتعقل واللہ توفی رسول اللہؐ و هو مستند الی صدر علیؑ و هو الذی غسله واخی الفضل و ابی ابی ان یحضر و قال ان رسول اللہؐ کان یأمر ان یستر فکان عند الستر۔ (طبقات ابن سعد)

(ترجمہ):۔ ابو غطفان سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا تیرا کیا خیال ہے کہ رسول اللہؐ فوت ہوئے تو آپؐ کا سر مبارک کس کی گود میں تھا؟ تو اس نے کہا کہ حضورؐ فوت ہوئے درآنحالیکہ آپؐ علیؑ کے سینہ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا کہ عروہ نے مجھ سے عائشہؓ کی روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ میرے سینے اور گردن کے درمیان فوت ہوئے تو ابن عباسؓ نے کہا کیا تو ہوش میں ہے؟ (کیا تیری عقل اسے تسلیم کرتی ہے) خدا کی قسم، رسول اللہؐ فوت ہوئے تو علیؑ کے سینے پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی اور میرے بھائی فضل نے حضورؐ کو غسل دیا۔ میرے والد نے (غسل کے وقت) موجود ہونے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا کہ رسول اللہؐ حکم فرمایا کرتے تھے کہ آپؐ (کے جسم مبارک) کو پردے میں رہنے دیا جائے۔ پس وہ پردے کے پاس رہے۔

ان احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کبھی عباسؓ اور کبھی فضلؓ کے ساتھ آخر دم تک حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ انہیں مسجد میں آنے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فرصت ہی نہ تھی۔ ان اصحاب رضوان اللہ علیہم کو حضورؐ کی عیادت (تیمارداری) تکفین و تدفین سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ جب علیؑ اور اہل بیتؑ کے دیگر افراد حضورؐ کی تیمارداری میں مصروف تھے تو یہ مصلیٰ کو زینت دیتے رہے اور علیؑ و اہلبیت حضورؐ کی تکفین و تدفین میں مصروف تھے تو انہوں نے زیب منبر ہونے کی تدابیر کی تکمیل کر لی۔

۱۔ کنز العمال جلد ۵۔ کتاب الخلافۃ۔ حدیث نمبر ۱۴۱۹:۔

عن عروة انّ ابابکر و عمر لم یشهدا دفن النبیؐ و کانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا۔

ترجمہ:۔ عروہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ حضورؐ کی تدفین کے وقت موجود نہ تھے وہ دونوں ابھی انصار میں تھے کہ حضورؐ کو دفنا دیا گیا اس سے پہلے کہ دونوں واپس آئیں۔

۲۔ عقد الفرید۔ جلد ۱۵-۱۶-۱۔ المسجدۃ الثانیہ۔ خلافۃ ابی بکر۔ سقیفہ بنی ساعدہ۔ صفحہ ۱۲:۔

اتی بابی بکر المسجد فبایعوه و سمع العباسؓ و علیؑ التکبیر فی المسجد و لم یفرغ عن غسل رسول اللہؐ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکرؓ کو مسجد میں لایا گیا اور لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ عباسؓ اور علیؑ نے مسجد میں تکبیر کی آواز درآنحالیکہ ابھی حضورؐ کے غسل دینے سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔

قولہ:۔ اگر نہیں ہے اور تاریخ و سیرت کتب شیعہ .... نص علی سے کم ہے۔

اقول :- اگر مصلیٰ نبویؐ پر نماز پڑھانا نصِ جلی ہے تو پھر اس پر جن جن حضرات نے نماز یں پڑھائی تھیں انہیں باری باری خلیفہ ہونا چاہیئے۔

۱- ابوداؤد- کتاب الصلاۃ- باب امامۃ الاعمیٰ :-

عن انس استخلف رسول اللہؐ ابن مکتوم یؤم الناس وھوا عمیٰ ۔

ترجمہ :- انس سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ابن مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا وہ لوگوں کی امامت کرتا تھا حالانکہ وہ اندھا تھا۔

۲- بخاری- کتاب الصلوٰۃ- فصل الجماعۃ- باب امامۃ العبد والمولیٰ :-

عن ابن عمر لما قدم المھاجرون الاولون العقبۃ موضع بقبا قبل مقدم رسول اللہؐ کان یؤمھم سالم مولیٰ ابی حذیفۃ وکان اکثرھم قرآناً ۔

ترجمہ :- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب قبا کے مقام پر حضورؐ کے آنے سے قبل مہاجرین ایک بڑی تعداد میں آگئے تو سالم حذیفہ کا آزاد کردہ غلام ان کی امامت کرتا تھا اور وہ سب سے زیادہ قرآن کریم یاد کئے ہوئے تھا۔

۳- عبدالرحمٰن بن عوف نے مصلائے نبویؐ پر نماز پڑھائی جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا

لیکن ان تین میں سے کسی کو خلافت کا شرف حاصل نہیں ہوا حالانکہ تینوں مصلائے نبویؐ پر امامت کر چکے تھے۔ اگر یہ نماز پڑھانا خلافت پر نصِ صریح ہے تو حضرت عمرؓ کو کبھی خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے تھا کیونکہ حضورؐ نے یابی اللہ المسلمون ذالک فرما کر انہیں امامت کرانے سے منع کر دیا تھا۔

حافظ جی مقام تعجب ہے کہ حضورؐ کے صریح ارشادات کہ علیؑ میرا خلیفہ ہے، میرا وصی ہے، میرے بعد ہر مومن و مومنہ کا ولی ہے، متقین و ابرار کا امام ہے۔ روزِ "الست" تمام روحوں سے علیؑ کی ولایت کا اقرار کرایا گیا۔ تمام انبیاءؑ میری نبوت اور علیؑ کی ولایت پر مبعوث ہوئے وغیرہ۔ (جیسا کہ سوال نمبر ۲ کے جواب میں ذکر ہوا) یہ تمام ارشاداتِ نبویؐ تو آپ کے نزدیک نصِ جلی تو کیا نصِ خفی بھی نہیں ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کا مصلائے نبویؐ پر نماز پڑھانا حضرت ابوبکر کی خلافت پر نصِ جلی ہے۔ آپ کی اس نرالی منطق کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔

قولہٗ :- پھر آپ کو کیوں ضد ..... خلیفہ بلافصل کیوں تسلیم نہیں کرتے۔

اقول :- حافظ جی! صرف ہمیں ہی ضد نہیں بلکہ رسول اللہؐ کے صحابہ نے بھی اسے نصِ جلی تسلیم نہیں کیا۔ اگر صحابہؓ اسے نصِ جلی تسلیم کرتے تو سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع و شوریٰ کی نوبت ہی نہ آتی۔ سب بلاچون وچرا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لیتے۔ بنی ہاشم چھ ماہ تک بلا بیعت کئے نہ رہتے۔ سعد بن عبادہؓ بلا بیعت کئے اس دنیا سے رخصت نہ ہوتے بعض صحابہؓ اس بیعت سے دل گرفتہ نہ ہوتے حالانکہ کتب تاریخ بتاتی ہیں کہ بہت سے صحابہؓ اس بیعت سے رنجیدہ تھے۔

تاریخ الخلفاء- ذکر خلافۃ ابی بکر- فصل فی مبایعہ- ص ۴۸ :-

اخرج ابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال لما بویع ابوبکرؓ رأی من الناس بعض الانقباض فقال ایھا الناس ما یمنعکم الست احقکم بھذا الامر الست اول من اسلم الست... الست فذکر خصالاً۔

ترجمہ :- ابن عساکر نے ابوسعید سے روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی گئی تو (حضرت ابوبکرؓ) نے اس بعض لوگوں کی ناپسندیدگی دیکھی۔ تو کہا۔ تمہیں کیا چیز اس امر سے روک رہی ہے؟ کیا میں اس امر کے لئے سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے ایمان لانے والا نہیں ہوں؟ کیا میں ایسا نہیں، ویسا نہیں۔ پس کئی اوصاف کا ذکر کیا۔

۲- اگر یہ نماز پڑھانا نص جلی ہوتا تو خود حضرت ابوبکرؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ جراحؓ کو پیش کر کے دو میں سے کسی ایک کی بیعت کرنے کی دعوت نہ دیتے۔ کیا حضرت ابوبکرؓ نص جلی کے خلاف عمل کرنے کی دعوت دے سکتے تھے؟

۳- اگر یہ نماز پڑھانا نص جلی ہوتی تو خود حضرت عمرؓ اپنی وفات کے وقت جب صحابہؓ نے ان سے خلیفہ مقرر کرنے کے لئے کہا تو وہ یہ نہ کہتے: "اگر میں اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہ کروں تو مجھ سے بہتر نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا (یعنی نبی کریمؐ نے) اور اگر مقرر کر جاؤں تو مجھ سے بہتر (حضرت ابوبکرؓ) نے مقرر کیا تھا۔"

ان کے علاوہ کئی شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں کہ صحابہؓ نے اسے نص جلی تسلیم نہیں کیا تھا۔ تو پھر حافظ جی! شیعہ کے اسے نص جلی تصور نہ کرنے پر آپ اس قدر لال پیلے کیوں ہو رہے ہیں؟

سوال نمبر ۶۳ :- اگر بقول ملا باقر علی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از خود نمازیں پڑھانے لگے تو صحابہ رسولؐ نے اس پر واویلا کر کے ان کو پیچھے کیوں نہ ہٹایا؟ آج جب کسی معمولی واعظ و امام کے منبر و مصلی پر دوسرا جرأت نہیں کر سکتا، نہ مقتدی اسے تسلیم کرتے ہیں تو پھر امام الانبیاء کے مصلے پر خلاف مرضی ایک شخص کیسے قابض ہو گیا؟ کسی نے مخالفت نہ کی نہ امام الانبیاء نے کچھ ڈانٹ ملامت کی۔ اگر کچھ ذرا بھی ہوتا تو متواتر منقول ہوتا۔

جواب :- قولہ :- اگر بقول ملا باقر علی .... پیچھے کیوں نہ ہٹایا؟

اقول :- صرف بقول علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ ہی نہیں بلکہ آپ کی احادیث کی رو سے بھی اس سے قبل خود حضرت ابوبکرؓ نے بھی اور صحابہ میں سے دیگر افراد نے بھی از خود بلا ارشاد نبوی اس مصلائے نبوی پر نمازیں پڑھائیں:

۱- (حضرت ابوبکرؓ) بخاری جلد ۱۔ کتاب الاذان۔ باب من قام الی جنب الامام (مترجمہ وحید الزمان حدیث نمبر ۷۵)

عن سھل بن سعد الساعدی ان رسول اللہؐ ذھب الی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینھم فحانت الصلوٰۃ فجاء المؤذن الی ابی بکرؓ فقال أتصلی للناس فاقیم قال نعم فصلی ابوبکرؓ فجاء رسول اللہؐ فی الصلوٰۃ فتخلص حتی وقف فی الصف فصفق الناس وکان ابوبکرؓ لا یلتفت فی صلاتہ فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرأی رسول اللہؐ فاشار الیہ رسول اللہؐ ان امکث مکانک فرفع ابوبکرؓ یدیہ فحمد اللہ علی ما امرہ بہ رسول اللہؐ من ذالک ثم استأخر ابوبکرؓ حتی استوی فی الصف و تقدم رسول اللہؐ۔

ترجمہ :- سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ پس مؤذن ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا۔ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ میں اقامت کہوں؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ ہاں۔ پس ابوبکرؓ نماز پڑھانے لگے۔ نماز کے دوران نبی کریمؐ تشریف لائے۔ (اپنے لئے صف میں) جگہ بنائی اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے تالیاں پیٹیں۔ ابوبکرؓ نماز کی حالت میں ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ جب لوگوں کا تالیاں پیٹنا زیادہ ہو گیا تو پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہؐ کو دیکھ لیا۔ پس پیچھے ہٹنا چاہا

رسول اللہؐ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ پس ابوبکرؓ نے اس بات پر جس کا حضورؐ نے اس کو حکم دیا تھا ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی (شکریہ ادا کیا) اور پیچھے ہٹ آئے اور رسول اللہؐ آگے تشریف لے گئے۔

۲۔ (عبدالرحمٰن بن عوف) مسند احمد بن حنبل (دار المعارف مصر) جلد ۲۔ کتاب الصلاۃ۔ مسند عبدالرحمٰن :۔

عن عبد اللہ بن الولید انہ سمع ابا سلمۃ بن عبد الرحمٰن یحدث عن ابیہ انہ کان مع رسول اللہؐ فی سفر فذھب النبیؐ لحاجتہ فادرکھم وقت الصلاۃ فاقاموا الصلاۃ فتقدمھم عبد الرحمٰن فجاء النبیؐ فصلی مع الناس خلفہ رکعۃ فلما سلم قال اصبتم واحسنتم۔

(ترجمہ) عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو اپنے باپ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ (یعنی ان کا باپ) ایک سفر میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھا۔ نبی کریمؐ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے کہیں تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ پس انہوں نے نماز قائم کی۔ عبدالرحمٰن نے امامت کی۔ اتنے میں نبی کریمؐ تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ ایک رکعت اس کے پیچھے پڑھی۔ جب حضورؐ نے سلام کہا تو فرمایا۔ تم نے درست کیا۔ تم نے بہت اچھا کیا۔

قولہ :۔ آج جب کسی عمومی واعظ ..... اسے تسلیم کرتے ہیں۔

اقول:۔ آج کے ائمہ جماعت اور واعظان منبر کے قول و فعل کو دلیل شرعی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آج ائمہ و واعظین کسی شرعی نقطۂ نگاہ کے تحت باہم دست بگریبان نہیں ہوتے بلکہ ان کے تخاصم و جدال کی وجہ یہ ہے کہ ان کی روزی کا مدار اس مصلیٰ اور منبر پر ہے۔ اسی طرح نہ مقتدی کسی شرعی امر کی وجہ سے باہمی سر پھٹول کرتے ہیں بلکہ اس کی وجہ ان کی ذاتی پسند و ناپسند ہے۔ ہر ایک اپنی پسند کے امام و واعظ کو یہ ذریعہ معاش مہیا کرنا چاہتا ہے۔

قولہ :۔ تو امام الانبیاءؐ کے مصلے پر ..... متواتر منقول ہوتا۔

اقول :۔ اگر امامت اور امام جماعت کے متعلق تمام مروی متواتر احادیث کو سامنے رکھ کر تعصب سے مبرا نظر انصاف سے دیکھا جائے تو ہر صاحب عقل اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ حضور نبی کریمؐ نے کبھی بھی نماز جماعت کی امامت کے لئے کسی کو مختص نہیں فرمایا بلکہ امام جماعت کے تعین کا مدار مقتدیوں کے انتخاب کو قرار دیا۔ البتہ امام جماعت کے اوصاف کا تعین فرما کر امت کی رہبری فرمائی کہ امامت کے لئے کیسے شخص کو منتخب کریں۔ مثلاً :۔

۱۔ جو قرآن کریم اور احکام قرآن کریم کا دوسروں سے زیادہ عالم ہو (جیسا کہ بخاری کی در بارۂ امامت سالم مولیٰ حذیفہ کی حدیث) جس کا ذکر اسی سوال کے جواب میں سابقاً ہوا: "کان اکثرھم قرآنا"۔

۲۔ جو عمر میں سب سے بڑا ہو :۔ (بخاری جلد ا۔ کتاب الصلاۃ۔ باب الاذان للمسافر اذا کان جماعۃ)

حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان عن خالد الحذاء عن مالک بن الحویرث قال اتی رجلان النبیؐ یریدان السفر فقال النبیؐ اذا انتما خرجتما فاذنا ثم اقیما ثم لیؤمکما اکبرکما۔

(ترجمہ) مالک بن حویرث سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ دو شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں آئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ جب تم سفر پر جاؤ تو اذان کہا کرو اور تم میں جو عمر میں بڑا ہے وہ تمہارا امام جماعت بنے۔

اس کے علاوہ اور کئی صفات کا ذکر ہے مثلاً جو ہجرت میں اسبق ہو، جو زیادہ خوبصورت ہو..... وغیرہ۔
جن کا تفصیلی ذکر کتب فقہ میں موجود ہے۔
احادیث کے مضامین میں غور کرنے سے یہی نتیجہ اخذ ہوگا کہ اس موقع پر (بیماری کے دوران) بھی حضورؐ نے کسی کو امام مختص نہیں فرمایا تھا بلکہ فرمایا تھا کہ "کسی اور کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے" اور مقتدیوں نے حضرت ابوبکرؓ کو منتخب کیا کیونکہ آپ عمر میں سب سے بڑے اور مہاجرین سابقین میں سے تھے۔ جب مقتدیوں نے خود حضرت ابوبکرؓ کو منتخب کیا تھا تو مخالفت و واویلا کون کرتا۔

سوال نمبر ۶۴ :۔ کیا صدیق اکبرؓ کے بجائے خلیفہ بلافصل حضرت علی المرتضیٰؓ بنتے تو شیعہ عقائد کی رو سے آپ کو کامیابی ہوتی؟ ذرا غور کریں، شیعہ عقائد میں حضرت علی المرتضیٰ صحابہ کرام کے دل میں بسنے والے محبوب اور ہردلعزیز ہرگز نہ تھے۔ سب لوگوں کو آپ سے حسد اور دشمنی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ڈر کی وجہ سے فضائل مرتضیٰ صراحتاً بیان نہ کرتے تھے تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ حتیٰ کہ اللہ پاک کو بلّغ ما انزل الیک سے تہدید دینی پڑی (حیات القلوب وغیرہ) بالفرض آپ اگر چند ساتھیوں کی بیعت سے خلیفہ بن بھی جاتے تو عام پبلک دشمنی کی وجہ سے آپ کی مطیع نہ ہوتی۔ آپ جنوں اور ملائکہ کی مدد سے لشکر کشی کرتے تو امت کا صفایا ہو جاتا۔ اللہ کی تقدیر میں امت کی فلاح و نجات اسی میں تھی کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفہ ہوں۔ اندرونی مخالفت کا تصور ہی نہ ہو۔ مسلمان سب دنیا کو فتح کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ اگر عہد رابع میں منافقانہ سازش سے اسی ہزار مسلمان کام بھی آئیں تو مجموعی طور پر ان کی قوت مضمحل نہ ہو۔ ان ربك علیم حکیم۔

جواب :۔ **قولہٗ** :۔ کیا صدیق اکبر کی بجائے.....شیعہ عقائد کی رو سے آپ کو کامیابی ہوتی۔

اقول :۔ خلیفہ بلافصل بنتے تو کیا شیعہ عقائد کی رو سے خلیفہ بلافصل بنے اور خلیفہ بلافصل تھے۔ شیعہ عقائد کی رو سے خلیفۂ رسولؐ وہ شخص نہیں ہے جو رسولؐ کی وفات کے بعد اس مقام (منبر) پر بیٹھ جائے بلکہ جو حقیقی معنوں میں رسولؐ کے صفات، ان کے علم و فہم کا وارث ہو۔ ان کے احکام، افعال و اقوال کی صحیح ترجمانی کر سکے۔ اہلسنت بھی اس خلافتِ حقہ کا انکار نہیں کر سکتے۔

۱۔ ازالۃ الخفاء۔ جلد ۱۔ مقصد اول۔ تنقیح معنیٰ خلافت خاصہ۔ نکتہ سوم۔ صفحہ ۲۵۹ :۔

خلافت ظہرے وارد و باطنے ظہر خلافت سلطنت و فرمانروائی است برائے اقامتِ دین۔ بطن آن تشبہ است با پیغمبرؐ در اوصافے کہ بہ پیغمبری تعلق دارد۔ پس نبوت آن است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بصلاح عالم و کبت مفسدین و کفار و ترویج شریعت در ضمن افعال و اقوالِ پیغمبرؐ۔ خلافت آن است کہ ارادہ الٰہیہ متعلق شود بصلاح عالم بتکمیل افعال پیغمبرؐ و ضبط اقوال او و اشاعت نور او و غلبۂ دین او در ضمن قیام شخصی از امت بخلافت پیغمبرؐ۔

ترجمہ :۔ خلافت ظاہر رکھتی ہے اور باطن۔ ظاہر خلافت تو بادشاہت اور حکومت ہے، دین کو قائم رکھنے کی

ظاہر اور باطنی خلافت سے مراد صفاتِ پیغمبری میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہونا ہے۔ پس نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے افعال و اقوال کے ذریعے دنیا والوں کی اصلاح، مفسدین و کفار کی سرکوبی اور شریعت کی ترویج کا ارادہ فرماتا ہے اور خلافت یہ ہے کہ امتِ پیغمبر علیہ السلام میں سے کسی شخص کو خلافتِ پیغمبرؐ پر قائم کر کے پیغمبرؐ کے افعال کی تکمیل، اس کے اقوال کو جمع کرنا اور محفوظ رکھنے، اس کے نور کو عام کرنے اور دین کو غلبہ دینے کا ارادہ فرماتا ہے۔

تفریع (نوٹ) :- اگرچہ صاحب ازالۃ الخفاء نے وضاحت نہیں فرمائی کہ خلافت سے مراد خلافت ظاہری ہے یا باطنی مگر اس کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت سے ان کی مراد خلافت باطنی ہے۔

۲۔ صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ الفصل الاول فی الآیات الواردہ فیہم الآیۃ الاولیٰ (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس۔ صفحہ ۱۴۴ :-

وھو فائدۃ ذالک التطھیر وغایتہ اذ منہ انابۃ الی اللہ تعالیٰ وادامۃ الاعمال الصالحۃ ومن ثم ذھبت عنھم الخلافۃ الظاھرۃ لکونھا صارت ملکا و لذا لم تتم للحسنؓ عوضوا عنھا بالخلافۃ الباطنۃ حتی ذھب قوم الی ان قطب الاولیاء فی زمان لایکون الا منھم۔

ترجمہ :- یہی امر (یعنی ہر ناپسندیدہ امر سے پاک ہونا) ہی اس تطہیر کا فائدہ وغرض و غایت ہے۔ جبکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور ہمیشہ اعمال کا نیک ہونا اور اسی لئے ان (اہل بیتؑ) سے ظاہری خلافت جاتی رہی اور حسنؑ کی خلافت مکمل نہ ہوئی کیونکہ اب یہ ملوکیت بن چکی تھی۔ اس کے بدلے میں انہیں (اہلبیتؑ کو) خلافت باطنی عطا ہوئی یہاں تک کہ ایک قوم کا عقیدہ ہے کہ ہر زمانہ میں قطب الاولیاء (اولیاء اللہ کا مرکز و مرجع) صرف ان ہی میں سے ہوتا ہے۔

پس حافظ جی! شیعہ ان حقیقی خلفاءِ رسولؐ کو اپنا رہبر و امام تسلیم کرتے ہیں جو اہلبیتِؑ رسولؐ سے ہیں جن کا پہلا بلا فصل خلیفہ حضرت علی علیہ السلام اور آخری امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے نص فرما دی تھی کہ میری صفات میرے علم و فہم کے وارث یہ ہیں۔ کتب اہلسنت میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں :-

۱۔ مستدرک جلد ۲۔ باب الفضائل۔ فضائل اہل بیت۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۱۲۔ کتاب الفضائل۔ الباب الخامس۔ فضائل اہل بیت۔ صفحہ ۱۰۳ :-

قال رسول اللہ ؐ من سرہ ان یحییٰ حیاتی و یموت مماتی ویسکن جنۃ عدن فلیوال علیًا من بعدی و لیقتدِ اھل بیتی فانھم عترتی خلقوا من طینتی و رزقوا فھمی و علمی فویل للمکذبین بفضلھم من امتی للقاطعین فیھم صلتی۔ لا انا لھم شفاعتی۔

(ترجمہ) رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جو یہ پسند کرتا ہو کہ میری زندگی جیسی زندگی بسر کرے اور میری موت جیسی موت مرے اور جنتِ عدن میں ساکن ہو تو اسے چاہئے کہ میرے بعد علیؑ کو اپنا ولی بنائے اور میرے اہل بیتؑ کی پیروی

کرے کیونکہ یہ میری اصل سے ہیں۔ میری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ میرا فہم اور میرا علم عطا کئے گئے ہیں۔ پس ہلاکت ہے میری امت میں سے ان کے لئے جو ان کی فضیلت کو جھٹلائیں۔ جو ان کے صلہ (نسبی رشتہ) کو مجھ سے منقطع کریں، انہیں میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔"

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے متعلق کوئی ایسی نص (کہ صفات میں پیغمبرؐ کے مشابہ اور پیغمبرؐ کے علم و فہم کے وارث ہیں) کتبِ شیعہ و کتب اہلسنت میں موجود نہیں۔ پس یہ خلفاءِ خلافت ظاہری ہیں جس کے لحاظ سے خلیفۂ اول (بلافصل) ابوبکرؓ ہیں مگر شیعوں کو اس خلافتِ ظاہری سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ خلافت ظاہری سلطنت و فرمانروائی ہے۔ خلیفۂ ظاہری کے احکام کی تعمیل اس وقت تک واجب و لازم ہے جب تک وہ مسندِ خلافت پر جلوہ فگن ہو (بشرطیکہ خلیفۂ راشد ہو) وہ ہادیِ دین نہیں۔ اس کا قول و فعل دلیلِ شرعی نہیں۔ پس بعد والوں کے لئے اس کے قول و فعل کی اتباع لازم و واجب نہیں۔

بخلاف اس کے خلیفۂ خلافتِ باطنی صفاتِ پیغمبری، پیغمبرؐ کے علم و فہم کا وارث ہوتا ہے لہٰذا ہادیِ دین ہے۔ اس کے قول و فعل کی اتباع بعد والوں کے لئے بھی راہِ ہدایت کی شمع ہے۔ بعد والوں پر بھی اس کی اتباع لازم و واجب ہے۔

میرے اہلسنت بھائی شیعوں کے حضرت علی علیہ السلام کو خلیفۂ بلافصل کہنے پر بگڑا نہ کریں۔ شیعہ حضرت علیؑ کو بلحاظ باطنی خلیفہ بلافصل کہتے ہیں نہ کہ خلافتِ ظاہری کے لحاظ سے۔

اس امر کی کیا خوب وضاحت صاحبزادہ نصیرالدین گیلانی مدظلہٗ (گولڑہ شریف) نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے:۔

نام و نسب۔ مصنفہ نصیرالدین گیلانی) صفحہ ۲۷۰:۔

یہاں خلافت سے مراد خلافتِ باطنی ہے، ظاہری نہیں۔ جیسا کہ حضرت سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔ اہلسنت کے نزدیک خلافت کے باطنی مفہوم کے لحاظ سے امام کے لفظ کا اطلاق ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر صحیح و جائز ہے (ملاحظہ ہو ملفوظاتِ مہریہ۔ صفحہ ۱۱۵) اسی طرح بلاواسطہ خلافت سے ہماری مراد بھی باطنی خلافت ہے جو حیدر کرارؓ کو امیرالمومنین اور خلیفۂ راشد ہونے کے اعزاز کے ساتھ بلاواسطہ بارگاہِ ختمی مرتبت ﷺ سے عطا ہوئی۔

قولہٗ:۔ ذرا غور کریں شیعہ عقائد ..... سب لوگوں کو آپ سے دشمنی تھی۔

اقول:۔ حافظ جی! شیعوں کا یہ عقیدہ آپ نے شیعوں کی کونسی کتاب میں لکھا دیکھا۔ ذرا اس کتاب کا نام ہی لے لیا ہوتا۔ شیعوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ سب لوگ (یعنی سب صحابہ) علیؑ کے دشمن تھے جبکہ علیؑ کی دشمنی نفاق کی علامت ہے۔ کیا شیعہ عیاذاً باللہ تمام صحابہ کو منافق سمجھتے ہیں؟ حقیقت میں آپ کا یہ ارشاد آپ کے بیسیوں بہتانوں میں سے ایک بہتانِ عظیم ہے۔ یہ شیعہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو برحق

اور مبنی بر حکمۃ الٰہیہ ثابت کرنے کے لئے سنیوں کی ایک ناکام کوشش ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو صحابہ کے نزدیک ایک ناپسندیدہ ہستی ثابت کرکے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافتوں کو برحق ثابت کیا جائے۔ مندرجہ ذیل احادیث کتب اہلسنت ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح محدثین اہلسنت نے حضرت علیؑ کو ایک ناپسندیدہ شخصیت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے :-

۱- مسلم - کتاب الجہاد - حکم الفیئ :- (ایک طویل حدیث جس میں سے مطلوب عبارت نقل کی جاتی ہے)

عن عائشۃ رضہ ان فاطمۃ رضہ بنت رسول اللہ ص ارسلت الی ابی بکر رضہ سألہا میراثہا من رسول اللہ ص ..... فابی ابو بکر رضہ ان یدفع الی فاطمۃ رضہ شیئًا ...... کان لعلی رضہ وجھۃ من الناس فی حیاۃ فاطمۃ رضہ فلما توفیت استنکر علی رضہ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر رضہ و مبایعتہ۔

(ترجمہ) عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ فاطمہ رضہ بنت رسول اللہ ص نے ابوبکر رضہ کی طرف پیغام بھیجا اور نبی کریم ص کی طرف سے اپنی میراث طلب کی .... پس ابوبکر رضہ نے جناب فاطمہ رضہ کو کوئی چیز دینے سے انکار کر دیا ..... جناب فاطمہ رضہ کی زندگی میں حضرت علی رضہ کے لئے لوگوں میں کچھ رجوع و رغبت تھی۔ جب (حضرت فاطمہ رضہ) وفات پاگئیں تو علی رضہ نے لوگوں کے چہروں کو بدلا ہوا پایا (لوگ بے رخی برتنے لگے) پس (حضرت علی رضہ) نے حضرت ابوبکر رضہ سے صلح اور اس کی بیعت کرنا چاہی (مطلب یہ کہ حضرت علی رضہ کی لوگوں کے نزدیک اگر کوئی قدر و منزلت تھی تو صرف جناب فاطمہ رضہ کی وجہ سے تھی ورنہ بذاتہ وہ لوگوں میں ہر دلعزیز نہ تھے)

۲- تذکرۃ الخواص - الباب الثانی عشر - فی ذکر الأئمۃ علیہم السلام - صفحہ ۲۳۳ :-

قال احمد فی الفضائل عن زید بن علی بن الحسین بن علی - عن ابیہ عن جدہ قال شکوت الی رسول اللہ ص حسد الناس ایای فقال اما ترضی ان تکون رابع اربعۃ اول من یدخل الجنۃ انا و انت والحسن والحسین و امہا و ذریتنا من خلفنا و شیعتنا من ورائنا۔

ترجمہ :- امام احمد نے کتاب فضائل میں زید بن علی بن الحسین بن علی علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ اس کے دادا (حضرت علی ابن ابیطالبؑ) نے رسول اللہ ص سے لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو رسول اللہ ص نے فرمایا۔ کیا تو یہ پسند نہیں کرتا کہ ان چار میں سے جو سب سے اول جنت میں داخل ہوں گے چوتھا تو ہووے گا۔ میں اور تو اور حسن اور حسین۔ اور ان کی والدہ (مکرمہ) اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہم سب کے پیچھے ہوں گے۔

مختصر یہ کہ کتب حدیث و اخبار اہل سنت میں کئی ایسی احادیث و اخبار ہیں جن میں حضرت علی رضہ کے ہر دلعزیز نہ ہونے کا ذکر ہے۔ لیکن حقیقت کو لاکھ چھپایا جائے تو بھی نہیں چھپ سکتی۔ دوسری طرف اہلسنت کی اخبار و روایات میں ایسی روایات بھی مل جاتی ہیں کہ اصحاب کی اکثریت حضرت علیؑ سے محبت کرتی تھی اور ان کے حق میں تھی ہاں اس میں شک نہیں کہ کچھ مفاد پرست ایسے بھی تھے جو حضرت علیؑ سے حسد کرتے تھے۔ دیکھئے سقیفہ بنی ساعدہ

میں انصار نے پکار پکار کر کہا۔ "ہم تو صرف علیؑ کی بیعت کریں گے۔" یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ صحابہ میں ا
انصار کی تھی۔

تاریخ طبری، مکتبہ حسینیہ مصر، جلد ۳ - بیعۃ ابی بکرؓ - صفحہ ۱۹۸ :-

فاجتمع الانصار فی سقیفۃ بنی ساعدۃ لیبایعوا سعد بن عبادہ فبلغ ذالک ابابکر
فاتاھم ومعہ عمرؓ و ابو عبیدۃؓ الجراح - فقال ما ھذا۔؟ فقالوا۔ منّا امیر و منکم ا
فقال ابوبکرؓ منا الامراء ومنکم الوزراء ثم قال ابوبکرؓ قد رضیت لکم احد ھذین ال
عمرؓ او ابا عبیدۃ ان النبیؐ جاءہ قوم فقالوا ابعث معنا امینًا فقال لا بعثنّ معکم امی
حق امین فبعث معھم اباعبیدۃ فقام عمر فقال ایکم تطیب نفسہ ان یخلّف قدمین قدّ
النبیؐ فبایعہٗ عمر و بایعہ الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع اِلّا علیاً۔

(ترجمہ) پس انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تاکہ سعد بن عبادہ کی بیعت کریں۔ پس ابوبکرؓ کو اس امر کی خبر
پس وہ ان کے پاس آئے۔ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی اس کے ساتھ تھے۔ پس اس (ابوبکرؓ) نے کہا کہ یہ
ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ ایک امیر ہم سے اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ ہم میں سے امیر ہوں گے اور تم
سے وزیر۔ پھر ابوبکرؓ نے کہا میں ان دو عمر اور عبیدہ میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں۔ تحقیق نبی کریمؐ کے پاس
قوم آئی اور کہا کہ ہمارے ساتھ کسی امانتدار شخص کو بھیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں تمہارے ساتھ اسے بھیجوں گا
ایسا امین ہے جیسا امین ہونے کا حق ہے اور ابو عبیدہ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ پس حضرت عمرؓ اٹھے اور کہا کہ
میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ ان قدموں کو پیچھے ہٹایا جائے جن قدموں کو نبی کریمؐ نے آگے کیا۔ اور اس (ا
کی بیعت کرلی اور لوگوں نے بھی بیعت کی۔ انصار نے یا بعض انصار نے کہا کہ ہم تو علیؓ کے سوا کسی دوسر
کی بیعت نہیں کریں گے۔

حافظ جی! اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بنظرِ انصاف دیکھنے کی توفیق عطا کردے تو احادیث و روایات کے م
سے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ حضرت علیؑ نہیں بلکہ حضرت عمرؓ صحابہ کرام کے دلوں میں بسنے والے محبوب
ہردلعزیز ہرگز نہ تھے۔ مندرجہ ذیل احادیث و روایات پر نگاہ ڈالیئے :-

۱۔ تاریخ الخلفاء (سیوطی) ذکر ابی بکر الصدیقؓ فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ مقرونا بعمرؓ سوی ما ا
صواعق محرقہ۔ الفصل الثالث۔ الباب الثالث۔ فی بیان فضیلۃ ابی بکرؓ۔ الحدیث الحادی والسعون :-

اخرج الترمذی عن علیؓ ان رسول اللہؐ قال رحم اللہ ابابکرؓ زوّجنی ابنتہ وحمّ
الی دار الھجرۃ واعتق بلالاً من مالہ وما نفعنی مال فی الاسلام ما نفعنی مال ابی بکرؓ۔ ا
اللہ عمرؓ یقول الحق وان کان مرًّا لقد ترکہٗ الحق مالہ من صدیق۔

(ترجمہ) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے۔ اس نے ا

اپنی بیٹی بیاہ دی۔ دارالہجرت کی طرف مجھے سواری بہیا کی۔ اپنے مال سے بلال رضؓ کو آزاد کرایا۔ اسلام میں مجھے کسی مال نے اس قدر فائدہ نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکر رضؓ کے مال نے مجھے فائدہ دیا۔ اللہ تعالیٰ عمر رضؓ پر رحم فرمائے وہ ہمیشہ حق ہی کہتا ہے چاہے وہ (حق) کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔ اس حق (گوئی) نے کسی کو بھی اس کا دوست نہیں رہنے دیا۔

۲۔ اسدالغابہ۔ جلد۴۔ ذکر عمر رضؓ بن الخطاب۔ خلافۃ و سیرۃ۔ صفحہ ۶۹ :۔

سمع بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ بدخول عبد الرحمٰن رضؓ و عثمان رضؓ علی ابی بکر رضؓ و خلوتھما لہ فدخلوا علی ابی بکر فقال لہ قائل منھم ما انت قائل لربک اذا سألک عن استخلافک عمر رضؓ علینا و تری غلظتہ۔ فقال ابوبکر رضؓ اجلسونی۔ أبالله تخوفنی خاب من تزوّد من امرکم بظلم اقول اللھم استخلفت علیھم خیر اھلک بلغ عنی ما قلت لک من ورائک ثم اضطجع۔

(ترجمہ) بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ عبدالرحمٰن رضؓ اور عثمان رضؓ ابوبکر رضؓ کے پاس گئے ہیں اور ان سے تنہائی میں باتیں کر رہے ہیں پس وہ صحابہ بھی ابوبکر رضؓ کے پاس چلے گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ تم اپنے رب کو کیا جواب دوگے جب وہ تم سے عمر رضؓ کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق سوال کرے گا درآں حالیکہ تم عمر رضؓ کی تندخوئی کو دیکھ رہے ہو ابوبکر رضؓ نے کہا مجھے اٹھاؤ بٹھاؤ۔ کیا تو مجھے اللہ سے ڈراتا ہے ؟ ناکام و نامراد ہوا وہ جس نے تمہارے معاملے میں ظلم کو زاد راہ بنایا میں کہوں گا۔ اے میرے اللہ ! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو ان پر اپنا خلیفہ بنایا۔ اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی میری یہ بات پہنچا دو اور پھر لیٹ گئے۔

۳۔ اسدالغابہ۔ جلد۴۔ باب ایضاً۔ صفحہ ۷۰ :۔

عن حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابیہ۔ انہ دخل علی ابی بکر رضؓ فی مرضہ الذی توفی فیہ فاصابہ مفیقاً۔ فقال لہ عبد الرحمٰن رضؓ اصبحت بحمد الله بارئاً فقال ابوبکر رضؓ اتراہ قال نعم قال انی علی ذالک شدید الوجع وما لقیت منکم یا معشر المھاجرین اشد علیّ من وجعی انی ولّیت امرکم خیرکم فی نفسی فکلکم ورم من ذالک انفہ یرید ان یکون الامر لہٗ۔

(ترجمہ) حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ وہ یعنی اس کا باپ عبدالرحمٰن ابوبکر رضؓ کے پاس گیا اس مرض کے دوران جس سے وہ فوت ہوئے۔ پس اسے کچھ افاقہ میں پایا تو عبدالرحمٰن نے اسے کہا۔ الحمد للہ آپ تندرست ہوگئے ہیں۔ ابوبکر رضؓ نے کہا کیا تم ایسا ہی دیکھتے ہو ؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ ابوبکر رضؓ نے کہا۔ میں اس کے باوجود سخت بیمار ہوں اور اے مہاجرین کے گروہ ! جو کچھ میں نے تمہاری جانب سے پایا ہے وہ میری اس بیماری سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ میں نے اپنے نزدیک جسے میں بہتر سمجھا اسے تمہارا ولی بنایا۔ پس تم سب نے ناک پھلائے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ (ولایت یا امیری) اسے ملے۔

قولہٗ :۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان کے ڈر..... بیان نہیں فرماتے تھے۔

اقول :- حافظ جی! شیعہ کی کونسی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ "حضورؐ حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرنے سے ڈرتے تھے اور فضائلِ مرتضیٰؑ صراحت سے بیان نہیں فرماتے تھے۔" کون عقل کا اندھا شیعہ یا سنی ایسی بات کہہ سکتا ہے جبکہ شیعہ اور سنی دونوں کی کتب حدیث میں حضرت علیؑ کے فضائل کی احادیث دیگر تمام صحابہ کے فضائل سے زیادہ بیان ہوئی ہیں۔ محدثین اہلسنت نے بھی حضرت علیؑ کے فضائل میں احادیث کے بکثرت ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الثانی فضائلہ (علی رض) صفحہ ۱۲۰ :-

وھی کثیرۃ شھیرۃ حتیٰ قال احمدؒ ما جاء فی احد من الفضائل ما جاء لعلی وقال اسماعیل القاضی والنسائی وابو علی النیشا بوری لم یرد فی حق احد من الصحابۃ بالاسانید الحسان اکثر ما جاء فی علی رض۔

(ترجمہ) (فضائل علی رض) اور وہ بہت زیادہ اور مشہور ہیں یہاں تک کہ احمدؒ (یعنی امام احمد حنبل) نے کہا کہ کسی شخص کے لئے اتنے فضائل کا بیان نہیں ہوا جتنے علیؑ کے لئے اور قاضی اسمٰعیل، نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے کہا کہ کسی کے حق میں بھی حسن سندوں کے ساتھ ان احادیث سے زیادہ احادیث وارد نہیں ہوئیں جو احادیث علیؑ کے حق میں بیان ہوئیں۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں جواب، سوال نمبر ۴۶)

قولہ :- اور مسئلہ امامت کو نا کہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔

اقول :- حافظ جی نے اس عبارت کو اس امر کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ حضورؐ حضرت علیؑ کے فضائل کو صراحتاً بیان فرمانے سے ڈرتے تھے جیسا کہ اعلانِ امامت علیؑ کے متعلق علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ حضورؐ کو ڈر تھا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ حالانکہ اعلانِ امامت اور چیز ہے اور ذکرِ فضائل اور چیز۔ ذکرِ فضائل میں کسی کے مرتد ہونے کا خوف ممکن نہیں لیکن اعلانِ امامت سے یہ ڈر ہو سکتا ہے کہ طامعین امارت و خلافت اسے اپنے ہاتھ سے جاتے ہوئے دیکھ کر مرتد نہ ہو جائیں۔

حافظ جی نے حسبِ عادت اس عبارت میں تحریف سے کام لیا۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

حیات القلوب۔ جلد ۲۔ ذکر حجۃ الوداع۔ صفحہ ۵۳۲ :-

پس برپا دار اے محمد علیؑ را علمے درمیان خلق و برگیر برایشان بیعت اورا۔ و تازہ گردان عہد و پیمانے را کہ از ایشان گرفتہ بودم بدرستیکہ من ترا بجوار رحمت خود مے طلبم۔ پس حضرت رسولؐ ترسید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ شوند و بجہالت و کفر خود برگردند۔

(ترجمہ) اے محمدؐ! علیؑ کو مخلوق میں بطور علامت کے پیش کر دے۔ تمام لوگوں سے علیؑ کی بیعت لے اور ان سے اس عہد و پیمان کی تجدید کرا جو میں نے پہلے لے رکھا ہے کیونکہ عنقریب میں تجھے اپنے جوارِ رحمت میں بلانے والا ہوں لیکن آپؐ امت کے اس خوف سے کہ کہیں تفرقہ پرداز منافق بکھر نہ جائیں اور اپنے پہلے کفر و جہالت کی طرف نہ پلٹ جائیں۔

اس عبارت میں تفرقہ پرداز اور منافقین کے مرتد ہو جانے کے خوف کا ذکر ہے اور حافظ جی اس کے ترجمہ میں

لکھتے ہیں۔ "تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔" (مزید تشریح کے لئے دیکھئے جواب سوال نمبر ۴۵)

قولہ :- بالفرض آپ اگر چند سال بیعت ..... لشکر کشی کرتے تو پوری امت کا صفایا ہو جاتا۔

اقول :- حافظ جی! اگر عام پبلک مطیع نہ ہوتی تو حضرت علیؑ لشکر کشی ہی نہ کرتے۔ حافظ جی! آپ کو رسولؐ و نبیؐ اور رسول و نبیؐ کے خلیفۂ برحق کی معرفت ہی نہیں۔ رسول و نبیؐ اور خلیفۂ برحق عام پبلک سے بیعت لینے اور انہیں مطیع کرنے کے لئے تلوار نہیں اٹھاتے، لشکر کشی نہیں کرتے بلکہ لا اکراہ فی الدین پر عمل کرتے ہوئے صرف بیعت کی دعوت دیتے ہیں اور پھر اسے عام پبلک کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کا جی چاہے بیعت کرلے، جس کا جی چاہے بیعت نہ کرے۔ بیعت نہ کرنے والے پر کسی قسم کا جبر نہیں کرتے بشرطیکہ وہ کسی قسم کی فتنہ پردازی نہ کرے۔ اسلام اور مسلمانوں کو گزند نہ پہنچائے۔ اسلام میں جہاد صرف فتنہ و فساد کو مٹانے اور اسلام سے دفاع کی خاطر ہے، نہ کہ فتوحات و بجبر مطیع کرنے کے لئے۔ حضور نبی کریمؐ اور حضرت علیؑ کی تمام جنگوں کے اسباب پر غور فرمائیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سب یا تو اسلام سے دفاع کی خاطر یا آتشِ فتنہ کو بجھانے کی خاطر تھیں۔ حضرت علیؑ کی جنگی حکمت عملی کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل روایت پر غور فرمائیے :-

۱- تاریخ کامل (ابن اثیر) جلد ۱ - ذکر مسیر علیؑ الی البصرۃ - صفحہ ۲۲۱-

۲- البدایہ والنہایہ- مسیر امیر المومنین من المدینۃ الی البصرۃ - صفحہ ۲۵۶-

فلما اراد المسیر من الربذۃ الی البصرۃ قام الیہ ابن رفاعۃ بن رافع فقال یا امیر المومنین ای شیء ترید والی این تذھب ؟ فقال اما الذی نرید وننوی فالاصلاح ان قبلوا منّا واجابونا الیہ قال ان لم یجیبوا الیہ قال ندعھم بعذرھم ونعطیھم الحق ونصبر قال فان لم یرضوا قال ندعھم ما ترکونا- قال ان لم یترکونا قال امتنعنا- قال فنعم اذاً-

(ترجمہ) جب آپ نے ربذہ سے بصرہ کی جانب جانے کا ارادہ کیا تو ابن الرفاعۃ بن رافع اٹھا اور کہا اے امیر المومنینؑ! آپ کیا چاہتے ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا- جو ہم چاہتے ہیں اور جس کا ارادہ رکھتے ہیں وہ اصلاح (صلح و صفائی) ہے۔ اگر انہوں نے ہماری طرف سے اسے قبول نہ کیا تو؟ آپ نے فرمایا- ہم انہیں ان کے عذر پر چھوڑ دیں گے ان کو ان کے حقوق دیں گے اور صبر کریں گے۔ اس نے کہا۔ اگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو؟ آپ نے فرمایا- ہم انہیں چھوڑ دیں گے، جب تک انہوں نے ہمیں چھوڑے رکھا (یعنی ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے جب تک کہ انہوں نے ہمیں کچھ نہ کہا۔") اس نے کہا اگر انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا تو؟ آپ نے فرمایا- تو پھر ہم انہیں روکیں گے (اپنا دفاع کریں گے)۔ اس پر اس نے کہا۔ تو پھر بیشک آپ اٹھ کھڑے ہوں۔

قولہ :- اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں امت کی ..... دنیا فتح کرکے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔

اقول :- کاش حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ یہ فتوحات نہ کرتے۔ کاش آپ ان فتوحات کو اشاعتِ اسلام کا ذریعہ و سبب قرار نہ دیتے۔ اور اسلام بدنام نہ ہوتا۔ مخالفین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا کہ اسلام اپنی حقانیت

اور روحانیت کے زور پر نہیں بلکہ تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ اسلام کسی صلح جو، امن پسند، غیراسلامی سلطنت پر حملہ کرنے اور زیرنگیں بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔

(پ۲ ع۸) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ [سورۃ البقرۃ ۲-آیت ۱۹۰]

(ترجمہ) اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرے اور دست درازی نہ کرو اللہ تعالیٰ دست درازی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ وہ کفار جو تم سے جنگ پر آمادہ نہ ہوں ان سے اچھا سلوک کرکے انہیں اسلام کا گرویدہ بناؤ:-

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○ (سورۃ الممتحنہ-۶۰-آیت ۸)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تمہیں ان (غیرمسلموں) سے جنہوں نے تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا اچھا سلوک کرنے اور ان سے عدل وانصاف کرنے سے نہیں روکتا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اگر کفار سے جنگ ہوجائے اور وہ صلح کی پیشکش کریں تو ان کی پیشکش قبول کرلو۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (سورۃ انفال ۸-آیت ۶۱)

(ترجمہ) اگر وہ صلح کے لئے آمادہ ہوجائیں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ بلاشک وہ (ہر امر کو) سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مشکوٰۃ - باب الملاحم - حدیث نمبر ۵۱۹۴:-

عن رجل من اصحاب النبیؐ دعوا الحبشہ ما دعوکم واترکوا الترک ما ترکوکم۔

(ترجمہ) چھوڑے رہو حبشہ کو جب تک وہ تم کو چھوڑے رہیں اور چھوڑے رہو ترکوں کو جب تک وہ تم کو چھوڑے رہیں۔

مختصر یہ کہ اسلام ایک صلح وآشتی کی تعلیم دینے والا مذہب ہے اور فتوحات اور آتش حرب کو بھڑکانے کا سبب نہیں ہے لہٰذا اسلام میں فتوحات قابل مدح نہیں۔

حافظ جی کا یہ ارشاد کہ "حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفہ ہوں۔ اندرونی مخالفت کا تصور ہی نہ ہو" حقیقت کا منہ چڑاتا ہے۔ ان سے اندرونی مخالفت زیادہ سے زیادہ تر ہوتی گئی۔

سوال نمبر ۶۵ :- ذرا انصاف سے بتلائیں کہ کیا حضرت علی المرتضیٰؓ اور حسنینؓ کا حضرت عمر فاروقؓ نے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا اور کیا آپ نے قبول فرمایا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ کی فتوحات، جہاد اور خلافت راشدہ برحق ہوئی کیونکہ ائمہ حرام خوری اور مفاد پرستی سے بالا تھے۔ حضرت شہر بانو کی آمد اور حضرت حسین سے نکاح اسی قبیل سے ہے جو کتب شیعہ میں مذکور ہے۔

جواب ۱۰۔ قولہ :۔ ذرا انصاف سے بتلائیں..... وظیفہ مقرر کیا تھا اور آپ نے قبول فرمایا تھا۔

اقول :۔ جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے ان پانچ حضرات کا پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا لیکن بالخصوص صرف ان حضرات ہی کا وظیفہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ دیگر تمام اصحاب رسول اللہؐ کے وظائف بھی مقرر کئے۔ اور یہ وظائف صرف حضرت عمرؓ نے مقرر نہیں کئے تھے بلکہ حضور نبی کریمؐ کے زمانہ ہی سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ ہر صحابی کو اس کی گذران کے لئے بیت المال سے کچھ رقم ملتی تھی جسے "عطا" کہتے تھے۔ حضورؐ سب کو برابر عطا کرتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے حسب مراتب کم و بیش وظائف مقرر کئے۔

الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۲۔ سنۃ خمس عشر۔ ذکر فرض العطایا و عمل الدیوان :۔

و فی ھذہ السنۃ فرض عمر للمسلمین الفروض اعطی العطایا علی السابقۃ و اعطی اھل بدر خمسۃ آلاف والحق باھل البدر اربعۃ من غیر اھلھا۔ الحسن والحسین و اباذر و سلمان وکان فرض للعباس خمسۃ و عشرین الفاً وقیل اثنی عشر الفاً و اعطی نساء النبیؐ عشرۃ آلاف عشرۃ آلاف وفرض لاھل بدر خمسۃ آلاف۔ ثم فرض لمن بعد بدر الی الحدیبیۃ اربعۃ آلاف۔

(ترجمہ) اور اسی سال عمرؓ نے مسلمانوں کے وظائف مقرر کئے اور عطائیں دیں۔ سبقت الی الاسلام کے لحاظ سے۔ اہل بدر کے لئے پانچ ہزار مقرر کئے اور چار اشخاص جو اہل بدر سے نہ تھے انہیں بھی اہل بدر سے ملحق کیا۔ وہ تھے حسنؓ، حسینؓ، مقدادؓ، سلمانؓ۔ عباسؓ کا وظیفہ پچیس ہزار اور بعض کے نزدیک بارہ ہزار تھا۔ ازواج نبیؐ میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار دیا۔ اہل بدر کے لئے پانچ ہزار مقرر کیا اور بدر کے بعد حدیبیہ تک والوں کا چار ہزار۔

پس دیگر مسلمانوں کے ساتھ ان بزرگواروں کا بھی وظیفہ مقرر کیا گو یہ وظیفہ اس سے بہت کم تھا جو بیت المال میں ان کا حق بنتا تھا۔

۱۔ ابو داؤد۔ جلد ۲۔ باب مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ۔ کتاب الخراج والامارۃ۔ صفحہ ۵۰ :

۲۔ نسائی۔ جلد ۱۔ کتاب قسم الفیئ۔ صفحہ ۱۷۔ مطبوعہ وزارت التعلیم فیڈرالیہ۔ اسلام آباد۔

عن یزید بن ھرمزان نجدۃ الحروری حین خرج فی فتنۃ ابن الزبیرؓ ارسل الی ابن عباس یسألہ عن سھم ذی القربیٰ لمن تراہ۔ قال ھو لنا لقربیٰ رسول اللہؐ قسمہ رسول اللہؐ لھم وقد کان عمر عرض علینا شیئاً رأیناہ دون حقنا فابینا ان نقبلہ وکان الذی عرض علیھم ان یعین ناکحھم ویقضی عن غارمھم و یعطی فقیرھم وابی ان یزیدھم۔

(ترجمہ) یزید بن ہرمزان نجدی حروری کے متعلق روایت ہے کہ جب اس نے ابن زبیر کے فتنہ کے وقت خروج کیا تو ابن عباسؓ کی طرف ایک شخص کو بھیجا کہ اس سے دریافت کرے کہ سہم ذی القربیٰ کن کے لئے ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ وہ سہم نبی کریمؐ کے رشتہ داروں کے لئے ہے۔ رسول کریمؐ نے اسے ان پر تقسیم کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس میں سے کچھ ہمیں پیش کیا لیکن وہ ہمارے حق سے کم تھا ہم نے لینے سے انکار کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس (عمرؓ) نے یہ پیشکش

کی تھی کہ شادی کرنے والے کی امداد کرے گا مقروض کا قرض ادا کرے گا۔ فقیر کو عطا کرے گا اور اس سے زیادہ دینے سے انکار کر دیا۔

قولہ :- اگر جواب اثبات میں ہے ..... مفاد پرستی سے بالا تھے۔

اقول :- کیوں جناب؟ ان حضرات کے ان وظائف کو قبول کرلینے سے حضرت عمرؓ کی خلافت برحق اور فتوحات جہاد کس طرح ہو گئیں؟ کیا اگر کوئی مقدس یا معصوم ہستی کسی کا پیش کردہ مال یا ہدیہ قبول کرلے تو اس کا عمل برحق اور مال طیب وطاہر سمجھا جائے گا؟ تو پھر تو ان تمام کافر بادشاہوں کی حکومت برحق اور ان کی جنگیں جہاد تسلیم کرنی ہوں گی جن کے ہدایا رسول اللہؐ نے قبول فرمائے۔

۱۔ تیسیر الوصول (خلاصہ جامع الاصول) جلد ۴ - کتاب الھدیہ - صفحہ ۲۵۴ :-

عن علیؓ قال اھدیٰ کسریٰ الی رسول اللہؐ ھدیۃ فقبل منہ والملوک اھدو الیہ فقبل منھم (اخرجہ ترمذی)

(ترجمہ) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کسریٰ (شاہ ایران) نے رسول اللہؐ کی خدمت میں ہدیہ ارسال کیا اور حضورؐ نے قبول فرمایا (اسی طرح) دوسرے بادشاہوں نے ہدیئے ارسال کئے اور حضورؐ نے قبول فرمائے (پس باعتقاد حافظ جی کسریٰ اور ان بادشاہوں کی بادشاہت برحق اور جنگیں جہاد)

۲۔ تاریخ طبری - جلد ۳ - صفحہ ۸۵ :- (مقوقس ملک قبط)

ثم دعا بکاتبہ فاملیٰ علیہ ردّہ الی رسالۃ النبیؐ اما بعد قرأت کتابک فھمت ما ذکرت وما تدعوا الیہ ..... وقد اکرمت رسولک ولجئت لک بجاریتین لھما مکان من القبط عظیم وثیاب و مطیّتہ لترکبھا والسلام علیک و دفع المقوقس کتابہ الی حاطب معتذراً بما یعلم من تمسک بدینھم .... وانطلق حاطب عائداً الی النبیؐ ومعہ ماریہ واختھا سیرین

نوٹ :- حضورؐ نے مقوقس شاہ قبط کی طرف خط ارسال کیا اور اسلام کی دعوت دی۔ مقوقس نے جواب میں لکھا، پس اس نے کاتب کو بلایا اور یہ جواب (حضورؐ کے خط کا) لکھوایا۔

اما بعد میں نے آپؐ کا خط پڑھا اور جو کچھ آپؐ نے بیان کیا اور جس کی آپؐ نے دعوت دی اسے سمجھا ... میں نے آپؐ کے قاصد کا اکرام کیا اور دو لونڈیاں جنہیں قبط میں بہت قدر حاصل ہے اور کچھ کپڑے اور ایک سواری (گھوڑا) جس پر آپ سوار ہوں آپؐ کے لئے ارسال کئے۔ والسلام علیک۔

مقوقس نے اپنا یہ خط حاطبؓ کے حوالے کیا اور اسلام قبول کرنے کا عذر پیش کیا جسے وہ (حاطب) جانتا ہے حاطب حضورؐ کی طرف واپس لوٹا جبکہ ماریہ اور اس کی بہن سیرین اس کے ساتھ تھیں۔

(چونکہ حضورؐ نے مقوقس کا ارسال کردہ مال اور لونڈیاں قبول فرمائیں اس لئے باعتقاد حافظ جی مقوقس کی بادشاہت برحق اور اس کی جنگیں اور فتوحات جہاد)

۳۔ حضور یہودِ مدینہ منورہ کا پیش کردہ مال و ہدایا قبول فرماتے تھے۔

(۱) چونکہ حضور اور یہود مدینہ کے درمیان معاہدہ طے پایا تھا کہ وہ دشمن کے خلاف جنگ میں ایک دوسرے کی مالی و جانی امداد کریں گے لہٰذا ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں ایک ایسی قوم کفار کے دو آدمی جس نے حضور سے صلح کا معاہدہ کر رکھا تھا مارے گئے اور حضور کو ان کے خون بہا کے طور پر دو سو اونٹ یا ان کی قیمت کی کثیر رقم ادا کرنی پڑی تو مدینہ منورہ کے یہود بنی نضیر سے مالی امداد طلب کی۔

وفاالوفا (سمہودی) جلد ا۔ صفحہ ۲۹۷۔ غزوہ بنی نضیر:۔

قال الزهری کانت علی ستة اشهر من وقعة بدر قبل احد و ذکرها ابن اسحاق فی الاربعة بعد بئر معونة وان سببها ان النبی جاءهم یستعینهم فی دیة و جلس الی جنب جدار لهم فخلا بعضهم ببعض و امروا عمرو بن جحاش ان یرقی فیلقی علیه صخرة فاتاه الخبر من السماء فقال مظهراً انه یقضی حاجة وقال لاصحابه لا تبرحو و رجع مسرعاً الی المدینة فامر بحربهم۔

(ترجمہ) زہری نے کہا کہ غزوہ بنی نضیر احد سے قبل واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد واقع ہوا اور اسحاق نے اسے بئر معونہ کے چار ماہ بعد بیان کیا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم ایک دیت (خون بہا) کے سلسلے میں ان سے امداد طلب کرنے کے لئے تشریف لائے اور ان کی ایک دیوار کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے تنہائی میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور عمرو بن جحاش کو حکم دیا کہ وہ (دیوار پر) چڑھ جائے اور حضور پر چٹان (بہت بڑا پتھر) گرا دے۔ حضور کو بذریعہ وحی اس کی خبر ہو گئی۔ حضور نے بظاہر یہ فرمایا کہ وہ ایک ضروری کام کے لئے جا رہے ہیں اور اصحاب سے کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں اور جلدی جلدی مدینہ تشریف لائے اور ان سے جنگ کا حکم دیا۔

(ب) مدینہ منورہ میں حضور کی تمام وقف کی ہوئی املاک ایک یہودی (مخیریق) کی ملکیت تھیں جو اس نے حضور کو بطور ہدیہ پیش کیں اور حضور نے قبول فرمائیں۔

وفاالوفا۔ جلد ۳۔ صفحہ ۹۹۰۔ الفصل الثانی۔ فی صدقاته:۔

روی ابن زبالة عن محمد بن کعب ان صدقات رسول اللہ کانت اموالاً لمخیریق الیهودی فلما کان یوم احد قال للیهود الا تنصروا محمداً فو اللہ انکم لتعلمون ان نصرته حق۔ قالوا الیوم السبت قال فلا سبت لکم و اخذ سیفه فمضی مع النبی فقاتل حتی اثبته الجراح۔ فلما حضرته الوفاة قال اموالی الی محمد یضعها حیث یشاء۔

(ترجمہ) ابن زبالہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ کے تمام صدقات (اوقاف) مخیریق یہودی کی ملکیت تھیں۔ جب (جنگ) احد کا دن تھا تو اس نے یہودیوں سے کہا کیا تم محمد کی مدد نہیں کرو گے؟ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ اس کی مدد کرنا حق ہے۔ انہوں نے کہا۔ آج سبت (ہفتہ) کا دن ہے۔ اس نے کہا۔ تمہارے لئے کوئی سبت نہیں۔ پھر اس نے اپنی تلوار لی اور نبی کریم کے ساتھ چل پڑا اور جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گیا اور اس

کی وفات کا وقت قریب آگیا تو اس نے کہا میرے تمام مال حضرت محمدؐ کے اختیار میں ہیں جہاں چاہیں صرف کریں۔
چونکہ حضورؐ یہود کا پیش کردہ مال ہدایا قبول فرماتے تھے لہٰذا یہود کا مال طیب و طاہر اور ان کے اس
مال کو کمانے کے طریقے اور ذریعے برحق۔

قولہٗ :۔ حضرت شہر بانو کی آمد ..... جو کتب شیعہ میں مشہور ہے۔

اقول :۔ اب میں حافظ جی کے قائم کردہ کلیات کے مطابق اور ان کے انداز میں ان کلیات کی مدد سے منطقی شکل قائم کرتا ہوں اور نتیجہ اخذ کرتا ہوں۔ کیا حافظ جی اس نتیجہ کو تسلیم کریں گے۔ ذرا انصاف سے بتلائیں کہ حضورؐ کی خدمت میں مقوقس (شاہ قبط) نے دو لونڈیاں اور کچھ مال بطور ہدیہ ارسال کیا تھا، کیا آپؐ نے قبول فرمایا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو مقوقس کی جنگیں اور فتوحات جہاد اور اس کی بادشاہت برحق ہوئی کیونکہ نبی کریمؐ حرام خوری اور مفاد پرستی سے بالا تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کی آمد اور اس سے حضورؐ کے فرزند ابراہیمؑ کا تولد اسی قبیل سے ہے جو کتب سنی میں مشہور ہے۔ کیوں حافظ جی! کیا منطقی شکل کا کبریٰ صغریٰ اور نتیجہ درست ہیں؟

سوال ۶۶ :۔ کیا حضرت علیؓ خلافت فاروقی میں مشیر تھے اور کئی مشورے نہج البلاغہ میں مذکور ہیں۔ کیا آپ دور ثانی میں جج بھی تھے؟ کیا آپ کئی امور میں حکومت کے ساتھ تعاون بھی کرتے تھے اور حکومت آپ کو مالی وظیفہ دیتی تھی۔ اگر تاریخ سے ناقابل انکار حقائق ملتے ہیں تو عمر برحق خلیفہ تھے، ظالم و جابر ہرگز نہ تھے کیونکہ عامل بالقرآن علیؓ ظالموں کے معاون اور ان کے ہم مشرب و ہم کاسہ نہ بن سکتے تھے اور ارشاد خداوندی ان کے سامنے تھا، لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

جواب :۔ قولہٗ : کیا حضرت علیؓ خلافت فاروقی ...... نہج البلاغہ میں مذکور ہیں۔

اقول :۔ جی نہیں، حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے مشیر تو کیا آپ کو ان کے معاملات سے کسی قسم کا کوئی سروکار ہی نہ تھا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں اپنے ارادوں اور رازوں کو حضرت علیؑ سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو :۔

مروج الذہب۔ جلد ۲۔ ذکر خلافۃ معاویہ بن ابو سفیان، صفحہ ۱۵۔ مطبوعہ شرکۃ الاعلانات۔ قاہرہ :۔

(نوٹ :۔ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے معاویہ کی طرف خط لکھا جس میں حضرت علیؑ سے روگردانی پر ملامت درج تھی۔ معاویہ نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا)

(فی جواب کتاب من محمد بن ابی بکرؓ) کتب الیہ معاویہ فقد کنا و ابوک فینا نعرف فضل ابن ابیطالب لازماً لنا مبروراً علینا۔ فلما اختار اللہ لنبیہ ما عندہ و اتم لہ ما وعدہ و قبضہ اللہ الیہ فکان ابوک و فاروقہ اول من ابتزحقہ خالفہ علی امرہ علیٰ ذالک اتفقا واتسقا ثم انہما دعواہ الی بیعتہما فابطاء عنہما وتلکأ علیہما۔ فہما بہ الہموم و اراد بہ العظیم ثم انہٗ بایع لہما وسلم لہما و اقاما لا یشرکانہ فی امرہما ولا یطلعانہ علی سرہما حتیٰ قبضہما اللہ الیہ۔

(ترجمہ) (محمد بن ابوبکر کے خط کے جواب میں) معاویہ نے اس کی طرف لکھا کہ ہم سب اور تیرا باپ بھی ہم میں شامل تھا ابوطالب کے بیٹے کی فضیلت کو لازم اور امر صالح جانتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لئے اس چیز کو پسند کیا جو اس کے پاس تھی اور اپنے وعدے کو پورا کیا اور ان کو اپنے پاس بلا لیا تو تیرا باپ اور اس کا فاروق ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے اس کا حق چھینا۔ اس کے معاملے میں اس کی مخالفت کی۔ اسی امر پر دونوں نے اتفاق کر لیا اور اس پر چلے۔ پھر ان دونوں نے اسے بیعت کی دعوت دی۔ پس اس (علیؑ) نے دیر کی اور دونوں کو ٹالا تو ان دونوں نے کئی منصوبے بنائے (مختلف افکار پر غور و فکر کیا) اور اس کے متعلق ایک امرِ عظیم کا ارادہ کر لیا۔ پھر اس نے ان کی بیعت کر لی اور تسلیم کر لیا۔ وہ دونوں قائم ہوئے اس طرح کہ اسے اپنے معاملات میں شریک نہیں کرتے تھے نہ اسے اپنے رازوں سے مطلع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاں بلا لیا۔"

نہج البلاغہ میں کئی مشوروں کا ذکر نہیں۔ صرف دو ایسے مواقع کا ذکر ہے جب حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا اور وہ بھی صرف حضرت علیؓ سے نہیں بلکہ صحابہ کی جماعت سے مشورہ چاہا۔ حضرت علیؓ بھی ان میں موجود تھے۔ سب نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی، حضرت علیؓ خاموش رہے تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی رائے طلب کی اور حضرت علیؓ نے حضور نبی کریمؐ کے اس ارشاد کے تحت: المستشار مؤتمن (جس سے مشورہ لیا جائے وہ بمنزلہ امانتدار کے ہے) صحیح مشورہ دیا۔ اس طرح کے مشورہ دینے والے کو مشیر نہیں کہہ سکتے۔ مشیر وہ ہوتا ہے جس کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام نہ کیا جائے۔"

قولہ:- کیا آپ دورِ ثانی میں بھی جج تھے؟

اقول:- جی نہیں، کسی کتاب میں مذکور نہیں کہ آپ دورِ ثانی میں قاضی یا جج تھے بلکہ دوسرے اشخاص کا قاضی یا جج ہونا مذکور ہے۔

کنز العمال۔ جلد ۵۔ کتاب الخلافۃ۔ فصل فی القضاء والترہیب منہ ورزق القضا۔ حدیث ۱۴۴۶۵:-

عن نافع قال استعمل عمرؓ ابن الخطاب زید بن ثابت علی القضاء و فرض لہٗ رزقاً۔

(ترجمہ) نافع سے روایت ہے کہ عمرؓ نے زید بن ثابت کو قضا کے عہدے پر مقرر کیا اور اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔

حافظ جی نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت علیؓ کے جج ہونے کا دعویٰ شاید ان چند مقدمات کی بنا پر کیا ہے جن کے فیصلے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں کئے۔ تو وہ مقدمات مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی صورت کے تحت حضرت علیؓ کے پیش ہوئے:-

۱۔ جب کسی مقدمہ کا فیصلہ حضرت عمرؓ اور ان کے حواریوں کے لئے مشکل ہو جاتا تو اسے اس مشکل کشا کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ (کنز العمال۔ حوالہ مذکورہ بالا حدیث نمبر ۱۴۵۰۸):-

عن ابن عباس وردت علی عمرؓ واردۃ قام منها و قعد و تربّد و جمع لها اصحاب النبیؐ فعرضها علیهم وقال اشیروا علیّ فقالوا جمیعًا یا امیرالمومنین انت المفزع وانت المنزغ فغضب

عمرؓ وقال اتقوا الله وقولوا قولاً سديدًا يصلح لكم اعمالكم فقالوا يا اميرالمومنين ما عندنا ما تسأله فقال اما والله انى لاعرف ابا بجدتها مفزعها فقالوا كانك تعنى ابن ابى طالب فقال عمر لله هو اطمحت بمثله حرة وابرعته انهضوا بنا اليه ..... (اس کے بعد دو عورتوں کا قضیہ ہے جن میں ہر ایک دعویٰ کرتی ہے کہ لڑکا میرا ہے اور لڑکی دوسری کی۔ حضرت علیؑ نے ان کے دودھوں کو وزن کرنے کے لیے کہا کہ جس کا دودھ وزنی لڑکا اُس کا)۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک ایسا واقعہ پیش ہوا کہ جس کی وجہ سے (پریشان ہوکر) کبھی اٹھتے کبھی بیٹھتے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اصحاب نبیؐ کو اکٹھا کیا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس امر میں مجھے مشورہ دو۔ سب نے کہا۔ اے امیرالمومنین! ہمارے فریاد رس اور داتا تو آپ ہیں۔ پس حضرت عمرؓ غضبناک ہوئے اور کہا۔ اللہ سے ڈرو اور سنجیدہ (پختہ) بات کرو جو تمہارے اعمال صالح کا موجب ہو۔ اس پر انہوں نے کہا۔ اے امیرالمومنین! ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں جو آپ پوچھ رہے ہیں۔ پس عمرؓ نے کہا۔ بخدا میں اسے جانتا ہوں جو اس کی حقیقت کا عالم ہے اور فریاد رس ہے۔ انہوں نے کہا گویا آپ کی مراد فرزند ابوطالب ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیا کہنے اس کے، کیا کسی آزاد (شریف) عورت نے اس جیسا بیٹا جنا ہے اور لائق و فائق بنایا ہے۔ اس کے پاس جائیں۔

۲۔ جب کسی سے بے انصافی ہوتی تو وہ حضرت علیؑ سے مدد طلب کرتا:

کنز العمال۔ جلد ۶۔ کتاب الدعویٰ۔ الحاق الولد۔ حدیث ۱۵۳۶۳ (مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ۔ بیروت)

عن قتادہ عن ابی حرب بن الاسود الدئلی عن ابیہ قال رفع الی عمرؓ امرأۃ ولدت لستۃ اشہر فاراد عمرؓ ان یرجمها فجاءت اختها الی علیؓ ابن ابیطالب فقالت ان عمرؓ یرجم اختی فانشدک الله ان کنت تعلم ان لها عذرًا لما اخبرتنی به فقال علیؓ ان لها عذرًا فکبرت تکبیرة سمعها عمرؓ ومن عنده فانطلقت الی عمرؓ فقالت ان علیاًؓ زعم ان لاختی عذرًا فارسل الی علیؓ ما عذرها۔ قال الله عزّ وجلّ یقول (والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین) فقال (حمله وفصاله ثلاثون شهرا) فالحمل ستة اشهر والفصل اربعة وعشرون۔ فخلّی عمرؓ سبیلها قال ثم انها ولدت لستة اشهر (عب وعبد بن حمید وابن المنذر)

ترجمہ:۔ ابوحرب بن اسود دئلی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس کے لڑکا چھ ماہ میں پیدا ہوا تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی بہن حضرت علیؑ ابن ابیطالب کی خدمت میں آئی اور کہا حضرت عمرؓ میری بہن کو سنگسار کر رہا ہے۔ میں خداوند کریم کا واسطہ دیتی ہوں کہ اگر آپ کے علم میں کوئی اس کی بے گناہی کا کوئی ثبوت ہے تو آپ اس سے مجھے آگاہ کریں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اس کی بے گناہی کا ثبوت ہے۔ پس اس عورت نے تکبیر کہی جسے حضرت عمرؓ اور اس کے ساتھ والوں نے بھی سنا۔ پس وہ عورت

حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت علیؑ کا خیال ہے کہ میری بہن کی بے گناہی کا ثبوت ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے کسی کو بھیج کر دریافت کیا کہ وہ ثبوت کیا ہے؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "عورتیں اپنی اولادوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔" پھر فرمایا "حمل اور دودھ پلانے (دونوں) کا عرصہ تیس ماہ ہے" پس حمل کا عرصہ چھ ماہ ہوا جبکہ دودھ پلانے کا عرصہ چوبیس ماہ ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا (بری کر دیا)۔ راوی نے کہا کہ اس کے ہاں پھر دوبارہ بھی چھ ماہ کے بعد بچہ ہوا۔ (عبد یعنی عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن المنذر)

۳۔ جب حضرت علیؑ کو اطلاع ہوتی کہ غلط فیصلہ کی وجہ سے کسی بے گناہ کی جان جانے کا خطرہ ہے تو تشریف لاتے اور اس بے گناہ کی جان بچاتے۔

تیسیر الوصول (خلاصہ جامع الاصول) جلد ۲۔ کتاب الحدود۔ فصل حکم الزنا۔ صفحہ ۶:۔

اتی عمرؓ بمجنونة زنت فاستشار فيها اناسا فامر بها ان ترجم فمر بها علیؑ فقال ما شان هذه فقيل مجنونة بنی فلان زنت فامر بها عمرؓ ان ترجم۔ فقال ارجعوا بها۔ ثم اتاه فقال يا امير المومنين لقد علمت ان رسول اللهؐ قال رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی يبلغ وعن النائم حتی يستيقظ وعن المعتوهة حتی تبرء ان هذه معتوهة بنی فلان لعل الذی اتاها وهی فی بلائها فخلی سبيلها۔ (اخرجه ابو داؤد)

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی مجنونہ عورت کو لایا گیا جس نے زنا کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں لوگوں کا مشورہ لیا۔ پھر اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ پس حضرت علیؑ اس کے پاس سے گزرے تو دریافت کیا کہ اس (عورت) کا کیا معاملہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ فلاں قبیلہ کی مجنونہ عورت ہے۔ اس نے زنا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے واپس لے چلو۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیرالمومنین۔ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ تین قسم کے اشخاص مرفوع القلم ہیں (یعنی ان پر کوئی حکم شرعی جاری نہیں کیا جاتا) بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔ سونے والا جب تک بیدار نہ ہو اور مجنون جب تک اس بیماری سے تندرست نہ ہو جائے۔ یہ فلاں قبیلہ کی مجنونہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے اس شخص نے اس وقت جماع کیا ہو جب یہ جنون میں مبتلا ہو۔ پس اسے بری کر دیا گیا۔

حافظ جی! ان احادیث سے واضح دلائل ہو جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے امور میں جہاں دیگر صحابہ سے مشورہ لیتے تھے حضرت علیؑ سے مشورہ لینا تک گوارا نہ فرماتے تھے۔ قاضی مقرر کرنا تو کجا اگر مقدمات کا فیصلہ کرنے سے قبل حضرت علیؑ سے صرف مشورہ ہی لے لیتے تو ان سے ایسی فاش غلطیاں نہ ہوتیں جن کی حضرت علی علیہ السلام بعد میں درستی فرماتے۔

قولہ:۔ کیا آپ کئی امور میں ..... اور حکومت آپؑ کو مالی وظیفہ دیتی تھی۔

اقول:۔ جی نہیں حضرت علیؑ کسی امر میں حکومت کا تعاون کر ہی نہیں سکتے تھے۔ حکومت کو ان کا تعاون گوارہ ہی نہ تھا۔ حکومت آپ کو کسی امر حکومت میں شریک ہی نہ کرتی تھی۔ ابتدا میں مذکور روایت پر ایک دفعہ پھر نگاہ ڈالیں۔

لا یشرکانہ فی امرھا۔ وہ دو انہیں اپنے کسی امر میں شریک ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔ حضرت علیؑ کا تعاون قبول کرنا تو بہت دور کی بات ہے حضرت عمرؓ تو اُمورِ حکومت میں بنی ہاشم کے کسی فرد کے عمل دخل کو پسند نہیں کرتے تھے۔

مروج الذہب۔ جلد۲۔ ذکر عمر فاروق۔ عمرو بن عباس۔ صفحہ ۳۲۱:۔

وذکر ابن عباس ان عمر ارسل الیہ فقال یا ابن عباس ان عامل حمص ھلک وکان من اھل الخیر واھل الخیر قلیل وقد رجوت ان تکون منھم وفی نفسی منک شیء لم ارہ منک واعیانی ذالک فما رایک فی العمل قال لن اعمل لک حتی تخبرنی بالذی فی نفسک قال وما ترید من ذالک قال اریدہ فان کان شیء اخاف منہ علی نفسی خشیت منہ علیھا الذی خشیت وان کنت بریئاً من مثلہ وعلمت انی لستُ من اھلہ فقبلت عملک ھنالک فانی قلّما رأیتک طلبت شیئاً الا عاجلتہ فقال یا ابن عباس انی خشیت ان یأتی علیّ آتٍ وانت فی عملک فتقول ھلمّ الینا ولا ھلمّ الیکم دون غیرکم ..... قال قلت اریٰ ان لا اعمل لک قال ولِمَ؟ قلت ان عملت لک وفی نفسک ما فیھا لم ابرح قذیً فی عینک۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ عمرؓ نے اسے بلا بھیجا اور کہا۔ اے ابن عباس۔ حمص کا عامل (حاکم) فوت ہو گیا ہے۔ وہ نیک لوگوں میں سے تھا۔ اور نیک لوگ بہت کم ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم ان (نیک لوگوں) میں سے ہو۔ مگر میرے دل میں تمہاری طرف سے کچھ (کھٹک سی) ہے جسے میں نے تمہاری طرف سے دیکھا نہیں۔ اس امر نے مجھے تھکا دیا ہے (یعنی بہت کوشش کے باوجود وہ میں نہیں دیکھ سکا) پس تمہارا (وہاں کا) حاکم ہونے کے متعلق کیا خیال ہے؟ اس (ابن عباس) نے کہا۔ میں ہرگز آپ کی طرف سے حاکم نہیں ہوں گا جب تک کہ آپ مجھے وہ بات نہ بتا دیں جو آپ کے دل میں (کھٹکتی) ہے۔ اس نے کہا۔ اس سے تم کیا چاہتے ہو؟ اس (ابن عباس) نے کہا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر وہ کوئی بات ہو کہ جس کی وجہ سے مجھے اپنی ذات کے لئے خطرہ ہو جس سے کہ آپ خطرہ محسوس کرتے ہیں تو میں خطرہ محسوس کروں گا اور میں اس سے بری ہوں تو جان لوں گا کہ وہ امر مجھ میں نہیں تو آپ کی طرف سے وہاں کی حکومت کو قبول کر لوں گا۔ کیونکہ میں نے بہت کم (ایسے حالات) دیکھے ہیں کہ آپ نے ایک چیز کو کرنا چاہا ہو اور اسے فوراً نہ کر ڈالا ہو۔ تو اس نے کہا۔ اے عباس! میں ڈرتا ہوں کہ میرے پاس آنے والا (موت کا فرشتہ) آجائے اور تم حکومت پر فائز ہو تو تم لوگوں کو اپنی طرف بلاؤ گے (اپنی بیعت کے لئے کہو گے) اور تمہاری طرف سے سوائے تم لوگوں کے کوئی دوسرا نہیں آئے گا..... اس (ابن عباس) نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی طرف سے وہاں کا حاکم نہ ہوں۔ اس نے کہا۔ کیوں؟ تو میں نے کہا۔ کیونکہ اس طرح میں ہمیشہ آپ کی آنکھ کا کانٹا بنا رہوں گا۔

قولہٗ:۔ اگر یہ تاریخ سے ناقابل انکار..... فتمسکم النار (تا آخر)

اقول:۔ جی نہیں۔ یہ ناقابل انکار تاریخی حقائق ہی نہیں بلکہ آپ کی من گھڑت باتیں ہیں۔ اسی لئے آپ نے کسی تاریخی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اب میں حافظ جی ہی کے کلیات کو ترتیب دے کر حافظ جی کو ایک استدلال پیش

کرکے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ استدلال درست ہے ؟

کیا حضرت یوسفؑ اپنے وقت کے کافر حکمران فرعون کے مشیر تھے ؟ (قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مشورہ دینے اور فرعون کے اس مشورہ پر عمل کرکے اپنی قوم کو سات سالہ طویل قحط سے نجات دلانے کا ذکر موجود ہے)
کیا آپ کئی امور میں حکومت سے تعاون بھی کرتے تھے اور حکومت آپ کو مالی وظیفہ بھی دیتی تھی (قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون کا خزینہ دار ہونے کا ذکر موجود ہے۔ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (سورۃ یوسف ۱۲ آیت ۵۵) - اگر یہ قرآن میں مذکور ناقابل انکار حقائق ہیں تو فرعون برحق حاکم تھے - ظالم وجابر ہرگز نہ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی ظالموں کے معاون اور ان کے ہم مشرب وہم کاسہ نہ بن سکتے تھے - ارشاد خداوندی ہے :
وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورۃ ہود ۱۱ - آیت ۱۱۳) (اور مسلمانوں) جن لوگوں نے (ہماری نافرمانی کرکے) اپنے اوپر ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ تم تک بھی دوزخ کی آگ لپیٹے گی۔

کیوں حافظ جی ! میرا یہ استدلال درست ہے ؟ اگر درست نہیں تو کیوں ؟ جبکہ آپ کے استدلال اور میرے استدلال میں صرف ناموں کا فرق ہے باقی ارکان (صغری وکبریٰ) وہی ہیں جو آپ کے ہیں۔

حافظ جی ! عقل کے ناخن لو - یہ اللہ تعالیٰ کے معصوم ومقدس بندے کافر تک کو مشورے دیتے ہیں ، تعاون کرتے ہیں - جب دیکھتے ہیں کہ ان کے اس مشورہ دینے اور تعاون کرنے سے خلق خدا کی بھلائی ہوتی ہے اور مشورہ نہ دینے اور تعاون نہ کرنے سے کئی بے گناہ جانیں تلف ہوں گی اور یہ کافر یا ظالم کا معاون یا ہم مشرب ہونا اور ظالم کی طرف رکون ورغبت نہیں بلکہ خلق خدا کی بہبود کا جذبہ ہے۔

سوال نمبر ۶۷ :- کیا حضرت عمر حضرت علیؓ کے لاثانی داماد اور سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ کے شوہر تھے ؟ اگر آپ کو انکار ہے تو کیا تسلیم کرنے والے مندرجہ ذیل شیعہ علماء آپ سے کم تر جانتے تھے یا ان میں انصاف کا کچھ شائبہ تھا :-

۱- صاحب کافی نے کن گندے الفاظ میں اس حقیقت کو ادا کیا ہے۔ ان ھذا اول فرج غصبنا۔
یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھینی گئی ہے۔

۲- علامہ شوستری لکھتے ہیں : " اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد - اگر نبی نے دختر عثمان کو دی تو حضرت علی نے عمر کو دے دی۔

۳- علامہ ابوجعفر طوسی - الاستبصار - صفحہ ۱۷۵ میں فرماتے ہیں : جب حضرت عمر فوت ہوگئے تو حضرت علی ام کلثوم کو عدت گزارنے کے لئے گھر لے آئے - نیز تہذیب میں یہ روایت بھی ہے کہ ام کلثوم بنت علیؓ اور ام کلثوم کا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب ایک ہی ساعت میں مدفون ہوئے اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ پہلے کون مرا پس ایک دوسرے کا وارث کوئی نہ ہوا۔

۴- سید مرتضیٰ علم الہدیٰ المتوفیٰ ۳۵۵ھ نے شافی میں لکھا ہے کہ حضرت امیر نے اپنی بیٹی کا نکاح بطیب

خاطر نہیں کیا بلکہ یہ عقد بار بار کی درخواست پر ہوا۔ نکاح تو بہرحال ہو گیا۔ اگر حضرت عمر مومن نہ تھے تو حضرت علی نے اپنی بچی پر ظلم کیا اور ناجائز کام کرایا۔

جواب :۔ **قولہ** :۔ کیا حضرت عمر حضرت علی کے لاثانی داماد ..... شوہر تھے۔

اقول :۔ شیعہ عقیدہ رکھنے والا شخص اس سے انکار کرنے پر مجبور ہے کیونکہ :۔

۱۔ شیعہ احادیث میں اس امر کی نص موجود ہے کہ ام کلثوم بنت علیؑ سے حضرت عمرؓ کا نکاح نہیں ہوا :۔

مراۃ العقول۔ جلد ۳۔ صفحہ ۴۴۸ :۔

قیل لابی عبد اللہ (علیہ السلام) ان الناس یحتجون علینا و یقولون ان امیرالمومنین ؑ زوّج فلاناً ابنتہ ام کلثوم وکان متکئاً فجلس وقال أیقولون ذالک؟ ان من یزعمون ذالک لایھتدون الی سواء السبیل ..... کذبوا لم یکن ما قالوا۔

ترجمہ :۔ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگ ہمارے خلاف دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے اپنی بیٹی ام کلثوم فلاں شخص کے نکاح میں دیدی تھی۔ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے پس سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا کیا وہ اس طرح کہتے ہیں؟ جو ایسا گمان کرتے ہیں وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے ..... انہوں نے جھوٹ کہا۔ جیسا وہ کہتے ہیں ایسا نہیں ہوا۔

۲۔ ایک دیندار مسلمان جو حضرت علیؑ کی عظمت و فضیلت کا قائل ہو وہ یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضرت علیؑ نے اپنی دختر بنتِ زہراؑ حضرت عمر کو نکاح کر دی ہوگی۔ ورنہ اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علیؑ عیاذاً باللہ ایک زرپرست، جاہ و اقتدار کے طامع شخص تھے جنہوں نے اس خیال سے کہ بادشاہِ وقت یا خلیفۂ وقت میرا داماد بن رہا ہے ان تمام امور کو نظرانداز کر دیا جن کو رشتہ دیتے وقت مدنظر رکھنا عورت کے ولی کے لئے شرعاً و عقلاً لازم و واجب ہے۔

سب سے مقدم اور اہم امر جسے رشتہ دیتے وقت مدنظر رکھنا لازم ہے وہ ہے رشتہ طلب کرنے والے کا دین اور اخلاق :۔ جامع الاصول۔ جلد ۱۲۔ کتاب النکاح۔ الفرع الثالث فی الکفاءۃ۔ صفحہ ۱۴۲ :۔

عن ابوھریرۃ قال قال رسول اللہؐ اذا خطب الیکم من ترضون دینہ و خُلقہ فزوّجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ من الارض (اخرجہ ترمذی)

ترجمہ :۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب تم سے ایک ایسا شخص رشتہ طلب کرے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دیدو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔

حضرت عمرؓ کا درشت خو اور سخت گیر ہونا کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔ حضرت علیؑ بھی اس سے خوب واقف تھے۔

الفاروق عمر۔ مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری۔ مطبوعہ سرکتہ مسلمہ مصریہ۔ صفحہ ۳۴۔۳۵ :۔

فقد خطب عمر ام کلثوم بنت ابی بکر وھو علی امارۃ المومنین وارسل فیھا الی اختھا

عائشہؓ فرغبت عنہ وقالت انہ خشن العیش شدید علی النساء وکذالک خطب ام ابان بنت عتبۃ بن ربیعۃ فکرھتہ وقالت یغلق بابہ ویمنع خیرہ ویدخل عابساً ویخرج عابساً۔[۱]

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ نے ام کلثوم دختر ابوبکرؓ کا رشتہ طلب کیا اور اس بارے میں عائشہؓ کی طرف پیغام بھیجا جبکہ آپ امیرالمومنین تھے۔ اس (ام کلثوم) نے اسے ناپسند کیا اور کہا وہ مشکل گزر بسر والا اور عورتوں پر سختی کرنے والا ہے۔ اسی طرح ام ابان دختر عتبہ بن ربیعہ کا رشتہ طلب کیا تو اس نے بھی ناپسند کیا اور کہا کہ وہ تو دروازہ بند رکھتا ہے۔ خیر و بھلائی روکے رکھتا ہے۔ تیوری چڑھائے آتا ہے اور تیوری چڑھائے نکلتا ہے۔

۲۔ تاریخ کامل (ابن اثیر) ذکر خلافت عمرؓ۔ ذکر نسائہ و اولادہ: صفحہ ۵۴:۔

خطب عمرؓ ام کلثوم ابنۃ ابی بکرؓ الی عائشۃؓ قالت ام کلثوم لاحاجۃ لی فیہ انہ خشن العیش شدید علی النساء فارسلت عائشۃؓ الی عمرو بن العاص فقال انا اکفیک فاتی عمر فقال بلغنی خبراً اعیذک باللہ فقال ما ھو۔ قال خطبت ام کلثوم بنت ابی بکرؓ قال نعم افرغبت بی عنھا ام رغبت بھا عنی۔ قال ولا واحدۃ لکنھا حدثۃ نشأت تحت کنف امیرالمومنین فی لین و رفق وفیک غلظۃ و نحن نھابک وما نقدر ان نردک من خلق من اخلاقک فکیف بھا ان خالفتک فی شیء فسطوت بھا کنت قد خلفت ابا بکر فی ولدہ بغیر ما یحق علیک قال وکیف بعائشۃ و قد کلمتھا قال انا لک بھا۔ و ادلک علی خیر منھا ام کلثوم بنت علی تعلق منھا بسبب من رسول اللہؐ

ترجمہ:۔ عمرؓ نے عائشہؓ سے ام کلثوم دختر ابوبکرؓ کا رشتہ طلب کیا۔ ام کلثوم نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ وہ سخت گزران والا، عورتوں پر سختی کرنے والا ہے۔ پس عائشہؓ نے عمرو بن العاص کو بلا بھیجا۔ اس نے کہا میں تیری طرف سے ذمہ لیتا ہوں۔ پس وہ عمرؓ کے پاس آیا اور کہا۔ مجھے ایک ایسی خبر ملی ہے کہ دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ اس (عمرؓ) نے کہا۔ وہ کیا؟ اس نے کہا۔ کیا آپ نے ام کلثوم بنت ابوبکرؓ کا رشتہ طلب کیا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں! کیا تو مجھے اس سے بچانا چاہتا ہے یا اسے مجھ سے بچانا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ ان میں سے ایک بھی نہیں۔ لیکن وہ (ام کلثوم) نوعمر ہے۔ امیرالمومنین کے سایہ میں آرام و راحت سے پلی بڑھی ہے اور آپ کے مزاج میں درشتی ہے۔ ہم آپ سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ ہم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ آپ کی کسی مرضی کو رد کر سکیں۔ اس کا تو ذکر کیا۔ اگر اس نے کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف کیا اور آپ نے اسے سزا دی تو آپ ابوبکرؓ کے بعد اس کی اولاد کی ایسی سرپرستی کریں گے جو درست و مناسب نہیں۔ اس نے کہا۔ تو (اس صورت میں) عائشہؓ کے لئے کیا کیا جائے جبکہ اس سے میں (اس کے متعلق) بات کر چکا ہوں۔ اس نے کہا۔ اس امر کا آپ کی طرف سے میں ذمہ لیتا ہوں اور میں آپ کو اس سے بہتر (لڑکی) کی طرف رہبری کرتا ہوں اور وہ ہے ام کلثوم دختر علیؑ۔ اس کے ذریعے نبی کریمؐ سے سببی رشتہ قائم کیجئے۔

اس روایت میں نہ صرف حضرت عمرؓ کے اخلاق پر روشنی ڈالی گئی ہے بلکہ اس روایت سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی کسی خواہش یا طلب کو رد کرنا کس قدر دشوار تھا۔ جناب عائشہؓ جیسی شخصیت بھی صاف انکار کر دینے

سے ڈرتی تھیں۔ ایسی تدبیر چاہتی تھیں کہ حضرت عمرؓ خود اس مطالبے سے دستبردار ہو جائیں۔ نیز عمرو بن عاص کی حبِ رسولؐ کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس مصیبت سے دخترِ ابوبکرؓ کو بچا رہے ہیں دخترِ رسولؐ کو اسی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

(ب) دین و اخلاق کے بعد جس امر کو مدِنظر رکھنے کے لئے حضورؐ نے تاکید فرمائی وہ ہے کفاۃ۔ یعنی رشتہ دینے سے پہلے لڑکی کے ولی کو دیکھ لینا چاہئے کہ رشتہ طلب کرنے والا حسب (یعنی ذاتی اوصاف اور فضیلت) اور نسب میں لڑکی کا کفو ہے یا نہیں۔ رشتہ طلب کرنے والا حسب و نسب میں لڑکی سے کم نہ ہو۔

الهدایہ جلد ۲۔ کتاب النکاح فصل فی الکفاۃ صفحہ ۲۹۹ :۔

الکفاۃ فی النکاح معتبرۃ قال علیہ السلام الا لا یزوّج النساء الّا الاولیاء ولا یزوّجن الامن الاکفا (حاشیہ ـــه) قلت اخرجہ الدارقطنی ثم البیہقی فی سننہما عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہؐ لا تنکحوا النساء الّا من الاکفاء۔

ترجمہ:۔ نکاح میں کفو کا اعتبار لازمی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ خبردار عورتوں کا نکاح صرف ان کے ولی کریں اور ان کا نکاح صرف کفووں سے کیا جائے۔

(حاشیہ ـــه) دارقطنی اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے کہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح صرف ان کے ولی کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفووں سے کرو۔

اب اس امر کو معلوم کرنے کے لئے کہ جناب زہرا (فاطمہ) سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں کا کفو کون ہو سکتا ہے مندرجہ ذیل حدیث شریف کو ذہن میں رکھئے :۔

١۔ صواعق محرقہ۔ فضائل اہلبیتؑ۔ الحدیث الحادی عشرون۔ صفحہ ۱۸۸ :۔

اخرج الطبرانی عن ابن عمر ان النبیؐ قال کل بنی انثی عصبتہم لابیہم ما خلا ولد فاطمۃ فانا عصبتہم وابوھم۔

ترجمہ:۔ ہر عورت کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے (باپ کے خاندان کی فرد سمجھی جاتی ہے) سوائے جناب فاطمہؓ کی اولاد کے کہ ان کا عصبہ (مورثِ اعلیٰ) اور ان کا باپ میں ہوں۔

نیز صواعق محرقہ۔ الباب التاسع [فی مآثرہ (اے علیؓ) وفضائلہ] الحدیث السابع والاربعون صفحہ ۱۲۴ :۔

اخرج الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس ان النبیؐ قال ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابیطالب۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی پشت سے پیدا کیا لیکن میری اولاد کو علی ابن ابیطالب کی پشت میں رکھا۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کی اولاد حضورؐ کی معنوی اولاد ہے۔ پس جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں زینب و ام کلثوم سلام اللہ علیہما رسولؐ کی بیٹیاں ہیں اور کوئی صحابی خواہ کتنا ہی صاحبِ فضیلت کیوں نہ ہو رسول اللہؐ کی بیٹی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ اس امر کو حضورؐ نے جناب زہراؑ کو علیؑ کی زوجیت میں دیتے وقت واضح فرما

کنوز الحقائق (برحاشیہ الجامع الصغیر جلالین) باب اللام۔ حرف لو۔ صفحہ ۷۴ :-

لو لم یخلق علیؓ ما کان لفاطمۃ کفو۔

ترجمہ:- اگر اللہ تعالیٰ نے علیؓ کو پیدا نہ کیا ہوتا تو (میری دختر) فاطمہؓ کا کوئی بھی کفو نہ تھا۔

جب حضرت عمرؓ اور کوئی صحابی جناب فاطمہؓ کا کفو نہیں ہو سکتا تو جناب ام کلثومؑ کا کفو کس طرح ہو سکتا ہے۔

شیعہ روایات کے مطابق جناب رسول اللہؐ کی اولاد کے کفو صرف تین شخصوں کی اولاد ہو سکتی ہے: حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب۔

فروع کافی جلد ۸- (الروضۃ) باب اللہ اختار من بنی ہاشم سبعہ۔ صفحہ ۴۹ :-

عن ابی عبد اللہؑ قال خرج النبیؐ ذات یوم وھو مستبشر یضحک فقال لہ الناس اضحک اللہ یا رسول اللہؐ زادک اللہ سروراً فقال رسول اللہ انہ لیس یوم ولا لیلۃ الا ولی فیھا تحفۃ من اللہ تعالیٰ الا وان ربی اتحفنی فی یومی ھذا لم یتحفنی بمثلھا فیما مضیٰ ان جبریل اتانی فاقرأنی من ربی السلام وقال یا محمدؐ ان اللہ عزوجل اختار من بنی ہاشم سبعۃ لم یخلق مثلھم فی من مضیٰ ولا یخلق فیمن بقی انت یا رسول اللہؐ سید النبیین وعلی ابن ابی طالب وصیک سید الوصیین والحسنؑ و الحسینؑ سبطاک سید الاسباط وحمزۃؓ عمک سید الشھداء وجعفرؓ ابن عمک الطیار فی الجنۃ یطیر مع الملائکۃ ومنکم القائمؑ یصلی عیسیٰؑ خلفہ اذا اھبطہ اللہ الارض من ذریۃ علیؑ وفاطمۃؑ من ولد الحسینؑ۔

ترجمہ:- امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ خوش خوش ہنستے ہوئے باہر تشریف لائے اور لوگوں نے آپ سے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔ آپ کی خوشی کو اور زیادہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں، کوئی رات ایسی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کوئی تحفہ نہ ملا ہو۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو تحفہ مجھے آج عطا کیا ہے کبھی پہلے مجھے ایسا تحفہ عطا نہیں کیا۔ جبرائیلؑ میرے پاس آئے۔ مجھے میرے رب کا سلام پہنچایا اور کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے بنی ہاشم میں سے سات اشخاص کو چن لیا۔ نہ ان جیسا پہلے کوئی پیدا کیا نہ ان جیسا کوئی آئندہ پیدا کیا جائے گا۔ اے رسول اللہؐ! ایک تو آپؐ کہ تمام نبیوں کے سردار ہیں اور تیرا وصی علی ابن ابی طالبؑ جو تمام وصیوں کا سردار ہے حسنؑ اور حسینؑ تیرے سبط (نواسے) تمام نواسوں کے سردار ہیں۔ آپ کے چچا حمزہؓ تمام شہیدوں کے سردار ہیں۔ آپ کا چچازاد جعفر طیارؓ جو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑ رہے ہیں اور تمہیں میں علیؑ اور فاطمہؑ کی اولاد اور حسینؑ کے بیٹوں میں سے امام قائمؑ (مہدیؑ) ہے جس کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے جب اللہ انہیں زمین پر اتارے گا۔

جناب فاطمہؑ کی بیٹیاں جناب زینبؑ، جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہما نبی کریمؐ کی معنوی بیٹیاں حضرت علیؑ کی ظاہری بیٹیاں ہیں لہٰذا ان کے بیٹوں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ حضرت حمزہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ باقی حضرت جعفر طیار ہی ایسے فرد رہ جاتے ہیں جن کے بیٹوں سے ان مخدرات کا نکاح ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے حضرت علیؑ سے خطبہ کرنے کی جتنی روایات ہیں ان سب میں حضرت علیؑ کا یہ جواب مذکور ہے " میں نے اپنی یہ بیٹیاں اولاد جعفرؓ کے

لئے مخصوص یا ان سے منسوب کر رکھی ہیں۔

اہلسنت کی کتب احادیث میں بھی ایسی احادیث ہیں جو اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ جناب رسول کریمؐ کی کفو صرف یہی تین اشخاص ہو سکتے ہیں۔

۱۔ حضرت علیؑ کے کفو ہونے کی شاہد وہ مسلمہ مشہور عام حدیث ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا۔ انا و علی من نور واحد میں اور علیؑ ایک نور سے خلق ہوئے ہیں۔

حضرت حمزہؓ۔ کنز العمال جلد ۱۱۔ کتاب الفضائل۔ فضائل حمزہؓ۔ صفحہ ۲۵ :۔

حمزۃ رضؓ سید الشھداء یوم القیامۃ۔ حمزہؓ قیامت کے دن شہیدوں کے سردار ہوں گے۔

حضرت جعفرؓ۔ کنز العمال۔ جلد ۱۱۔ باب الجیم۔ جعفر ابن ابی طالب (الاکمال صفحہ ۶۶۲)

(قال رسول اللہؐ) خلق الناس من اشجار شتی، وخلقت انا وجعفر من طینۃ واحدۃ۔

(ایضاً صفحہ ۶۶۲) (قال رسول اللہؐ لجعفرؓ) اشبہ خلقک خلقی وخُلقک خُلقی، انت منّی ومن شجرتی (ابن سعد عن محمد بن اسامہ)

ترجمہ:۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ لوگ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے۔ میری اور جعفرؓ کی طینت (فطرت) ایک ہے۔ (نیز جناب جعفر سے فرمایا) تیری خلقت میری خلقت کے مشابہ اور تیرا اخلاق میرے اخلاق کے مشابہ ہے۔ تو مجھ سے میرے ہی شجر کی شاخ ہے۔

(ج) تیسرا امر جسے رشتہ دیتے وقت ملحوظ خاطر رکھنے کی حضورؐ نے تاکید فرمائی وہ یہ ہے کہ نوعمر لڑکیوں کا رشتہ ان لڑکوں سے ہو جو لڑکی کے ہم عمر ہوں اور نوعمری کی حد تینتیس (۳۳) تک فرمائی۔

وفاء الوفاء (سمہودی) الفصل الثالث۔ فی الحث علیٰ حفظ اھلہا۔ صفحہ ۱۵۔ جلد ۱ :۔

اسند عن الزھری انّ رسول اللہؐ قال لا تتخذوا الاموال بمکۃ واتخذوھا فی دار ھجرتکم فان المرء مع مالہ واسند ایضاً عن ابن عمر حدیث لا تتخذوا وراء الروحاء مالاً ولا تردوا علیٰ اعقابکم بعد الھجرۃ ولا تنکحوا بناتکم طلقاء واھل مکۃ وانکحوھن باترابھن فاتراھن الی مسنوبات فی السن فی ثلاث ثلاثین سنۃ۔

ترجمہ:۔ زہری کی سند سے روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مکہ میں ملکیت نہ بناؤ بلکہ دار ہجرت (مدینہ) میں ملکیت بناؤ کیونکہ ہر شخص اپنے مال و ملکیت کے ساتھ رہتا ہے اور عبداللہ بن عمر کی سند سے ایک حدیث ہے کہ روحاء (پہاڑی) کے دوسری جانب (اس کے آگے) ملکیت نہ بناؤ اور ہجرت کے بعد الٹے قدموں واپس نہ پلٹ جاؤ اپنی بیٹیوں کو مکے کے طلقاء (فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں) کے نکاح میں مت دو بلکہ ان کا نکاح اپنے ہی نوعمر سے نوعمر تر لڑکوں سے کرو، تینتیس سال کی عمر تک۔

اب حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق جناب ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ درست قرار نہیں دیا جاسکتا

جناب ام کلثوم اس وقت ابھی نابالغ بچی تھیں اور حضرت عمرؓ کا سن پچاس سال سے تجاوز کر چکا تھا۔

(د) عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ لڑکی کا رشتہ ایسے گھرانے میں کرو جس کے تعلقات لڑکی کے گھرانہ سے دوستانہ اور مخلصانہ ہوں۔ لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ناراض اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ یہ حضرت عمرؓ ہی تھے جو حضرت علیؑ کو زبردستی حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے گئے۔

مختصر یہ کہ اگر اس نکاح کے وقوع کو حقیقت سمجھا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علیؑ نے صرف اس طمع میں کہ خلیفۂ وقت میرا داماد بن رہا ہے ان تمام امور کو پس پشت ڈال دیا کہ جنہیں شرعاً اور عقلاً مدنظر رکھنا ضروری تھا۔

اہلسنت کی کتب تواریخ میں جو روایات اس نکاح کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ سرتا پا تضاد و تعارض کا پلندہ ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موضوع ہیں نیز ان کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایات ایک واقعہ کے ذکر میں بیان نہیں ہوئیں بلکہ عیاذاً باللہ حضرت علیؑ کی کردارکشی کے لئے دشمنوں (بنی امیہ) نے وضع کرائیں۔

تضاد کا یہ عالم ہے کہ:

۱۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ (رشتہ طلب) کیا اور حضرت علیؑ نے وہیں کھڑے کھڑے بخوشی کہہ دیا کہ میں نے آپ کو رشتہ دے دیا (بس نکاح ہو گیا۔ نہ خطبہ نہ صیغہ کی ضرورت، نہ مجلس نکاح میں شمولیت کے لئے کسی کو دعوت دینے کا تکلف۔

۲۔ بعض روایات کا ماحصل یہ ہے کہ رشتہ حضرت عمرؓ کے بار بار کے اصرار اور دباؤ ڈالنے کے بعد ہوا۔

۳۔ بعض روایات کی رو سے حضرت عمرؓ کے ڈرانے دھمکانے کے بعد یہ رشتہ ہوا۔

اسی طرح جناب ام کلثوم کی وفات کے متعلق بھی روایات میں تضاد ہے:۔

۱۔ بعض روایات میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی زندگی میں ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کا بیک وقت انتقال ہوا اور عبداللہ بن عمر نے دونوں کا جنازہ یک جا پڑھا۔ بعض روایات ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے نماز جنازہ یکجا پڑھائی۔

۲۔ بعض روایات میں ہے کہ جناب ام کلثوم واقعہ کربلا کے بعد تک زندہ رہیں اور جناب جعفر بن ابیطالب کے تین بیٹوں کے نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں۔

کتب اہلسنت میں جو روایات مجھے مل سکیں وہ ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ تاریخ خمیس۔ ذکر اولادِ علی۔ صفحہ ۲۸۴۔

ب۔ طبقات ابن سعد۔ باب تسمیۃ النساء لم یروین عن رسول اللہؐ (ام کلثوم) صفحہ ۴۹۲۔

ج۔ عقد الفرید۔ جلد ۷۔ کتاب المرجانۃ الثانیہ قولھم فی المناکح صفحہ ۹۷۔

د۔ اسد الغابہ۔ جلد ۷۔ کتاب النساء۔ کلثوم بنت علی۔ صفحہ ۳۸۷۔

(الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ)

(الف) (واللفظ لاسد الغابہ) خطبھا (الی ام کلثوم) عمر بن الخطاب الی ابیھا علی فقال انھا صغیرۃ فقال عمر زوّجنیھا یا ابا الحسن فانی ارصد کرامتھا مالا یرصدہ احد فقال لہ علی انی ابعثھا الیک فان رضیتھا فقد زوجتکھا۔ فبعثھا الیہ ببرد وقال لھا قولی لہ ھذا البرد الذی قلت لک فقالت ذالک لعمر فقال قولی لہ قد رضیت رضی اللہ عنک و وضع یدہ علیھا فقالت أتفعل ھذا لولا انک امیر المومنین لکسرت انفک ثم جاءت اباھا فاخبرتہ الخبر وقالت لہ بعثتنی الی شیخ سوء قال یا بنیۃ انہ زوجک فجاء عمر فجلس مع المھاجرین فی الروضۃ وکان یجلس فیھا المھاجرون الاولون فقال رفّئونی قالوا لما ذا یا امیر المومنین قال تزوّجت ام کلثوم بنت علی سمعت رسول اللہ ؐ یقول کل سبب ونسب وصھر ینقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی وصھری کان لی بہ علیہ السلام النسب والسبب فاردت ان اجمع الیہ الصھر فرفئوہ۔

ترجمہ:۔ (اسد الغابہ کی عبارت) عمرؓ نے اس (ام کلثوم) کا رشتہ علی سے طلب کیا پس آپ نے فرمایا۔ وہ بہت کم عمر ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ اسے میری زوجہ بنا دیجئے جو احترام و اکرام اس کا میں کروں گا کوئی دوسرا نہیں کرے گا۔ علی نے فرمایا۔ میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر وہ آپ کو پسند آجائے تو اسے آپ کی زوجیت میں دے دوں گا۔ پس اسے ایک چادر کے ساتھ ان کی طرف بھیجا اور اسے کہا کہ ان کو کہنا یہ ہے وہ چادر جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔ اس نے عمرؓ سے یہی کہا۔ پس عمرؓ نے کہا کہ ان (علی) کو کہنا میں آپ سے راضی ہوں اللہ آپ پر راضی ہو اور اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا[1]۔ تو اس نے کہا تو یہ حرکت کرتا ہے۔ اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیری ناک توڑ دیتی۔ پھر اپنے باپ کے پاس آئی اور سب کچھ بتایا اور کہا۔ آپ نے مجھے ایک برے بوڑھے کے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی وہ تیرا خاوند ہے (لیجئے جناب! نکاح ہو گیا چونکہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ اگر آپ کو پسند آگئی تو آپ کو بیاہ دوں گا اور حضرت عمرؓ کو پسند آگئی لہذا نکاح ہو گیا صیغۂ نکاح۔ گواہان نکاح مجلس انعقاد نکاح سب فضول۔ مؤلف) پس عمرؓ روضۂ (رسولؐ) میں مہاجرین کی مجلس میں آئے۔ مہاجرین سابقین وہیں بیٹھا کرتے تھے ان سے کہا۔ مجھے مبارکباد کہو۔ انہوں نے پوچھا۔ وہ کس لئے؟۔ آپ نے کہا۔ میں نے ام کلثوم دختر علی سے شادی کر لی ہے۔ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے۔ تمام سببی نسبی اور دامادی رشتے قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسبی سببی اور دامادی رشتوں کے۔ مجھے رسول اللہؐ سے نسبی اور سببی رشتہ کو پہلے سے ہی حاصل تھا میں نے کہا کہ دامادی رشتہ بھی ان میں شامل کر دوں۔ پس انہوں نے آپ کو مبارکباد کہی۔

(ب) تاریخ خمیس۔ ذکر اولاد علی۔ صفحہ ۲۸۶۔ تیسری روایت:۔

عن واقد بن محمد بن عبد اللہ بن عمرؓ عن بعض اھلہ لما خطب عمرؓ الی علی ابنتہ ام کلثوم قال

---

[1] تاریخ خمیس میں مذکورہ روایت میں وضع یدہ علیھا اس پر ہاتھ رکھ دیا کی بجائے وضع یدہ علی ساقھا فکشفھا اپنا ہاتھ اس کی پنڈلی پر رکھ دیا اور اس سے کپڑا ہٹا دیا کے الفاظ ہیں۔

علیؓ ان لہا امراء حتی استاذنہم فاتی ولد فاطمہؓ فذکر ذالک لہم فقالوا زوّجہ فدعا ام کلثوم وھی یومئذٍ صبیّۃ فقال انطلقی الی امیرالمومنین فقولی لہ ان ابی یقرئک السلام ویقول لک قد قضیٰ حاجتک التی طلبت فاخذھا عمرؓ فضمھا الیہ وقال انی خطبتھا ابیھا فزوجنیہ

ترجمہ :- عبداللہ بن عمر کے پوتے واقد بن محمد نے اپنے گھر والوں میں سے کسی سے روایت کی ہے کہ جب عمرؓ نے علیؓ ... ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا تو علی نے فرمایا۔ اس پر اختیار رکھنے والے اور بھی ہیں۔ مجھے ان ... اذن لینا ہے۔ پس جناب فاطمہؓ کی اولاد کے پاس آئے اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا۔ بیاہ دیجئے۔ پس ام کلثوم ... بلایا۔ وہ اس وقت چھوٹی بچی تھیں اور اسے کہا تو امیرالمومنین کے پاس چلی جا اور اسے کہہ کہ میرا باپ تجھے سلام کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آپ نے جو خواہش ظاہر کی تھی وہ پوری ہوگئی۔ پس عمرؓ نے اس (ام کلثوم) کو پکڑا اور اپنے سینے سے لگالیا اور کہا۔ میں نے اس کا رشتہ اس کے باپ سے طلب کیا پس انہوں نے اسے میری زوجیت میں دے دیا (حضرت علیؓ اپنی بچی کو داماد کے گھر پہنچانے کے لئے بچی کے ساتھ بھی نہیں گئے بس یہ کہہ کر گھر سے روانہ کردیا کہ جاؤ اب تم پرایا مال ہوچکیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مؤلف)

۲- حضرت علیؓ نے یہ رشتہ بار بار کے اصرار کے بعد دیا :-

(الف) اصابہ (مع استیعاب) جلد ۴ حرف الکاف القسم الثانی صفحہ ۴۹۲ :-

عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم فذکر لہ انہا صغیرۃ فقیل لہ انہ ردّک فعاودہ فقال لہ العث بہا الیک فان رضیت فہی امرأتک فارسل بہا الیہ فکشف عن ساقہا فقالت : مہ۔ لولا انک امیرالمومنین لطمست عینیک .....

ترجمہ :- محمد بن علی سے روایت ہے کہ عمرؓ نے علیؓ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا۔ پس اس (علیؓ) نے اسے بتایا کہ وہ کم عمر ہے۔ اس (عمرؓ) کو کہا گیا کہ انہوں نے آپ کے مطالبے کو ٹھکرا دیا۔ عمرؓ نے بار بار کہا تو علیؓ نے کہا میں اسے آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں اگر آپ کو پسند آجائے تو وہ آپ کی بیوی ہے۔ پس اسے ان کی طرف بھیج دیا۔ جب انہوں (حضرت عمرؓ) نے اس کی پنڈلی سے کپڑا اٹھایا تو اس نے کہا۔ یہ کیا (حرکت ہے) اگر تو امیرالمومنین نہ ہوتا تو میں تیری دونوں آنکھیں پھوڑ دیتی۔

(ب) صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ فضائل اہلبیت۔ صفحہ ۱۵۷ :-

عمر بن الخطاب خطب لنفسہ ام کلثوم من ابیہا فاعتل بصغرھا فالح علیہ ثم صعد المنبر فقال ایہاالناس ما حملنی علی الحاح علی فی ابنتہ الا انی سمعت النبیؐ یقول کل نسب وسبب وصہر ینقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی وصہری۔ فامر بہا علیؓ فزینت وبعث بہا الیہ فلما راٰھا قام واجلسہا فی حجرہ وقبّلہا اخذ بساقہا وقال لہا قولی لابیک قد رضیت۔ فلما جاءت قال لہا ما قال لک فذکرت جمیع ما فعلہ وقالہ فانکحہا ایاہ۔

ترجمہ :- عمرؓ نے ام کلثوم کا رشتہ اس کے باپ سے اپنے لئے مانگا تو اس نے اس کی کم عمری کا عذر پیش کیا۔ پس وہ (عمرؓ)

اس امر پر بضد ہوئے[1]۔ پھر منبر پر چڑھے اور کہا۔ اے لوگو! مجھے علی کے ساتھ ان کی بیٹی کے بارے میں بضد ہونے پر صرف اس امر نے آمادہ کیا ہے کہ میں نبی کریمؐ سے سنا کرتا تھا کہ وہ کہا کرتے تھے۔ تمام نسبی سببی دامادی رشتے قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسبی سببی اور دامادی رشتوں کے۔ پس علی رضؓ نے اس (ام کلثوم) کو حکم دیا کہ زیب وزینت کرے (اپنے آپ کو سنوارے سنگھارے) اور پھر اسے اس (عمرؓ) کے پاس بھیج دیا۔ جب اس (عمرؓ) نے اسے دیکھا تو اٹھے اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس کے بوسے لئے۔ اس کی پنڈلی کو پکڑا اور اسے کہا اپنے باپ سے کہنا۔ میں اس سے راضی ہوں۔ پس وہ جب واپس آئی تو اس (علیؓ) نے اس سے پوچھا۔ اس نے تجھے کیا کہا؟ اس نے وہ تمام کچھ جو اس نے کیا اور کہا تھا بیان کیا۔ پس آپ نے اس کا نکاح ان سے کر دیا (نکاح بعد میں ہوا اور حضرت عمرؓ نے شوہرانہ اظہار محبت کے تمام مراحل پہلے ہی طے کر لئے۔ استغفراللہ ربی واتوب الیہ۔ مؤلف)

۳۔ حضرت علیؓ نے یہ رشتہ ڈرانے دھمکانے کے بعد کیا:۔

(ا) تاریخ خمیس۔ ذکر اولاد علی (پہلی روایت) جلد ۲۔ صفحہ ۲۸۴:۔

قال ابن اسحاق حدثنی عاصم بن عمر بن قتادہ خطب عمرؓ الی علیؓ ابنته ام کلثوم فاقبل علیه علیؓ وقال انها صغیرة فقال عمرؓ واللہ ما ذاک واردت منعی فان کانت کما تقول فابعثها الیّ فرجع علیؓ فدعاها فاعطاها حلة وقال انطلقی بهذه الی امیر المومنین وقولی له یقول لک ابی کیف ترئ هذه الحلة فاتته بها قالت له بذالک فاخذ عمر بذراعها فاجتذبتها منه قالت ارسلها فارسلها وقال حصان کریم انطلق فقولی له ما احسنها واجملها ولیست واللہ کما قلت فزوّجها۔

ترجمہ:۔ ابن اسحاق نے کہا۔ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے حدیث بیان کی کہ عمرؓ نے علیؓ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا۔ علیؓ ان کی طرف آئے اور کہا وہ کم عمر ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بات نہیں بلکہ تم مجھے روکنا چاہتے ہو۔ اگر یہی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو تو اسے میرے پاس بھیجو۔ پس علیؓ واپس آئے اور (ام کلثوم کو) بلایا۔ اسے ایک کپڑا (لباس) دیا اور کہا اسے امیر المومنین کے پاس لے جاؤ اور اسے کہو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ تمہارا اس کپڑے کے متعلق کیا خیال ہے؟ پس وہ اسے لے کر آئی اور یہی بات (عمرؓ سے) کہی۔ پس عمرؓ نے اسے بازو سے پکڑ لیا تو اس نے اپنا بازو کھینچا اور کہا۔ چھوڑ دے۔ پس اس نے چھوڑ دیا اور کہا۔ اعلیٰ نسل کی گھوڑی ہے (عیاذاً باللہ۔ مؤلف) جا اور اسے کہو کہ بہت اچھا اور بہت خوبصورت ہے۔ اور ویسا نہیں ہے جیسا تم کہتے تھے۔ (مطلب یہ کہ تم نے جو کہا تھا کہ کم عمر ہے ایسی کوئی بات نہیں۔ کم عمر نہیں ہے) پس اس (علیؓ) نے اس کو اس (عمرؓ) کے نکاح میں دے دیا۔

(ب) تذکرة الخواص۔ الباب الحادی عشر۔ ذکر اولاد فاطمہ:۔

---

[1] الحّ کے معنی صرف اصرار کرنا نہیں بلکہ کسی امر پر اڑ جانا اور بضد ہونا۔ دیکھئے النهایہ ابن اثیر: الحّ علی الشئ اذا لزمه واصرّ علیه (حدیث) فبرکت ناقته والحت۔ الح کے معنی ہیں کسی امر پر اڑ جانا اور اصرار کرنا جیسا کہ حدیث ہے کہ حضورؐ کی ناقہ بیٹھ گئی اور اڑ گئی۔

اما ام کلثوم فخطبھا عمر بن الخطاب فی خلافته فامتنع علی علیه السلام من تزویجھا و قال ھی صغیرة وانی ارصدھا لابن اخی جعفر رضؓ فشق ذالک علی عمرؓ فقال العباسؓ لعلیؓ زوّجھا منه فقد بلغنی منه کلام نزوّجھا ایاہ۔

ترجمہ:۔ لیکن ام کلثوم پس عمرؓ نے اس کا رشتہ علی علیہ السلام سے مانگا۔ علیؓ نے رشتہ دینے سے انکار کیا اور کہا وہ کم عمر ہے اور میں نے اس کا رشتہ اپنے بھائی جعفر کے بیٹے سے طے کر رکھا ہے۔ پس یہ بات عمرؓ کو ناگوار گزری۔ پس عباسؓ نے علیؓ سے کہا کہ (لڑکی کو) اس (عمرؓ) کی زوجیت میں دے دیں کیونکہ اس کی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں (یعنی ایسی باتیں کی ہیں جن سے خطرے کی بُو آتی ہے۔ مؤلف) پس علیؓ نے اسے اس کی زوجیت میں دے دیا۔

سنی روایات میں ام کلثوم کی وفات کے متعلق تضاد و تعارض :۔

(۱) امام حسن علیہ السلام کے عہد میں فوت ہوئیں۔ عبداللہ بن عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱) عقد الفرید۔ جلد ۷۔ المرجانة الثانیه۔ قولھم فی المناکح۔ علی و عمر فی ام کلثوم بنت علی۔ صفحہ ۹۷۔

(ب) اسد الغابة۔ جلد ۷۔ کتاب النساء۔ صفحہ ۳۸۷۔

(ج) تاریخ خمیس۔ ذکر اولاد عمر۔ صفحہ ۲۵۱۔

(واللفظ لاسد الغابة) و توفیت ام کلثوم و ابنھا زید فی وقت واحد وصلی علیھما عبد اللہ بن عمر قدّمه حسن بن علی۔

ترجمہ:۔ ام کلثوم اور اس کا بیٹا زید ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور ان دونوں کی نماز جنازہ عبداللہ بن عمر نے پڑھی انہیں امام حسن علیہ السلام نے آگے کھڑا کیا۔

۲۔ امام حسنؓ کے عہد میں فوت ہوئیں۔ نماز جنازہ سعد بن وقاص نے پڑھائی :۔

تاریخ خمیس ذکر اولاد علی۔ صفحہ ۲۸۶ :۔

وقال ابوعمرو ماتت ام کلثوم وابنھا زید فی وقت واحد وصلی علیھما ابن عمرؓ قدّمه الحسن بن علیؓ ..... قیل صلّی علیھما سعد ابن وقاص وخلفه الحسن والحسین وابوھریرة۔

ترجمہ:۔ ابوعمر نے کہا کہ ام کلثوم اور اس کا بیٹا زید ایک وقت میں فوت ہوئے۔ دونوں کی نماز جنازہ ابن عمر نے پڑھی حسن بن علی نے انہیں آگے کیا تھا ..... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سعد بن وقاص نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے پیچھے حسنؓ، حسینؓ اور ابو ہریرہؓ تھے۔

۳۔ امام حسنؓ کے عہد میں فوت ہوئیں اور نماز جنازہ سعید بن عاصؓ نے پڑھائی :۔

طبقات ابن سعد۔ تسمیة النساء اللتی لم یروین عن رسول اللہ ص :۔

اخبرنا جعفر بن عون بن جریج عن نافع قال وصفت جنازة ام کلثوم بنت علی ابن ابیطالب امرأة عمر بن الخطاب وابن لھا یقال له زید والامام یومئذ سعید بن العاص۔

ترجمہ:۔ جعفر بن عون بن جریج نے نافع سے روایت کی ہے کہ ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب زوجہ عمر بن الخطاب اور ا
کے بیٹے زید کا جنازہ رکھا گیا اور اس دن (نماز جنازہ پڑھانے والا) امام سعید بن العاص تھا۔

۴۔ جناب ام کلثوم واقعہ کربلا کے بعد ایک عرصہ زندہ رہیں اور یکے بعد دیگرے جعفر بن ابیطالب کے تین بیٹوں کے نکاح میں آئیں
(ا) اصابہ (مع استیعاب) جلد ۴۔ حرف الکاف۔ القسم الثانی۔ صفحہ ۴۹۲:۔
(ب) طبقات ابن سعد۔ تسمیۃ النساء التی لم یرویں عن رسول اللہ ص۔ صفحہ ۴۶۳۔
(ج) تاریخ خمیس۔ ذکر اولاد علی۔ صفحہ ۲۸۶۔

(واللفظ لطبقات) ثم خلف علی ام کلثوم بعد عمرؓ عون بن جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب فتوفی عنها فخلف علیها محمد بن جعفر بن ابی طالب فتوفی عنها فخلف اخوہ عبد اللہ بن جعفر بعد اختها زینب بنت علی ابن ابیطالب فقالت ام کلثوم انی لاستحیی من اسماء بنت عمیس ان ابنیها ماتا عندی وانی لا تخوف علی هذا الثالث فهلکت عندہ۔

ترجمہ:۔ (طبقات کے الفاظ میں) عمرؓ کے بعد عون بن جعفر بن ابیطالب عبد المطلب نے ام کلثوم سے نکاح ہوا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بھائی محمد بن جعفر بن ابیطالب نے اس سے نکاح کیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بھائی عبد اللہ بن جعفر نے اس کی بہن زینب (کی وفات) کے بعد اس سے نکاح کیا۔ پس ام کلثوم نے کہا مجھے اسماء بنت عمیس سے حیا آتی ہے کہ اس کے دو بیٹے میرے پاس فوت ہوئے اور اب اس تیسرے کے متعلق بھی خوفزدہ ہوں۔ پس وہ اس (عبد اللہ) کے پاس فوت

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ص کی یہ معنوی دختران (جناب زہرا ع کی بیٹیاں صرف دو ہی (زینب ع وام کلثوم سلام اللہ علیہا) تھیں اور دونوں کا عقد جناب جعفرؓ بن ابی طالب کے بیٹوں سے ہوا کیونکہ سوائے جعفرؓ کی اولاد کے اور کوئی ان کا کفو نہ تھا۔ جناب ام کلثوم ع کا عقد حضرت عمرؓ کے ساتھ صرف ایک افسانہ ہے۔ دشمنوں کو اس افسانہ کے گھڑنے کا موقع یوں ملا کہ حضرت عمرؓ کی بیویوں میں ام کلثوم نام کی دو بیویاں[۱] تھیں جن میں ایک کے بیٹے کا نام زید تھا۔ حقیقت میں یہ زید او اس کی ماں ام کلثوم ایک ہی وقت میں فوت ہوئے جن کا جنازہ عبد اللہ بن عمر یا سعد بن وقاص یا سعید بن العاص نے پڑھا اگر یہ ام کلثوم بنت علیؑ ہوتیں تو جنازہ امام حسن علیہ السلام پڑھاتے۔ بلکہ وہی ولی جنازہ بھی تھے۔ ان نام بردہ حضرات سے حسب ونسب میں افضل بھی تھے۔

---

[۱] تاریخ خمیس: ذکر عمر بن الخطاب۔ ذکر اولاد عمر۔ صفحہ ۲۵۱:۔

وعاصم امہ ام کلثوم جمیلة بنت عاصم بن ثابت هی التی کان اسمها عاصیہ سمّاها النبی ص جمیلة وزید الاصغر وعبید اللہ امهما ملیکة بنت جرول وقال الدار قطنی ام کلثوم بنت جرول فلعل ذالک کنیتها۔

ترجمہ:۔ اور عاصم اس کی ماں ام کلثوم بنت عاصم بن ثابت ہے۔ یہ وہی ہے جس کا نام عاصیہ تھا اور حضور نبی کریم ص نے جمیلہ نام رکھا اور زید اصغر اور عبید اللہ ان دونوں کی ماں ملیکہ بنت جرول ہے۔ دار قطنی نے ان کا نام ام کلثوم بنت جرول بتایا ہے شاید یہ ان کی کنیت ہے۔

قولہ :۔ کیا تسلیم کرنے والے ...... انصاف کا شائبہ نہ تھا۔

اقول :۔ اس میں شک نہیں کہ شیعہ کتب میں ایسی روایات ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر سے ایک بچی ام کلثوم نامی حضرت عمرؓ سے بیاہی گئی تھی جسے حضرت علیؑ ، حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد عدت کے زمانے میں ہی گھر لے آئے لیکن چونکہ امام علیہ السلام کا ارشاد (نص صریح) موجود ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا نکاح حضرت عمرؓ سے نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا یہ ام کلثوم علماء شیعہ کے نزدیک حضرت علیؑ کی بیٹی نہیں بلکہ ربیبہ تھیں ۔ یہ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ ہیں جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئیں اور جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس حضرت علیؑ کے عقد میں آئیں تو یہ بچی (ام کلثوم) ماں کے ساتھ تھیں حضرت علیؑ کے گھر میں پرورش پائی۔ یہ رشتہ خوشی سے نہیں بلکہ بامر مجبوری حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو دیا۔ شیعہ کتب میں جہاں بھی ام کلثوم زوجہ عمرؓ جسے حضرت علیؑ عمرؓ کی وفات کے بعد گھر لے آئے کا ذکر ہے یا جہاں حضرت علیؑ کے حضرت عمرؓ کو ام کلثوم کا رشتہ دینے کا ذکر ہے اس سے ام کلثوم بنت ابوبکرؓ ربیبہ حضرت علیؑ مراد ہے۔ اگر کسی روایت میں ام کلثوم بنت علیؑ لکھا گیا ہے تو یہ عرب کے اس رواج کی وجہ سے ہے کہ وہ ربیبہ کو بیٹی کہہ دیتے تھے (جیسے کہ دختران نبیؐ کے بارے میں سابقاً لکھا جا چکا ہے۔ دیکھئے جواب ، سوال نمبر ۴۷)

قولہ :۔ صاحب کافی نے کن گندے ..... جو ہم سے چھین لی گئی۔

اقول :۔ حافظ جی ! ذرا مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ تو بیان کیجئے :۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا (سورۃ تحریم۔ آیت ۱۲)

ترجمہ :۔ اور مریم بنت عمران کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی۔ (تفہیم القرآن ۔ جلد ۶۔ سورۃ تحریم ۔ آخری آیت)

کیوں حافظ جی ! آپ آیت کریمہ کو پڑھ کر یہی کہا کرتے ہیں کہ عیاذاً باللہ اللہ تعالیٰ نے کن .... الفاظ میں اس حقیقت کو ادا کیا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث شریف کو بھی پڑھیں :۔

تہذیب ابن عساکر (تاریخ دمشق الکبیر) جلد ۴ ۔ ذکر حسین بن علیؓ صفحہ ۳۲۳ :۔

قال رسول اللہؐ ان فاطمۃؓ احصنت فرجها فحرم اللہ ذریتها علی النار۔

ترجمہ :۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تحقیق فاطمہؓ نے اپنے فرج کی حفاظت کی پس اللہ نے اس کی اولاد کو آتش جہنم پر حرام کر دیا۔

کیوں حافظ جی ! آپ اس حدیث کو پڑھ کر بھی یہی کہیں گے کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ کے کن ...... الخ۔

حافظ جی ! فرج کے حقیقی معنی وہ گندے معنی نہیں جو آپ کے گندے ذہن کی پیداوار ہیں۔ فرج کے حقیقی معنی دو ٹانگوں کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ دیکھئے السبع المعلقات ۔ المعلقۃ الاولیٰ ۔ شعر ۶۰ :۔

الضلیع اذا استدبرته سد فرجه ۔۔۔ بضاف فویق الارض لیس باعزل

ترجمہ :- وہ مضبوط ہڈی پسلی والا گھوڑا ہے۔ جب تو اس کی پچھلی طرف آئے تو وہ اپنے فرج (ٹانگوں کے درمیانی فاصلے) کو اپنی گھنی دم سے بھر دیتا ہے جو زمین سے ذرا اوپر ہے اور ٹیڑھی نہیں ہے۔

ہاں۔ اس لفظ فرج کو شرمگاہ کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت اور حدیث میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح "غصب فرج" عربی محاورہ ہے جو کسی شخص سے کسی مستور کو زبردستی لے لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے چاہے وہ زبردستی لی ہوئی مستور زبردستی لینے والے کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔ دیکھئے :-

سیرۃ النبی (ابن ہشام) مطبوعہ دار الفکر قاہرہ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۳۷ : ذکر الاسراء والمعراج۔ فصل موۃ حضرۃ ولید

قال ابن اسحاق لما حضرت الولید الوفاۃ دعا بنیہ فقال لھم ای بنی اوصیکم بثلاث لا تضیعوا فیھن دمی فی خزاعۃ ... وربای فی ثقیف ..... عقری[۲] عند ابی ازیھر فلا یفوتنکم بہ وکان ابو ازیھر قد زوجہ بنتا ثم امسکھا فلم یدخلھا علیہ۔

(حاشیہ ۲) العقر ھھنا ھو دیۃ الفرج قال السھیلی العقر دیۃ الفرج المغصوب۔

ترجمہ :- ابن اسحاق نے کہا کہ جب ولید کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور انہیں کہا کہ اے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ انہیں ضائع نہ کرنا۔ بنی خزاعہ سے خون کا بدلہ لینا ... بنی ثقیف کے ذمہ میرا قرضہ اور سود .... اور ازیہر دوسی کے ذمہ میرا عقر[۲] ہے۔ پس وہ تم کبھی نہ چھوڑنا۔ ابو ازیہر نے اپنی ایک بیٹی اسے بیاہ دی تھی پھر اسے روک لیا اور اس کے ہاں نہ بھیجی۔

(حاشیہ ۲) عقر کے معنی یہاں فرج کا جرمانہ ہے اور سہیلی نے کہا وہ فرج مغصوب (زبردستی لی ہوئی فرج کا جرمانہ)

دیکھا حافظ جی! ایک عرب نے اس کی بیوی کو اس کے باپ کے چھین لینے کو عقر یا غصب فرج کہا ہے۔

اسی طرح آپ کی پیش کی ہوئی حدیث ان ھذا اول فرج غصبناہ کے معنی ہیں۔ یہ پہلی مستور ہے جس کا رشتہ ہم سے زبردستی لیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد ام کلثوم بنت ابوبکر ہے نہ کہ ام کلثوم بنت علیؑ۔ جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا۔

قولہ :- علامہ شوستری لکھتے ہیں ..... عمر کو دے دی۔

اقول :- حافظ جی! علامہ شوستری کے اس جملہ کو اس تزویج کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ کا بیان جملہ شرطیہ کی صورت میں ہے اور جملہ شرطیہ میں جزا (حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو دے دی) ثابت ہو سکتی ہے جبکہ شرط (اگر نبیؐ نے دختر عثمان کو دی) ثابت ہو۔ کیونکہ جملہ شرط کا مطلب ومفہوم ہی یہ ہے کہ شرط کا اثبات جزا کے اثبات کا موجب اور شرط کا انتفاء جزا کے انتفاء کا موجب ہوتا ہے۔ جب علامہ موصوف نبی کریمؐ کے عثمانؓ کو دختر دینے کے قائل نہیں تو علیؑ کے عمرؓ کو دختر دینے کا جواز اس جملے سے کس طرح پیش کر رہے ہیں۔ علامہ موصوف کی اس عبارت کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ اگر نبی کریمؐ نے اپنی بیٹی عثمان کو دی تھی تو علیؑ نے بھی دی (لیکن نبی کریمؐ نے اپنی بیٹی عثمان کو نہیں دی بلکہ ربیبہ دی لہٰذا علیؑ نے بھی نہیں دی)

میرے اس جواب پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جملہ شرطیہ ہمیشہ اثبات شرط موجب اثبات جزا اور انتفاء شرط موجب انتفاء جزا کے اظہار کے لئے نہیں ہوتا بلکہ جملہ شرطیہ ایک امر کے جواز یا امکان وقوع کے ثبوت۔ دلیل کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے جیسے قرآن کریم کی اس آیۂ کریمہ میں ہے :۔

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۔ (سورۃ یوسف۱۲-آیت ۷۷)

ترجمہ :۔ ان بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے۔

اس آیت میں جملہ شرطیہ ہے اور اس کے بھائی کے چوری کرنے کو اس کے چوری کرنے کے ثبوت میں انہوں نے پیش کیا ہے نہ یہ کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس نے چوری کی ہے نہ اس کے بھائی نے چوری کی تھی۔

جواب :۔ اس میں شک نہیں کہ ایک امر واقع اور اس کی دلیل کو جملہ شرطیہ کی صورت میں امر واقع کو شرط اور دلیل امکان وقوع یا جواز وقوع کو جزا کے طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن ایسی صورت میں امر واقع کو شرط اور دلیل کو جزا بنانا لازمی ہے کیونکہ ایسی صورت میں جزا حقیقتاً محذوف ہوتی ہے اور اس دلیل کو اس کا نائب مناب یا قائم مقام بنایا جاتا ہے مثلاً مذکورہ بالا آیت کریمہ کا ترجمہ یا تفسیر کرتے وقت فلا عجب (کوئی تعجب نہیں) فلا غروا (کوئی انوکھی بات نہیں) فلمکن کذالک (ایسا ہونا چاہئے تھا) فلا باس (کوئی حرج نہیں) جیسے جملے محذوف و مقدر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں : " اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں یا کوئی انوکھی بات نہیں یا ایسا ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس کا بھائی پہلے چوری کر چکا ہے " (دیکھئے تفہیم القرآن-جلد۲-مولانا مودودی "سورۂ یوسف)

ان بھائیوں نے کہا یہ چوری کرے (تو کچھ عجب کی بات نہیں) اس سے پہلے اس کا بھائی (یوسف) بھی چوری کر چکا ہے۔

حافظ جی کے پیش کردہ علامہ شوستری کے جملے "اگر نبیؐ دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد" سے ہرگز یہ مطلب حاصل نہیں کیا جا سکتا کہ علامہ موصوف حضرت علیؑ کے اپنی دختر کو عمرؓ کے نکاح میں دینے کے قائل ہیں اور حضورؐ نبی کریم کے اپنی دختر کو عثمانؓ کے نکاح میں دینے کو بطور دلیل جواز پیش کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو علامہ موصوف کا جملہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ " اگر ولی دختر بعمر فرستاد نبی دختر بعثمان داد "۔ اگر ولی نے عمر کو (بیٹی) دے دی تو (کیا حرج) نبیؐ نے اپنی بیٹی عثمان کو دی تھی۔ چونکہ علامہ شوستری" نبی کریمؐ کے عثمان کو اپنی دختر دینے ہی کے قائل نہیں لہذا ان کے اس جملہ کا مفہوم یہی لینا پڑے گا : " نہ نبیؐ نے دختر دی نہ ولی نے "۔

قولہ :۔۳۔ علامہ ابوجعفر طوسی ..... ایک دوسرے کا وارث نہ ہوا۔

اقول :۔ حضرت علیؑ کے ام کلثوم بنت فاطمہؑ کو عمرؓ کے نکاح میں دینے کی روایات مخدوش اور متعارض ہیں اور اس کے خلاف شواہد اتنے قوی اور کثیر ہیں کہ یہی کہنا پڑتا ہے۔ ایسی روایات میں جس ام کلثوم کا ذکر ہے وہ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ ہیں نہ کہ ام کلثوم بنت فاطمہ سلام اللہ علیہا۔ جو ام کلثوم اپنے بیٹے زید کے ساتھ فوت ہوئیں ان کا وقت وفات عہد امام حسن علیہ السلام میں بتایا جاتا ہے اور ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا واقعہ کربلا کے بعد تک زندہ و سلامت ہونے کی روایات حد تواتر کو پہنچتی ہیں (تمام روایات کا ذکر اس مختصر بیان میں ممکن نہیں۔ اس موضوع پر کئی مستقل کتب

لکھی ہوئی ہیں)

قولہٗ :- سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ..... **ناجائز کام کرایا۔**

اقول :- بیٹی کا لفظ یہاں ربیبہ کے لئے عرب محاورہ کے مطابق ہوا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے یہ نکاح بامر مجبوری کیا۔ اگر بچی پر ظلم ہوا تو مجبور کرنے والے کی طرف سے ہوا نہ کہ حضرت علیؑ کی طرف سے۔ یہ درست ہے کہ بچی پر ظلم ہوا کیونکہ ایک ایسے شخص کے نکاح میں بچی کو دیا گیا جس کے متعلق یقین تھا کہ اس شخص کی درشت خوئی کی وجہ سے بچی اس کے ساتھ کبھی خوشگوار زندگی بسر نہیں کر سکے گی لیکن اسے ناجائز کام کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ شرعاً کسی لڑکی کا نکاح مسلمان کے ساتھ جائز و درست ہے چاہے وہ کامل مومن نہ ہو چاہے وہ بداعمال یا گمراہ ہو۔ بس کلمۂ توحید کا قائل ہو اور کافر مشرک نہ ہو۔ شیعہ امامت ائمہ علیہم السلام کے منکر کو (خدانخواستہ کافر نہیں کہتے بلکہ) ضالؔ و مضل[۱] (گمراہ و گمراہ کن) کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۸ :- کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تین دن اور تین راتیں بدستور حضرت عثمان و علی کے انتخاب کے سلسلے میں متفکر رہے۔ گھر گھر جا کر لوگوں سے پوچھا۔ پردہ دار خواتین سے بھی رائے لی۔ بالآخر مسجد نبویؐ میں ہزاروں صحابہ کرام کے سامنے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور فرمایا حضرت عثمان کے برابر لوگ کسی اور کو نہیں جانتے تبھی تو اس حقیقت کا اظہار حضرت مقداد نے بقول شیعہ ان الفاظ سے کیا ہے کہ لوگوں نے خانوادۂ اہل بیت سے عزت پائی مگر سب نے اتفاق کر لیا کہ خلافت ان کی بجائے دوسروں کو ملے۔ (حیات القلوب۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۶)

فرمائیے جنت و رضا کی سند پانے والے تمام مہاجرین و انصار کا حضرت عثمان پر اتفاق آپ کے حضرت علی سے افضل ہونے پر شاہد و برہان نہیں اور اس بھرے مجمع میں حضرت علی کا بیعت کر دینا آپ کی خلافتِ حقّہ پر مہرِ تصدیق نہیں۔ نہج البلاغہ کے یہ الفاظ بھی اسی روشِ بیعت کا پتہ دیتے ہیں :- **ان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم لمن ولیتموہ امرکم۔** اگر تم مجھے خلیفہ نہ چنو گے تو میں تمہاری طرح رعایا کا ایک فرد ہوں گا اور شاید میں تم سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار اس خلیفہ کا ہوں گا جسے تم خلافت کے لئے چنو گے۔

جواب :- **قولہٗ** :- کیا یہ تاریخی حقیقت ..... ہر پردہ دار خواتین سے بھی رائے لی۔

اقول :- جی نہیں۔ یہ تاریخی حقیقت نہیں بلکہ آپ کا اور آپ جیسوں کا ڈھکوسلا ہے۔ کیونکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ گھر گھر جا کر ہر فرد سے رائے لیں حاصل کریں۔

۱۔ حضرت عمرؓ ایسا انتظام کر گئے تھے کہ شوریٰ کمیٹی کا کوئی ممبر خلیفہ (امیر) کے انتخاب سے قبل نہ کسی سے مل سکتا تھا

---

[۱] میں صحابہ نبی کریمؐ میں سے (سوائے منافقین کے) کسی کو بھی منکرِ امامت علی علیہ السلام نہیں مانتا۔ تمام صحابہ رضؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو امیر اور علیؑ کو امام تسلیم کرتے تھے۔ دنیاوی امور میں امیرِ وقت (ابوبکرؓ یا عمرؓ) کی اتباع کرتے تھے اور دینی امور میں امام وقت (علیؑ) کی اتباع کرتے تھے۔ (جیسا کہ سابقہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے)

نہ کہیں آ جا سکتا تھا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ذکر عثمان بن عفان فصل فی خلافتہ۔ صفحہ ۱۰۴۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۵۔ کتاب الخلافتہ والامارۃ۔ مطبوعہ مؤسستہ الرسالتہ بیروت۔ خلافت عمر۔ حدیث نمبر ۱۴۲۵۲:۔

صواعق محرقہ۔ الباب السادس۔ صفحہ ۱۰۴۔

(اللفظ لتاریخ الخلفاء) اخرج ابن سعد عن انس قال ارسل عمرؓ الی ابی طلحۃ الانصاری قبل ان یموت بساعۃ فقال کن فی خمسین من الانصار مع ھؤلاء النفر اصحاب الشوریٰ فانھم فیما احسب سیجمعون فی بیت فقم علی ذالک الباب باصحابک فلا تترک احدًا ید خل علیھم ولا تترکھم یمضی الیوم الثالث حتیٰ یؤمروا احدھم۔

ترجمہ:۔ ابن سعد نے انسؓ سے روایت درج کی ہے کہ عمرؓ نے اپنے مرنے سے ایک گھڑی قبل ابوطلحہؓ انصاری کو پیغام بھیجا اور کہا کہ انصار میں سے پچاس آدمیوں کو لے کر اس گروہ اصحاب شوریٰ کے ساتھ رہو۔ جہاں تک میرا گمان ہے یہ ایک گھر میں جمع ہوں گے۔ تم ان کے دروازے پر کھڑے ہونا اور کسی کو بھی ان کے پاس نہ جانے دینا اور ان کو تیسرے دن کے گزر جانے تک نہ چھوڑنا یہاں تک کہ اپنے میں کسی ایک کو امیر مقرر کر دیں۔

کامل (ابن اثیر) جلد ۲۔ ذکر قصتہ الشوریٰ۔ صفحہ ۶۷:۔

قال (الی عمرؓ) لصہیب صل بالناس ثلاثۃ ایام وادخل ھؤلاء الرھط بیتاً وقم علی رؤسھم فان اجتمع خمسۃ وابی واحد فاشدخ راسہ بالسیف وان اتفقا اربعۃ وابی اثنان فاضرب رأسھما وان رضی ثلاثۃ رجلاً وثلاثۃ رجلاً فحکموا عبداللہ بن عمرؓ فان لم یرضوا بحکم عمر فکونوا مع الذین فیھم عبدالرحمٰنؓ بن عوف واقتلوا الباقین ..... وقال لابی طلحۃ الانصاری ان اللہ طالما اعزّ بکم الاسلام فاختر خمسین رجلاً من انصار فاستحث ھؤلاء الرھط حتی یختاروا رجلاً منھم وقال للمقداد بن الاسود اذا وضعتمونی فی حفرتی فاجمع ھؤلاء الرھط فی بیت حتیٰ یختاروا رجلاً منھم۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ نے صہیبؓ سے کہا۔ تم تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھانا۔ اس گروہ کو ایک گھر میں داخل کرنا اور ان کے سروں پر کھڑے ہو جانا۔ اگر پانچ متفق ہو جائیں اور ایک انکار کرے تو اس کا سر تلوار سے دو لخت کر دو۔ اگر چار متفق ہو جائیں اور دو انکار کریں تو تلوار سے ان دونوں کے سر کاٹ دو۔ اگر تین ایک شخص پر رضامند ہوں اور تین دوسرے شخص پر تو (میرے بیٹے) عبداللہ بن عمر کو پنچ (ثالث) مقرر کرنا۔ اگر یہ عبداللہ بن عمر کے فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو اس گروہ کی حمایت کرنا جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہو اور دوسروں کو قتل کر دینا ..... اور ابوطلحہ انصاری سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ تم (انصار) کے ذریعے سے اسلام کو غالب رکھا۔ تم انصار میں سے پچاس اشخاص کو چن لینا اور اس گروہ کے پیچھے پڑے رہو (ان پر زور ڈالو) یہاں تک کہ اپنے میں سے ایک کو چن لیں اور مقداد سے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو اس گروہ کو ایک مکان میں اکٹھا رکھو یہاں تک اپنے میں سے ایک کا انتخاب کر لیں (اس صورت میں عبدالرحمٰن کہیں جا

ہی نہ سکتے تھے)

۳۔ اس کے علاوہ اگر حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کو ہر طرح کی آزادی بھی ہوتی تو بھی ناممکن تھا کہ مدینہ منورہ کے ہر گھر میں جا کر معلوم کر سکتے کیونکہ تحقیق سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس وقت مدینہ منورہ میں بالغ مرد و زن کی کم از کم تعداد پچاس ہزار ہوگی کیونکہ فتح مکہ کے وقت دس ہزار مجاہد حضورؐ کے ساتھ تھے۔ اتنی ہی بالغہ مستورات فرض کر لیجئے تو کل بالغ مرد و زن کی تعداد بیس ہزار ہوئی۔ ہر فرد سے رائے لینے میں کم سے کم دو منٹ شمار کر لیجئے تو تمام عاقل و بالغ مرد و زن کی رائے معلوم کرنے کے لئے چالیس ہزار منٹ یعنی ۶۶۶ گھنٹے یا ۲۷ دن کا وقت ہونا چاہئے۔ پھر یہ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کا معجزہ یا کرامت ہی ہو سکتی ہے کہ صرف تین شب و روز میں سب کی رائے معلوم کر لیں۔

حافظ جی! ان حالات میں عبدالرحمٰن رضؓ کس طرح گھر گھر جا کر مشورہ لے سکتے تھے جبکہ نہ تو کوئی ان تک آ سکتا تھا اور نہ یہ تین دن (امیر مقرر کرنے) سے پہلے کہیں جا سکتے تھے۔

قولہٗ:۔ بالآخر مسجد نبویؐ میں ہزار ہا صحابہ ..... کسی اور کو نہیں جانتے۔

اقول:۔ حافظ جی! مسجد نبویؐ میں جو کچھ وقوع پذیر ہوا اسے کتب تواریخ میں پڑھئے اور دیکھئے کہ کیا واقعی تمام صحابہ حضرت عثمان رضؓ کے حق میں اور حضرت علیؑ کے خلاف تھے؟ نہیں۔ بلکہ وہاں ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن نے فتنہ کے رونما ہو جانے کے ڈر سے حاضرین کی رائے لئے بغیر ہنگامی صورت میں فوراً حضرت عثمان کی بیعت کر لی:۔

تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ دار بیروت للطباعۃ۔ ذکر قصۃ الشوریٰ۔ جلد ۳ صفحہ ۷۰:۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ المسجدۃ الثانیہ۔ امر الشوریٰ فی خلافۃ عثمان۔ صفحہ ۳۱:۔

فلما صلوا الصبح جمع الرهط و بعث الى من حضرة من المهاجرين و اهل السابقة و الفضل من الانصار و الى امراء الاجناد حتى التج المسجد باهله فقال ايها الناس ان الناس قد اجمعوا ان يرجع اهل الامصار الى امصارهم فاشيروا علىّ فقال عمار رضؓ ان اردت ان لا يختلف المسلمون فبايع عليًا فقال مقداد رضؓ ابن الاسود صدق عمار ان بايعت عليًا قلنا سمعنا و اطعنا. قال ابن ابى سرح ان اردت ان لا يختلف قريش فبايع عثمان رضؓ قلنا سمعنا و اطعنا فشتم عمار رضؓ ابن ابى سرح و قال متى كنت تنصح المسلمين فتكلم بنو هاشم و بنو امية فقال عمار ايها الناس ان الله اكرمنا بنبيه و اعزبدينه فانى تصرفون هذا الامر من اهل بيت نبيكم. فقال رجل من بنى مخزوم لقد عدوت طورك يا ابن سمية و ما انت و تامير قريش لا نفسها فقال سعد بن وقاص يا عبدالرحمٰن افرغ قبل ان يفتتن الناس فقال عبدالرحمٰن انى قد نظرت و شاورت فلا تجعلن ايها الرهط على انفسكم سبيلاً۔ و دعا عليًا و قال عليك عهد الله و ميثاقه لتعملن بكتاب الله و سنة رسوله و سيرة الخليفتين من بعده قال ارجو ان افعل فاعمل بمبلغ علمى و طاقتى و دعا عثمان فقال له مثل ما قال لعلى فقال نعم فرفع رأسه الى سقف المسجد و يده فى يد عثمان فقال اللهم اسمع و اشهد انى قد القيت ما فى رقبتى من

ذالک فی رقبۃ عثمان۔ فبایعہ۔ فقال علیؓ۔ لیس ھذا اوّل یوم تظاھرتم فیہ علینا فصبر جمیل۔ واللہ المستعان علیٰ ما تصفون۔ واللہ ما ولّیت عثمان الّا لیردّ الامر الیک واللہ کل یوم فی شان۔ فقال عبد الرحمٰن یا علی لا تجعل علیٰ نفسک حجۃً و سبیلاً۔

ترجمہ:۔ جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو یہ گروہ (شوریٰ کمیٹی) جمع ہوا۔ مہاجرین کو جو موجود تھے اور انصار میں سے اہل سبقت و فضل کو اور لشکروں کے امراء کو بلا بھیجا۔ یہ سب مسجد میں جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسجد ان سے کھچا کھچ بھر گئی۔ پس عبدالرحمٰن نے کہا۔" اے لوگو! اب مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے شہروں کو لوٹ جائیں۔ پس مجھے اپنے مشورہ سے آگاہ کرو۔" عمارؓ نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ قریش میں اختلاف پیدا نہ ہو تو علیؓ کی بیعت کر لے۔ مقدادؓ بن الاسود نے کہا۔ عمارؓ نے سچ کہا ہے اگر تو علیؓ کی بیعت کرے تو ہم کہیں گے کہ بسر و چشم منظور ہے۔ ابن ابی سرح نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کر تو ہم کہیں گے کہ ہمیں بسر و چشم منظور ہے۔ پس عمار نے ابن ابی سرح کو گالی دی اور کہا کہ تو کب سے مسلمانوں کا خیر خواہ بن بیٹھا ہے۔ پس بنی ہاشم اور بنی امیہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ پس عمار نے کہا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی بدولت ہمیں عزت بخشی۔ اپنے دین کی بدولت ہمیں غلبہ عطا کیا۔ پھر اس امر خلافت کو اس کے اہل بیت سے موڑ کر کہاں لئے جا رہے ہو؟ اس پر بنی مخزوم کے ایک شخص نے کہا۔ سمیہؓ کے بیٹے عمار تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔ قریش کے اپنے اوپر امیر مقرر کرنے سے تمہیں کیا واسطہ۔ پس سعد بن وقاص نے کہا۔ اے عبدالرحمٰن اس معاملے کو جلدی نپٹاؤ اس سے پہلے کہ لوگوں میں فتنہ بپا ہو جائے۔ پس عبدالرحمٰن نے کہا۔ میں نے غور کیا اور مشورہ لیا۔ پس اے گروہ شوریٰ (مخالفت کر کے) اپنے خلاف راہ پیدا نہ کرنا۔ پھر علیؓ کو بلایا اور کہا۔ تم پر اللہ تعالیٰ سے عہد و میثاق کرنا لازم ہے کہ تم کتابِ خدا، سنتِ رسولؐ اور رسول اللہؐ کے بعد دو خلیفوں کی سیرت پر عمل کرو گے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا اور جہاں تک میرے علم اور طاقت کی رسائی ہے اس پر عمل کروں گا۔ پھر عثمانؓ کو بلایا اور وہی بات کہی جو علیؓ سے کہی تھی تو انہوں نے کہا۔" ہاں" پس اس (عبدالرحمٰن) نے اپنا سر مسجد کی چھت کی طرف بلند کیا اور اس کا ہاتھ عثمان کے ہاتھ میں تھا اور کہا۔ اے اللہ تعالیٰ تو سن اور گواہ رہ کہ جو ذمہ داری میری گردن پر تھی وہ میں نے عثمانؓ کی گردن پر ڈال دی۔ اور اس کی بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ یہ پہلا دن نہیں کہ تم نے ہم پر زیادتی کی۔ پس صبر جمیل کے سوا چارہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک سے استقامت طلب کی جاتی ہے۔ تو نے عثمانؓ کو والی نہیں بنایا مگر صرف اس امید پر کہ (کل آئندہ) تمہاری طرف لوٹا دے گا۔ ہر دن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر اور قضا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ اے علیؓ اپنی ذات کے خلاف ثبوت بہم نہ پہنچا۔ اپنے خلاف راہ نہ پیدا کر۔

حافظ جی آپ کو تاریخ کی ہر کتاب میں بیعت حضرت عثمانؓ کے متعلق یہی مضمون ملے گا جس سے صاف ظاہر ہے کہ سب صحابہ حضرت عثمانؓ کے طرفدار نہ تھے بلکہ کچھ حضرت عثمانؓ کے اور کچھ حضرت علیؓ کے طرف دار تھے۔ اگر صحیح طور پر رائے شماری عمل میں لائی جاتی تو حضرت عثمانؓ کا خلیفہ منتخب ہو جانا مشکل تھا۔ تاریخی واقعات پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شوریٰ محض ایک دکھاوہ اور خانہ پری تھی ورنہ حضرت عمرؓ پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ ان کے بعد

حضرت عثمان رض خلیفہ ہوں۔

ابو داؤد۔ جلد ۴۔ کتاب السنۃ۔ باب فی الخلفاء۔ صفحہ ۲۹۰ :-

عن الاقرع مؤذن عمر بن خطاب قال بعثنی عمر بن الخطاب الی الاسقف فدعوته فقال له وهل تجدنی فی الکتاب قال نعم قال کیف تجدنی قال اجدک قرناً قال فرفع علیه الدرة فقال قرن قال قال قرن حدید امین شدید۔ فقال کیف تجد الذی من بعدی قال اجد خلیفة صالحاً غیرانه یو ثر قرابته فقال عمر یرحم الله عثمان ثلاثاً ثم قال کیف تجد الذی بعدهٔ قال اجدهٔ صدأ حدید فوضع عمر یده علی رأسه فقال یا دفراه یا دفراه قال یا امیرالمومنین انه خلیفة صالح لکنه یستخلف حین یستخلف والسیف مسلول والدم مهراق۔ قال ابو داؤد الدفر النتن۔

ترجمہ:- حضرت عمر رض کے مؤذن اقرع سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر نے اسقف (عیسائیوں کے بڑے پادری) کے پاس بھیجا۔ پس میں اسے بلا لایا۔ عمر رض نے اسے کہا۔ کیا تو اپنی آسمانی کتاب میں میرا ذکر بھی پاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں حضرت عمر رض نے کہا۔ اس میں تو مجھے کیسا پاتا ہے؟ اس نے کہا۔ سینگ۔ حضرت عمر رض نے اس پر کوڑا اٹھایا تو اس نے پھر کہا سینگ! حضرت عمر رض نے کہا۔ کیا؟ اس نے کہا۔ سینگ، لوہا۔ سختیوں کے درمیان۔ حضرت عمر رض نے کہا۔ تو اسے کیا پاتا ہے جو میرے بعد ہو گا؟ اس نے کہا۔ میں اسے نیک خلیفہ پاتا ہوں مگر وہ اپنے رشتہ داروں کو دوسروں پر ترجیح دے گا۔ حضرت عمر رض نے تین بار کہا۔ اللہ عثمان رض پر رحم کرے۔ پھر کہا۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟ اسے کیسا پاتا ہے؟ اس نے کہا میں اسے لوہے کا زنگ پاتا ہوں۔ پس حضرت عمر نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور دو دفعہ کہا۔ ہائے نتنے! ہائے نتنے! اس نے کہا۔ اے امیرالمومنین! وہ نیک خلیفہ ہو گا لیکن ایسے زمانے میں خلیفہ ہو گا جب تلوار کھنچی ہوئی ہو گی اور خون بہائے جا رہے ہوں گے۔ ابو داؤد نے کہا کہ "دفر" کے معنی ہیں نتنے۔

اس حدیث میں حضرت عمر کا یہ کہنا کہ "اللہ عثمان پر رحم کرے" اس امر کی دلیل ہے کہ انہیں علم تھا کہ ان کے بعد خلیفہ حضرت عثمان ہوں گے۔

ریاض النضرة - ذکر عمر بن الخطاب۔ صفحہ ۱۵۳ :-

قیل لعمر رض وھو بالموقف من الخلیفة بعدک؟ قال عثمان۔

ترجمہ:- حضرت عمر سے پوچھا گیا جب وہ (حج کے موقع پر) موقف میں تھے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ عثمان رض

اس مجلس شوریٰ کی ہیئت ترکیبی ہی ایسی وضع کی گئی تھی کہ حضرت علی رض منتخب نہ ہو سکیں۔ اس مجلس کے ارکان (کی) اکثریت (چھ میں تین) کبھی حضرت علی رض کی خلافت پر راضی نہیں ہو سکتے تھے اور ان تین ہی کے متعلق فیصلہ دے گئے تھے کہ جس طرف یہ تین ہوں وہی حق بجانب سمجھے جائیں اور اگر دوسرے تین ان کی رائے کو تسلیم نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس مجلس شوریٰ کے متعلق ان کے فیصلے کرنے سے قبل حضرت علی رض کی رائے ملاحظہ ہو :-

تاریخ طبری۔ سنۃ ۲۳۔ قصہ شوریٰ :-

فخرجوا فقال علی القوم کانوا معہ من بنی ھاشم ان اطیع فیکم قومکم لم تؤمروا ابداً و تلقاہ العباس رض فقال عدلت عنا فقال وما علمک قال قرن بی عثمان وقال کونوا مع الاکثر فان رضی رجلان رجلاً و رجلان رجلا فکونوا مع الذین فیھم عبدالرحمٰن بن عوف فسعد لا یخالف ابن عمہ عبدالرحمٰن وعبدالرحمٰن صھر عثمان لا یختلفون فیولیھا عبدالرحمٰن عثمان او یولیھا عثمان عبدالرحمٰن فلو کان الاخران معی لم ینفعان۔

ترجمہ :- (جب مجلس شوریٰ کے ارکان مقرر ہو چکے تو حضرت عمر کے پاس سے) نکلے تو حضرت علیؓ نے بنی ہاشم کے ان اشخاص سے کہا جو ان کے ساتھ تھے کہ اگر تمہارے بارے میں تمہاری قوم (قریش) کی بات مانی جاتی رہی تو تم کبھی بھی امیر نہیں بنائے جاؤ گے اور حضرت عباس رضؓ ان سے ملے تو آپ نے ان سے کہا کہ اب کے بھی (خلافت کو) ہم سے موڑ دیا گیا (عباسؓ) نے کہا۔ آپ کو کس طرح علم ہوا ! ؟ آپ نے کہا کہ عثمان کو میرا مقابل بنایا ہے اور کہا ہے کہ اکثریت کا ساتھ دینا اور اگر دو شخص ایک پر راضی ہوں اور دوسرے دو ایک دوسرے شخص پر تو ان کا ساتھ دینا جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہو۔ اب سعد اپنے چچا زاد بھائی عبدالرحمٰن کے مخالف نہیں ہو سکتا اور عبدالرحمٰن عثمان کا داماد ہے۔ یہ اختلاف نہیں کریں گے یا عبدالرحمٰن عثمان کو امیر بنائے گا یا عثمان عبدالرحمٰن کو۔ اب اگر دوسرے دو میرا ساتھ بھی دیں تو کوئی فائدہ نہیں۔

حافظ جی ! میں ان روایات پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ یہ کیسا شوریٰ تھا۔

قولہٗ :- تبھی تو حضرت مقدادؓ نے ..... خلافت دوسروں کو ملے۔ (حیات القلوب صفحہ ۲۷۹)

اقول :- حیات القلوب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے :-

حیات القلوب - جلد ۲ - باب شصت ویکم - فضائل و احوال مقداد بن اسود - صفحہ ۲ ۹۴ ہے

مقداد گفت ..... مرا حزنی او میدہد بدیدن احوال ایشان - زیرا کہ قریش بشرافت ایشان شرف یافتند بر مردم و ہمہ اجتماع کردند بر آنکہ بادشاہی حضرت رسول ص از دست ایشان بگیرند۔

ترجمہ :- مقدادؓ نے کہا مجھے دکھ ہوتا ہے ان کے حالات دیکھنے پر۔ کیونکہ قریش نے ان کے شرف کی بدولت لوگوں پر شرف حاصل کیا اور پھر سب نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ حضرت رسول ص کی حکومت کو ان سے چھین لیں۔

حضرت مقدادؓ کے یہ الفاظ صرف حیات القلوب میں ہی نہیں بلکہ تاریخ کی ہر کتاب میں جہاں خلافت عثمان کا ذکر ہوا ہے یہ لفظ اسی طرح موجود ہیں اور لفظ ایھا الناس سے خطاب کیا۔ تاریخ کامل کی عبارت اس سے قبل نقل کی گئی ہے اس میں بھی ایھا الناس سے خطاب ہے (ایھا الناس ان اللہ اکرمنا فیہ .... فانی تعرفون) فرق صرف یہ ہے کہ حیات القلوب میں یہ الفاظ مقدادؓ کی طرف منسوب ہیں اور تاریخ کامل میں عمارؓ کی طرف۔

حافظ جی ! روایت میں لفظ الناس (لوگ) کے استعمال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام صحابہ حضرت علیؑ کے خلاف اور حضرت عثمانؓ کے حق میں تھے۔ سوال نمبر ۷۴ کے جواب میں مدلل بیان ہو چکا ہے کہ ایسے مواقع پر یہ لفظ

عام استعمال ہوتا ہے لیکن مراد صرف وہ خاص ہوتے ہیں جو اس کا مصداق ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ اور تمام صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ ط (سورۃ الانفال ۸۔ آیت ۶۷)

ترجمہ :۔ تم دنیا کی دولت چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ عیاذاً باللہ حضورؐ اور تمام صحابہ دنیا کی دولت چاہتے ہیں بلکہ اس سے مراد صرف طامعین دنیا ہیں۔ گو لفظ عام ہے یا پھر حافظ جی مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں :۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۴۔ کتاب الکذب۔ صفحہ ۱۳۰ :۔

عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ ص یا ایھا الناس ما یحملکم علیٰ ان تتابعوا علی الکذب کتابع الفراش فی النار الکذب کلہ علی ابن آدم حرام الا فی ثلاثۃ خصال ..... الخ

ترجمہ :۔ اسماء بنت یزید سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ص نے فرمایا۔ اے لوگو! تمہیں کیا چیز اس امر پر آمادہ کرتی ہے کہ تم جھوٹ پر اس طرح گرے پڑتے ہو جس طرح پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ اولادِ آدمؑ پر حرام ہے سوائے ان تین صورتوں کے..... الخ۔

کیا حافظ جی اس حدیث سے یہی مطلب لیں گے کہ عیاذاً باللہ حضورؐ کے تمام صحابہ جھوٹ کے دلدادہ تھے۔

قولہ :۔ فرمائیے جنت و رضا کی سندیں ..... شاہد و برہان نہیں۔

اقول :۔ حافظ جی! اوّل تو یہی ثابت نہیں کہ تمام صحابہ کا حضرت عثمان پر اتفاق تھا۔ اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تمام صحابہ کا اتفاق تھا تو بھی ان تمام جنت و رضا کی سندیں پانے والوں کی یہ رائے جو حضرت علیؑ کی رائے یا ان کی ذات کے معارض و مخالف ہو نہ مہر تصدیق ہے نہ ثبوت فضیلت۔ اس امر کے کئی شواہد میں سے ایک ملاحظہ فرمائیں:

کنز العمال جلد ۱۱۔ کتاب الفضائل۔ فضائل علی ع۔ حدیث ۳۲۹۷۱۔

یا عمار ان رأیت علیاً قد سلک وادیاً و سلک الناس وادیاً غیرہ فاسلک مع علی و دع الناس انہ لا یدلک علی ردی و لن یخرجک من الھدیٰ (الدیلمی عن عمار و عن ابی ایوب)

ترجمہ :۔ عمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا۔ اے عمارؓ اگر تو دیکھے کہ علیؑ ایک وادی میں چل رہے ہیں اور لوگ (جنت و رضا کی سندیں پانے والے) ایک دوسری وادی میں چل رہے ہیں تو علیؑ کے ساتھ چلنا اور تمام لوگوں کو چھوڑ دینا کیونکہ وہ تمہیں ہلاکت کی طرف ہرگز رہنمائی نہیں کرے گا اور ہرگز ہدایت سے باہر نہیں لے جائے گا۔

کیوں حافظ جی! کیا یہ نص صریح نہیں کہ اگر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی علیؑ کے خلاف کسی امر پر متفق ہو جائیں تو علیؑ حق پر اور صحابہ غلطی پر ہوں گے۔

اس کے باوجود اگر حافظ جی صحابہؓ کے حضرت عثمانؓ کو منتخب کرنے کو ان کی خلافت کی حقانیت اور ان کی ذات کی فضیلت کا ثبوت سمجھتے ہوں تو کچھ عرصہ بعد ان ہی (جنت و رضا کی سندیں پانے والے) صحابہؓ کے حضرت عثمانؓ

کے خلاف ہو جانے اور انہیں خلیفہ منتخب کرنے پر پچھتانے کو حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بطلان کا ثبوت علی تسلیم کریں۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ خلافت عثمانؓ۔ صفحہ ۴۰ :۔

وقدموا المدینة فجمعوا علیاً وطلحة والزبیر وسعداً ومن کان من اصحاب رسول اللہ ص ثم فکوا الکتاب بمحضر هم واخبروهم قصة الغلام واقرؤوهم الکتاب فلم یبق فی المدینة احد الاّ حنق علی عثمان۔

ترجمہ :۔ (مصر کا وفد) واپس مدینہ منورہ آگیا۔ انہوں نے علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد اور دیگر صحابۂ رسول ص رضوان اللہ علیہم کو اکٹھا کیا۔ پھر اس خط کو ان کے سامنے کھولا (خط لے جانے والے) غلام کا قصہ بیان کیا اور وہ خط ان سے پڑھوایا۔ پس مدینہ منورہ میں ایک بھی ایسا شخص باقی نہ رہا جو حضرت عثمانؓ پر غضبناک نہ ہو (سب حضرت عثمان کے مخالف ہو گئے)

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ خلافت عثمانؓ۔ صفحہ ۵۵ :۔

لما انکر الناس علی عثمانؓ ما انکروا من تامیر الاحداث من اهل بیته الجلة الاکابر من اصحاب محمدؐ قالوا لعبد الرحمنؓ بن عوف هذا عملک واختیارک لامة محمدؐ قال لم آظن هذا به ودخل علی عثمانؓ فقال انی انما قدّمتک علی ان تسیر فینا لبسیرة ابی بکرؓ وعمرؓ وقد خالفتهما۔ فقال عمرؓ کان یقطع قرابته فی اللہ وانا اصل قرابتی فی اللہ۔ فقال له للہ حتی ان لا اکلمک ابداً۔

ترجمہ :۔ جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے اپنے خاندان کے نوعمروں کو تمام بڑے بڑے صحابہؓ پر حاکم بنانے کے خلاف شرع فعل کو دیکھا تو عبد الرحمنؓ بن عوف سے کہا۔ یہ ہے امت محمدؐ کے لئے تیرا کام اور تیرا انتخاب۔ اس نے کہا۔ مجھے اس کے متعلق یہ گمان تک نہ تھا (یعنی کہ وہ ایسا ہوگا) پھر حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور اسے کہا کہ میں نے صرف اس لئے تجھے ترجیح دی تھی کہ تو ہم میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سیرت پر چلے گا اور تو نے ان دونوں کی مخالفت شروع کر دی۔ (عثمانؓ نے) اسے کہا۔ عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے قریبیوں سے قطع تعلق کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کی خاطر (ان پر عنایات کر کے) ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔ (عبد الرحمنؓ نے) کہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے اوپر لازم کر لیا کہ تم سے کبھی کلام تک نہ کروں گا۔

قولہٗ :۔ اور اس بھرے مجمع میں حضرت علیؓ..... جبر تصدیق نہیں۔

اقول :۔ حافظ جی! جن حالات میں اور جن الفاظ و خیالات کے اظہار کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی اگر آپ اسے جبر تصدیق ثبت کرنا کہتے ہیں تو بریں عقل و دانش بباید گریست ـــ جبکہ حضرت علیؑ اس بیعت کو اپنے اوپر ظلم و زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ تاریخ کامل کی قبل ازیں مذکور روایت کے ان الفاظ کو دیکھئے :۔

لیس هذا اوّل یوم تظاهرتم فیه علینا فصبر جمیل۔

ترجمہ :۔ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر ظلم و زیادتی کی ہے۔ پس صبر ہی بہتر ہے۔

مندرجہ ذیل روایات ملحوظ خاطر ہوں :۔

۱۔ تاریخ کامل۔ قصۃ الشوریٰ۔ صفحہ ۴۷ :۔

ثم تکلم علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) فقال الحمد للہ الذی بعث محمداً منا نبیاً و بعثہ الینا رسولاً فنحن بیت النبوۃ و معدن الحکمۃ و امان لاھل الارض و نجاۃ لمن طلب۔ لنا حق ان نعطہ فاخذہ وان نمنعہ نرکب اعجاز الابل و لوطال السریٰ۔

ترجمہ:۔ پھر علی ابن ابی طالبؑ نے کلام کیا اور کہا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہم میں سے محمدؐ کو نبی بنا کر ہماری طرف بھیجا۔ پس ہم نبوت کا گھرانہ ہیں، علم و حکمت کی کان ہیں، ساکنین زمین کے لئے امان ہیں۔ طلبگار کے لئے باعث نجات ہیں۔ یہ ہمارا حق ہے۔ اگر ہمیں دیا گیا تو لے لیں گے اور اگر ہمیں روک دیا گیا تو اونٹ کی ننگی پشت پر بیٹھ کر چل دیں گے چاہے چلنا کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو جائے (یعنی بغیر انتظار و اصرار کئے چلے جائیں گے)

۲۔ روضۃ الاحباب۔ جلد ۲۔ ذکر قضیۂ شوریٰ۔ صفحہ ۲۳۴ :۔

دریں حال عبدالرحمٰن گفت یا اباالحسنؑ ہمہ این فضائل را کہ شمردی چنین کہ در تحت تصرف آوردی و جمیع اصحاب بدین امور اقرار و اعتراف دارند و لکن اکنون کہ اکثر مردم بعثمانؓ میل نمودہ باو بعیت کردند متوقع از جناب تو آنکہ با جمہور موافقت نمائی و بقدم قبول و اقبال بیش آئی شاہ عرصہ ولایت فرمود بخدا سوگند کہ شما مے دانید کہ احق بخلافت کیست و مع ذالک بمقتضائے علم خود عمل نمے نمائید بر ملاحظۂ اغراض و مصالح دنیوی خود۔ واللہ کہ مسلّم داشتم این امر را برغیر خود زیرا کہ من میدانم کہ سلامت مسلمانان دریں تنزل و تسلیم است چہ دریں تسلیم حیف برخاصۂ من است و برائے اسلام و مسلمانان ترک مناقشہ و منافسہ کردم۔

ترجمہ:۔ اس صورت حال میں (یعنی حضرت علیؑ کے اپنے فضائل بیان کرنے کے بعد) عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے ابوالحسن یہ تمام فضائل جو آپ نے بیان کئے ہیں، آپ کی ذات میں موجود ہیں اور تمام صحابہؓ اس کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں لیکن اب جبکہ اکثر لوگ عثمانؓ کی طرف مائل ہیں اور بعیت کر چکے ہیں اور آپ سے توقع ہے کہ آپ عوام سے موافقت کریں اور قبولیت کی طرف قدم بڑھائیں۔ میدان ولایت کے شاہسوار (حضرت علیؑ) نے فرمایا۔ خدا کی قسم، تم خوب جانتے ہو کہ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ اور اس کے باوجود دنیاوی مقاصد اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کر رہے ہو۔ خدا کی قسم میں امر (خلافت) کو دوسرے کے لئے تسلیم کئے لیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں کی سلامتی اسی میرے دستبردار ہونے اور (غیر کے لئے) تسلیم کرنے میں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں صرف میری ذات پر ظلم ہے پس اسلام اور مسلمانوں کی خاطر اس بحث و جدال کو ترک کرتا ہوں۔

حافظ جی! حضرت علی علیہ السلام کے ارشادات کو پھر پڑھئے اور بتائیے کہ یہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کی حقانیت کی تصدیق ہے یا تردید؟ ہاں! پھر سنی روایات کے مطابق بعیت کرلی کیونکہ بعیت نہ کرنے کی صورت میں قتل ہو جانے کا خوف تھا کیونکہ حضرت عمرؓ کی وصیت یہی تھی کہ جو انکار کرے قتل کیا جائے۔ خصوصاً جبکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ اس امر کی دھمکی بھی دے چکے تھے (لا تجعل علیٰ نفسک حجۃ و سبیلا۔ اپنے خلاف دلیل اور راہ نہ بنا) جیسا کہ بیان ہوا

بیعت کی حفظِ جان کے لئے کیونکہ ایسے حالات میں جان دینا۔ لا تلقوا بایدیکم الیٰ التھلکۃ کی خلاف ورزی ہوتا۔ خلافت کے باطل ہونے کا اظہار فرمایا۔ وظیفۂ امامت کی تعمیل کے لئے۔

قولہٗ :۔ نہج البلاغہ کے یہ الفاظ ..... روش و بیعت کا پتہ دیتے ہیں۔

اقول :۔ قربان جاؤں حافظ جی آپ کی ہوشیاری و پرکاری کے ۔ کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا۔ بھان متی کے کنبہ جوڑا۔ یہ الفاظ حضرت علی علیہ السلام نے اس وقت فرمائے تھے جب حضرت عثمان رض کے انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو بیعت لینے پر مجبور کیا اور آپ (بوجوہ) ان لوگوں سے بیعت لینا نہیں چاہتے تھے اور آپ نے وہ الفاظ یہاں (بیعتِ عثمان رض) کے ساتھ چسپاں کر دیئے۔ اس امر کا مفصل ذکر سوال نمبر ۲ کے جواب میں ہوگا۔

سوال نمبر ۶۹ :۔ کیا دامادِ رسول ص ہونا ایک شرف و اعزاز ہے ؟ اگر ہے اور واقعی ہے تو حضرت عثمان رض حضور ص کے دوہرے داماد، ذوالنورین سے ملقب کیسے حضرت علی رض سے افضل نہ ہوں جبکہ حضرت علی رض نے ان کو خود فرمایا۔ و قلت من صھرہ ما لم ینالا (نہج البلاغہ) آپ نے حضور ص کی دامادی کا وہ شرف پایا ہے جو ابوبکر رض و عمر رض نے نہیں پایا۔ حضرت عثمان رض کی دامادی کتب شیعہ میں بھی متواتر ہے

۱۔ نوراللہ شوستری جیسا متعصب بھی آپ کو ذوالنورین لکھتا ہے۔ (مجالس المومنین جلد ۱۔ صفحہ ۱۵۸)

۲۔ مجلسی لکھتا ہے کہ مہاجرین حبشہ میں حضرت عثمان رض اور آپ کی زوجہ محترمہ دختر پیغمبر ص تھیں (حیات القلوب صفحہ ۳۵ جلد ۲)

۳۔ اپنی بیٹی ام کلثوم حضور ص نے حضرت عثمان رض کو بیاہ دی۔ وہ رخصتی سے پہلے فوت ہو گئی تو آپ نے رقیہ بیاہ دی۔ (حیات القلوب۔ جلد ۲۔ صفحہ ندارد)

۴۔ ام کلثوم و رقیہ نبی ص کی بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رض کے نکاح میں آئیں۔ سیدہ رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان رض کا ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو چار سال کی عمر میں مرغ کے چونچ مارنے سے فوت ہو گیا (تحفۃ العوام ص ۳۶)

جواب :۔ قولہٗ :۔ کیا دامادِ رسول ص ہونا ایک شرف و اعزاز ہے ؟

اقول :۔ کسی صاحبِ شرف و فضیلت (امام، نبی، رسول) سے کوئی نسبی یا سببی رشتہ کا ہونا باعثِ شرف و اعزاز بھی ہے اور باعثِ ازدیادِ مذمت و ملامت بھی۔ اگر رشتہ دار صاحبِ اخلاقِ حمیدہ اور اعمال صالحہ ہے تو یہ رشتہ اس کے شرف و فضل کو مزید بڑھا دیتا ہے اور اگر رشتہ دار کے اخلاق ناپسندیدہ اور اعمال بد و ناستودہ ہوں تو رشتہ اس کی مذمت کا باعث اور رذالت کا ثبوت بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ لا وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ (سورۃ الاحزاب ۳۳ آیات ۳۰۔۳۱)

ترجمہ :۔ اے نبی ص کی بی بیو ! جو تم میں سے کھلم کھلا بری بات کی مرتکب ہوگی تو اس کے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کے سامنے جھک جائے گی (عاجزی

و انکساری کا اظہار کرے گی) اور نیک عمل کرے گی تو اس کے اجر کو دوگنا کر دیں گے ۔

یہی حال دیگر رشتہ داروں کا ہے ۔ اگر ان کے اخلاق و عادات اچھے اور اعمال صالحہ ہیں تو ان کے لئے ثواب اور اعزاز و شرف دوسروں سے دوگنا ہے اور اگر ان کے اخلاق و عادات بد اور اعمال برے ہیں تو عذاب اور ذلت و خواری بھی دوسروں سے دوگنا ہے کسی رشتے کو نہ بذاتہٖ شرف و اعزاز کہہ سکتے ہیں نہ باعثِ ذلت و خواری ۔ رشتے کا اعزاز رشتہ دار کے ذاتی اوصاف سے وابستہ ہے ۔

قولہٗ :۔ تو حضرت عثمان رضؓ حضور کے دوہرے داماد ..... کیسے علی سے افضل نہ ہوں ۔

اقول :۔ جناب رقیہ و ام کلثوم جو حضرت عثمان رضؓ کے نکاح میں آئیں ان کے دخترِ رسول ؐ ہونے کے متعلق سوال ۶۸ کے جواب میں مناسب تفصیل سے بحث کی جا چکی ہے کہ ان بیبیوں کے دخترانِ رسول ؐ ہونے کا علم الیقین حاصل نہیں ۔ اور اگر انہیں دخترانِ رسول ؐ تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کے ذریعے حضور ؐ کا دوہرا داماد ہونا بھی وہ وزن و منزلت نہیں رکھتا جو علی ؑ کے شوہرِ بتول ؑ، سیدۃ النساء العالمین ہونے کو حاصل ہے جس کے متعلق حضور ؐ کا ارشاد ہے :۔

کنوز الحقائق ۔ برحاشیہ الجامع الصغیر ۔ جلالین ۔ باب اللام ۔ لفظ لو ۔ صفحہ ۴۷ :۔

لو لم یخلق علی رضؓ ما کان لفاطمۃ رضؓ کفو ۔

ترجمہ :۔ اگر علی رضؓ کو پیدا نہ کیا جاتا تو فاطمہ رضؓ کا (تمام عالمین میں) کوئی کفو (ہمسر) نہ تھا ۔

حافظ جی ! اگر حضرت عثمان رضؓ کو حضرت علی ؑ سے اس لئے افضل تسلیم کیا جائے کہ حضرت علی ؑ اکہرے داماد ہیں اور حضرت عثمان رضؓ دوہرے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عثمان رضؓ، حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ سے دوہرے افضل ہیں کیونکہ وہ دونوں حضور ؐ کے اکہرے داماد بھی نہ تھے ۔

نیز ابو العاص رضؓ (شوہر جناب زینب رضؓ) بھی حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ سے افضل مانے جائیں گے کیونکہ وہ بھی (بقول اہلسنت) کم از کم اکہرے داماد تو ہیں ۔

اگر محض داماد ہونا باعث شرف و اعزاز ہے تو ابولہب ملعون کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے لئے بھی شرف و اعزاز تسلیم کیجئے کیونکہ یہی دو خواتین رقیہ و ام کلثوم حضرت عثمان رضؓ کے عقد میں آنے سے قبل ان دو کے عقد میں تھیں ۔

روضۃ الاحباب ۔ جلد ۱ ۔ باب سوم ۔ فصل دوم ۔ در ذکر اولادِ رسول ؐ ۔ صفحہ ۶۰۳ :۔

دختر دوم رقیہ ولادت وے در جاہلیت در سی و ششم بعد از واقعہ فیل بود پیش از ظہور نبوت حضرت وے را بہ عتیبہ بن ابولہب نکاح بستہ بود ۔

سوم ۔ ام کلثوم نام وے آمنہ بود وی را اول بہ عتبہ بن ابی لہب برادر عتیبہ نکاح کردند ......

ترجمہ :۔ حضور ؐ کی دوسری لڑکی جناب رقیہ رضؓ ہیں ۔ ان کی ولادت ظہورِ نبوت سے قبل جاہلیت کے دور میں سن چھتیس ۳۶ عام الفیل میں ہوئی ۔ حضور ؐ نے ان کو ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں دیا ۔

حضور ؐ کی تیسری بیٹی ام کلثوم جن کا نام آمنہ تھا ان کا نکاح عتیبہ کے بھائی عتبہ بن ابی لہب سے کیا ۔

قولہ :۔ حضرت علی نے خود فرمایا..... جو ابوبکر و عمر نے نہیں پایا۔

اقول :۔ سوال نمبر ۷۴ کے جواب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ عرب کا دستور تھا کہ بیوی کی سابقہ اولاد کو مجاز کے طور پر شوہرِ ثانی کی اولاد کہہ دیتے ہیں۔ لہٰذا حضرت علیؑ کا حضرت عثمان رضؓ کو دامادِ رسولؐ کہنا ان ہی مجازی معنوں میں ہے جن میں ان بی بیوں کا مجازی معنوں میں بیٹیاں ہونا۔

قولہ :۔ حضرت عثمان کی دامادی شیعہ کتب میں متواتر ہے۔

اقول :۔ شیعہ کتب میں ان دو خواتین (رقیہ رضؓ و ام کلثوم رضؓ) کا حضرت عثمان رضؓ سے عقد نکاح ہونا تو بلاشک کتب شیعہ میں متواتر ہے لیکن ان کا دخترانِ رسولؐ ہونا اور حضرت عثمان رضؓ کا داماد ہونا متواتر نہیں ہے بلکہ اس میں شیعہ علماء توقف سے کام لیتے ہیں۔

قولہ :۔ نور اللہ شوستری..... ذی النورین لکھتا ہے (جلد ۱۔ صفحہ ۱۵۸)

اقول :۔ حافظ جی نے مجالس المومنین کی جس عبارت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ عبارت دراصل کتاب روضۃ الاحباب کی عبارت ہے جسے علامہ نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے بطور شاہد ثبوت پیش کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ مجالس المومنین جلد ۱۔ صفحہ ۱۵۸ :۔

در کتاب روضۃ الاحباب مذکور است کہ چون صیت اشتغال ولید بشرب خمر در افواہ والسنۂ اہل کوفہ افتاد بمقتضائے آنکہ ۔ عاشقی و مستی و دیوانگی نتوان نہفت ۔ بین الناس شائع گشت۔ دو مرد توجہ بمدینہ سکینہ نمودہ این منظوم را بعرض عثمان رضؓ رسانیدند

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما — چیست یارانِ طریقت بعد ازین تدبیرِ ما
ما مریدان رو بسوئے کعبہ چون آریم چون — رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما

پس بنا برآن ذو النورین ولید را بمدینہ طلبید۔

ترجمہ :۔ روضۃ الاحباب میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب ولید کے شراب خوری میں مشغول رہنے کی خبر اہلِ کوفہ کی زبانوں اور مونہوں پر آ گئی تو تمام لوگوں میں پھیل گئی۔ دو آدمی مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے اور اس نظم کے مضمون کو حضرت عثمان رضؓ کی خدمت میں پیش کیا۔

دوش کل رات ہمارا پیر و مرشد مسجد سے شراب خانہ میں آ گیا۔ اے میرے ہمراہی دوستو! اب کیا تدبیر کرنا چاہئے۔
ہم کعبہ کی طرف منہ کس طرح کریں جبکہ ہمارے پیر (مرشد) کا منہ شراب فروش کے گھر کی طرف ہے۔
پس اس بناء پر ذو النورین (عثمان رضؓ) نے ولید کو مدینہ منورہ طلب کیا۔

(یہ عبارت لفظ بلفظ حرف بحرف۔ روضۃ الاحباب۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۵۱۔ مطبوعہ مطبع منشی محمد بہادر ۱۲۹۷۔ پر موجود ہے)

حافظ جی! اگر کوئی شخص بطورِ شاہد یا ثبوت دوسرے کا قول نقل کرے تو کیا وہ قول پیش کرنے والے کا اپنا

قول و عقیدہ سمجھا جائے گا ؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو پھر حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن کریم میں ابن اللہ کہا ہے۔

وقالت الیھود عزیر ابن اللہ و قالت النصری المسیح ابن اللہ۔

ترجمہ :- یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اللہ کا فرمان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کا قول نقل کیا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک جو دوسرے کا قول نقل کرے وہ قول اسی ناقل کا قول بن جاتا ہے۔

قولہ :- ۲-۳- اپنی بیٹی ام کلثوم ..... تو آپ کو رقیہ بیاہ دی۔ (حیات القلوب صفحہ ۳۰۵)

اقول :- سوال نمبر ۲ کے جواب میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ شیعہ و سنی دونوں فرقوں کی کتب میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں راویان نے ان خواتین کو دختر رسولؐ کہہ دیا ہے لیکن یہ روایات ان کے دختران رسولؐ ہونے پر نفس صریح نہیں ہو سکتیں کیونکہ کوئی ایسی روایت دستیاب نہیں جس میں حضورؐ نے اپنے دہن مبارک سے اپنی دختران کہا ہو جیسا کہ جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے حق میں وارد ہیں۔

حیات القلوب کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بھی اس امر میں توقف سے کام لیتے تھے۔

حیات القلوب - جلد ۲ - صفحہ ۵۶۰ :-

جمعے از علماء خاصہ و عامہ را اعتقاد آن است کہ رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہؓ بود از شوہر دیگر کہ پیش از حضرت رسولؐ داشتہ و حضرت ایشان را تربیت کردہ بود و دختر حقیقی آنجناب نبودند و بعضے گفتہ اند کہ دختران خواہر خدیجہ بودند۔

ترجمہ :- سنی و شیعہ علماء کی ایک جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ جناب خدیجہؓ کے دوسرے شوہر کی بیٹیاں تھیں جس کے عقد میں حضورؐ سے پہلے تھیں۔ حضورؐ نے ان کی پرورش و تربیت فرمائی تھی۔ حضورؐ کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں اور بعض (علماء) نے کہا ہے کہ یہ جناب خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔

۴- نخبۃ الاخبار کے متعلق بھی یہی جواب ہے۔

سوال نمبر ۷۰ :- کیا آپ کو یہ تسلیم ہے کہ حدیبیہ کے نازک موقع پر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو سفارت ذمہ دار منصب سونپا تھا اور آپ بخوشی قبول کر کے مکہ گئے۔ کفار کے اصرار کے باوجود کعبۃ اللہ کا طواف نہ کیا۔ کفار جب بند کر دیا اور قتل کی افواہ مشہور ہو گئی تو حضورؐ نے پندرہ سو صحابہ کرام سے بدلہ عثمان میں جان قربان کرنے کی بیعت اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر کے ان کو جنت و رضوان کی بشارت دی۔ حضورؐ نے اپنا دایاں ہاتھ عثمان کی طرف سے بائیں پر مارا اور غائبانہ بیعت کی تاکہ وہ اس شرف سے محروم نہ رہیں (ملاحظہ ہو حیات القلوب قصہ حدیبیہ) کیا حضرتؓ کے فضائل اور ایمان پر یہ روشن برہان نہیں ہے جس دولہا کی خاطر ۱۵۰۰ باراتیوں کو ایمان و رضا کا تحفہ ملے کیا

دو لہا ایمان و رضا سے محروم رکھا جائے گا ؟

جواب :- قولہٗ :- کیا آپ کو یہ تسلیم ہے ..... قبول کر کے کر گئے۔

اقول :- جی ہاں ! تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رض حضور ص کا پیغام لے کر کفارِ مکہ کے پاس گئے تھے لیکن ہم اس عہدۂ سفارت کو حضرت عثمان رض کی کسی فضیلت کا مظہر یا ثبوت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ منصب نہ ہی ان کے لئے مخصوص تھا نہ ہی ذاتی صفات کی بناء پر انہیں تفویض کیا گیا تھا۔ بلکہ ان سے پہلے یہی عہدہ خراش بن امیۃ الخزاعی کو دیا گیا تھا اور انہیں اس عہدے کے لئے اس لئے منتخب کیا گیا تھا کہ جن کے پاس پیغام لے جانا تھا ان میں اکثریت ان ہی کے قبیلہ والوں کی تھی۔

(۱) کامل ابن اثیر۔ جلد ا۔ ذکر عمرۂ حدیبیہ۔ (۲) طبری۔ جلد ۳۔ السنۃ السادسہ۔ صفحہ ۷۷۔

(۳) سیرۃ النبی ص ابن ہشام جلد ۳۔ سنۃ السادسہ۔ امر الحدیبیہ۔ صفحہ ۲۰۱۔

(تاریخ کامل کے الفاظ ہیں) لما رجع عروۃ بن مسعود الیٰ قریش بعث رسول اللہ ص خراش بن امیۃ الخزاعی الیٰ قریش علیٰ جمل لہ یقال لہٗ ثعلب لیبلّغ عنہ فعقروا بہ جمل رسول اللہ ص و ارادوا قتلہٗ فمنعتہ الاحابیش وخلو سبیلہ حتیٰ اتیٰ رسول اللہ ص فدعا عمرؓ لیرسلہٗ فقال لیس بمکۃ من بنی عدی من یمنعنی وقد علمت قریش عداوتی ایاھا و غلظتی علیھا واخاف علیٰ نفسی فارسل عثمان فھو اعزّ بھا۔

ترجمہ :- جب عروہ بن مسعود قریش کی طرف واپس لوٹ گیا تو رسول اللہ ص نے خراش بن امیہ خزاعی کو اپنے ایک اونٹ پر جس کا نام ثعلب تھا قریش کی طرف بھیجا تاکہ وہ آپ کا پیغام پہنچادے۔ پس انہوں (قریش) نے آپ کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس احابیش نے اسے ان سے بچایا اور اسے جانے دیا۔ یہاں تک کہ وہ رسول ص کی خدمت میں آگیا۔ پس حضور ص نے حضرت عمرؓ کو بلایا تاکہ اسے بھیجیں۔ پس اس (حضرت عمر) نے کہا۔ مکہ میں میرے قبیلہ بنی عدی کا کوئی ایسا شخص نہیں جو میرا بچاؤ کر سکے اور قریش میری دشمنی کو تند خوئی کو جو ان سے رکھتا ہوں جانتے ہیں۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ آپ عثمان کو بھیجئے وہ انہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔

دیکھا حافظ جی ! حضرت عثمان کو صرف اس لئے یہ عہدہ دیا گیا تھا کہ جن کے پاس جانا تھا وہ ان کے عزیز تھے اور ان کے مارے جانے کا خطرہ نہ تھا۔ نہ اس لئے کہ وہ کسی خاص فضل و کمال کے مالک تھے۔

قولہٗ :- کفار کے اصرار کے باوجود کعبۃ اللہ کا طواف نہ کیا۔

اقول :- حافظ جی ! یہ انسانی فطرت ہے کہ محبوب کی ہر ادا اسے بے مثال اور ہر کام شاہکار نظر آتا ہے ورنہ کفار کی پیشکش کے باوجود آپ کا طواف نہ کرنا عسکری نظم و نسق (ڈسپلن) کے تحت تھا۔ ہر فوجی کے لئے ہمیشہ لازمی سمجھا جاتا ہے کہ وہ کوئی کام اپنے سپہ سالار یا سردار کے حکم یا اجازت کے بغیر نہ کرے ورنہ مستحق عقاب و سرزنش ہوگا۔ چنانچہ حضرت عثمان نے ان کی پیشکش کو رد کر کے اور طواف نہ کر کے اپنے آپ کو سرزنش اور ملامت سے بچا لیا۔ اسے دلیلِ فضیلت کے طور پر پیش

نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہی پیشکش کفار مکہ نے مسلمہ منافق عبداللہ بن ابی سلول کو (جس کی مخالفت غزوہ احد کے موقع پر کھل کر سامنے آگئی تھی) بھی کی اور اس کو بھی انکار ہی کرنا پڑا۔ ورنہ وہ تو ہمیشہ حضورؐ کی نافرمانی کے موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔

معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ۔ رکن چہارم۔ باب دوازدہم۔ وقائع سال نہم۔ وفات عبداللہ بن ابی سلول منافق صفحہ ۳۰۲:۔

مہرۂ فن سیر گویند کہ حکمت در این کہ حضرت رسالتؐ بعیادت منافق میرفت و پیرہن خود در وے پوشانید و بر وے نماز گزارد و استغفار میکرد باوجودیکہ وے منافق مشہور بود اینکہ روز بدر کہ عباسؓ را اہل اسلام اسیر کردہ بودند برہنہ ساختہ پیراہن ہیچ کس بر قد او راست نبود در آن وقت عبداللہ پیراہن خود را کہ موازی قد عباسؓ بود بوے پوشانید آنحضرتؐ بجہت دفع منت پیراہن خود بعبداللہ داد و اکرام نماز او بجہت آن بود کہ مشرکان در روز حدیبیہ باو گفتند کہ محمدؐ را نمے گذاریم کہ در مکہ رود ترا مے گذاریم و او جواب داد کہ محمدؐ پیشوائے ما است بروے مسابقت نکنیم۔ جہت حرمت داشت اگرچہ مشوب بغرض بود آن حضرتؐ مکافات آن نمودہ بروے نماز گذارد۔

ترجمہ :۔ سیرت نگاری کے ماہرین کہتے ہیں کہ باوجودیکہ اس (عبداللہ بن ابی سلول) کا نفاق ظاہر و مشہور تھا تاہم اس کی عیادت کرنے، اسے اپنا پیرہن مبارک پہنانے، اس پر نماز جنازہ پڑھنے اور اس کے لئے استغفار کرنے میں حکمت و راز یہ تھا کہ بدر کے دن اہل اسلام نے حضرت عباسؓ کو قید کیا اور اس کے کپڑے اتار لئے، اسے برہنہ کر دیا تو کسی شخص کا کرتہ حضرت عباسؓ کے قد پر پورا نہ آتا تھا۔ اس وقت عبداللہ نے اپنا کرتہ ان کو پہنا دیا جو ان کے قد کے مناسب تھا آنحضرتؐ نے اس کے اس احسان کا بدلہ میں اس (کی میت) کو اپنا کرتہ پہنا دیا اور اس کی نماز جنازہ کا اعزاز اس لئے بخشا کہ حدیبیہ کے دن مشرکین مکہ نے اسے کہا کہ ہم آنحضرتؐ کو تو مکہ میں نہ آنے دیں گے لیکن تجھے اجازت دیتے ہیں کہ تو عمرہ بجالائے (طواف و سعی کرے) تو اس نے جواب دیا کہ حضرت محمدؐ میرے پیشوا ہیں۔ میں ان سے مسابقت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ اس کا یہ جواب خودغرضی پر مبنی تھا لیکن چونکہ حرمت (رسولؐ) کا پہلو بھی رکھتا تھا آنحضرتؐ نے اس کا بدلہ چکانے کے لئے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

اب اگر کفار کی اجازت اور پیشکش کے باوجود حضرت عثمانؓ کا طواف نہ کرنا حضرت عثمان کی فضیلت کا سبب ہے تو عبداللہ بن ابی سلول کے انکار کو بھی اس منافق کے فضائل میں شمار کرنا چاہیئے۔

قولہ :۔ کفار نے جب بند کر دیا ..... جان قربان کرنے کی بیعت کی۔

اقول :۔ کفار نے صرف حضرت عثمانؓ کو بند نہیں کیا تھا بلکہ ان کے ساتھ دس صحابہ کو بھی بند کر دیا تھا اور صرف حضرت عثمان کے قتل کی افواہ پر بیعت نہیں لی بلکہ ان گیارہ صحابہ کے قتل کی افواہ پر بیعت لی۔

معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ باب نہم۔ وقائع سال ششم۔ صفحہ ۱۸۷ :۔

گویند چو ذی النورین بجانب مکہ رفت اہل اسلام در مجلس خیر الانامؐ گفتند کہ خوشوقت عثمان کہ بحرم رفت زیارت خانہ کعبہ خواہد کرد۔ رسول اللہؐ فرمود گمان من از عثمان آن است کہ بے ما طواف نکند درین اثناء کس از یاران مہاجر

باجازت حضرت رسالتؐ بمکہ رفتند۔ اسامی ایشان این است :- (۱) کرز بن جابر (۲) عبداللہ بن امیہ (۳) حاطب بن ابی بلتعہ (۴) عبداللہ بن سہیل بن عمرو (۵) عباس بن ربیعہ (۶) ہشام بن العاص (۷) عبداللہ حذیفہ (۸) ابوالروم بن عمر (۹) عمر بن وہب الجمحی (۱۰) حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہم اجمعین۔ چون توقف ذی النورین و اقامت او در مکہ بتطویل انجامید درمیان لشکر اسلام خبر منتشر گشت کہ عثمان رض را با دہ نفر بقتل رسانیدند۔ بالجملہ چون خبر قتل امیرالمومنین عثمان رض درمیان لشکر مومنان شیوع یافت حضرت رسالتمآبؐ پشت مبارک بر درختی نہاد و بیعت نمود و اہل اسلام را بقتال دلالت کرد کہ لعبدۂ اصنام مقاتلہ نمایند۔

ترجمہ :- کہتے ہیں کہ جب (عثمان رض) ذوالنورین مکہ کی طرف گئے تو اہل اسلام نے حضورؐ خیرالانام کی مجلس میں کہا کہ خوش نصیب ہے عثمان کہ حرم شریف میں گیا۔ خانۂ کعبہ کی زیارت کرے گا تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے متعلق میرا گمان یہ ہے کہ وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کرے گا۔ اس دوران مہاجرین صحابہ میں سے دس شخص حضورؐ کی اجازت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں :- کرز بن جابر۔ عبداللہ بن امیہ۔ حاطب بن ابی بلتعہ، عبداللہ بن سہیل بن عمر، عباس بن ربیعہ، ہشام بن العاص، عبداللہ حذیفہ، ابوالروم بن عمر، عمرو بن وہب جمحی اور حاطب بن عمر رضی اللہ عنہم۔ جب ذوالنورین کے جانے اور مکہ میں ٹھہرنے نے طول پکڑا تو لشکر اسلام میں یہ خبر پھیل گئی کہ عثمان رض کو بمعہ ان دس مہاجرین کے قتل کر دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ جب امیرالمومنین عثمان رض کے قتل کی خبر مومنین کے لشکر میں پھیل گئی تو رسول کریمؐ نے اپنی پشت مبارک کو درخت سے لگا دیا اور بیعت لی۔ جنگ کی ہدایت کی کہ بت پرستوں کے ساتھ جنگ کریں۔ مسلم

لیکن یہ بیعت جان قربان کرنے کی بیعت نہ تھی بلکہ جنگ سے فرار نہ کرنے کی بیعت تھی۔

مسلم۔ جلد ۲۔ کتاب الامارۃ۔ باب استحباب مبایعۃ۔ الامام الجیش عند ارادۃ القتال۔ بیان بیعۃ الرضوان صفحہ ۱۲۹ (لکشور)

عن ابی الزبیر عن جابر قال کنا یوم الحدیبیۃ الفاً واربع مائۃ فبایعناہ وعمر اٰخذ بیدہ تحت الشجرۃ وھی سمرۃ قال بایعناہ علی ان لا نفر ولم نبایعہ علی الموت۔

ترجمہ :- جابر رض سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ حدیبیہ کے دن ہم ایک ہزار چار سو افراد تھے۔ ہم نے بیعت کی درآنحالیکہ عمر رض حضورؐ کے ہاتھ کو تھامے ہوئے تھے۔ درخت کے نیچے وہ سمرہ (کیکر) کا درخت تھا۔ اس نے کہا کہ ہم نے اس بات کی بیعت کی کہ (جنگ سے) نہیں بھاگیں گے۔ اور مرجانے پر بیعت نہیں کی تھی۔

قولہٗ :- حضورؐ نے اپنا دایاں ہاتھ عثمان ..... تاکہ وہ اس شرف سے محروم نہ رہیں (ملاحظہ ہو حیات القلوب۔ فقرہ حدیبیہ)

اقول :- شیعہ کتب میں حضورؐ کا عثمانؓ کی طرف سے یہ بیعت کرنا غائبانہ اور محض علامتی بیعت تھی جس سے مقصود اس شرف سے سرفراز کرنا ہو بلکہ کہ عثمان رض کی موجودگی میں عثمانؓ کی طرف سے وکالتاً باشرائط حقیقی بیعت تھی جس سے مقصود عثمان رض کو دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح پابند کرنا تھا تاکہ اگر جنگ ہو جائے تو حضرت عثمانؓ یہ نہ کہہ سکیں کہ میں تو بیعت کرنے والوں میں شامل ہی نہیں لہٰذا میرا اس جنگ میں شریک ہونا لازمی اور ضروری نہیں۔ ملاحظہ ہو :-

حیات القلوب۔ باب سی وہشتم۔ غزوہ حدیبیہ۔ صفحہ ۴۰۴ :-

چون عثمان روانہ شد ابان بن سعید او را در راہ دید پس ابان از زین برجست و در عقب زین نشست و او را بر روئے زین سوار کرد۔ پس عثمان داخل شد و رسالت حضرت صلعم را رسانید و ایشان مہیائے جنگ بودند پس سہیل نزد حضرت رسول صلعم نشست و عثمان نزد مشرکان و حضرت در آں وقت بیعت رضوان گرفت۔ بروایت شیخ طبری چون مشرکان عثمان را حبس کردند خبر بہ حضرت صلعم رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود کہ ازیں جا حرکت نمے کنم تا با ایشان قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائیم و برخواست و پشت مبارک بر درخت داد و تکیہ کرد۔ صحابہ با آنحضرت صلعم بیعت کردند کہ با مشرکان جہاد کنند و نگریزند و بروایت کلینی حضرت صلعم یک دست خود را بر دست زد برائے عثمان بیعت گرفت کہ چون بیعت را بشکنند گناہش عظیم تر و عقابش شدید تر باشد۔

ترجمہ:- جب عثمان رض روانہ ہوئے تو ابان بن سعید نے انہیں راستے میں دیکھا۔ زین سے اٹھا اور پیچھے بیٹھ گیا اور اس (عثمان رض) کو زین پر بٹھا دیا۔ پس عثمان رض داخل ہوئے حضور صلعم کا پیغام پہنچایا تو وہ جنگ پر آمادہ تھے۔ پس سہیل حضور صلعم کے پاس بیٹھا تھا اور عثمان رض مشرکین کے پاس اور آنحضرت صلعم نے اس وقت بیعت لی طبری کی روایت کے مطابق جب مشرکوں نے عثمان رض کو قید کر لیا تو حضور صلعم کو یہ اطلاع ملی کہ اس (عثمان رض) کو قتل کر دیا گیا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اس جگہ سے نہیں ہٹوں گا جب تک ان سے جنگ نہ کر لوں لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ اٹھے۔ پشت مبارک کو درخت سے لگا کر تکیہ کیا اور صحابہ نے بیعت کی کہ مشرکین سے جہاد کریں گے اور نہیں بھاگیں گے۔ کلینی کی روایت کے مطابق حضور صلعم نے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر مارا اور عثمان رض کی طرف سے بیعت کی کہ اگر وہ بیعت کو توڑے تو اس کا گناہ عظیم تر اور عذاب شدید تر ہو۔

اب کافی کلینی کی وہ روایت جس کا حوالہ صاحب حیات القلوب نے دیا ہے۔

کافی۔ جلد ۸ (الروضہ) صلح الحدیبیہ۔ صفحہ ۳۲۵:۔

کان رسول اللہ صلعم اراد ان یبعث عمر رض فقال یا رسول اللہ ان عشیرتی قلیل وانی فیھم علی ما تعلم لکنی ادلک علی عثمان بن عفان۔ فارسل الیہ رسول اللہ صلعم فقال انطلق الی قومک من المومنین فبشرھم بما وعدنی ربی من فتح مکۃ فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخر عن السرج فحمل عثمان بین یدیہ و دخل عثمان فاعلمھم وکانت المناوشۃ فجلس سھیل بن عمرو عند رسول اللہ وجلس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللہ صلعم المسلمین وضرب باحدیٰ یدیہ علی الاخریٰ لعثمان۔

ترجمہ:- رسول اللہ صلعم نے ارادہ فرمایا کہ عمر رض کو (مشرکین مکہ کی طرف) بھیجیں۔ اس (عمر رض) نے کہا یا رسول اللہ صلعم مکہ میں میرے قبیلہ والے کم ہیں اور ان میں جو میرا مقام ہے اس سے آپ واقف ہیں۔ لیکن میں آپ کو عثمان رض بن عفان کو بھیجنے کی رائے دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے عثمان رض کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ اپنی قوم کے مومنین کی طرف جاؤ اور انہیں فتح مکہ کی بشارت دو جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ جب عثمان رض روانہ ہوئے تو ابان بن سعید کو ملے۔ وہ (ابان) زین سے پیچھے ہٹ گیا اور اس (عثمان رض) کو اپنے آگے سوار کیا۔ پس عثمان ان پر داخل ہوئے اور انہیں بتلایا۔ پھر باہمی تند و تلخ (جنگ کی) باتیں ہونے لگیں۔ پس سہیل بن عمر رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھا تھا اور عثمان رض مشرکین کے پاس بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں سے

بیعت لی اور اپنا ایک مبارک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر عثمانؓ کی طرف سے بیعت کے لئے مارا۔

شاید قارئین کرام اس امر کے سمجھنے میں دقت محسوس کریں کہ جب عثمانؓ (مع دیگر دس صحابہ کے) مشرکین کی قید میں تھے تو پھر یہ بیعت مشرکین کے لشکر اور حضرت عثمانؓ کے سامنے کس طرح واقع ہوئی لہٰذا (گو بیان میں طوالت ہو گی لیکن غزوۂ حدیبیہ کے واقعات کو مختصراً بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں ۔

معارج النبوۃ - رکن چہارم - باب نہم - قصہ حدیبیہ - صفحہ ۱۸۱۔

حضرت رسالتؐ در ذیقعدۂ این سال در واقعہ (رؤیا) دیدکہ با یاران بزیارت کعبہ تشریف نمودہ وعمرہ گذاردہ چون حضرتؐ واقعہ (رؤیا) را با یاران تقریر کرد مستبشر شدہ گمان بردند کہ این واقعہ عظمی ہم درین سال صمت نفاذ خواہد یافت ۔ حضرت رسالتؐ بتہیۂ اسباب سفر مشغول گشت و یاران را نیز دلالت کرد و بعد ازان حضرت رسالتؐ رحل فرمودہ بر شتر قصوی سوار شد و در روز دوشنبہ اول ماہ ذی قعدہ از مدینہ بیرون آمد و عبداللہ ام مکتوم را بمدینہ خلیفہ گذاشت واکثر یاران بغیر از شمشیر با خود ہیچ سلاح ہمراہ نبردند۔

ترجمہ :- حضور رسول اللہؐ نے اسی سال کے ذی قعدہ میں رؤیا میں دیکھا کہ کعبہ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے ۔ جب حضورؐ نے یہ رؤیا اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے بیان فرمایا تو وہ خوش ہوئے اور گمان کیا کہ یہ عظیم واقعہ اسی سال ظہور پذیر ہوگا ۔ حضورؐ سفر کی تیاری میں مشغول ہو گئے اور صحابہ کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ۔ اس کے بعد حضورؐ اپنے اونٹ قصوی پر سوار ہوئے اور یکم ماہ ذی قعدہ بروز شنبہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ۔ اکثر صحابہ بغیر تلوار کے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ رکھتے تھے ۔

جب کفار (مشرکین) مکہ کو حضور کی روانگی کا علم ہوا تو ہر طرف سے اپنے معاونین کو مدد کے لئے بلایا ۔ ایک لشکر کثیر کو جمع کر کے موضع بلاح جو مکہ سے باہر واقع تھا کو لشکر گاہ بنایا اور وہاں جمع ہو گئے ۔ معارج النبوۃ - صفحہ ۱۸۲۔

چون خبر توجہ آنحضرتؐ بمشرکان مکہ رسید ہمہ اتفاق کردند کہ آنحضرتؐ را در مکہ نگذارند و بقبائل اطراف و جماعت احابیش استظہار نمودند ہمہ در مقام انقیاد و بامداد ایشان خاطر گماشتند و باتفاق کارسازی نمودہ در بلدح کہ موضعیست بیرون مکہ لشکرگاہ کردند۔

ترجمہ :- جب مشرکین مکہ کو حضورؐ کے مکہ کی طرف روانہ ہونے کی اطلاع ہوئی تو سب اس امر پر متفق ہو گئے کہ حضورؐ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے اور اطراف کے قبائل اور دیگر جماعتوں سے امداد طلب کی ۔ وہ سب امداد کے لئے آمادہ ہو گئے اور سب نے متفقہ طور پر بلدح کو لشکر گاہ قرار دیا جو مکہ کے باہر ایک موضع ہے ۔ اور وادی حدیبیہ کی حدود پر واقع ہے ۔

وفاء الوفاء (سمہودی) جلد ۳ - الفصل الثالث من المساجد بین مکہ و مدینہ :-

منها مسجد بالحديبيّة وهو الموضع الذى نزل به النبىؐ فى عمرة الحديبيّة يريد مكّة فحاقة المشركون قال ابن شبّة فيما نقل من ابن شهاب، الحديبية وادٍ قريب من بلدح۔

ترجمہ :- ان مساجد میں سے وہ مسجد ہے جو حدیبیہ میں ہے اور یہ وہی مقام ہے جہاں نبی کریمؐ عمرہ حدیبیہ کے دوران

اترے تھے جبکہ مکہ مکرمہ کا قصد کیا اور مشرکین نے روک دیا۔ ابن شبہ نے ان روایات میں جو اس نے ابن شہاب سے نقل کیں، کہا ہے کہ حدیبیہ ایک وادی ہے جو بلدح کے قریب ہے۔

چنانچہ جب رسول اللہ وادی حدیبیہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آگے مشرکین نے راستہ روک رکھا ہے۔ حضور نے وہیں (حدیبیہ میں) قیام کیا۔ پہلے خراش بن امیہ خزاعی کو اور پھر حضرت عثمان کو بطور قاصد و سفیر مشرکین مکہ کی طرف روانہ کیا کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں جنگ کرنے نہیں آئے لیکن مشرکین نے عثمان سمیت گیارہ مسلمانوں کو قید کر لیا (جیسا کہ بیان ہوا) اور مشرکین کی طرف سے قاصد و سفراء آنے لگے کہ کسی طرح حضور کو اس ارادہ کو ترک کرنے اور واپس چلے جانے پر آمادہ کریں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو موقع عطا کیا اور مسلمانوں نے مشرکین کے پچاس آدمیوں کو قید کر لیا۔

معارج النبوۃ۔ رکن چہارم صفحہ ۱۸۸:۔

در منزل حدیبیہ کہ محمد بن اوس بن خولی کہ بحراست لشکر تعیین یافتہ بود درآنوقت قریش ابن پنجاہ نفر ما شیہ بمعسکر ہمایوں آنحضرت فرستادہ بودند بامید آنکہ از اصحاب آنحضرت مگر کسی بچنگ ایشاں افتد۔ اتفاقاً بدست مسلمانان گرفتار گشتند۔

ترجمہ:۔ منزل حدیبیہ میں محمد بن اوس بن خولی کو لشکر کی پہرہ داری پر مقرر کیا گیا۔ اس وقت قریش نے پچاس آدمیوں کو حضور کی لشکرگاہ کی طرف بھیجا اس امید پر کہ شاید اصحاب آنحضرت میں سے کوئی ان کے ہتھے چڑھ جائے۔ اتفاقاً وہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

اب مشرکین سخت گھبرائے اور سہیل بن عمرو کو ایک جماعت کے ساتھ حضور کی خدمت میں صلح کے لئے بھیجا۔

معارج النبوۃ - رکن چہارم - صفحہ ۱۸۸:۔

درین اثنا مشرکان سہیل بن عمرو را طلبیدہ گفتند برو و میان ما و محمد صلح افگن بہر نوع کہ مصلحت دانی و چوں سہیل باجمعے از دور پیدا شد نظر حضرت برمے افتاد فرمود "سہل امرنا" یعنی آسان شد کار ما۔ بعد ازاں سہیل گفت۔ اے محمد جماعتے از اسیران کہ در قید شما اسیر گشتہ اطلاق نما...... (ان پچاس آدمیوں کے گرفتار ہونے کا قصہ) چوں سہیل اسیران خود باز طلبید حضرت فرمود من ایشاں را نمے فرستم تا اصحاب من یعنی عثمان را با دہ مہاجر کہ باز داشتہ اند قریش بمن باز نفرستند۔ سہیل گفت حق بجانب تست و بعد ازاں حویطب بن عبدالعزیٰ و مکرز بن حفص باتفاق سہیل بن عمرو کسے بمکہ فرستادند تا اصحاب آنحضرت بفرستند۔

ترجمہ:۔ اس اثنا میں مشرکین نے سہیل بن عمرو کو بلایا اور کہا کہ جا اور ہمارے اور محمد کے درمیان صلح کرا دے جس طرح بھی مصلحت دیکھے اور جب سہیل ایک جماعت (شرفاء مشرکین) کے ساتھ دور سے نظر آیا تو آنحضرت نے فرمایا۔ "ہمارا کام آسان ہو گیا۔" اس کے بعد سہیل نے کہا۔ اے محمد! ان قیدیوں کی جماعت کو آزاد کر دے جو آپ کے ہاں قید میں ہیں.... جب سہیل نے اپنے قیدیوں کو مانگا تو حضور نے فرمایا کہ میں انہیں نہیں بھیجوں گا جب تک میرے اصحاب یعنی عثمان اور دس مہاجرین کو قریش نہ بھیج دیں جنہیں انہوں نے روک رکھا ہے۔ سہیل نے کہا۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ پھر حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص اور سہیل بن عمرو نے متفقہ طور پر ایک آدمی بھیجا کہ وہ اصحاب آنحضرت کو روانہ کر دیں۔

چنانچہ مسلمان قیدی لائے گئے اور جماعت مشرکین کے پاس بٹھا دیئے گئے۔ سہیل بن عمرو حضورؐ کے پاس شرائط صلح طے کرنے کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی قیدیوں کا تبادلہ اور شرائط صلح طے نہیں ہوئی تھیں کہ سلسلہ (یعنی تند و تیز باتیں) اور ایک دوسرے کو تبلیغ کرنا شروع ہوگیا۔ حضورؐ نے بغاوت الوقت پر کفار کی جماعت، حضرت عثمانؓ اور دس مہاجرین کے سامنے مسلمانوں سے بیعتِ رضوان لی اور عثمانؓ کی طرف سے وکیل ہوکر حقیقی بیعت لی تاکہ عثمانؓ اس کا پابند ہو جائیں۔ نہ صرف علامتی بیعت کہ حضرت عثمانؓ اس شرف سے مشرف ہوں۔

عقل سلیم بھی یہی تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ یہ بیعت حضرت عثمانؓ کی طرف سے وکالتاً حقیقی بیعت تھی جو حضرت عثمانؓ کی موجودگی میں ہوئی اور حضرت عثمانؓ نے اس کی تردید نہ کرکے اسے قبول کیا ورنہ ان کی عدم موجودگی میں ان کے اس دنیا سے منتقل کر چکنے کے ظن یا یقین کی صورت میں ایسی بیعت بے معنی ہے اور کسی شرف و فضیلت کا باعث نہیں ہو سکتی کیونکہ بیعت ایک معاہدہ عہد ہے اور معقود و معہود کے وقوع کے لئے خود فریقین کا یا فریقین کے وکیلوں کا ایجاب و قبول شرط ہے۔

اگر کسی کی عدم موجودگی میں، اس کے مر جانے کے بعد حضورؐ کا اس کی طرف سے یوں بیعت کرنا باعث شرف و رضوان ہو سکتا تو حضورؐ اپنے والدین کی طرف سے اسی طرح بیعت کرکے، انہیں ایمان و رضوان کی نعمت سے سرفراز کرتے۔ پھر اہلسنت یہ نہ کہہ سکتے کہ: " و والدا رسول اللہ ماتا علی الکفر" (رسول اللہؐ کے والدین کفر پر مرے۔ نعوذ باللہ) شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی۔

قولہٗ :۔ کیا حضرت عثمانؓ کے فضائل ..... روشن برہان نہیں۔

اقول :۔ یہ واقعات حضرت عثمانؓ کے فضائل و ایمان پر اسی حد تک اور اسی طرح برہان ہیں جس حد تک دوسرے صحابہ شاملین بیعتِ رضوان کے فضائل و ایمان پر بلکہ کچھ کم۔ کیونکہ باقیوں نے برضا و رغبت خود بیعت کی اور حضرت عثمانؓ نے حضورؐ کی وکالت کو خاموشی سے تسلیم کیا۔ حضرت عثمانؓ کی کسی خصوصیت یا فضیلت کی آئینہ دار نہیں۔

قولہٗ :۔ جس دولہا کی خاطر ۱۵۰۰ باراتیوں ..... محروم رکھا جائے گا۔

اقول :۔ بیان کر چکا ہوں کہ اس برات کے دولہا صرف حضرت عثمانؓ نہیں بلکہ ان کے ساتھ دس دوسرے مہاجرین بھی ہیں۔ یہ اب حافظ جی کی مرضی کہ دولہا ہونے کا سہرا صرف حضرت عثمانؓ کے سر باندھیں اور باقی بے چاروں کو صرف شہ بالا ہونے کا درجہ دیں یا سب کے سر پہ سہرا باندھیں۔

تفاسیر و احادیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بیعت رضوان کے تمام شاملین ایمان و رضا کے مستحق ہو گئے کیونکہ اگر تمام بیعت کرنے والوں کو مستحق ایمان و رضا تسلیم کیا جائے تو ان منافقین کو بھی ایمان و رضائے خدا کا مستحق تسلیم کرنا پڑے گا جن کا صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک منافق ہونا عیاں و مسلّم تھا اور وہ بیعت میں شامل تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول کا ذکر ہو چکا کہ بیعتِ رضوان میں شامل تھا۔ دو اور منافقین (عبداللہ بن نفیل اور رفاعہ بن الحوث) کے اس بیعت میں شریک ہونے کا ذکر تفاسیر میں ملتا ہے۔

الکشاف۔ جلد ۴۔ سورۃ فتح۔ آیت ۲۷ (لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا)

وأى رسول اللّٰہ ﷺ قبل خروجه الى الحديبيه كانهٗ واصحابه قد دخلوا مكة آمنين وقد حلقوا قصروا۔ فقص الرؤيا على اصحابه ففرحوا واستبشروا و اوحسبوا انهم داخلوها فى عامهم وقا ان رؤ یا رسول اللّٰہ حق فلما تأخر ذالک قال عبداللّٰہ بن ابی سلول و عبداللّٰہ بن نفیل ورفاء بن الحرث واللّٰہ ما حلقنا ولا قصرنا ولا رأينا المسجد الحرام ۔

ترجمہ :۔ حدیبیہ کی طرف جانے سے پہلے رسول اللّٰہ ﷺ نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ خود اور ان کے صحابہ مکہ میں داخل ہوئے۔ حلق تقصیر کرائی (عمرہ ادا کیا) حضور ﷺ نے یہ رؤیا اپنے صحابہ سے بیان فرمایا۔ سب خوش ہوئے اور گمان کیا کہ وہ اسی سال مکہ میں داخل ہونے والے ہیں اور کہا کہ رسول اللّٰہ ﷺ کا رؤیا برحق ہے۔ جب اس امر میں (اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے) تاخیر ڈال دی گئی تو عبداللّٰہ بن سلول، عبداللّٰہ بن نفیل اور رفاعہ بن الحرث کہنے لگے کہ نہ تو ہم نے حلق کیا نہ تقصیر۔ نہ ہی مسجد الحرام کو دیکھا (حضور ﷺ معاذ اللّٰہ تکذیب کا ڈھنڈورا پیٹنے لگے)

۲۔ علاوہ ازیں احادیث سے ثابت ہے کہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے بعض سے احداث فی الدین اور دیگر ایسے امور صادر ہوئے جو اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تھے اور اس طرح وہ ایمان و رضا کے تحفے سے محروم ہو گئے۔

تیسیر الوصول ۔ جلد ۴ ۔ کتاب الفتن ۔ بنو مروان ۔ صفحہ ۳۲۰ ۔

عن المسیب بن رافع قال لقیت البراء بن عازب رضی فقلت طوبیٰ لک صحبت رسول اللّٰہ ﷺ و بایعته تحت الشجرة فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعده (اخرجه البخاری)

ترجمہ :۔ مسیب بن رافع سے روایت ہے کہ میں براء رضی بن عازب سے ملا تو میں نے کہا کتنے خوش نصیب ہیں آپ کہ آپ رسول کی صحبت سے فیضیاب ہوئے درخت کے نیچے بیعت (رضوان) کی۔ تو اس نے کہا۔ میرے بھتیجے تو نہیں جانتا جو احداث ہم نے رسول کریم ﷺ کے بعد کئے۔

یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے بعد جو احداثات صحابہ سے سرزد ہوئے وہ بیعت شجرہ کے تحفۂ جنت و رضا کے چھن جانے کا سبب بن سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۷ :۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی کو حضرت فاطمہ رضی کا رشتہ مانگنے پر کس نے آمادہ کیا ؟ آپ کی مالی کمزوری کے عذر میں تعاون کی ڈھارس کس نے بندھائی ؟ چار سو درہم حق مہر کس کی کمائی تھی ؟ جہیز کا سامان خرید کر بازار کون گیا تھا ؟ گواہوں میں اہم شخصیتیں کون تھیں ؟ اگر تاریخ و سیرت اور علماء شیعہ شادی فاطمہ کے سلسلے میں ابوبکر رضی، عمر رضی، عثمان رضی اور سعد بن معاذ کا نام لیتے ہیں (جلاء العیون، کشف الغمہ قصۂ تزویج) تو کیا یہی محبان اہلبیت ہو گئے ؟ اور محب اہلبیت ہونے کی سند آپ کو الاٹ ہو گئی ۔

جواب :۔ قولہٗ :۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی کو ..... کس نے آمادہ کیا ؟

اقول :۔ جی ہاں۔ ہم بتلا سکتے ہیں کہ شیعہ روایات اور شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت علی ؑ نے جناب زہرا صلوٰۃ اللّٰہ کا رشتہ مانگا ہی نہ تھا (خطبہ ہی نہیں کیا تھا) اس لئے کسی کے آمادہ کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سنی روایات سے دیگر مسائل و واقعات کی طرح اس امر کے متعلق بھی کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس امر کے متعلق بھی مختلف متضاد اور متعارض روایات کتب اہلسنت میں موجود ہیں :۔

۱۔ بعض روایات میں ہے کہ آمادہ کرنے والے صرف ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے۔

۲۔ بعض روایات میں ہے کہ ان دو حضرات کے ساتھ سعد بن معاذؓ بھی تھے۔

۳۔ بعض روایات میں انصار کی ایک جماعت کا ذکر ہے

۴۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؑ کے خاندان والوں اور دوستوں نے انہیں اس امر پر آمادہ کیا

۵۔ بعض روایات میں حضرت علیؑ کی خادمہ کا ذکر ہے۔ وغیرہ

شیعہ حضرات اپنے عقیدہ کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حضورؐ سے پیش دستی کرتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی تجویز پیش کرنے اور حضورؐ کی اجازت کے بغیر رائے دینے، کسی چیز کے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسے بارگاہِ رسالتؐ میں گستاخی کے مترادف قرار دیا ہے۔ سورۃ حجرات آیت ۱ میں ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے (ترجمہ تفسیر عثمانی)

اس آیت کا شانِ نزول ملاحظہ فرمائیے :۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۱۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الحجرات صفحہ ۱۷۳ :۔

عن عبد اللہ بن الزبیر قال قدم رکب من بنی تمیم علی رسول اللہ فقال ابوبکرؓ امر القعقاع بن معبد بن زرارۃ و قال عمرؓ امر الاقرع بن حابس قال ابوبکرؓ ما اردت الا خلافی قال عمرؓ ما اردت خلافک فتماریا حتی ارتفعت اصواتہما۔ فنزل قولہ تعالیٰ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ الی قولہ تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم حتیٰ انقضت (اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی)

ترجمہ :۔ عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ بنی تمیم کا ایک سوار دستہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس ابوبکرؓ نے کہا کہ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو ان پر امیر مقرر فرمائیے۔ عمرؓ نے کہا اقرع بن حابس کو ان پر امیر بنائیے۔ ابوبکرؓ نے کہا تیرا ارادہ صرف میری مخالفت ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ میں نے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ پس دونوں جھگڑنے لگے اور ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ پس یہ آیت نازل ہوگئی :۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو .... تا اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

یہ آیت اس پر نصِ صریح ہے کہ کسی مومن کو اجازت نہیں کہ حضورؐ کے فیصلے سے قبل کوئی تجویز پیش کرے یا آنحضرتؐ کی اجازت کے بغیر مشورہ دے یا کوئی چیز طلب کرے اور یہ خطبہ کرنا (رشتہ طلب کرنا) تجویز پیش کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں سے جس کسی نے بھی خطبہ کیا حضورؐ نے ناراض ہو کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

طبرانی کبیر۔ جلد ۲۲۔ (من یسند بالکنیٰ)۔ ذکر تزویج فاطمۃ :۔

عن حنظلۃ بن سبرۃ بن المسیب بن نجبۃ عن ابیہ عن جدہ عن ابن عباس قال کانت فاطمۃ تذکر

لرسول اللہؐ فلا یذکرھا احد الّا صدّ عنہ حتیٰ یئیسوا منھا۔

ترجمہ:۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے جناب فاطمہؓ کا ذکر کیا جاتا تھا (رشتہ طلب کیا جاتا تھا) کوئی بھی ان (حضرت فاطمہؑ) کا ذکر نہیں کرتا مگر یہ کہ حضورؐ اس کی طرف سے غصے کے ساتھ رخ مبارک پھیر لیتے تھے یہاں تک کہ سب اس امر سے مایوس ہو گئے۔

سو حافظ جی! شیعہ عقیدے کے مطابق عالم قرآن امام معصوم علی علیہ السلام کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ حکم الٰہی کی نافرمانی اور بارگاہِ نبویؐ میں گستاخی کے مرتکب ہوں۔ شیعہ کا عقیدہ اور یقین ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے منقول مندرجہ ذیل روایت پر ہے:۔

جلاء العیون۔ فصل پنجم۔ دربیان تزویج فاطمہؑ۔ صفحہ ۱۲۵:۔

ابن بابویہ و دیگران بسندہای معتبرہ از حضرت امام زین العابدین و امام جعفر صادق و امام رضا علیہم السلام روایت کردہ اند کہ حضرت علی علیہ السلام فرمود کہ من تزوج فاطمہ علیہا السلام را در خاطر داشتم در شب و روز درین خیال بودم و جرأت نمی کردم کہ بخدمت حضرت رسالتؐ عرض نمایم تا آنکہ روزے بخدمت آنحضرتؐ رفتم فرمود کہ یا علیؑ آیا می خواہی کہ ترا کد خدا کنم گفتم رسول خداؐ مصلحت را بہتر میداند۔ و آنحضرتؐ میخواست کہ یکے از زنان قریش را بمن تزویج نماید۔ من می ترسیدم کہ فاطمہ از دستِ من بیرون رود۔ روزے بے خبر نشستہ بودم ناگاہ فرستادہ حضرت رسول اللہؐ بنزد من آمد و گفت اجابت کن حضرتؐ را کہ ترا می طلبد و بزودی بیا ہرگز آنحضرتؐ را بآن فرح و شادی نہ دیدہ بودم۔ فرمود بشتاب رفتم بخدمت آنحضرتؐ و او را در حجرۂ ام سلمہؓ یافتم چوں نظر مبارکش بر من افتاد اثر سرور و شادی از جبین مبارکش ظاہر شد۔ شگفتہ گردید و خندان شد بحدیکہ نور دندانہائے مبارکش ساطع شد۔ پس فرمود یا علیؑ حق تعالیٰ کفایت کرد برائے من آنچہ را کہ من اہتمام داشتم بآن از تزوّج تو۔ گفتم چگونہ است این یا رسول اللہؐ فرمود جبریل بنزد من آمد از سنبل و قرنفل بہشت باخود آورد من گرفتم آنہا را و بوئیدم و گفتم سبب آوردن این سنبل و قرنفل چیست جبریل گفت حق تعالیٰ امر فرمود ساکنان بہشت را از ملائکہ و ہر کہ در بہشت است بیآ ویند و زینت نمایند جمیع باغستانہائے بہشت ..... پس منادی از زیر عرش ندا کرد کہ امروز ولیمۂ علیؑ است بدرستیکہ من شما را گواہ میگیرم کہ تزویج کردم فاطمہؑ دختر محمدؐ را بعلیؑ ابن ابی طالب ..... پس بشارت باد ترا یا علیؑ کہ حق تعالیٰ ترا کرامتی کردہ است کہ باحدے از خلق چنین کرامتے نکردہ و من تزویج کردم فاطمہؑ را بتو بنحویکہ خداوند رحمٰن او را بتو تزویج کرد۔

ترجمہ:۔ ابن بابویہ اور دوسروں نے امام زین العابدین، امام جعفر صادق اور امام رضا علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں اپنے دل میں جناب فاطمہؑ سے شادی کرنے کا خیال رکھتا تھا اور رات دن اسی خیال میں ڈوبا رہتا لیکن رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز آنحضورؐ کی خدمت میں گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ! کیا تو چاہتا ہے کہ تیرا گھر بسا دوں (تیری شادی کر دوں؟) میں نے عرض کیا۔ اللہ کے رسولؐ مصلحت کو بہتر جانتے ہیں (یعنی جیسا حضورؐ بہتر سمجھیں) آنحضورؐ چاہتے تھے کہ قریش کی عورتوں میں سے کسی کو میری زوجیت میں

دیں اور میں حضرت فاطمہؑ سے محروم رہ جانے سے خوفزدہ تھا۔ ایک دن میں بے خبر بیٹھا تھا کہ حضورؐ کا بھیجا ہوا آدمی میرے پاس آیا اور کہا۔ فوراً جائیے حضورؐ نے آپ کو بلایا ہے اور میں نے آنحضورؐ کو اس سے پہلے کبھی اتنا خوش و خرم نہیں دیکھا۔ میں فوراً آنحضرتؐ کی خدمت میں گیا۔ آپؐ کو جناب ام سلمہؓ کے حجرے میں پایا۔ جب حضورؐ کی نگاہ مبارک مجھ پر پڑی تو آپؐ کی پیشانی مبارک پر خوشی و خرمی کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضورؐ کھل اٹھے اور ہنسے یہاں تک کہ حضورؐ کے دندانِ مبارک کا نور نظر آنے لگا۔ پس فرمایا۔ اے علیؑ! تیری شادی کے لئے میری فکرمندی کو حق تعالیٰ نے دور فرما دیا۔ میں نے کہا۔ وہ کس طرح یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا۔ جبریل میرے پاس آیا اور بہشت کا سنبل اور قرنفل لایا۔ میں نے وہ لئے اور سونگھے اور کہا۔ اے جبریل! ان کے لانے کا کیا سبب ہے؟ جبرائیل نے کہا۔ حق تعالیٰ نے ساکنانِ بہشت فرشتوں اور دوسروں کو حکم فرمایا کہ جنت کے تمام باغوں کو آراستہ کریں ..... اس کے بعد زیرِ عرش ندا کرنے والے نے ندا دی کہ آج علیؑ کا ولیمہ ہے۔ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہؑ دختر محمدؐ کو علیؑ کی زوجیت میں دیا
پس اے علیؑ! تجھے خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ عزت بخشی کہ مخلوق میں سے کسی کو نہیں بخشی۔ میں نے فاطمہؑ کو تیری زوجیت میں دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تیری زوجیت میں دیا۔

سو یہ ہیں شیعہ روایات اور یہ ہے شیعہ عقیدہ۔ کہ رشتہ طلب کرنا تو درکنار حضرت علیؑ نے شادی کرنے اور گھر بسانے کی خواہش تک کا اظہار اس وقت تک نہ کیا جب تک حضورؐ نے خود اس امر کے متعلق دریافت نہ فرمایا۔

حافظ جی نے کشف الغمہ اور جلاء العیون میں مذکور جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ اہلسنت کی کتاب مناقب خوارزمی سے اس امر کے ثبوت میں نقل کی گئی ہے کہ جناب زہراؑ کا نکاح حضرت علیؑ سے بحکم ربانی و وحی آسمانی ہوا۔

کشف الغمہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۵۳ تا ۳۶۳۔ طویل روایت۔ مطبوعہ تبریز :-

و من المناقب عن ام سلمہ و سلمان الفارسی و علی ابن ابیطالب وکلٌ قالوا انه لما ادرکت فاطمةؑ بنت رسول اللهؐ ملاک النساء خطبها اکابر قریش من اهل الفضل والسابقة فی الاسلام والشرف والمال وکان کلما ذکرها رجل من قریش اعرض عنه رسول اللهؐ بوجهه حتی کان الرجل منهم یظن ان رسول اللهؐ ساخط علیه او قد نزل علی رسول الله فیه وحی من السماء وقد خطبها من رسول اللهؐ ابوبکر الصدیق رضی الله عنه فقال له رسول اللهؐ امرها الی ربها وخطبها بعد ابی بکرؓ و عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال له رسول اللهؐ کمقالتہ لابی بکرؓ قال وان ابابکر و عمر کانا ذات یوم جالسین فی مسجد رسول اللهؐ و معهما سعد بن معاذ الانصاری فتذاکروا امر فاطمة علیها السلام بنت رسول اللهؐ فقال ابوبکر فقد خطبها الاشراف من رسول اللهؐ فقال امرها الی ربها ان شاء ان یزوجها زوجها وان علی ابن ابیطالب لم یخطبها من رسول اللهؐ ولم یذکرها له ولا اراه یمنعه من ذالک الا قلة الید وانه لیقع فی نفسی ان الله عزوجل ورسوله یحبسانها علیه قال ثم اقبل ابوبکرؓ علی عمرؓ بن الخطاب وعلی سعد بن معاذ فقال هل لکما فی القیام الی علیؑ بن ابیطالب حتی نذکر له هذا

فان منعہ قلۃ ذات الید واسیناہ و اسعفناہ فقال لہ سعدؓ بن معاذ وفقک اللہ یا ابا بکرؓ فمازلت موفقا قوموا بنا علی برکۃ اللہ فانطلقوا نحوہ ......

ترجمہ :- اور مناقب (خوارزمی) ہی سے یہ روایت ہے کہ ام سلمہ، سلمان فارسی اور علیؓ ابن ابیطالب سے روایت ہے ان سب نے کہا کہ جب فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ حد بلوغت کو پہنچیں تو قریش کے صاحبان تفضیلت سابق الاسلام، صاحبانِ شرف و مال بزرگوں نے رسول اللہؐ سے فاطمہ کا رشتہ مانگا۔ قریش کا جو شخص بھی ان (جناب فاطمہؓ) کا ذکر حضورؐ سے کرتا رسول اللہؐ اس کی طرف سے اپنا رخ مبارک اس طرح پھیر لیتے کہ وہ شخص یہ گمان کرنے لگتا کہ رسول اللہؐ اس سے ناراض ہو گئے ہیں یا اس کے بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رسول اللہؐ سے ان کا رشتہ مانگا تو رسول اللہؐ نے فرمایا ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ نے رشتہ مانگا تو اسے بھی یہی جواب ملا۔ ایک دن ابوبکرؓ اور عمرؓ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ سعد بن معاذ بھی ان دونوں کے ساتھ تھے۔ پس جناب فاطمہؓ کا ذکر چھڑا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ تمام اشراف نے رسول اللہؐ سے ان کا رشتہ مانگا لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جب اس کی شادی کرنا چاہے گا کر دے گا اور علی ابن ابیطالب نے خطبہ نہیں کیا اور نہ رسول اللہؐ سے ان کا ذکر کیا ہے۔ میں سوائے تنگدستی کے اس کی کوئی وجہ نہیں سمجھتا اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے اس (فاطمہؓ) کو اسی کے لئے روک رکھا ہے۔ راوی نے کہا پھر ابوبکرؓ عمرؓ اور سعدؓ بن معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ علی ابن ابی طالب کے پاس جائیں اور ان سے اس امر کا ذکر کریں۔ اگر تنگدستی ان کو اس سے مانع ہو تو ہمدردی دکھائیں اور ان کی مدد کریں۔ سعدؓ بن معاذ نے کہا۔ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق بخشے اور تو ہمیشہ اس توفیق سے بہرہ ور رہے۔ آؤ اٹھو اللہ کی برکت شامل حال ہو پس وہ اس (علیؓ) کی طرف چل پڑے۔

اسی طرح مصنف جلاء العیون نے بھی اسی روایت کو مناقب خوارزمی سے نقل کیا ہے۔

جلاء العیون۔ فصل پنجم۔ در بیان تزویج امیر المومنینؑ و فاطمہؑ۔ صفحہ ۱۱۳ :-

در مناقب خوارزمی و سائر کتب معتبرہ عامہ و خاصہ از ام سلمہ و سلمان روایت کردہ اند کہ چوں حضرت فاطمہؑ بحدّ بلوغ رسید اکابر اشراف قریش و صاحبانِ مال و ثروت و شرف و عزت آنحضرتؐ را خواستگاری نمودند ہر یک از ایشان کہ اظہار ایں امر مینمودند حضرت رسولؐ روی مبارک خود را از و میگردانید و اظہار کراہت میفرمود تا آنکہ ہر یک از آنہا گمان میبردند کہ حضرت او خشمناک است یا وحی از آسمان بر مذمت او نازل شدہ۔ از جملہ آنہا کہ خطبہ کردند ابوبکر بود ..... الخ

ترجمہ :- مناقب خوارزمی اور خاصہ اور عامہ کی دیگر معتبر کتب میں روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ حد بلوغ کو پہنچیں تو قریش کے اکابر و اشراف صاحبانِ مال و شرف و عزت نے آنحضرتؐ سے (جناب فاطمہؑ کی) خواستگاری کی۔ جو بھی ان میں سے اس امر کا اظہار کرتا حضرت رسول اللہؐ اس کی طرف سے رخ مبارک پھیر لیتے اور ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک یہی گمان کرتا کہ حضرت اس سے ناراض ہو گئے ہیں یا آسمان سے اس کی مذمت میں وحی نازل ہوئی ہے۔ خطبہ کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے ...... الخ

یہ روایت اہلسنت کی اکثر کتب حدیث میں موجود ہے۔ صاحب معارج النبوۃ نے اسے صفوۃ الصفاوہ (مصنفہ ابوالفرج) سے نقل کیا ہے۔ معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ وقائع سال دوم۔ واقعہ سوم تزویج فاطمہؓ۔ صفحہ ۳۵ :۔

در بیان این واقعہ اہل سیر در کتب خود روایات آوردہ اند بعضے مجمل و بعضے مفصل۔ وانچہ مؤلف این کتاب اختیار نمودہ روایات صفوۃ الصفاوہ است از تالیف شیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن محمد الجوزی" زیراکہ این روایت را جامع تر یافتم لاجرم بترجمہ آں اشتغال نمودم۔ نقلست کہ ام سلمہ و سلمان فارسی گفتند کہ چون فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از مرتبہ صبا بدرجہ نسلو رسید اکابر قریش بخطبۂ او مبادرت مے نمودند آں سرورؐ بسخن ایشاں التفات نے فرمود تا روزے امیرالمومنین ابوبکرؓ اظہار این معنی فرمود آں سرورؐ فرمود کہ کار او لبستہ بامر حق است و در روایتی آنکہ فرمود انتظار وحی میبرم فاروق اعظمؓ خطبہ فرمود ہمیں جواب شنید۔ روزے امیرالمومنین ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم در مسجد بودند و سخن فاطمہ رضی اللہ عنہا درمیان بود.....الخ

ترجمہ :۔ اس واقعہ کے بیان میں سیرت نگار اپنی کتب میں کئی روایات لائے ہیں۔ بعض ان میں مجمل ہیں اور بعض مفصل اور جو روایات میں مؤلف نے اختیار کی ہیں وہ عبدالرحمٰن محمد جوزی کی کتاب صفوۃ الصفاوہ کی ہیں۔ چونکہ میں اس روایت کو سب سے جامع تر پایا ہوں لہٰذا اس کے ترجمہ میں مشغول ہوا۔ نقل ہے کہ ام سلمہؓ اور سلمان فارسیؓ نے کہا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے لڑکپن سے نسوانیت میں قدم رکھا تو اکابر قریش نے انجناب کا رشتہ طلب کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کی آنحضورؐ ان کی بات پر توجہ نہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کے سامنے اس مطلب کا اظہار کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اس (فاطمہؓ) کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس امر میں وحی کا منتظر ہوں۔ فاروق اعظمؓ نے بھی خطبہ کیا اور یہی جواب سنا۔ ایک دن حضرت ابوبکر، عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں تھے اور حضرت فاطمہؓ کا ذکر ہو رہا تھا ...... الخ

مختصر یہ کہ یہ روایت صاحب کشف الغمہ اور جلاء العیون نے کتب اہلسنت سے نقل کی۔ خصوصاً کشف الغمہ تو اسی مقصد کے تحت ہی لکھی گئی ہے کہ مدح اہلبیتؑ میں کتب اہلسنت سے مروی حدیثیں جمع کی جائیں۔ اس کتاب کے دیباچہ میں مصنف کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں :

واعتمدت فی الغالب من کتب الجمہور لیکون ادعیٰ الی تلقیہ ولان الحجۃ متی قام الخصم بتشیدھا والفضیلۃ متی نہض المخالف باثباتہا ...... و نقلت من کتب اصحابنا ما لم یتعرض الجمہور لذکرہ۔

ترجمہ :۔ میں نے اکثر و بیشتر کتب اہلسنت سے روایات لینے پر بھروسہ کیا ہے تاکہ قبولیت کا باعث ہو اور تمام افراد کی رائے کے مطابق ہو جیسے وہ حدیث کی جانب رجوع کریں کیونکہ قوی دلیل وہ ہے جسے مدمقابل خود مضبوط کرے اور حقیقی فضیلت وہ ہے جسے مخالف ثابت کرے ..... اپنے علماء کی کتب سے صرف وہ امور نقل کئے ہیں جن کا ذکر جمہور (اہلسنت کی اکثریت) نے نہیں کیا۔

اب شیعہ عقیدہ اور شیعہ کے نزدیک مسلم حدیث کے بیان کے بعد اور اس امر کی تصریح کے بعد کہ جس روایت کا کشف الغمہ سے حافظ جی نے حوالہ دیا ہے وہ حقیقت میں راویان اہلسنت سے مروی روایت ہے۔ اس حدیث سے مستنبط امور کے جواب

دینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن پھر بھی یہ واضح کرنا مناسب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی جن خصوصیات اور اہلبیتؑ پر احسانات کو حافظ جی نے اس حدیث کی رو سے ثابت کرنا چاہا ہے وہ اہلسنت کی روایات کی بنا پر بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔

حافظ جی نے اس حدیث سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خصوصیات یا اہلبیتؑ پر احسان کے طور پر پانچ امور کا ذکر کیا ہے:

۱۔ حضرت علیؑ کو رشتہ مانگنے پر آمادہ کرنے والے یہی بزرگ تھے۔

۲۔ مالی تعاون کی پیشکش کس نے کی۔

۳۔ حق مہر کی رقم چار سو درہم ان ہی بزرگوں میں سے کسی نے ادا کی۔

۴۔ گواہانِ نکاح یہی اہم شخصیتیں تھیں۔

۵۔ جہیز کا سامان خریدنے ابوبکرؓ گئے تھے۔

لیکن اہلسنت کی دیگر احادیث ان امور کی تردید کرتی ہیں۔ مندرجہ ذیل روایات پر غور فرمائیں:۔

۱۔ (مذکورہ بالا مناقب خوارزمی کی روایات سے اقتباسات) قال فتفرغرت عینا علیؓ بالدموع وقال یا ابابکر! لقد هیجتنی لامر کنت عنه غافلاً والله ان فاطمة رض موضع رغبته وما مثلی قعد عن مثلها غیر انه یمنعنی من ذالک قلة الید فقال ابوبکر لا تقل هذا یا اباالحسن فان الدنیا وما فیها عند الله تعالیٰ وعند رسوله کهباءٍ منثورا .....

قالت ام سلمه فرأیت وجه رسول اللهؐ یتهلل فرحاً و سروراً ثم تبسم فی وجه علی علیه السلام فقال یا اباالحسن فهل معک شیء ازوجک به۔ فقال له علیؑ فداک ابی وامی والله ما یخفیٰ علیک من امری شیء املک سیفی ودرعی وناضحی وما املک شیئاً غیر هذا فقال له رسول اللهؐ یا علی اما سیفک فلا غنا بک عنه تجاهد به فی سبیل الله وناضحک تنضح به علی نخلک واهلک وتحمل علیه رحلک فی سفرک ولکنی قد زوجتک بالدرع ورضیت بها منک ......

فقال یا بلال فاجابه لبیک یا رسول الله قال اجمع الی المهاجرین والانصار فجمعهم ثم رقی درجة من المنبر فحمد الله واثنیٰ علیه وقال معاشر الناس ان جبریل اتانی آنفاً فاخبرنی عن ربی عزو جل انه جمع ملائکته عند البیت المعمور وانه اشهدهم جمیعًا انه زوج امته فاطمة ابنة رسول اللهؐ وامرنی ان ازوجها فی الارض واشهدکم ثم جلس......

قال علی فاقبل رسول اللهؐ الیّ فقال یا اباالحسن انطلق الان فبع درعک وآتنی بثمنه حتی اهیئ لک ولا بنتی فاطمة مایصلحکما قال علی فانطلقت وبعته باربع مائة درهم سود هجریة من عثمان بن عفان رض فلما قبضت الدراهم منه وقبض الدرع منی قال یا اباالحسن الست اولی بالدرع منک وانت اولی بالدراهم منی فقلت بلی قال فان الدرع هدیة منی الیک.......

وقبض رسول اللهؐ قبضة من الدراهم ودعا بابی بکر فدفعها ایاه وقال یا ابابکر اشتر بهذا الدراهم

لابنتی ما یصلح لہا فی بیتہا۔ و بعث معہ سلمان الفارسی و بلالاً لیعیناہ علی حمل ما یشتریہ۔

ترجمہ:- راوی نے کہا۔ علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا۔ اے ابوبکرؓ تو نے مجھے اس کے لئے بیدار کیا جس سے میں غافل تھا خدا کی قسم فاطمہؑ بلاشک مرغوب شخصیت ہیں اور میں اس امر میں خاموش اس لئے ہوں کہ تنگدستی مانع ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ اے ابوالحسن ایسا نہ کہو۔ بلاشک دنیا اور مافیہا سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک غبار کے ذروں کی مانند (بےحیثیت) ہیں۔

ام سلمہؓ نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ علیؑ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ اے ابوالحسن کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے کہ اس (مہر) کے بدلے تمہاری شادی کردوں۔ علیؑ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میرا معاملہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میرے پاس میری تلوار میری زرہ اور میری اونٹنی ہے۔ ان کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہیں۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ! تلوار کے بغیر تیری بسر نہیں ہوسکتی تو اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اونٹنی کے ذریعے تو اپنے درختوں اور اہل کو پانی مہیا کرتا ہے اور سفر میں اپنا سامان اس پر بار کرتا ہے لیکن میں نے تیری زرہ (حق مہر) کے بدلے اسے تیری زوجیت میں دیا۔ اور میں تیری طرف اسی (حق مہر) پر راضی ہوں.....

پس حضورؐ نے فرمایا۔ اے بلال! - بلال نے جواب میں لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا۔ مہاجرین و انصار کو میرے پاس جمع کرو۔ پس وہ ان سب کو بلا لایا۔ پھر حضورؐ منبر کے زینے پر چڑھے اور فرمایا۔ ابھی ابھی جبرائیل میرے پاس آئے اور میرے رب کی طرف سے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ کو بیت المعمور کے پاس اکٹھا فرمایا اور انہیں گواہ بنایا کہ اس کی ذات پاک نے فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کو بیاہ دیا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین پر اسے بیاہ دوں اور تمہیں گواہ بناؤں۔ پھر حضورؐ بیٹھ گئے....

علیؑ نے کہا۔ پھر حضورؐ میری طرف تشریف لائے اور فرمایا۔ اے ابوالحسن! اب جاؤ اپنی زرہ کو بیچو اور اس کی قیمت میرے پاس لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے اور اپنی بیٹی کے لئے وہ اشیاء مہیا کروں جو تمہارے لائق ہیں۔ علیؑ نے کہا۔ پس میں گیا اور چارسو چھبری سیاہ درہموں میں عثمان بن عفان کے پاس بیچ دی۔ جب درہم میں نے لے لئے اور زرہ عثمان نے مجھ سے لے لی تو کہا۔ اے ابوالحسن کیا اب زرہ پر آپ سے زیادہ مجھے اور درہموں پر مجھ سے زیادہ آپ کو اختیار حاصل نہیں ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں ہے۔ تو اس نے کہا۔ میں نے زرہ بطور تحفہ آپ کے پیش کی....

پھر حضورؐ نے ایک مٹھی بھر درہم لئے اور ابوبکر کو بلا کر اسے دیئے اور فرمایا۔ اے ابوبکر ان درہموں سے میری میری بیٹی کے لئے مناسب اشیاء خرید لاؤ۔ سلمان فارسی اور بلال کو جو وہ خریدیں ان کے اٹھانے میں مدد دینے کے لئے ان (ابوبکر) کے ساتھ بھیجا۔

۲۷- صواعق محرقہ- الآیات فی فضائل اہل بیت- الآیۃ الحادی عشر- صفحہ ۱۴۱:-

عن انس کما عند ابن ابی حاتم و لاحمد نحوہ قال جاء ابوبکرؓ و عمرؓ یخطبان فاطمۃ الی النبیؐ فسکت ولم یرجع الیہما شیئاً فانطلقا الی علیؑ کرم اللہ وجہہ یامرانہ بطلب ذالک قال علی فنبہانی لامر فقمت اجر ردائی حتی اتیت النبیؐ فقلت تزوجنی فاطمۃؓ؟ قال و عندک شئ قلت فرسی و بدنی۔ فقال اما فرسک فلا بد لک منہا اما درعک فبعہا فبعتہا باربع ماۃ و ثمانین فجئتہ بہا۔ فوضعہا فی حجرہ فقبض

منها قبضة فقال ای بلال ابتع بها طیباً وامرهم ان یجهزوها وفی روایة اخری من انس عن ابی الخیر القزوینی انه خطبها بعد ان خطبها ابو بکرؓ ثم عمر فقال قد امرنی ربی بذالک قال انس دعانی النبیؐ بعد ایام فقال ادع لی ابا بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعبدالرحمنؓ وعدة من الانصار فلما اجتمعوا واخذوا مجالسهم وکان علی غائباً قالؐ الحمد للہ خطبہ..... ثم قال ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمہؓ من علی۔

ترجمہ:۔ انس سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نبی کریمؐ سے جناب فاطمہؓ کا رشتہ طلب کرنے کے لئے آئے تو حضورؐ نے خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ پس دونوں حضرت علیؓ کے پاس گئے اور رشتہ طلب کرنے کے لئے کہا۔ علیؓ نے فرمایا۔ تم نے مجھے ایک امر عظیم کی طرف توجہ دلائی۔ پس میں اٹھا اور (جلدی میں) چادر گھسیٹتے ہوئے حضور نبی کریمؐ کے پاس آیا اور عرض کی۔ کیا آپ فاطمہؓ کو مجھ سے بیاہ دیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ میں نے کہا۔ میرا گھوڑا اور میری زرہ۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تیرا گھوڑا تو تیرے لئے بہت ضروری ہے لیکن اپنی زرہ کو بیچ ڈالو۔ میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں بیچ دیا اور وہ رقم لایا اور حضورؐ کی گود میں ڈال دی۔ حضورؐ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر درہم لئے اور فرمایا۔ اے بلال اس سے خوشبو خرید لا۔ اور انہیں حکم دیا کہ جہیز تیار کریں۔ پس اس (جناب فاطمہؓ) کے لئے ایک بنی ہوئی چارپائی اور چمڑے کا سرہانہ جس میں خرما کے پتے بھرے ہوئے تھے بنائے گئے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ انس ہی سے روایت ہے کہ اس (حضرت علیؓ) نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بعد خطبہ کیا۔ پس حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی امر کا حکم دیا ہے۔ انس کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے بلایا اور کہا کہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بلا لا۔ پس جب وہ سب جمع ہو گئے اور اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے اور علیؓ موجود نہ تھے تو حضورؐ نے فرمایا۔ الحمد للہ..... خطبہ اور پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کو علیؓ کی زوجیت میں دوں۔

۳۔ صواعق محرقہ۔ فضائل اہل بیت۔ صفحہ ۱۶۲ ط۔

ان نفرًا من الانصار قالوا لعلیؓ لو کانت عندک فاطمةؓ فدخل علی النبیؐ یعنی لیخطبها فقال له ما حاجة ابن ابیطالب قال فذکرت فاطمةؓ فقال مرحبًا واهلاً فخرج الی الرهط من الانصار ینتظرونه فقالوا له ما وراءک۔ قال ما ادری غیر انه قال لی مرحبًا واهلاً قالوا یکفیک من رسول اللہ احدهما قد اعطاک الاهل واعطاک الرحب فلما کان بعد ما زوجه قالوا له یا علی لابد للعرس ولیمة۔ قال سعد عندی کبش وجمع له رهط من الانصار اصعًا من ذرة۔

ترجمہ:۔ نسائی نے بسند صحیح روایت درج کی ہے کہ انصار میں سے چند اشخاص نے علیؓ سے کہا کہ کاش فاطمہؓ آپ کے پاس ہوں پس وہ (علیؓ) نبی کریمؐ کے پاس گئے تاکہ خطبہ کریں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ابن ابیطالب کس غرض سے آیا ہے (علیؓ فرماتے ہیں) میں نے فاطمہؓ کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ مرحبًا واهلاً (خوش آمدید۔ اپنے اہل میں ہو) پس وہ (علیؓ) باہر تشریف لائے انصار کا وہ گروہ منتظر تھا۔ انہوں نے کہا۔ کیا ہوا؟ (کیا خبر ہے؟) علیؓ نے فرمایا۔ میں اس کے بغیر کچھ نہیں جانتا کہ حضورؐ

فرمایا۔ مرحبا و اھلاً۔ انہوں نے کہا کہ حضور رسول اللہؐ کی طرف سے تو ان دو (الفاظ) میں سے ایک ہی کافی ہوتا۔ حضورؐ نے آپ کو اہل دیا، خوشحالی دی۔ جب شادی ہو چکی تو انہوں نے کہا یا علیؓ شادی کے لئے ولیمہ ضروری ہے۔ سعدؓ نے کہا۔ میرے پاس ایک دنبہ ہے اور انصار کے ایک گروہ نے چند صاع مکئی جمع کر دی۔

۴۔ طبقات ابن سعد۔ جلد ۸ صفحہ ۱۹ : ذکر بنات رسول اللہؐ فاطمۃؓ :۔

حدثنا المنذر بن ثعلب عن علباء بن احمر اليشكرى ان ابابكر خطب فاطمة الى النبیؐ فقال يا ابابكر انتظر بها القضاء فذكر ذالك ابوبكرؓ لعمرؓ فقال له عمر ردّك يا ابابكرؓ ثم ان ابابكرؓ قال لعمر اخطب فاطمة الى الرسول اللہؐ فخطبها فقال له مثل ما قال لابى بكر انتظر القضاء فجاء عمرؓ الى ابى بكرؓ فاخبره فقال له ردّك يا عمرؓ ثم ان اهل علیؓ قالوا لعلیؓ اخطب فاطمة الى رسول اللہؐ فقال بعد ابى بكرؓ وعمرؓ فذكروا له قرابته من النبیؐ فخطبها فزوّجه النبیؐ۔

ترجمہ :۔ منذر بن ثعلب سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ نے نبی کریمؐ سے جناب فاطمہؓ کے رشتے کی التجا کی تو حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ پس ابوبکرؓ نے عمرؓ سے اس امر کا ذکر کیا تو عمرؓ نے کہا اے ابوبکرؓ حضورؐ نے تیری التجاء کو رد کر دیا ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ اب تو حضورؐ سے جناب فاطمہؓ کے لئے خطبہ کر۔ پس اس نے خطبہ کیا اور حضورؐ نے اسے بھی وہی جواب دیا جو ابوبکرؓ کو دیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ پس عمرؓ ابوبکرؓ کے پاس آیا اور اسے حالات سے آگاہ کیا۔ ابوبکرؓ نے اسے کہا اے عمرؓ حضورؐ نے تیرے خطبہ کو رد کر دیا۔ پھر علیؓ کے گھر آنے والوں نے علیؓ سے کہا کہ رسول اللہؐ سے فاطمہؓ کے رشتے کے لئے التجا کرو۔ علیؓ نے کہا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ایسا کرنے کے بعد (اور رد کئے جانے کے بعد کس طرح جرأت کروں) پس انہوں نے علیؓ کو اس کی نبی کریمؐ سے قرابتداری یاد دلائی۔ پس علیؓ نے خطبہ کیا اور حضورؐ نے فاطمہؓ کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔

۵۔ البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۳۔ فصل فی دخول علی ابن ابی طالب علی زوجته فاطمۃؓ بنت رسول اللہؐ۔ صفحہ ۳۴۶ :۔

عن مجاهد عن علیؓ قال خطبت فاطمةؓ الى رسول اللہؐ فقالت مولاة لى هل علمت ان فاطمةؓ قد خطبت الى رسول اللہؐ قلت لا قالت فقد خطبت فما يمنعك ان تاتى رسول اللہؐ فيزوجك فقلت وعندى شئ اتزوج فقالت انك ان جئت الى رسول اللہؐ زوّجك قال فوالله ما زالت ترجّينى حتى دخلت على رسول اللہؐ

ترجمہ :۔ مجاہد نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ سے جناب فاطمہؓ کے رشتہ کے لئے خطبہ کیا گیا تو میری ایک آزاد کردہ لونڈی نے مجھ سے کہا کہ آپ کو علم ہے کہ رسول اللہؐ سے جناب فاطمہؓ کے لئے خطبہ کیا گیا ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں (مجھے علم نہیں) اس نے کہا۔ خطبہ کیا گیا ہے۔ آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ بھی رسول اللہؐ کی خدمت میں جائیں اور مجھے یہ رشتہ دے دیں۔ میں نے کہا۔ میرے پاس کوئی چیز ہے کہ میں شادی کی تمنا کروں۔ اس نے کہا کہ اگر آپ حضورؐ کی خدمت میں جائیں تو حضورؐ ضرور آپ کو بیاہ دیں گے۔ (علیؓ نے فرمایا کہ وہ لونڈی) برابر مجھے امید دلاتی رہی (اکساتی رہی) یہاں تک کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

۶۔ روضۃ الاحباب - ذکر نکاح فاطمہؑ و علی علیہم السلام التحیۃ والرضوان۔ صفحہ ۲۱۳ :۔

شیخ زرندی در کتاب درر السمطین روایت مے کند از انس ابن مالک کہ من نزد رسول اللہؐ نشستہ بودم آثار وحی در بشرہ مبارک وے ظاہر گشت چون وحی منجلی گشت فرمود۔ اے انس ہیچ میدانی کہ جبرائیل برائے من از نزد خداوند عرش چہ پیغام آوردہ گفتم یا رسول اللہؐ پدرم و مادرم فدائے تو باد چہ آوردہ۔ فرمود کہ ایں آوردہ کہ ان یا مرک ان تزوج فاطمۃؑ من علیؑ۔ بدرستیکہ حق تعالیٰ امرمی فرماید تراکہ فاطمہؑ را بزنی دہی بعلیؑ۔ اے انس برو و ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و طلحہ و زبیر و جماعتی از انصار را بگو کہ رسول خداؐ شمارا مے خواند۔ انس گوید بموجب فرمودۂ رفتم و آن گروہ را بخواندم چون جمع شدند و علی نیز حاضر بود، حضرت خطبہ خواند مشتمل بر حمد و ثنا حضرت حق تعالیٰ و ترغیب بنکاح و آنگاہ فرمود کہ خداوند تعالیٰ مرا امر فرمود کہ فاطمہ را بزنی بعلیؓ دادم بر مہر چارصد مثقال نقرہ۔ راضی شدی اے علی علی گفت راضی شدم۔

ترجمہ :۔ شیخ زرندی نے اپنی کتاب درر السمطین میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضورؐ کے چہرہ مبارک پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔ جب وحی ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اے انس تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ جبرائیل اللہ تعالیٰ کے پاس سے عرش سے کیا پیغام لایا ہے۔ میں نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا (پیغام) لایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ پیغام لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے کہ فاطمہؑ کو علیؑ کی زوجیت میں دے دیجیئے۔ اے انس! جا اور ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان، طلحہ اور زبیر اور ایک تعداد انصار کو کہو کہ رسول خداؐ تمہیں بلاتے ہیں۔ انس کہتے ہیں کہ آپؐ کے فرمان کے مطابق میں گیا اور اس گروہ کو بلا لایا جب سب جمع ہو گئے اور حضرت علی بھی موجود تھے حضرتؐ نے خطبہ پڑھا جو اللہ کی حمد اور نکاح کی ترغیب پر شامل تھا۔ پھر فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نے فاطمہؑ کو علیؑ کی زوجیت میں دیدیا ہے اور مہر چار سو مثقال چاندی ہے۔ اے علیؑ! تو راضی ہے؟ علیؑ نے کہا۔ میں راضی ہوں۔

قارئین کرام! ان روایات کے پیش نظر رکھتے ہوئے غور فرمائیں کہ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کی وہ خصوصیات اور اہلبیتؑ پر وہ احسانات جن کا ذکر حافظ جی نے کیا ہے، صحیح ثابت ہو سکتے ہیں۔؟

۱۔ حضرت علیؑ کو رشتہ مانگنے پر آمادہ کرنے والے کون بزرگ تھے؟ حافظ جی کی منقولہ از کشف الغمۃ مناقب خوارزمی کے مطابق آمادہ کرنے والے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ تھے۔ صواعق کی روایت نمبر ۲ کی رو سے صرف حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تھے، سعد ان کے ساتھ نہ تھا صواعق ہی سے منقول روایت نمبر ۳ میں انصار کے ایک گروہ کو آمادہ کرنے والا بتایا گیا ہے۔ طبقات کی روایت نمبر ۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو آمادہ کرنے والے خود ان کے اہل کے افراد تھے۔ البدایہ والنہایہ کی روایت نمبر ۵ بتاتی ہے کہ آمادہ کرنے والی آنجناب کی ایک آزاد کردہ لونڈی تھی کیا روایات کا یہ تضاد و تعارض اس امر کی دلیل نہیں کہ یہ سب مفروضات و موضوعات ہیں اور حقیقت وہی ہے جو اہلبیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ کیا ہی نہ تھا بلکہ یہ تزویج حکم ربانی اور وحی آسمانی کے تحت انجام پذیر ہوئی۔

۲۔ مالی تعاون کی پیشکش کس نے کی تھی؟ مالی تعاون کی پیشکش کسی نے بھی نہیں کی نہ ہی عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے کہ حضرت علیؑ کا استغناء اور ہاشمی غیرت کا علم رکھتے ہوئے کسی صحابی نے اس قسم کی پیشکش کی جرأت کی ہو۔ مناقب خوارزمی سے منقول روایت (مندرجہ کشف الغمہ) میں ابوبکرؓ، عمرؓ اور سعدؓ کے باہمی مشورہ کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے یہ لفظ مذکور ہیں :۔ "اگر تنگدستی اس امر میں مانع ہو تو ہمدردی دکھائیں اور امداد کریں"۔ لیکن اسی روایت میں جہاں ان حضرات کا حضرت علیؑ کو آمادہ کرنے کا ذکر ہے وہاں کسی تعاون کی پیشکش کا ذکر نہیں بلکہ وہاں تعاون کا ذکر کرکے ڈھارس بندھانے کے بجائے ان الفاظ سے ڈھارس بندھائی جاتی ہے کہ "مالِ دنیا اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں"۔ تزویج فاطمہؑ کے موقع پر کسی صحابی کے تعاون کا عقیدہ وہی لوگ رکھ سکتے ہیں جو شانِ نبوت و امامت کی معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ تمام کائنات ان کی عطا کی محتاج ہے۔ یہ سوائے اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت کے کسی کے تعاون و عطا کے محتاج نہیں۔

صواعق محرقہ کی نسائی سے منقول روایت نمبر ۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ولیمہ کا اہتمام انصار کے ایک گروہ نے کیا۔ مگر دیگر روایات اس کی تردید کرتی ہیں۔

معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ سال دوم۔ تزویج فاطمہؑ۔ صفحہ ۴۰ :۔

بعد ازان دہ درہم ازاں دراہم کہ بام سلمہؓ سپردہ بودند بحضرت امیر تسلیم فرمود تا خرما و روغن و پنیر خرد۔ امیرؑ فرمود کہ بہ پنج درہم ازاں روغن خریدم و چہار درہم را خرما و یک درہم را پنیر و در نظر آن سرورؐ آوردم۔ آن سرورؐ سفرہ از او طلبید و ہمہ را بایکدیگر ترتیب کردہ حیثے ازان ترتیب فرمود۔ بعد ازان آن سرورؐ فرمود کہ اے علیؑ بیرون رو و ہر کہ ملاقات کنی باخود بیار..... بعد از آنکہ ولیمۂ فاطمہؑ منقضی شد حضرت رسالتؐ بیک دستِ مبارک دستِ علیؑ گرفت و بدیگر دست دستِ فاطمہؑ۔ و بمنزلگاہ ایشان برد۔

ترجمہ :۔ اس کے بعد حضورؐ نے جو درہم جناب ام سلمہؓ کے حوالے کئے تھے ان میں سے دس درہم جناب امیر (علیؑ) کو دیئے تاکہ کھجور، گھی اور پنیر خرید لائیں۔ جناب امیر فرماتے ہیں، میں نے پانچ درہم کا گھی، چار درہم کی کھجوریں اور ایک درہم کا پنیر خریدا اور آنحضورؐ کے حضور پیش کیا۔ آپؐ نے دسترخوان طلب فرمایا اور ان تمام اشیاء کو ترتیب دے کر حیش (ایک قسم کا کھانا) تیار فرمایا اور اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ باہر جاؤ اور جسے بھی تم ملے اسے ساتھ لے آؤ۔...... جب جناب فاطمہ علیہا السلام کا ولیمہ ختم ہو چکا تو حضورؐ نے ایک ہاتھ میں علیؑ کا ہاتھ اور دوسرے میں فاطمہؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور انہیں ان کے گھر پہنچا آئے۔

۳۔ چارسو درہم کس کے حق مہر کی کمائی تھی؟ حافظ جی! یہ چار سو درہم حضرت علی علیہ السلام کی اس زرہ کی قیمت تھی جو حضرت علیؑ نے بطور حق مہر حضورؐ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ تزویج فاطمہؑ کے متعلق جتنی روایات ہیں سب میں یہی مذکور ہے کہ جنابِ سیدہؑ کا حق مہر حضرت علیؑ کی زرہ تھی جسے حضورؐ نے بیچ کر جہیز اور شادی کے دیگر اخراجات کا اہتمام فرمایا۔ کسی روایت میں مذکور نہیں کہ حق مہر حضرت علیؑ کی طرف سے کسی اور شخص نے ادا کیا۔

اگر حافظ جی مناقب خوارزمی کی روایت کے الفاظ سے کہ "حضرت علیؑ نے وہ زرہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ بیچی اور حضرت عثمانؓ نے وہ زرہ بطور ہدیہ پیش کردی"۔ اس سے اگر یہ نتیجہ اخذ کر رہے ہیں کہ حق مہر کی رقم چار سو درہم حضرت عثمانؓ کی کمائی تھی تو ـــ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ اوّل تو یہ روایت کا قابل اعتماد حصہ نہیں بلکہ کسی خوش عقیدہ کا اضافہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ کسی اور روایت میں یہ عبارت موجود نہیں۔ ہاں البتہ صاحب روضتہ الاحباب نے ایک ایسی روایت نقل کی ہے جس میں اس زرہ کو حضرت عثمانؓ کے خریدنے کا ذکر تو ہے لیکن پھر اسے بطور ہدیہ پیش کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ روضتہ الاحباب صفحہ ۲۱۳ :-

روایتی آنکہ حضرتؐ از علیؓ پرسید کہ ہیچ در دست داری؟ علیؓ گفت۔ اسپی و زرہے دارم۔ فرمود۔ یا علیؓ اسپ ترا ضروری است ولکن زرہ را بفروش و بہائے آن را پیش من آر۔ علیؓ از مجلس نبیؐ بیرون آمد و زرہ را در بازار کرد تا بفروشد۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنرا بخرید بچہار صد و ہشتاد درہم۔ علیؓ زرہ را در گوشۂ ردائے اشرف خود بستہ بنزد پیغمبرؐ آمد و در نظر حضرت گذرانید۔

ترجمہ :- روایت ہے کہ حضورؐ نے علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ علیؓ نے کہا۔ گھوڑا اور زرہ رکھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے لیکن زرہ کو بیچ دے اور اس کی قیمت میرے پاس لے آ۔ پس علیؓ حضورؐ کی مجلس سے باہر آئے زرہ کو بازار لے گئے تاکہ بیچ دیں۔ عثمان بن عفانؓ نے اسے چار سو درہم میں خرید لیا۔ علیؓ نے رقم کو اپنی چادر مبارک کے کونے میں باندھا، حضورؐ کے پاس آئے اور رقم پیش کردی۔

اگر روایت کا یہ حصہ صحیح بھی ہو تو اسے حق مہر کا عثمانؓ کی طرف سے ادا ہونا نہیں کہہ سکتے۔

۳۔ جہیز کا سامان خریدنے بازار کون گیا تھا؟ اس امر میں بھی سنی روایات میں اختلاف ہے۔ مناقب خوارزمی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہیز کا سامان خریدنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کو بھیجا اور سلمان فارسیؓ اور بلالؓ بھی ان کے ساتھ تھے صواعق محرقہ سے منقول روایت نمبر ۲ میں سامان جہیز خریدنے والے کسی شخص کا ذکر نہیں بلکہ امرھم ان جھزوھا (ان کو یعنی اصحاب کو حکم دیا کہ جہیز تیار کریں) ہے البتہ خوشبو خریدنے کے لئے بلالؓ کو بھیجنے کا ذکر ہے۔ نیز کتاب آل النبی مؤلفہ عائشہ بن شاطی کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ملاحظہ فرمائیں :-

موسوعہ آل النبی۔ الکتاب الثالث۔ ذکر بنات النبیؐ۔ فاطمہؑ۔ مطبوعہ بیروت صفحہ ۵۷۶ :-

فانطلق علیؓ مسرعًا و جاء بالدرع فامرہ النبیؐ ان یبیع لھا لیجھز العروس بثمنھا وتقدم عثمان فاشتری الدرع باربع مأۃ و سبعین درھمًا حملھا علیؓ و وضعھا امام الرسولؐ فتناولھا بیدہ الکریم ثم دفعھا الی بلالؓ لیشتری ببعضھا طیبًا ثم یدفع الباقی ام سلمۃ لتشتری جھاز العروس۔

ترجمہ :- پس حضرت علیؓ جلدی جلدی گئے اور زرہ لے آئے۔ پس نبی کریمؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے بیچ دیں تاکہ عروس کے لئے جہیز مہیا کیا جائے۔ حضرت عثمانؓ آگے بڑھے اور زرہ کو چار سو ستر درہم میں خرید لیا۔ حضرت علیؓ نے اس رقم کو اٹھایا اور رسول کریمؐ کو پیش کردی۔ حضورؐ نے وہ رقم ہاتھ میں لی اور پھر بلالؓ کے حوالے کی کہ اس میں کچھ رقم کی خوشبویات

خرید ے اور باقی ام سلمہؓ کے حوالے کردے تاکہ وہ سامان جہیز تیار کریں۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ نے جہیز مہیا کرنے کی ذمہ داری ام سلمہؓ کو سونپی تھی۔

۵۔ گواہوں میں اہم شخصیتیں کون تھیں ؟ مناقب خوارزمی کی روایت (جو موضوع بحث ہے) اس میں کسی شخص کا بطور خاص ذکر نہیں۔ بلکہ قال اجمع الی المهاجرین والانصار (مہاجرین وانصار کو میرے پاس بلا لاؤ) کے الفاظ ہیں۔ روایت نمبر ۲ میں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ عبدالرحمٰن اور اتنے ہی انصار کا ذکر ہے۔ روایت نمبر ۶ میں عبدالرحمٰن کی بجائے طلحہ و زبیر کا ذکر ہے۔ ان حالات میں حافظ جی کی مرضی جسے چاہیں اہم قرار دیں جسے چاہیں غیر اہم قرار دیں۔

قولہ :۔ تو کیا یہی محسنین دشمن اہلبیت ہوگئے اور محب ہونے کی سند آپ کو الاٹ ہوگئی۔

اقول :۔ قارئین کرام سے حسبۃ للہ انصاف طلب ہوں کہ یہ امور جن کی بناء پر حافظ صاحب حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ وغیرہ کو محسنین اہل بیتؑ ثابت کررہے ہیں اگر واقعی ان حضرات سے بغرض محال ظہور پذیر ہوئے بھی ہوں تو کیا یہ انہیں محسنین اہل بیتؑ ثابت کرتے ہیں ؟ کیا خود ناکام ہونے کے بعد کسی شخص کو اس شرف کے حصول کے لئے کوشش کا مشورہ دینا احسان ہے ؟ اگر ان حضرات نے اپنی ناکامی سے قبل حضرت علیؑ کو اس عظیم شرف کا اہل و مستحق سمجھا ہوتا اور مشورہ دیا ہوتا تو بلاشک اسے کسی حد تک ہمدردی اور محبت کی علامت کہا جا سکتا تھا لیکن ناکام ہونے اور حضورؐ کے اس ارشاد کو سننے کے بعد کہ "فاطمہؑ کی تزویج کے معاملہ میں میری مرضی کو دخل نہیں بلکہ یہ امر حکم ربانی اور وحی آسمانی سے طے ہوگا" حضرت علیؑ کو خطبہ کرنے پر آمادہ کرنا ایک یہ احتمال قوی بھی رکھتا ہے کہ ممکن ہے یہ مشورہ ہمدردی و محبت کی بناء پر نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو ناکامی کے طعن و تشنیع سے بچانا ہو کیونکہ حضورؐ کے اس ارشاد سے کہ " اس امر میں میری مرضی و منشاء کو دخل نہیں۔" حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو یقین ہوجانا یقینی و ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کو بھی یہی جواب ملے گا اور وہ بھی ناکام لوٹیں گے اور اس طرح ہم ناکامی کے طعنہ سے محفوظ رہیں گے۔

حافظ جی ! اگر آپ کا عقیدہ و یقین یہی ہے کہ یہ حضرات علیؑ اور اہلبیتؑ کے محسنین کی سند انہیں کو الاٹ ہوئی ہے تو آپ کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام عیاذاً باللہ بڑے ناشکرے اور احسان ناشناس تھے کہ ایسے محسنین سے ناراض رہے اور ناراض ہی اس دنیا سے انتقال فرمایا۔

۱۔ جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ کی ناراضگی :۔

تیسیر الوصول الی جامع الاصول۔ جلد ۲۔ کتاب الفرائض۔ الفصل الثالث فی میراث رسول اللہؐ۔ صفحہ ۱۰ :۔

عن عائشۃؓ قالت سألت فاطمۃؓ ابابکر ان یقسم لها میراثها مما ترک رسول اللہؐ فقال ان رسول اللہؐ قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فغضبت فاطمۃؓ فهجرته فلم تزل کذالک حتی توفیت و عاشت بعد رسول اللہؐ ستۃ اشهر اخرجه الخمسۃ الا الترمذی و لفظ البخاری مختصراً۔

ترجمہ :۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے اس ترکہ سے جو رسول اللہؐ چھوڑ گئے تھے اپنے حصے کا سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ پس

فاطمہؓ ناراض ہو گئیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا اور برابر اسی طرح (ناراض) رہیں یہاں تک کہ وفات پا گئیں اور رسول اللہؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں (اسے ترمذی کے علاوہ باقی پانچوں صحاح ستہ کی کتابوں نے نقل کیا ہے)۔

(ب) الامامۃ والسیاسۃ - خلافت ابی بکر - صفحہ ۱۲ :-

فقال عمرؓ لابی بکرؓ انطلق بنا الی فاطمۃؓ فانا قد اغضبناھا - فانطلقا جمیعًا فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن لھما - فاتیا علیًا فادخلھما علیھا فلما قعدا عندھا حوّلت وجھھا الی الحائط فسلما علیھا فلم ترد علیھما فتکلّم ابوبکر فقال یا حبیبۃ رسول اللہؐ ان قرابۃ رسول اللہؐ احبّ الیّ من قرابتی وانک الاحب الیّ من عائشۃ ابنتی ... اعرفک واعرف فضلک وشرفک وامنع حقک ومیراثک من رسول اللہؐ الا انی سمعت اباک رسول اللہؐ یقول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فقالت ارایتکما ان حدثتکما حدیثًا عن رسول اللہؐ تعرفانہ وتفعلان بہ قالا نعم فقالت انشدکما اللہ الم تسمعا رسول اللہؐ یقول رضا فاطمۃؓ من رضای وسخط فاطمۃؓ من سخطی فمن احب فاطمۃ ابنتی فقد احبنی ومن ارضی فاطمۃ فقد ارضانی ومن اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی قالا نعم سمعناہ من رسول اللہؐ قالت فانی اشھد اللہ وملائکتہ انکما اسخطتمانی وما ارضیتمانی وان لقیت النبیؐ لاشکونکما الیہ۔

ترجمہ:- عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا۔ آؤ ہم فاطمہؓ کی طرف جائیں کیونکہ ہم نے انہیں ناراض کر دیا ہے۔ پس وہ دونوں اکٹھے چلے۔ جناب فاطمہؓ سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پس علیؓ کے پاس آئے۔ وہ انہیں اس (فاطمہؓ) کے ہاں لے گئے۔ جب یہ دونوں وہاں بیٹھے تو اس نے اپنا مبارک چہرہ ان سے پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا جب ان دونوں نے سلام کیا تو سلام کا جواب نہیں دیا۔ پس ابوبکرؓ نے بات شروع کی اور کہا۔ اے رسول اللہؐ کی پیاری بیٹی مجھے بلاشک رسول اللہؐ کے قرابتدار اپنے قرابتداروں سے زیادہ پیارے ہیں۔ آپ مجھے میری بیٹی عائشہؓ سے زیادہ محبوب ہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ کو اور آپ کے شرف و فضل کو جانتے ہوئے آپ کو اپنے حق سے اور رسول اللہؐ کی میراث سے روک دوں گا۔ مگر یہ کہ میں نے آپ کے ابا جان رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم (انبیاء) کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ پس آپ (فاطمہؓ) نے فرمایا کیا تم دونوں کے متعلق خیال کروں کہ اگر میں تم سے رسول اللہؐ کی حدیث بیان کروں تو تم اسے جانو پہچانو گے اور اس پر عمل کرو گے۔ دونوں نے کہا ہاں۔ تو آپ نے کہا کہ تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ فاطمہؓ کی رضا میری رضا ہے اور فاطمہؓ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔ جس نے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے فاطمہؓ کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ دونوں نے کہا ہاں (ہم نے سنا ہے) رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے تو (فاطمہؓ) نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ کبھی خوش نہیں کیا اور اگر میں رسول اللہؐ کی خدمت میں کبھی حاضر ہوئی تو ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی۔

۲ حضرت علیؓ کی ان حضرات سے ناراضگی :-

عقد الفرید۔ المسجدۃ الثالثہ۔ اخبار علی و معاویۃ۔ صفحہ ۸۲ :-

وکتب معاویہ (مع ابی مسلم الخولانی) الی علی ابن ابیطالب [قبل مسیرہ الی صفین]

اما بعد فان اللہ اصطفیٰ محمدًا و جعلہ الامین علی وحیہ والرسول الی خلقہ واختار لہ من المسلمین اعوانًا ایدہ بھم فکان افضلھم فی الاسلام وانصحھم للہ ورسولہ الخلیفۃ وخلیفۃ الخلیفۃ والخلیفۃ الثالث فکلھم حسدت وعلی کلھم بغیت عرفنا ذالک فی نظرک الشزر وتنفسک الصعداء وابطائک عن الخلفاء وانت فی کل ذالک تقاد کما تقاد البعیر المخشوش حتیٰ تبایع وانت کارہ ولم تکن لاحد منھم اشد حسدًا منک لابن عمک عثمان۔

ترجمہ :- معاویہؓ نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ علیؓ کی طرف (صفین کی طرف جانے سے پہلے) خط لکھ بھیجا۔ اما بعد بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو چنا اور انہیں اپنی وحی کا امین اور اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور مسلمانوں میں سے کچھ کو آپ کا مددگار منتخب کیا اور ان کے ذریعے آپ کی تائید فرمائی۔ ان میں سب سے افضل اسلام اور سب سے زیادہ خیر خواہ اللہ و رسولؐ کا خلیفہ (اول)۔ خلیفہ کا خلیفہ (عمر) اور تیسرا خلیفہ تھے۔ پس تو نے ان سب سے حسد کیا اور ان کے خلاف بغاوت کی۔ یہ امر ہم نے تیری ترچھی (غضبناک) نگاہوں سے اور سرد آہوں سے خلفاء سے کھنچے کھنچے رہنے سے معلوم کی اور ان میں سے ہر دفعہ تو اسی طرح زبردستی کھینچ کر لایا گیا جیسے مہار ڈالا ہوا اونٹ، تاکہ تو بیعت کرے اور خصوصًا تو اپنے چچا کے بیٹے عثمان سے تو بہت سخت حسد رکھتا تھا۔

اس خط کے جواب میں حضرت علیؓ کے مندرجہ ذیل خط روانہ کیا :-

ایضًا۔ عقد الفرید۔ صفحہ ۸۴ :-

فی جواب علی فاجابہ علیؓ اما بعد فان اخا خولانی قدم علیّ بکتاب منک ..... و ذکرت ابطائی عن الخلفاء وحسدی ایاھم والبغی علیھم فاما البغی فمعاذ اللہ ان یکون اما الکراھۃ لھم فواللہ ما اعتذر للناس من ذالک وذکرت بغیّ علی عثمان وقطعی رحمہ فقد عمل عثمان بما قد علمت وعمل بہ الناس ما قد بلغت وقد علمت انی کنت عن امرہ فی عزلۃ الا ان تجنبنی علیّ فتجن ما شئت۔

ترجمہ :- پس علی نے اسے جواب میں لکھا۔ اما بعد خولانی بھائی تیری طرف سے ایک خط میرے پاس لایا ..... یہ جو تو نے میرے خلفاء سے کھنچا رہنے۔ ان سے میرے حسد۔ ان کے خلاف بغاوت کا جو ذکر تو نے کیا تو بغاوت کے متعلق تو میں ایسے فعل کے سرزد ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور رہا ناپسند کرنا ان کو تو بخدا میں اس امر کے لئے لوگوں کے سامنے کوئی عذر پیش نہیں کروں گا (مقصد یہ کہ اس امر میں میں حق بجانب ہوں) اور تو نے عثمان کے خلاف بغاوت کرنے اور اس سے قطع رحمی کا ذکر کیا ہے تو جو کچھ عثمان نے کیا اس سے تو بخوبی واقف ہے اور جو کچھ لوگوں نے اس کے ساتھ سلوک کیا وہ بھی تجھ تک پہنچ چکا ہے۔ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں اس معاملے میں غیر جانبدار (ایک طرف) رہا ہوں۔ ہاں اگر تو خواہ مخواہ مجھ پر

زیادتی کرنا چاہتا ہو تو کرتا پھرے۔

سوال نمبر ۲۷ :- علی مرتضیٰ کس طرح خلیفہ قرار پائے۔ شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۰۳ پر سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان شہید ہوگئے تو لوگ امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے اور گھر میں داخل ہو کر کہنے لگے۔ آپ ہاتھ بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ لوگوں کے لئے امیر ہونا ضروری ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اس کا اختیار تم کو نہیں۔

انما ذالک لاھل بدر فمن رضو به فھو خلیفه۔ اس کا اختیار صرف بدریوں کو ہے وہ جس کو پسند کریں خلیفہ ہوگا فرمایئے، اگر آپ پہلے سے منصوص خلیفہ تھے تو یہ کیونکر فرمایا۔ اہل بدر و مہاجرین کو حق انتخاب کیوں بخشا اور ان کے منتخب شخص کو خلیفہ برحق کیوں بتلایا ؟

جواب :- قولہٗ : علی مرتضیٰ کس طرح خلیفہ قرار پائے ؟

اقول :- حضرت علی مرتضیٰ اسی طرح خلیفہ قرار پائے جس طرح سرور کائنات حضرت محمدؐ کو رسول بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو حضورؐ کا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ اہلسنت کی کتاب :-

۱۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الاول فی نور رسول اللہؐ۔ صفحہ ۱۰ :-

اخرج ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن المغازلی الواسطی فی کتابه "المناقب" عن سلمان الفارسی قال سمعت حبیبی محمدًاؐ یقول کنت انا وعلی نورًا بین یدی الله عزوجل یسبح الله ذالک النور و یقدسه قبل ان یخلق الله آدم باربعة عشر الف عام۔ فلما خلق آدم اودع ذالک النور فی صلبه فلم یزل انا و علی شیئًا واحدًا حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوة وفی علی الامامة۔

ترجمہ :- سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے حبیب حضرت محمدؐ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں اور علیؓ اللہ تعالیٰ کے حضور نور تھے۔ وہ نور اس سے چودہ ہزار سال پہلے کہ اللہ تعالیٰ آدمؑ کو پیدا کرے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو اس کی پشت میں ودیعت رکھا۔ پس میں اور علیؓ برابر ایک چیز رہے یہاں تک کہ حضرت عبد المطلب کی پشت میں جدا ہوئے۔ پس مجھ میں نبوت ہے اور علیؓ میں امامت۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۶۔ باب الفضائل۔ حدیث ۲۵۴۱ :-

اخرج الطبرانی فی الکبیر بالاسناد الی ابی ایوبؓ الانصاری عن رسول اللہؐ انه قال یا فاطمةؓ اما علمت ان الله عزوجل اطلع اهل الارض فاختار منهم اباکِ فبعثه نبیًا ثم اطلع ثانیًا فاختار بعلک فاوحی الیّ فانکحتکه واتخذته وصیًا۔

ترجمہ :- طبرانی نے اپنی کتاب کبیر میں حدیث درج کی ہے کہ ابو ایوبؓ انصاری نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے آپ نے جناب فاطمہؓ سے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ارض میں سے تیرے باپ کو چنا اور اسے نبی بنایا پھر دوبارہ اہل زمین میں سے تیرے خاوند کو چنا اور مجھے وحی فرمائی۔ پس میں نے تجھے اس کے نکاح میں دیا اور اسے اپنا وصی بنایا

حافظ جی، جس طرح نبی امت کے انتخاب اور ان کی بیعت سے نبی قرار نہیں پاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا کر بھیجتا ہے اسی طرح نبی کا خلیفہ بھی لوگوں کے انتخاب اور بیعت کرنے سے خلیفہ قرار نہیں پاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نبی کا جانشین و خلیفہ مقرر کرتا ہے اور امت نبی کو اس کی بیعت کا حکم دیتا ہے۔ سنیئے اشعری مسلک کے عالم ابو شکور محمد بن سلیمان کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے :-

التمہید فی بیان التوحید - الباب الحادی عشر - فی الخلافۃ والامارۃ - صفحہ ۱۸۹ :-

قال بعض الناس بان الامام اذا لم یکن مطاعاً فانہٗ لایکون اماماً لانہ اذا لم یکن القہر والغلبۃ لہٗ فلا یکون اماماً۔ قلنا لیس کذالک لان اطاعۃ الامام فرض علی الناس فان لم یکن القہر لہ منھم یکون من تمرّد الناس وھو لا یعزلہ عن الامامۃ فلو لم یطع فالعصیان حصل منھم و عصیانھم لا یضر بالامامۃ الا تری ان النبیؐ ما کان مطاعاً فی اول الاسلام و ما کان لہ القہر علی اعدائہ من طریق العادۃ والکفرۃ تمرّدوا عن امرہ وقد کان ھذا لا یضرہ ولا یعزلہ عن النبوۃ کذا الامام لان الامام خلیفۃ النبی ..... فصح ما قلنا لو ان الناس کلھم ارتدوا عن الاسلام (والعیاذ باللہ تعالیٰ) فکذا الامام لا ینعزل عن الامامۃ فکذالک فی العصیان۔

ترجمہ :- بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر امام کی اطاعت نہ کی جارہی ہو تو وہ امام نہیں ہوگا کیونکہ جب اسے اختیار اور غلبہ حاصل نہ ہو تو امام نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ امام کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے پس اگر امام کو اختیار اور غلبہ حاصل نہ رہے تو یہ لوگوں کی سرکشی کی وجہ سے ہے اور یہ امر اسے امامت سے معزول نہیں کرتا۔ اگر اس کی اطاعت نہ کی جائے تو یہ لوگوں کی نافرمانی ہے اور ان کی نافرمانی امامت کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں نبی کریمؐ کی اطاعت نہ کی گئی اور حضورؐ کو اپنے دشمنوں پر عام صورت میں اختیار (غلبہ) حاصل نہ تھا اور انہوں نے حضورؐ کے حکم سے سرکشی کی اس نے نہ حضورؐ کو کوئی ضرر پہنچایا نہ حضورؐ نبوت سے معزول ہوئے۔ اسی طرح امام کیونکہ امام نبیؐ کا جانشین ہی تو ہے ..... پس ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر عیاذاً باللہ تمام لوگ بھی اسلام سے پھر جائیں تو امام امامت سے معزول نہیں ہوگا۔ اسی طرح نافرمانی کرنے سے بھی۔

اس کلیہ کے تحت حضورؐ کے علیؑ کی امامت پر نص فرما دینے کے بعد اگر مسلمانوں نے علیؑ کی نافرمانی کی اور بیعت نہ کی تو بھی علیؑ امام و خلیفہ ہیں۔

۷ حافظ جی! خلافت نبوی و خلیفۂ رسول کا جو تصور و نظریہ آپ حضرات نے اختیار کر رکھا ہے وہ ہی حقیقت کے خلاف ہے آپ پیرہر ایسے شخص کو جو حضورؐ کے بعد امت مسلمہ کا حاکم ہو گیا اور احکام شریعت کے مطابق حکومت کی وہ خلیفۂ رسول ہے۔ اس لئے آپ حضرات کے نزدیک خلیفہ کے تقرر و تعین کا کوئی معیار، اصول قاعدہ ہی نہیں۔ ازالۃ الخفاء کو دیکھئے۔

اجماع، استخلاف، شوریٰ حتیٰ کہ استیلاء (زور و جبر) جس طرح بھی امت مسلمہ پر تسلط حاصل کر لیا وہ خلیفہ ہے۔ یہ غازیانِ بدر کا شوریٰ بھی انہیں صورتوں میں سے ایک ہے نہ کہ خلیفہ قرار پانے کا اصول و آئین۔ حالانکہ خلیفہ کے حقیقی

معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیفہ کے تقرر کا اصول و مدلول تلاش کیا جائے تو ہر ذی شعور (حتیٰ کہ حافظ جی) کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ خلیفۂ رسولؐ کا تقرر بغیر نص کے ممکن ہی نہیں۔

حقیقی معنوں میں خلیفہ وہ شخص ہے جو اپنے پیشرو کے علم و صفات کا وارث ہو تاکہ اپنے پیش رو کے عمل و مقصد کو جاری رکھ سکے۔ ازالۃ الخفاء (شاہ ولی اللہ دہلوی) کی مندرجہ ذیل عبارت پر غور فرمائیے :۔

ازالۃ الخفاء۔ مقصد اول۔ تنقیح معنی خلافت خاصہ۔ نکتہ سوم۔ صفحہ ۲۵۹ (مطبوعہ سہیل اکیڈمی) :۔

نکتہ سوم :۔ خلافت ظہرے دارد و بطنے۔ ظہر خلافت سلطنت و فرمانروای است برائے اقامت دین و بطن آن تشبہ است با پیغمبرؐ در اوصافے کہ بہ پیغمبری تعلق دارد۔ پس نبوت آن است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بصلاح عالم و کبت مفسدین و کفار و ترویج شریعت ضمن افعال و اقوال پیغمبرؐ۔

خلافت آن است کہ ارادہ الٰہیہ متعلق شود بتکمیل افعال پیغمبرؐ و ضبط اقوال او و اشاعت نور و غلبۂ دین در ضمن تا شخصے از امت بخلافت پیغمبرؐ۔

ترجمہ : خلافت ظاہر اور باطن رکھتی ہے۔ ظاہری خلافت سلطنت و حکومت ہے دین کو قائم رکھنے کے لئے اور باطنی خلافت ان صفات میں پیغمبرؐ کے مشابہ ہونا ہے جو پیغمبری سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبرؐ کے اقوال و افعال کے ذریعے دنیا کی اصلاح، کفار و مفسدین کی ناکامی اور شریعت کو رواج دینے کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور خلافت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امت میں سے ایک شخص کو پیغمبرؐ کا قائم مقام (خلیفہ) بنا کر اس کے ذریعے پیغمبرؐ کے افعال کو مکمل، اس کے اقوال محفوظ۔ نور کی اشاعت اور دین کے غلبہ کا ارادہ فرماتا ہے۔

پس حضور نبی کریمؐ کا باطنی (حقیقی) خلیفہ وہی ذات مقدس ہو سکتا ہے جو حضورؐ کی سی صفات (علم، معصومیت، رحم و رأفت) رکھتا ہو اور ایسی شخصیت کا انتخاب امت کے افراد کے بس کی بات نہیں۔ یہ خلاق عالم جل جلالہٗ ہی جانتا ہے کہ کون صفات پیغمبری کا وارث ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۱۲۵)

ترجمہ :۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے احکام (شریعت) کے پہنچانے کا کام کس سے لے۔

پس حقیقی خلیفہ کا تقرر شوریٰ و اجماع کے ذریعے ناممکن ہے۔ شیعہ صرف حقیقی خلفاء کی اتباع کو واجب جانتے ہیں۔ ظاہری خلفاء اپنے وقت کے فرمان روا تھے۔ ان کے وقت میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم تھی۔ وہ ایسے ہادی نہ تھے جن کی اتباع ہمیشہ کے لئے واجب ہو۔

شیعہ ان ظاہری خلفاء کو خلیفۂ رسولؐ تسلیم نہیں کرتے بلکہ انہیں مسلمانوں کے امیر یا حاکم کہتے ہیں۔ ہاں مومنوں کا امیر بلاشک مومنین کے مشورہ (شوریٰ) یا اجماع سے ہوگا۔ حضورؐ نے نبی یا امام کی عدم موجودگی میں مومنین کو اپنا امیر منتخب کرنے کا اختیار دیا بلکہ لازم قرار دیا۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۲۔ کتاب السفر۔ النوع الثانی۔ صفحہ ۱۲۹ :۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ ص اذا خرج ثلاثۃ فی سفر فلیو مرو احدھم۔

ترجمہ :۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو وہ ضرور اپنے میں ایک ایک کو اپنا امیر مقرر کرلیں۔

نبی کریم ص نے ان ظاہری خلفاء کو اپنا خلیفہ نہیں کہا بلکہ فرمایا۔ میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے اور ان ظاہری خلفاء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ پس یہ خلیفۂ رسول ص نہیں بلکہ خلیفۂ رسول ص وہ بارہ ائمہ اہلبیت ع ہیں جو اوصاف نبوی ص (عصمت وعلم) سے متصف تھے۔

مؤدۃ القربیٰ۔ المودۃ التاسع :۔

۱۔ عن اصبغ بن نباتہ عن عبداللہ بن عباس قال سمعت رسول اللہ ص یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطھرون معصومون۔

ترجمہ :۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ص کو کہتے ہوئے سنا کہ میں، علی، حسن۔ حسین اور حسین کی اولاد میں سے نو پاک اور معصوم ہیں۔ (علیہم السلام)۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۶ :۔

اخرج الطبرانی فی الکبیر والرافعی قال رسول اللہ ص من سرہ ان یحییٰ حیاتی (مماتی) ویموت ولیسکن جنۃ عدن غرسھا ربی فلیوال علیاً من بعدی ولیوال ولیہ ولیقتد باھل بیتی من بعدی فانھم عترتی خلقوا من طینتی ورزقوا فھمی وعلمی فویل للمکذبین بفضلہ من امتی۔

ترجمہ :۔ طبرانی نے الکبیر میں یہ حدیث بیان کی ہے اور رافعی نے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا جسے پسند ہو کہ میری زندگی (کی سی) زندگی گزارے اور میری موت (کی سی) موت مرے اور جنت عدن میں سکونت پائے تو اسے چاہیے کہ علی ع کو اپنا والی اور حاکم بنائے میرے بعد اور اس کے حاکم بنائے ہوئے کو اپنا حاکم بنائے اور میرے بعد میرے اہلبیت ع کی پیروی کرے۔ پس تحقیق میری عترت ہیں میری طینت سے ہیں انہیں میری سمجھ اور میرا علم دیا گیا ہے۔ پس ہلاکت ہے ان کی فضیلت کو جھٹلانے والوں کے لئے میری امت میں سے۔

اہل سنت کے علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضور ص کی خلافت باطنی پر ائمہ اہلبیت ع ہی فائز تھے۔

۱۔ صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ الفصل الاول فی الآیات الواردہ فیھم۔ الآیۃ اولی۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس۔ صفحہ ۱۴۴ :۔

حیث ابتدأ بہ انما المفیدۃ لحصر ارادتہ تعالیٰ فی امرھم علی اذھاب الرجس الذی ھو الاثم او الشک فیما یجب الایمان بہ وتطھیرھم من الاخلاق والاحوال المذمومۃ وسیاتی فی بعض الطرق تحریمھم علی النار وھو فائدۃ ذالک التطھیر وغایۃ۔ اذ منہ الھام الانابۃ الی اللہ تعالیٰ وادامہ اعمال الصالحۃ ومن ثمّ لمّا ذھبت منھم الخلافۃ الظاھرۃ لکونھا صارت ملکاً۔ لذا لم تتم للحسن عوّضو عنھا بالخلافۃ الباطنۃ حتیٰ ذھب قوم ان قطب الاولیاء فی زمن لا یکون الّا منھم۔

ترجمہ :۔ چونکہ یہ آیت انما کے کلمہ سے شروع ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے اس امر پر منحصر ہونے کا فائدہ دیتا ہے

کہ ان سے رجس کو دور کر دے وہ رجس گناہ ہے اور اس امر میں شک کرنا ہے جس پر ایمان لانا واجب ہو اور انہیں تمام اخلاق مذمومہ اور احوال مذمومہ سے پاک کرنا ہے بعض احادیث میں ہے کہ جیسا کہ آگے ذکر ہوگا کہ دوزخ کی آگ ان پر حرام ہے۔ اور یہی ہے فائدہ اور غرض و غایت اس تطہیر کی جیسا کہ اس سے یہ مفہوم (الہام) حاصل ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور ہمیشہ عمل صالح بجالانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب خلافت ظاہری جواب ملوکیت میں بدل گئی تھی ان سے دور ہو گئی تو انہیں اس کے عوض خلافت باطنی عطا ہوئی۔ اسی لئے ایک قوم (علماء کا گروہ) قائل ہے کہ ہر زمانہ میں قطب، اولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔

۲۔ نام و نسب (مصنفہ سید نصیر الدین گیلانی۔ گیلانی پبلشرز۔ گولڑہ شریف) صفحہ ۱۷۰ :-

پس سلاسل ولایت کے مقتدیٰ ہونے کی اسی خصوصی حیثیت اور باطنی خلافت کی بناء پر جناب علیؓ طریقت میں حضورؐ کے بلاواسطہ خلیفہ ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمیں معاذ اللہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت بلافصل سے انکار ہے یہاں بیعتِ طریقت کا تذکرہ ہے۔ بیعتِ خلافت کا نہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بیعتِ خلافت اور بیعتِ طریقت دو الگ چیزیں ہیں (اسی عبارت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں)

(حاشیہ نمبر۲) یہاں خلافت سے مراد خلافت باطنی ہے۔ خلافتِ ظاہری نہیں جیسا کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :۔ "اہلسنت کے نزدیک خلافت کے باطنی مفہوم کے لحاظ سے اور اہل شیعہ کے نزدیک اصطلاحی معنی کے لحاظ سے امام کے لفظ کا اطلاق ائمہ اہلبیت علیہم السلام پر صحیح اور جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو ملفوظات مہریہ۔ صفحہ ۱۱۵)

قولہ :۔ شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ ..... آپ ہاتھ بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔

۱ **اقول** :۔ سب سے پہلے میں کتاب کشف الغمہ کی حقیقت کو قارئین کے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ حافظ جی جیسے خوردہ چین سنی مولوی اکثر اس کتاب کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کے مصنف جناب قابل اعتماد، عادل، فاضل اصل شیعہ مجتہد ہیں لیکن اس کتاب میں اکثر و بیشتر کتب اہل سنت میں مروی احادیث و روایات لی گئی ہیں۔ جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کے دیباچہ میں اس امر کی وضاحت کر دی ہے۔

کشف الغمۃ۔ مقدمۃ الکتاب۔ صفحہ ۵ :۔

واعتمدت فی الغالب النقل من کتب الجمہور لیکون ادعی الی تلقیہ بالقبول ووفق رای الجمیع متی رجعوا الی الاصول لان الحجۃ متی قام الخصم بتشییدھا والفضیلۃ متی نھض المخالف باتباعھا تقییدھا کانت اقوی یداً وادری زناداً واثبت قواعداً وارکاناً..... ونقلت من کتب اصحابنا مالم یتعرض الجمہور بذکرہ۔

ترجمہ :۔ میں نے اکثر و بیشتر جمہور (اہلسنت) کی کتب سے (روایات) بیان کرنے پر بھروسہ کیا ہے تاکہ قبولیت سے لینے اور تمام کی رائے کے موافق ہونے کی طرف بلانے کا سب سے بڑا داعی ہو کیونکہ وہ دلیل مد مقابل بھی مضبوط کہے اور ایسی فضیلت جسے ثابت کرنے کی مخالف نے بھی کوشش کی ہو قوی ترین طاقت اور بہترین مقصود ہیں اور کامیاب ترین ذرائع قائم

ترین بنیاد و ارکان ہیں..... اپنے علماء کی کتب سے میں نے صرف وہ روایات لی ہیں جسے جمہور (اہل سنت) کے علماء نے ذکر نہیں کیا۔

حافظ جی کی پیش کردہ روایت بھی کسی اہلسنت کی کتاب سے لی گئی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس روایت کا راوی سعید بن مسیب ہے جو نہ شیعہ رواۃ میں سے ہے نہ محبان اہلبیتؑ سے۔ یہ تابعین میں سے وہ شخص ہے جس نے حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام کے جنازہ میں شامل ہونے کی نسبت دو رکعت نوافل پڑھ لینے کو ترجیح دی۔

(شیعہ کتب رجال) جامع الرواۃ۔ ذکر سعید بن المسیب۔ صفحہ ۳۶۲ :-

روی من بعض السلف لما مرّ بجنازۃ علی بن الحسین علیہما السلام انجفل الناس فلم یبق فی المسجد احد الا سعید بن المسیب فوقف علیہ حشرم مولی اشجع فقال یا ابا محمد الا یصلی علی ھذا الرجل الصالح فی البیت الصالح قال اصلی رکعتین فی المسجد احبّ الیّ من ان اصلّی علی ھذا الرجل الصالح فی البیت الصالح۔

ترجمہ :- پہلے بزرگوں سے ایک نے روایت کی ہے کہ جب علی بن الحسین علیہما السلام کا جنازہ گزارا گیا تو تمام لوگ دوڑے اور مسجد میں سوائے سعید بن المسیب کے کوئی نہ رہا۔ اشجع کا آزاد کردہ غلام حشرم اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا اے ابومحمد! کیا تم نیک گھرانے کے اس نیک مرد پر نماز (جنازہ) نہیں پڑھتے۔ تو اس نے کہا۔ مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنا اس نیک گھرانے کے اس نیک مرد پر نماز جنازہ پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اس روایت کے سنی روایت ہونے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ تقریبًا اہلسنت کی ہر تاریخ کی کتاب میں یہ روایت موجود ہے۔ دور کیوں جائیں۔ سیوطی کی تاریخ الخلفاء ہی دیکھ لیجئے۔ ذکر عثمان بن عفان۔ صفحہ ۱۰۹ :-

وجاء الناس یھرعون الیہ فقالوا لہ نبایعک فمدّ یدک فلا بدّ من امیر فقال علیؓ لیس ذالک الیکم انما ذالک الی اھل بدر فمن رضی بہ اھل بدر فھو خلیفۃ فلم یبق من اھل بدر احد الا اتی علیًا فقالوا لہ ما نری احدًا احق بھا منک مدّ یدک نبایعک فبایعوہ۔

ترجمہ :- اور لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہا۔ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں کیونکہ امیر کا ہونا لازمی و ضروری ہے۔ علیؓ نے کہا۔ یہ تمہارا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جسے اہل بدر پسند کریں گے وہ خلیفہ ہو گا۔ پس اہل بدر میں سے کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو حضرت علیؓ کے پاس نہ آیا ہو۔ ان سب نے کہا۔ ہم کسی کو بھی آپ سے زیادہ اس امر کا حقدار نہیں دیکھتے۔ پس ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ پس انہوں نے بیعت کر لی۔

اس امر میں کسی کو شک نہیں۔ کشف الغمہ میں مذکورہ روایت جسے حافظ جی نے پیش کیا ہے سنی روایت ہے لیکن اگر اس روایت کو صحیح اور معتبر بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی حافظ جی کے دعویٰ کی موید نہیں ہو سکتی جیسا کہ آگے ذکر کروں گا۔

قولہٗ :- فرمایئے اگر آپ پہلے منصوص خلیفہ تھے ..... منتخب شخص کو خلیفہ برحق کیوں بتلایا۔

اقول :- ہر سلیم العقل شخص (جس کے دماغ میں خلل نہ ہو) تسلیم کرے گا کہ جواب کو سوال کے مطابق ہونا چاہیئے۔ سائل نے امارت کی پیشکش کرتے ہوئے امارت کی بیعت کرنا چاہی تھی نہ کہ خلافت نبوی کی جیسا کہ سائل کے ان الفاظ سے ظاہر ہے (ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں کیونکہ لوگوں کے لئے امیر ضرور ہونا چاہیئے) لہٰذا علی علیہ السلام نے بھی اسی امارت (امیری) کے متعلق فرمایا کہ امیر کا تقرر و تعیین تمہارا کام نہیں بلکہ اہل بدر کے اختیار میں ہے۔ اگر سائل (یا سائلین) نے خلیفۂ رسولؐ کے تقرر کی بیعت کے لئے کہا ہوتا تو حضرت علیؑ کا جواب یہی ہوتا کہ تم کون ہوتے ہو خلیفۂ رسولؐ کا تقرر کرنے والے۔ خلیفۂ رسولؐ تو وہی ہو سکتا ہے جسے خود خداوند کریم و رسولؐ مقرر کریں اور وہ میں ہوں۔

میں لکھ آیا ہوں کہ خلیفۂ رسولؐ کا تقرر مسلمین کے بس کی بات نہیں۔ ہاں۔ امیر کا تقرر مسلمانوں کے مشورہ و شوریٰ سے ہونا ضروری ہے۔ مسلمان اس کے تقرر کے لئے اصول و قانون بھی وضع کر سکتے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے الافضل فالافضل کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے امارت کے لئے یہ اصول مقرر کیا کہ امارت کا اول حق اہل بدر کو حاصل ہے، ان کے بعد اہل احد کو اور ان کے بعد دیگر مسلمین کو۔ لیکن طلقاء کو (یعنی فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں کو) امر خلافت و امارت میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں اور تمام مسلمانوں نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔

تاریخ الخلفاء۔ ذکر عمرؓ۔ فصل فی سید من اخبارہ۔ صفحہ ۹۹ :-

واخرج عن عبد الرحمٰن بن ابزیٰ عن عمرؓ انہ قال ھذا الامر فی اھل بدر ما بقی منھم احد ثم فی اھل احد ما بقی منھم احد وفی کذا وکذا ولیس فیھا لطلیق ولا لولد طلیق ولا لمسلمۃ الفتح شیء۔

ترجمہ:- عبد الرحمٰن بن ابزیٰ نے حضرت عمرؓ سے روایت لکھی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ امارت اہل بدر کا حق ہے جب تک ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو۔ پھر اہل احد کا حق ہے جبکہ ایک بھی ان میں سے موجود ہو۔ پھر الیسوں کا اور ولیسوں کا حق ہے۔ طلیق اور طلیق کی اولاد اور فتح مکہ کے مسلمانوں کے لئے اس میں کوئی حق نہیں۔

نوٹ :- حافظ جی! حضرت عمرؓ کے اس قول کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا یہ بھی تو بتا دیں کہ اہل بدر کی موجودگی امیر معاویہ (طلیق) کو امیر یا خلیفہ ہو بیٹھنے کا کیا حق تھا۔؟

جب سائل یا سائلین نے حضرت علیؑ کی بیعت برائے امارت کرنی چاہی تو حضرت علیؑ نے اسی اصول کا حوالہ دیا جو کہ امارت کے متعلق تھا نہ کہ خلافتِ نبوی کے متعلق جس پر حضرت علیؑ پہلے ہی فائز تھے۔)

سوال نمبر ۳ ے :- اگر شوریٰ سے انتخاب برحق نہیں ہوتا تو حضرت علیؓ نے یہ کیوں فرمایا کہ مسلمانوں کی خلافت کا معاملہ باہمی شورہ سے ہوگا۔ مجھے اپنی جان کی قسم اگر ایسا ہو کہ امامت و خلافت اس وقت تک قائم نہ ہو جب تک عامۃ الناس حاضر نہ ہوں پھر تو یہ انتخاب ناممکن ہوگا (کہ سب لوگوں کا اجتماع محال) لیکن (حق یہ ہے) کہ خلافت کے حل و عقد والے جس کے انتخاب کا فیصلہ کر دیتے ہیں وہ غیر موجود پر بھی لاگو ہوتا ہے پھر نہ شاہد کو رجوع کا حق ہے نہ غائب کو نئے انتخاب کا۔ (نہج البلاغہ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۵)

جواب :- قارئین کرام! سب سے پہلے تو اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے اور حافظ جی کی دیانت کی

ملاحظہ فرمائیے۔

نہج البلاغہ۔ جلد ۲۔ ومن خطبة له علیہم السلام۔ صفحہ ۸۶ مطبوعہ بیروت۔ لبنان :-

ایها الناس ان احق الناس بهذا الامر اقواهم علیه واعلمهم بامر الله فیه فان شغب شاغب استعتب فان ابی قوتل ولعمری لئن کانت الامامة لا تنعقد حتی یحضرها عامة الناس فما الی ذالک سبیل ولکن اهلها یحکمون علی من غاب عنها ثم لیس للشاهد ان یرجع وللغائب ان یختار۔

ترجمہ :- اے لوگو! اس امارت کا لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو ان میں سب سے زیادہ قوی اور اللہ کے احکام کا سب سے زیادہ عالم ہو۔ پس اگر فتنہ پرداز اس کے خلاف فتنہ اٹھانا چاہے تو اسے (دلائل سے) قائل کیا جائے گا اور اگر اس پر بھی وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کی جائے گی۔ مجھے اپنی عمر کی قسم اگر امامہ (لیڈرشپ) اس وقت تک قائم نہ ہو جب تک عامۃ الناس موجود نہ ہوں تو اس کے حصول کا تو کوئی ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس امر کے اہل (انتخاب کے اہل) لوگ غائبین پر فیصلہ دیتے ہیں (یعنی ان کا فیصلہ غائبین پر بھی لاگو ہوتا ہے) پھر نہ حاضر کو اس فیصلہ سے پھر جانے کا حق ہے اور نہ غائب کو کسی اور کو منتخب کرنے کا حق حاصل ہے۔

اس ساری عبارت میں کوئی ایسے الفاظ موجود نہیں جن کا ترجمہ (مسلمانوں کی خلافت کا معاملہ باہمی مشورہ سے ہوگا) ہو سکے۔؟

قولہ :- اگر شوریٰ سے انتخاب ..... یہ کیوں فرمایا۔

اقول :- شوریٰ سے امیر کا انتخاب تو برحق ہے لیکن شوریٰ سے منتخب کئے شخص کو خلیفۂ رسولؐ تسلیم نہیں کیا جاسکتا جیساکہ اس سوال سے سابق دو سوالوں میں وضاحت سے بیان کرچکا ہوں۔ اہل شوریٰ اصحاب رسولؐ نے شوریٰ کے منتخب کو امیر کہا ہے خلیفۂ رسولؐ نہیں کہا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کو کتب تاریخ و اخبار میں مطالعہ فرمائیے۔ اصحاب رسولؐ نے یہ نہیں کہا کہ ہم خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب کررہے ہیں بلکہ یہ کہا کہ آؤ ہم اپنا امیر منتخب کریں۔

تیسیر الوصول (علی جامع الاصول) جلد ۲۔ باب الخلافۃ والامارۃ۔ فصل فی خلفاء الراشدین۔ صفحہ ۴۴ :-

(بقدر ضرورت) ..... واجتمعوا الانصار الی سعد بن عبادة فی سقیفة بنی ساعدة فقالوا منا امیر ومنکم امیر فذهب الیهم ابوبکر وعمر وابوعبیدة رضی الله عنهم ..... فتکلم ابوبکرؓ وکان فی کلامه نحن الامراء وانتم الوزراء فقام حباب بن منذر فقال لا والله لا نفعل منا امیر ومنکم امیر (اخرجه البخاری والنسائی)

ترجمہ :- ..... انصارؓ سعدؓ بن عبادہ کے پاس سقیفہ میں جمع ہوئے اور کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ پس ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم ان کی طرف گئے ..... پس ابوبکرؓ نے کلام کیا اور ان کی کلام میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ہم امیر ہونگے اور تم وزیر۔ حبابؓ بن منذر اٹھے اور کہا نہیں۔ خدا کی قسم ہم یہ نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے (اسے بخاری اور نسائی نے بیان کیا ہے)

حضور نبی کریم ؐ نے بھی شوریٰ کے منتخب کو اپنا خلیفہ نہیں فرمایا بلکہ والی (حاکم) کا نام دیا ہے۔

کنز العمال۔ جلد ۱۲ ۔ کتاب الفضائل۔ باب فضائل الصحابہ۔ فصل فضائل ابی بکر۔ حدیث ۳۲۵۸۷ :۔

قال رسول اللہ ؐ لئن صدقت رؤیاک تلین امر العامۃ بعدی وتلین سنتین (ابو نعیم) ان ابا بکر قال النبی ؐ انی رأیت فی المنام کانی اطاء فی عذرۃ وان فی صدری خالین او رشامتین وعلی رداء حبرۃ قال فذکرہ۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہوا تو تم عوام کے امور کے میرے بعد والی ہو گے اور دو سال والی رہو گے (ابو نعیم نے روایت کی ہے) کہ ابو بکرؓ نے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا گندگی (پاخانہ) میں چل رہا ہوں اور میرے سینے پر دو خال یا دو مسے ہیں اور میں نے قیمتی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ تو آپ ؐ نے یہ الفاظ بیان فرمائے۔)

دیکھیے حافظ جی! حضور ؐ نے حضرت ابو بکرؓ کے عہد کو عہد خلافت نہیں فرمایا بلکہ عہد ولایت فرمایا۔ یہ محفوظ خاطر رہے کہ حضور ؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی ولایت و امارت کو گندگی میں چلنے اور اس امارت کے دو سالوں کو دو کالے داغوں سے تعبیر فرمایا۔ اگر حضرت ابو بکرؓ کا مسند نشین خلافت نبوی ؐ ہونا ہوتا تو عیاذاً باللہ حضور ؐ اسے گندگی میں چلنے سے تعبیر نہ فرماتے۔

اب اس امارت و ولایت کے متعلق حضرت علیؑ کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

الامامۃ والسیاسۃ (ابن قتیبہ) ذکر خلافت ابی بکر۔ صفحہ ۱۱ :۔

اتی عمر ابی بکرؓ فقال لہ الا تأخذ ھذا المتخلف عنک بالبیعۃ فقال ابو بکر لقنفذ وھو مولیٰ لہ فادع لی علیاً قال فذھب الی علیؑ فقال لہ ما حاجتک فقال یدعوک خلیفۃ رسول اللہ ؐ فقال علیؑ لسریع ما کذبتم علی رسول اللہ ؐ فرجع فابلغ الرسالۃ قال فبکی ابو بکر طویلاً فقال عمر الثانیۃ ان لا تمہل ھذا المتخلف عنک بالبیعۃ۔ فقال ابو بکرؓ لقنفذ عد الیہ فقل لہ امیر المومنین یدعوک لتبایع فجاءہ قنفذ فادی ما امر بہ فرفع علیؑ صوتہ فقال سبحان اللہ لقد ادعی ما لیس لہ فابلغ الرسالۃ فبکی ابو بکرؓ طویلاً۔ ثم قام عمرؓ فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃؑ فدقوا الباب فلما سمعت اصواتھم نادت باعلی صوتہا یا رسول اللہ ؐ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا۔ کیا تم اپنی بیعت سے پیچھے ہٹنے والے کو نہیں پکڑو گے؟ پس ابو بکرؓ نے قنفذؓ کو جو ان کا آزاد کردہ غلام تھا سے کہا کہ علیؓ کو بلا لا۔ پس وہ علیؓ کی طرف گیا تو آپ نے فرمایا تو کس لئے آیا ہے؟ اس نے کہا تجھے خلیفۂ رسول ؐ نے بلایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم بہت جلد رسول اللہ ؐ کی نسبت جھوٹ کہنے لگے ہو۔ پس وہ واپس آیا اور پیغام پہنچایا۔ راوی نے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ بہت دیر تک روتے رہے۔ عمرؓ نے دوبارہ کہا۔ تمہاری بیعت سے اس پیچھے ہٹنے والے کو مہلت نہ دے۔ ابو بکرؓ نے قنفذ سے کہا۔ دوبارہ جا اور کہہ

کہ تجھے امیرالمومنین بلاتے ہیں تاکہ تو بیعت کرے۔ پس قنفذ آیا اور جس بات کا اسے حکم دیا گیا تھا اسے بجا لایا تو اس (علیؓ) نے کہا۔ وہ اس امر کا دعویٰ کر رہا ہے جو اس کے لئے نہیں ہے۔ پس قنفذ واپس آیا اور پیغام پہنچا دیا پھر عمرؓ اٹھا اور ایک جماعت کے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ جناب فاطمہؓ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا جب اس (فاطمہؓ) نے ان کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے پکاریں۔ "یارسول اللہ! آپؐ کے بعد یہ ہم خطاب کے بیٹے کے ہاتھوں کیا دیکھ رہے ہیں؟"

حافظ جی! آپ جس شوریٰ کو "انتخابِ خلیفہ کا اسلامی طریقہ" کہہ رہے ہیں، آپ کے پیرو مرشد (حضرت معاویہؓ) اسے فساد کی جڑ کہتے ہیں۔ دیکھئے:-

عقد الفرید (ابن عساکر) ج ۵۔ العسجدۃ الثانیہ۔ امر الشوریٰ۔ ص ۲۳۔

ذکروا ان زیاداً اوفد ابن حصین علی معاویۃ فاقام عندہ ما اقام ثم ان معاویۃ بعث الیہ لیلاً فخلا بہ فقال لہ یا ابن حصین قد بلغنی ان عندک ذھناً و عقلاً فاخبرنی عن شیء اسئلک عنہ قال سلنی ما بدا لک قال اخبرنی ما الذی شتت امر المسلمین فرق اھوائھم خالف بینھم قال نعم قتل عثمانؓ قال ما صنعت شیئاً۔ قال مسیر علیؓ الیک و قتال قال ما صنعت شیئاً قال مسیر طلحۃؓ و الزبیرؓ و عائشۃؓ و قتال علیؓ ایاھم قال ما صنعت شیئاً قال ما عندی غیر ھذا قال فانا اخبرک انہ لم تشتت بین المسلمین ولا خالف بینھم الا الشوریٰ التی جعل عمرؓ الی ستۃ نفر۔۔۔ فلم یکن رجل منھم الا رجاھا لنفسہ و تطلعت الی ذالک و ان عمرؓ استخلف علیھم ما کان فی ذالک اختلاف۔

(ترجمہ) راویان نے بیان کیا ہے کہ زیاد نے (عمیر) بن حصین کو بطور نمائندہ معاویہ کے پاس بھیجا۔ وہ کچھ دن اس کے پاس ٹھہرا۔ ایک رات معاویہ نے اسے خلوت میں بلایا اور کہا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم ذہین اور عقلمند آدمی ہو۔ مجھے ایک بات بتاؤ جو میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اس نے کہا۔ پوچھئے جو آپ کے خیال میں ہے۔ اس نے کہا۔ وہ کونسی چیز ہے جو مسلمانوں کے باہمی تفرقہ اور اختلاف کا باعث ہوئی۔ اس نے کہا۔ "ہاں! قتل عثمانؓ۔ اس نے کہا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس نے کہا۔ تو پھر علیؓ کا تیری طرف آنا اور تجھ سے جنگ کرنا۔ اس نے کہا۔ یہ بھی کوئی بات نہ بنی۔ تو اس نے کہا۔ تو پھر طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کا جانا اور علیؓ سے جنگ کرنا۔ اس نے کہا۔ یہ بھی کوئی بات نہ ہوئی۔ تو اس نے کہا میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس (معاویہ) نے کہا۔ میں تجھے بتاتا ہوں مسلمانوں میں باہمی تفرقہ اور مخالفت نہیں ڈالی مگر اس شوریٰ نے جو عمرؓ نے چھ آدمیوں کے لئے مقرر کیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک خلافت کی امید کرنے لگا اور حصول کا منتظر ہو گیا۔ اگر عمرؓ خود خلیفہ مقرر کر دیتے تو یہ اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ ح

قولہٗ :۔ مجھے اپنی جان کی قسم ..... نئے انتخاب کا (تا آخر)

اقول :۔ یہ تمام امور علی علیہ السلام نے امارت کے متعلق فرمائے۔ یہ اس خطبہ کی عبارت ہے جو علی علیہ السلا اپنے لشکریوں کے سامنے اس وقت دیا جب لشکر کو معاویہ کے مقابل صفین چلنے کے لئے تیار ہونے کو فرمایا۔ اپنے حق بجانب اور معاویہ کے غلط رویّہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ یوں کہ۔ فرمایا۔ مجھ میں مومنین کے امیر ہو۔ صلاحیت اور اوصاف موجود ہیں۔ مجھے اصحاب رسولؐ (انصار و مہاجرین) نے منتخب کیا۔ اس صورت میں حق پہنچتا ہے کہ معاویہ کو بزور شمشیر جماعت مسلمین میں شامل کروں جو میرے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں کہ مسلمانوں کو اپنا امیر منتخب کرنے کا اختیار حضورؐ نے دیا تھا۔

کنز العمال۔ جلد ۶۔ کتاب الامارۃ والخلافۃ (دار کمال) حدیث ۱۴۹۱۳ :۔

اعجزتم اذا بعثت رجلاً منکم فلم یمض لامری ان تجعلوا مکانہ من یمضی لامری۔

(ابوداؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فی الطاعۃ)

ترجمہ :۔ کیا تم سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جب میں ایک آدمی کو مقرر کروں اور وہ میرے حکم کو جاری نہ کرے تو تم اس کی جگہ ایسا آدمی مقرر کرو جو میرا حکم جاری کرے۔

لیکن کسی نبی کا خلیفہ مقرر کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے کہ خود نبی کو مبعوث کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ حافظ جی ! اگر آپ تعصب و عناد کی عینک اتار کر اپنی احادیث کا مطالعہ کریں تو آپ کو احادیث مل جائیں گی جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کا خلیفہ اللہ تعالیٰ مقرر فرماتا ہے۔

تیسیر الوصول (الی جامع الاصول) جلد ۲۔ کتاب الخلافۃ والامارۃ۔ فصل اعوان الائمۃ والامراء۔ صفحہ ۳۸ :۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہؐ ما بعث اللہ تعالیٰ من نبی ولا استخلف خلیفۃ الا کانت لہ بطانتان بطانۃ تامرہ بالمعروف وتحضہ علیہ وبطانۃ تامرہ بالشر وتحضہ علیہ (اخرجہ البخاری والنسائی)

ترجمہ :۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا اور کسی خلیفہ کو خلیفہ نہیں بنایا مگر یہ کہ اس کے دو مقرب رازدان ہوتے تھے۔ ایک رازدان اسے بھلائی کرنے کا مشورہ دیتا اور اس پر اکساتا اور دوسرا ایسا کہ شر و فساد (برے سلوک) کا مشورہ دیتا اور اس پر اکساتا ہے۔

دیکھئے حضورؐ نے خلیفہ بنانے کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دی ہے۔

۲۔ حافظ جی ! اگر شوریٰ سے خلافت نبویؐ قائم ہوتی ہے تو حضرت علیؓ کے بعد آنے والے خلفاء (بنی امیہ و بنی عباس) کو حضورؐ نے (آپ کی احادیث کی رو سے) ملوک کیوں فرمایا اور ان کی خلافت کی نفی کیوں فرمائی؟ ان میں سے بھی اکثر و بیشتر شوریٰ ہی سے خلیفہ ہوئے تھے۔ ان کی خلافت بھی صحیح ہونی چاہیے تھی۔ حالانکہ فرماتے ہیں کہ تیس سال بعد خلافت نہیں ہو گی بلکہ ملوکیت ہو گی۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۲۔ کتاب الخلافت والامارت۔ فصل اول۔ صفحہ ۳۲ :۔

عن سفینۃ رض قال رسول اللہ ص الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک۔ قال سعید بن جمہان ثم قال امسک خلافۃ ابی بکر وخلافۃ عمر وخلافۃ عثمان وخلافۃ علی رضی اللہ عنہم فوجدناها ثلاثین سنۃ۔ (اخرجہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ:۔ سفینہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ خلافت میری امت میں تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی اس کے بعد۔ سعید بن جمہان نے کہا کہ پھر اس (سفینہ رض) نے کہا کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کو لو۔ پس ہم نے معلوم کیا کہ یہ تیس سال ہوتے ہیں۔

یہی وہ مشکل ہے جس کا جواب علامہ عمر نسفی رح مصنف عقائد النسفیہ کے شارح سے بھی نہ بن پڑا۔

شرح العقائد النسفیہ۔ صفحہ ۱۰۵۔ مطبوعہ محمد سعید۔ کراچی:۔

والخلافۃ ثلاثون سنۃ بعدها ملک وامارۃ لقولہ علیہ السلام الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم یصیر بعدها ملکا عضوضا وقد استشهد علی رض علی راس ثلاثین سنۃ من وفات رسول اللہ ص فمعاویۃ ومن بعدہ لایکونون خلفاء بل ملوکا وامراء وهذا مشکل لان اهل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبدالعزیز مثلا۔

ترجمہ:۔ اور خلافت تیس سال تک تھی اس کے بعد بادشاہت اور امارت تھی۔ حضور ص کے اس فرمان کی بناء پر کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک ہوگی اور اس کے بعد کٹکھنی بادشاہت اور علی رض کی شہادت رسول اللہ ص کی وفات کے بعد تیس سال کے خاتمے پر واقع ہوئی پس معاویہ یا اس کے بعد والے خلیفہ نہیں ہیں بلکہ بادشاہ اور امیر تھے۔ اور یہ ایک مشکل صورت (مسئلہ) ہے کیونکہ اہل حل وعقد تمام خلفا بنی عباس کی خلافت اور بعض خلفاء بنی مروان کی خلافت پر متفق تھے جیسے عمر بن عبدالعزیز۔

سوال نمبر ۴۷ :۔ اگر بقول شیعہ یہ الزامی بات ہے تو آپ نے حصر کرکے یوں کیوں فرمایا:۔

انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذالک للہ رضیً

ترجمہ:۔ اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں کہ شوریٰ سے انتخاب کا حق صرف مہاجرین وانصار کو ہے۔ اگر کسی شخص پر اتفاق کرلیں اور اسے امام نامزد کریں تو یہی انتخاب اللہ کو پسند ہے۔ (نہج البلاغہ)

پس اگر ان کے اتفاق سے کوئی شخص کسی طعن یا بدعت کے ذریعے علیحدگی اختیار کرے تو یہ اسے واپس لائیں گے اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کریں گے کیونکہ اس نے مومنین کا راستہ چھوڑ کر غیر راستہ اختیار کیا۔

جواب:۔ حافظ جی کے ان الفاظ سے "اگر بقول شیعہ یہ الزامی بات ہے" یہ تاثر ملتا ہے کہ اس سوال میں مذکور نہج البلاغہ کی عبارت اسی عبارت کا حصہ ہے جو اس سے ماقبل سوال میں مذکور ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ سابقہ سوال کی عبارت اس خطبے سے لی گئی ہے جو کتاب کی جلد ۲ میں درج ہے۔ یہ موجودہ عبارت اس مکتوب کی عبارت ہے جس کا ذکر کتاب کی جلد ۳ میں کیا گیا ہے۔ بہرکیف اصل عبارت اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ عبارت کا ہر لفظ اس امر

پر دلالت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام کا یہ فرمان بصورت الزام و التزام ہے۔

نہج البلاغہ۔ جلد۳۔ صفحہ ۷ (مطبوعہ مؤسستہ الاعلمی۔ بیروت) :-

من کتابہ علیہ السلام الی معاویہ :- انّہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یردّ وانّما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماماً کان ذالک للہ رضیً۔ فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الیٰ ما خرج فان ابیٰ قاتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المومنین۔

ترجمہ :- اس خط میں سے جو آپ (علیہ السلام) نے معاویہ کی طرف لکھا تھا :- بیشک ان ہی لوگوں نے میری بھی بیعت کی جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی کی تھی اور اسی امر پر کی جس پر ان کی بیعت کی تھی۔ پس حاضر کے لئے کسی اور کا انتخاب اور غائب کے لئے اس کا رد کرنا نہ تھا اور شوریٰ بھی صرف مہاجرین و انصار کی ہے پس اگر وہ کسی پر اتفاق کرلیں اور اسے امام کا نام دے دیں تو یہی اللہ کی رضا ہوگی۔ اگر کوئی شخص اس کے فیصلے سے نکلے گا طعن (اعتراض) کرکے یا بدعۃ کرکے تو اسے اس امر میں لائیں گے جس سے نکلا تھا۔ اگر انکار کرے گا تو اس سے جنگ کریں گے مومنین کے راستے کا غیر راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے۔

خود مصنف علیہ الرحمہ نے یا کاتب نے اس مکتوب کے ابتدائی چند حروف ترک کردیئے ہیں۔ یہی مکتوب کتاب عقد الفرید جلد ۵ میں ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :-

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدۃ الثانیہ۔ خلافۃ علیؓ۔ صفحہ ۸۰ :-

کتب علیؓ ابن ابیطالب الیٰ معاویہ بعد وقعۃ الجمل :-

سلام علیک۔ اما بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایعوھم فلم یکن للشاھد ان یختار ...... الخ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ نے واقعہ جمل کے بعد معاویہ کی طرف لکھ بھیجا : سلام علیک۔ اما بعد مدینہ منورہ میں ہوتے ہوئے میری بیعت تمہارے شام میں ہوتے ہوئے بھی تجھ پر لازم ہوگئی ہے کیونکہ انہی لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی اور اسی امر پر بیعت کی جس پر ان کی بیعت کی۔ پس حاضر کے لئے کسی اور کا انتخاب الخ

اصل عبارت کو دیکھ کر کوئی ذی ہوش پڑھا لکھا انسان اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ ارشاد الزامی ہے۔ الزام کے معنی ہی یہ ہیں کہ مخاطب کے مسلمات کو بطور ثبوت پیش کرنا خواہ حقائق کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام کا اپنی خلافت (امارت) کے درست ہونے اور معاویہ پر آپ کی بیعت کے لازم ہونے کی دلیل ابوبکر، عمر اور عثمان کی خلافتوں کو پیش کرنا (جن کی صحت اور لزوم کا معاویہ قائل ہے اور یہ امر اس کے مسلمات میں سے ہے) اسے سوائے الزام کے اور کوئی نام ہی نہیں دیا جاسکتا۔

یہ تمام بحث میں نے اس لئے لکھ دی کہ حقیقت واضح ہوجائے ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت علی علیہ السلام

کا یہ ارشاد اگر الزامی نہ بھی سمجھا جائے تو بھی شورائی انتخاب کسی کو خلیفۂ رسول ثابت نہیں کرتا (جیسا کہ سابقہ بیانات میں گزرا) شوریٰ اور شوریٰ کے صحیح ہونے کی یہ تمام شرائط امارت اور انتخاب امیر کے متعلق ہیں۔ خلیفۂ رسول بحکم اللہ تعالیٰ اور نصِ رسول مقرر ہوتا ہے۔ >

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خلافت و امارت اور خلیفہ و امیر کا فرق واضح کر دوں تاکہ قارئین کسی مغالطہ یا شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ اس مقصد کے لئے سیاست اسلامی یا نظام مملکت اسلامی پر ایک سرسری نگاہ ڈالنا پڑے گی۔

۱۶۔ ۱۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے اقتدار اعلیٰ :-

آئینِ اسلام اور ارشادات قرآن کریم کی رُو سے اسلامی مملکت میں اقتدار اعلیٰ نہ کسی شخص کو حاصل ہے نہ جماعتِ اشراف نہ جمہور کو یعنی اسلام میں نہ شخصی حکومت ہے نہ اشرافی نہ جمہوری بلکہ اسلام میں اقتدار اعلیٰ صرف خلاقِ عالم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی اسلام میں حکومتِ الٰہیہ کے بغیر اور کسی حکومت کا تصور نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے :-

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (سورۃ الملک ۶۷-آیت ۱)

ترجمہ :- بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ راج ہے اور وہ سب چیز کر سکتا ہے۔ (موضح القرآن)

۲۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ (آل عمران ۲۶)

ترجمہ :- تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے۔ تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے۔ (موضح القرآن)

۳۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ۔ (بنی اسرائیل-۱۱۱)

ترجمہ :- کہہ، سراہیے اللہ کو جس نے نہیں رکھی اولاد اور نہیں کوئی اس کا ساجھی سلطنت میں۔ (موضح القرآن)

چونکہ اسلام کی رُو سے حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا مملکت میں صرف اسی کا حکم نافذ ہوگا۔

۱۔ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ (یوسف ۱۲-۶۷)

ترجمہ :- میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی چیز سے۔ حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے۔ (موضح القرآن)

۲۔ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ (اعراف ۷-۵۴)

ترجمہ :- اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے ہیں اس کے حکم سے سن لو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ (موضح القرآن)

چونکہ صرف اسی ذات پاک کے حکم کا نفاذ جائز و لازم ہے لہٰذا ایسے اشخاص کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی حکم نافذ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کافر ہیں، فاسق ہیں اور ظالم ہیں۔

۱۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ (المائدہ ۵-۴۴)

ترجمہ :- اور کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے ہوئے پر سو وہی لوگ ہیں کافر۔

۲۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (المائدہ ۵-۴۵)

ترجمہ :- اور کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے ہوئے پر۔ پس وہی لوگ ہیں ظالم۔

۳۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ (المائدہ ۵-۴۷)

ترجمہ:۔ اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر۔ پس وہی لوگ ہیں بدکار۔ (موضح القرآن)

۲:۔ خلفاء اللہ :۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بے مثل و بے شان ہے۔ بنی نوع انسان کے احساسات و ادراکات سے ماوراء اور بلند و بالا ہے۔ انسان کا براہ راست خلاقِ عالم سے احکام لینا ناممکن و محال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ مبعوث فرمائے جو اللہ سے احکام لے کر بندوں تک پہنچاتے ہیں اور ان میں نافذ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ؑ کی خلقت کے وقت ارشاد فرمایا تھا:۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ ۲-۳۰)

ترجمہ:۔ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب (موضح القرآن)

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۔ (ص ۳۸-۲۶)

ترجمہ:۔ اے داؤد! ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں پس تو حکومت کر لوگوں میں انصاف کے ساتھ۔ (موضح القرآن)

اللہ تعالیٰ کے یہ خلفاء تین مراتب و مناصب پر فائز و مبعوث ہوئے ہیں :۔

۱۔ رسول :۔ رسول اللہ تعالیٰ کا وہ خلیفہ ہے جو خلاق عالم کی طرف سے شریعت (آئین و احکام) لاتا ہے اور عامۃ الناس میں نافذ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پانچ رسل صاحب شریعت کا ذکر فرمایا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۔ (الشوریٰ ۴۲-۱۳)

ترجمہ:۔ تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم ہم نے نوح ؑ کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ابراہیم ؑ اور موسیٰ ؑ اور عیسیٰ ؑ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو (موضح القرآن)

چونکہ رسول اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ فرماتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول ؑ کی اطاعت کو بھی اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (النساء ۴-۸۰)

ترجمہ:۔ اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۲۔ نبی :۔ نبی اللہ تعالیٰ کا وہ خلیفہ ہے جو نئی شریعت (احکام و قوانین) نہیں لاتا بلکہ اپنے سے قبل رسول کی لائی ہوئی شریعت کو نافذ کرتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (مائدہ ۵-۴۴)

ترجمہ:۔ ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو حکم بردار تھے ہمارے یہود کو (موضح القرآن)

نیز اللہ تعالیٰ حسب مصلحت نبی کے ذریعے سابق رسول کی لائی شریعت میں ترمیم و تنسیخ بھی فرماتا ہے۔

۳۔ محدَّث :۔ (حرف دال کی تشدید اور زبر) جب اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہوتی ہے سلسلۂ انبیاء ؑ کو ختم کرتا ہے اور اپنے

احکام کے نفاذ کو کے لئے محدّث مبعوث فرماتا ہے۔

مسلم۔ جلد ۲۔ کتاب الفضائل۔ باب من فضائل عمرؓ۔

عن عائشۃ رضؓ عن النبیؐ قال انہ کان یکون فی الامم قبلکم محدّثون فان یکن فی امتی منھم احد فان عمرؓ بن خطاب منھم قال ابن وھب فی تفسیرہ محدّثون ملھمون۔

ترجمہ:۔ عائشہؓ نے رسولؐ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں محدّث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ان محدثین) میں ہوا تو عمرؓ بن الخطاب ان ہی سے ہے۔ ابن وہب نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ محدثون یعنی وہ جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔

سنی روایات سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی محدث ہوا تو حضرت عمرؓ ہوں گے لیکن شیعہ روایات بتاتی ہیں کہ حضورؐ کے بعد سلسلۂ نبوت تو منقطع ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کے نفاذ کے لئے محدّث مبعوث فرمائے اور وہ حضورؐ کے بارہ خلفاء (ائمہ اہلبیت علیہم السلام) ہیں۔

اصول کافی۔ جلد ۱۔ کتاب الحجۃ۔ باب ان الائمۃ علیہم السلام محدثون مفہمون :۔

عن محمد بن اسمٰعیل قال سمعت ابا الحسن علیہ السلام یقول الائمۃ علماء صادقون مفھمون محدثون۔

ترجمہ:۔ محمد بن اسمٰعیل سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن (علی ابن موسیٰ الرضا) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم ائمہ سچے عالم سمجھائے ہوئے محدّث ہیں (یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام شریعت محمدی کی صحیح تفسیر و تاویل سمجھائی) محدّث صرف احکامِ الٰہی کا نفاذ فرماتا ہے اس کے عہد میں اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے احکام میں ترمیم و تنسیخ نہیں فرماتا چونکہ محدّث بھی خلیفۃ اللہ ہوتا ہے اسی لئے حضورؐ نے محدثین (ائمہ اہلبیتؑ) کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بتایا ہے

مودۃ القربیٰ۔ المؤدۃ العاشرہ :۔

وعن علی المرتضیٰ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ؐ الائمۃ من ولدی فمن اطاعھم فقد اطاع اللہ ومن عصاھم عصی اللہ۔

ترجمہ:۔ علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ائمہؑ میری اولاد سے ہوں گے۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

۲۔ امیر یا ملک :۔ اسلامی مملکت میں مملکت کے ہر حصہ میں عامۃ الناس کے حقوق و فرائض کی نگرانی اور نظم و ضبط کے قیام کے لئے ایک امیر یا ملک مقرر ہوتا ہے۔ اس امیر یا ملک کو اگر رسول، نبی یا محدث موجود ہو تو وہ مقرر کرتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (البقرہ۔ ۲۴۶)

ترجمہ:۔ اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو موسیٰؑ کے بعد جب وہ اپنے پیغمبر سے بولے ہمارے لئے

کھڑا کر ایک بادشاہ کہ خدا کی راہ میں لڑیں۔

ان کے نبیؑ نے فرمایا (چند سطور بعد) :-

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا۔ (البقرہ - ۲۴۷)

ترجمہ:- اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا (احمد رضا خان)

اور اگر رسول یا نبی یا محدّث (خلفاء اللہ) میں کوئی موجود نہ ہو تو مسلمان باہمی مشورہ سے اپنا بادشاہ یا امیر مقرر کریں گے (جیسا کہ سابقاً گزرا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مومنین کے اوصاف میں سے ہے کہ ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ ۴۲ - ۳۸)

ترجمہ:- اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہے (احمد رضا خان)

نوٹ :- شیعہ عقیدہ اور سنی روایات کے مطابق ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک خلیفہ زمین میں موجود رہتا ہے۔ کبھی ظاہر اور کبھی غائب (مفصل بحث سوال نمبر ۶ کے جواب میں)

پس حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات یا مکتوبات میں جہاں بھی شوریٰ اور اس کے شرائط بیان فرمائے ہیں وہ انتخاب امیر یا ملک کے لئے ہیں نہ کہ انتخاب خلیفۃ الرسولؐ (جو بالواسطہ خلیفۃ اللہ ہوتا ہے) کے متعلق۔

سوال نمبر ۷۵ :- اگر بقول مفترین برمرتضیٰ یہ الزامی کلام ہے اور اپنے اعتقاد کے موافق اپنے ان جمہور لوگوں کے انتخاب سے خلیفہ نہیں بنے تو فرمائیے آپ کو ان سے استحکامِ خلافت میں مدد لینے کا کیا حق تھا۔ آپ نے ان کو ساتھ لے کر عظیم خونی معرکے اپنے سیاسی مخالفین سے کیوں سر کئے۔ شیعہ کی مزعومہ منصوصہ خلافت حسب سابق اب بھی باقی تھی پھر ستر ہزار مسلمانوں کے کشت و خون کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔ کیا خلافت کو غیر جمہوری ماننے پر شیعہ حضرت علی رضؓ سے یہ سنگین الزام دور کر سکتے ہیں۔ کس قدر مقام حیرت و استعجاب ہے کہ شیرِ خدا تو جمہوری انتخاب برحق اور جزو ایمان سمجھ کر ستر ہزار کشتگان کی ذمہ داری لیتے ہیں مگر آج آپ کا نادان دوست اس انتخاب کو ناجائز اور خلافِ عقیدہ و ایمان بتاتا ہے۔

جواب : قولہٗ :- اگر بقول مفترین ..... مدد لینے کا کیا حق تھا۔

اقول :- حضرت علی علیہ السلام کو اپنے جہاد میں اپنے اصحاب سے مدد لینے کا وہی حق تھا جو حضور نبی کریمؐ کو اپنے صحابہ کرام سے مدد لینے کا تھا۔ حضورؐ صحابہ کے شوریٰ سے ان کے سردار و حاکم مقرر نہیں ہوئے تھے لیکن جہادوں میں ان سے مدد لیتے تھے۔ صحابہ کرام بہر کیف حضورؐ کی نبوت اور ان کی اطاعت کا اقرار تو کر چکے تھے۔ حضورؐ تو ان یہود کو بھی اپنے لشکر میں شامل فرما لیتے تھے جو اپنی خدمات پیش کرتے تھے۔

تیسیر الوصول - جلد ۱ - کتاب الجہاد - الباب الثالث - الفصل الثالث - فی الغنائم - صفحہ ۲۴۷ :-

عن الزهری اسهم رسول اللّٰہؐ لقوم من الیهود قاتلوا معه۔ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ :- زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے مال غنیمت میں سے ان یہودیوں کو بھی حصہ دیا جو آپؐ کے ساتھ (دشمن سے) لڑے تھے۔

مخیریق یہودی کا قلعہ تو تواریخ میں مشہور ہے جو جنگِ احد میں مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔

وفاء الوفاء۔جلد۲۔الباب السادس۔الفصل الثانی فی صدقاتہؐ ۔صفحہ ۹۹۰ :۔

روی ابن زبالہ عن محمد بن کعب ان صدقات رسول اللہؐ کانت اموالاً لمخیریق الیہودی۔فلما کان یوم احد قال للیہود الا تنصرون محمداً؟ انکم لتعلمون ان نصرتہ حق قالوا الیوم السبت قال لا سبت لکم واخذ سیفہ فمضیٰ مع النبیؐ فقاتل حتیٰ اثبتتہ الجراح فلما حضرتہ الوفاۃ قال اموالی الی محمدؐ یضعھا حیث یشاء۔

ترجمہ :- ابن زبالہ نے محمد بن کعب سے روایت کی کہ رسول اللہؐ کے صدقات مخیریق یہودی کے مال تھے۔غزوۂ احد کے دن اس نے یہودیوں سے کہا کہ کیا تم محمدؐ کی مدد نہیں کرو گے ؟ تم یقیناً جانتے ہو کہ اس کی مدد کرنا حق ہے۔ انہوں نے کہا۔آج سبت ہے (جس دن یہودیوں کے لئے کوئی کام کرنا ممنوع ہے) اس نے کہا۔تمہارے لئے کوئی سبت نہیں اور اپنی تلوار لی اور نبی کریمؐ کے ساتھ روانہ ہو گیا اور جنگ کی۔یہاں تک کہ زخموں نے اسے عاجز کر دیا۔ جب فوت ہونے لگا تو کہا۔میرا مال محمدؐ کے اختیار میں ہے۔جہاں وہ چاہیں صرف کریں۔

حیران ہوں کہ یہ حافظ جی یہ کلیات کس منطق کی رُو سے قائم کرتے ہیں۔اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے کہ عوام سے صرف وہی حاکم مدد لے سکتا ہے جو عوام کے شوریٰ سے حاکم بنا ہو تو حضورؐ کا صحابہ سے مدد لینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مدد کرنا عیاذاً باللہ ناحق قرار پائے گا اور حضرت موسیٰؑ کی امت والوں کا نصرت سے انکار حق بجانب ۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (مائدۃ ع۴)

ترجمہ :- انہوں نے کہا اے موسیٰ ! ہم اس وقت تک ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ (دشمن) اس (شہر) میں موجود ہیں۔پس تم اور تمہارا رب جاؤ اور ان سے جنگ کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

اگر حافظ جی کی روح وہاں موجود ہوتی تو ضرور انہیں اس جواب کی داد دیتی کہ تم نے خوب کیا کوئی تم نے اسے نبی بنایا ہے کہ اس کی امداد کرو۔جس رب نے اسے نبی بنایا ہے وہی اس کے ساتھ جائے اور جنگ کرے !!!

قولہٗ :- خونی معرکے سیاسی مخالفین سے ..... کشت وخون کی کیا ضرورت تھی۔

اقول :- میں پھر اس کے جواب میں حضور نبی کریمؐ کے قول وفعل کو پیش کروں گا۔حضرت علی علیہ السلام کو اس کشت وخون کی وہی ضرورت درپیش تھی جو حضورؐ کو غزوات میں اپنے صحابہ کرام کی قربانیاں پیش کرنے کی ضرورت درپیش تھی۔تمام اہل اسلام کی مسلمہ خلاق عالم کی عطا کردہ نبوت و رسالت تو حسب تعلیق اب بھی باقی تھی۔حضرت حافظ جی ! نبی وامام اپنی نبوت وخلافت کے استحکام کی جنگیں نہیں لڑتے بلکہ تبلیغ دین اور نفاذِ احکامِ خداوندی کی خاطر جہاد کرتے ہیں۔حضور نبی کریمؐ نے صاف لفظوں میں حضرت علی علیہ السلام کی جنگوں کو اپنی جنگوں کا مثیل اور راہِ حق وتبلیغ کی خاطر فرمایا ہے۔پھر کوئی عقل وخرد سے عاری ہی یہ

تسلیم کرے گا کہ یہ جنگیں سیاسی مخالفین کے خلاف استحکامِ خلافت کے لئے تھیں۔

کنز العمال۔ جلد ۱۶/۶ کتاب الخلافۃ والامارۃ۔ حدیث ۳۲۹۸۷۔ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ۔ بیروت :۔

قولہ ؐ اِنّ منکم من یقاتل علیٰ تاویل القراٰن کما قاتلت علیٰ تنزیلہ۔ فاستشرف لھا القوم وفیھم ابوبکرؓ وعمرؓ قال ابوبکرؓ انا ھو قال لا قال عمر انا ھو قال لا ولکن ھو خاصف النعل یعنی علیاً قال ابو سعید الخدری فاتیناہ فبشرناہ فلم یرفع رأسہ کانہ قد سمعہ من رسول اللہ ؐ۔

(نیز۔ مستدرک۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۲۲۔ مسند احمد۔ جلد ۳۔ صفحہ ۳۳ و ۸۲۔ تاریخ الخلفاء۔ ذکر علیؓ الحدیث الواردہ فی فضلہ صفحہ ۱۱۷)

ترجمہ:۔ نبی کریم ؐ کا فرمان ہے کہ بیشک تم میں سے وہ شخص بھی ہے جو قرآن کریم کی تاویل (صحیح تفسیر) پر اسی طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے۔ پس ایک جماعت نے سر بلند کئے۔ ان میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا کیا وہ میں ہوں۔ حضور ؐ نے فرمایا نہیں۔ عمرؓ نے کہا۔ کیا وہ میں ہوں۔ حضور ؐ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ وہ جوتی گانٹھنے والا یعنی علیؓ ہے۔ ابو سعیدؓ نے کہا۔ ہم اس (علیؓ) کے پاس گئے اور اسے بشارت دی تو اس نے سر تک بلند نہ کیا۔ گویا وہ پہلے ہی رسول اللہ ؐ سے سن چکے تھے۔

حضور نبی کریم ؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی جنگوں کو ناکثین (عہد توڑنے والوں) قاسطین (راہِ حق سے ہٹ جانے والوں)، مارقین (دین سے نکل جانے والوں) کے خلاف جنگیں فرمایا۔ حافظ جی انہیں سیاسی مخالفین کے خلاف جنگیں کہتے ہیں (واللہ خیر الحاکمین)

کنز العمال۔ جلد ۵۔ الکتاب الثالث۔ کتاب الفتن۔ حدیث ۳۱۵۵۲ :۔

عن علیؓ اُمرت بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین۔

ترجمہ:۔ علیؓ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا۔ مجھے ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسد الغابہ۔ جلد ۴۔ ذکر علیؓ ابن ابی طالب۔ صفحہ ۳۳ :۔

عن ابی سعید الخدری قال امرنا رسول اللہ بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین۔ فقلنا یا رسول اللہ ؐ امرتنا بقتال ھولاء فمع من فقال مع علی ابن ابی طالب معہ یقتل عمار بن یاسر

ترجمہ:۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے ہمیں ناکثین، قاسطین، مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے کہا۔ یا رسول اللہ ؐ آپ نے ہمیں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کس کے ساتھ ہو کر ان سے جنگ کریں۔ حضور ؐ نے فرمایا۔ علیؓ کے ساتھ۔ عمار بن یاسرؓ ان کے ساتھ (ان کی طرف سے) جنگ کرتے ہوئے قتل ہو جائے گا۔

اگر یہ جنگیں خود اپنی خلافت کی حفاظت کے لئے سیاسی مخالفین سے ہوتیں تو حضور ؐ نبی کریم حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ دینے والوں میں شامل ہو کر اس جہاد کو تمام اہلِ اسلام (قیامت تک وجود میں آنے والے مسلمانوں پر) واجب و لازم نہ فرماتے۔

کنز العمال۔ جلد ۱۱/۶۔ کتاب الفتن۔ صفحہ ۱۵۵ :۔

قال رسول اللہؐ سیکون بعدی قوم یقاتلون علیاً علی اللہ حقاً جہادھم فمن لم یستطع بیدہ فبلسانہ فمن لم یستطع بلسانہ فبقلبہ ولیس وراء ذالک شیء۔

ترجمہ:- حضور رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میرے بعد ایک قوم علی رضؓ سے جنگ کرے گی۔ ان کے خلاف جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحق اجر و ثواب ہوگا۔ پس جو ہاتھ سے نہ کر سکے تو زبان سے کرے اور جو زبان سے بھی نہ کر سکے تو وہ دل سے کرے اس کے ماوراء اور کوئی چیز نہیں۔)

ظاہر ہے کہ لسان (زبان) سے جہاد یہ ہے کہ مخالفینِ علی علیہ السلام کے ظلم اور ان کی گمراہی کو بیان کر کے اہلِ اسلام کو ان کے اتباع سے بچائے اور دل سے جہاد یہ ہے کہ مخالفینِ علی علیہ السلام کے کردار و عادات سے بیزاری اور تبرا کرے۔ حضرت علی علیہ السلام کے زمانے سے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ہاتھ سے جہاد تو ممکن نہیں لیکن زبان و دل سے جہاد ممکن ہے لہٰذا حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق مخالفینِ علیؑ سے جہاد باللسان والقلب ان پر لازم و واجب ہے (حافظ جی! کیا آپ حضورؐ کے اس فرمان کی تعمیل کر رہے ہیں)

قولہٗ:- کس قدر مقامِ حیرت و استعجاب ہے.... خلافِ عقیدہ و ایمان بتاتا ہے (تا آخر)

اقول:- کس قدر مقام حیرت و استعجاب ہے کہ حضورؐ جس قتال کو جہاد فی سبیل اللہ، جہاد علیٰ تاویلِ قرآن۔ تمام مسلمانوں پر فرض جہاد فرماتے ہیں یہ متعصب ملّاں اسے دنیاوی مقاصد اور سیاسی مراتب کے حصول کی خاطر جان دینا (بلکہ جان گنوانا) بتلاتا ہے۔

۲۔ کس قدر مقام حیرت و استعجاب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تو اس شورائی خلافت کو ایک پرانے بے کار جوتے سے بھی کم قیمت بتلاتے ہیں اور یہ بے معرفت ملّاں کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اسی بے قدر و قیمت شے کے لئے ہزاروں کشتگان کا نذرانہ دیا۔

تذکرۃ الخواص۔ ذکرِ علی رضؓ۔ فصل فی زھدہ۔ صفحہ ۱۲۴:-

و ذکر احمد ایضاً فی الفضائل باسنادہ الی ابن عباس قال دخلت علیہ یوماً وھو یخصف نعلہ فقلت لہ ما قیمۃ ھذا النعل حتیٰ تخصفھا۔ فقال واللہ ھی احب الیّ من دنیاکم اوامرتکم ھذہٖ الّا ان اقیم حقاً او ادفع باطلاً۔

ترجمہ:- امام احمد (بن حنبل) نے اپنی کتاب فضائل میں اپنی اسناد سے حضرت (عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ان (علی علیہ السلام) کے پاس گیا درآنحالیکہ وہ اپنا جوتا گانٹھ رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ اب اس جوتے کی قیمت ہی کیا ہے کہ آپ اسے گانٹھ رہے ہیں۔ تو آپ نے کہا۔ خدا کی قسم مجھے یہ (پرانا جوتا) تمہاری اس دنیا یا تمہاری اس امارت سے زیادہ پیارا ہے۔ ہاں مگر میں اس کے ذریعے حق کو قائم کرتا ہوں اور باطل کو دور کرتا ہوں۔

۳۔ کس قدر مقام حیرت و استعجاب ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی جنگوں کو (جن کے تبلیغ قرآن کے لئے ہونے کی حضورؐ نے نفی فرمائی جن میں شامل ہونے کا کوئی حکم نہیں دیا نہ تاکید فرمائی) کو تو حافظ جی جہاد فی سبیل اللہ قرار

دیتے ہیں ان کے لڑنے والوں کو سیف اللہ کے خطاب سے نوازتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی جنگوں کو (جنہیں حضورؐ نے تاویلِ قرآن کی خاطر جہاد فرمایا جن میں شامل ہونے کو تمام مسلمانوں پر فرض ٹھہرایا) شورائی، سیاسی دنیاوی جنگیں کہتے ہیں۔ ان میں شہید ہونے والوں کو دنیا کی خاطر جان گنوانے والا سمجھتے ہیں۔

کیا حافظ جی حضورؐ کے ارشادات کی ان خلاف ورزیوں کا داغ اپنے دامن سے دھو سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۶۷ (الف):۔ فرمائیے اگر جنگ جمل مؤرخین کے اتفاق کے مطابق قاتلانِ عثمان رضؓ سبائیوں کی سازش کا نتیجہ نہ تھی بلکہ بقول شیعہ حضرت عائشہ رضؓ و علی رضؓ ماں بیٹے میں دیرینہ عداوت کا کرشمہ تھی تو حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے حق میں یہ بیان کیوں دیا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ خارجی (سابق شیعہ) میری امت کے بدترین لوگ ہیں۔ ان کو میری امت کے بہترین لوگ (اصحابِ علی رضؓ) قتل کریں گے۔ میرے اور آپ کے درمیان کوئی بات نہ تھی سوائے اس کے جو ایک عورت اور سسرال کے مابین ہو جاتی ہے (کشف الغمہ صفحہ ۲۱۴) نیز حضرت علی رضؓ نے کیوں ان کو عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ کہ لوگو! یہ تمہارے پیغمبرؐ کی اہلیہ محترمہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ولھا حرمتھا الاولیٰ۔ ان کو وہی پہلی عزت حاصل ہے۔ پھر جن دو شخصوں نے آپ کے حق میں گستاخی کی ان کو سو سو درّے لگائے۔ (تاریخ طبری۔ وغیرہ)

جواب:۔ قولہٗ :۔ جنگ جمل مورخین کے اتفاق ..... دیرینہ عداوت کا کرشمہ تھی۔

اقول:۔ اگر تعصب سے بالا ہو کر بنظرِ انصاف کتب تواریخ و اخبار کا مطالعہ کیا جائے تو ان امور میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ :۔

۱۔ جنگ جمل کسی سازش کا نتیجہ اور اچانک واقع ہو جانے والا حادثہ نہ تھا بلکہ اس جنگ کو بپا کرنے والوں کی ایک سوچی سمجھی سکیم تھی۔

۲۔ قاتلانِ عثمان کو سبائیوں کا خصم یا لقب نہیں دیا جا سکتا۔

۳۔ جناب عائشہ رضؓ کے دل میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے کدورت اور عداوت تھی۔

۴۔ حافظ جی نے جو روایت ثبوت میں پیش کی ہے وہی بعینہٖ اس عداوت کی گواہ ہے۔

اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو :۔

۱۔ <u>جنگ جمل ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت واقع ہوئی نہ کہ سبائیوں کی سازش تھی :</u>

(۱) تذکرۃ الخواص۔ ذکر خلافت علی۔ فصل فی نکث بیعتی طلحۃ رضؓ والزبیر رضؓ :۔

دخل علیہ طلحۃ والزبیر فقالا یا امیرالمومنین انّ عیالنا کثیر وارضنا شدید فقال اُلم اشرط انّی لا اعطی احدًا دون احد فقالوا قد لزمتنا نفقات فقال اسئونی باصحابکم فان رضوا ان اعطیکما دونھم فعلت فابیا علیہ وقالا أئذن لنا فی العمرۃ فقال واللہ ماتریدان العمرۃ وانما تریدان الغدرۃ والفتنۃ فقالا کلّا واللہ فقال اذنت لکما فاخرجا ما شئتما

ترجمہ :- طلحہ اور زبیر ان (علیؑ) کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیر المومنین! ہمارے عیال زیادہ ہیں اور ہماری زمینیں سخت (غیر زرخیز)۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے یہ شرط نہیں کی تھی کہ دوسروں کو دے دیئے بغیر کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم پر کچھ اخراجات آپڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرے اصحاب کو بھی لے آؤ اگر وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ انہیں دیئے بغیر تمہیں دوں تو پھر میں ایسا کروں گا۔ انہوں نے اس سے انکار کیا اور کہا۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم عمرہ ادا کرنے جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم عمرہ ادا نہیں کرنا چاہتے بلکہ عذر کرنا اور فتنہ بپا کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ بخدا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں اجازت دی کہ کرو جو چاہو۔

(ب) تاریخ الخلفاء۔ ذکر علیؓ۔ فصل بیعۃ۔ صفحہ ۱۱۸ :-

و یقال ان طلحۃ والزبیر بایعا کارھین غیر طائعین۔ ثم خرجا الی مکۃ وعائشۃ بھا فاخذاھا وخرجا بھا الی البصرۃ یطلبون بدم عثمان (و نیز صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ مہران)

ترجمہ :- کہا جاتا ہے کہ طلحہ اور زبیر نے مجبوراً بغیر خوشی و مرضی کے بیعت کی تھی۔ پھر وہ دونوں مکہ کی طرف چل دیئے جبکہ عائشہؓ وہیں تھیں اسے ساتھ لیا اور بصرہ کی طرف چل دیئے۔ وہ خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

کیوں جناب حافظ صاحب۔ یہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو کونسے سبائی نے فتنے پر آمادہ کیا تھا؟ جناب عائشہؓ کو میدانِ جنگ میں لے جانے والے سبائی تھے یا ...... ؟

(ج) حواب کے مقام پر حضور نبی کریمؐ کی ایک حدیث یاد آجانے پر جب جناب عائشہؓ نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تو سازش کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کر جناب عائشہؓ کو میدانِ جنگ کی طرف جانے پر آمادہ کرنے والے سبائی تھے یا اصحاب عشرہ مبشرہ کے دو فرد طلحہؓ و زبیرؓ؟

مروج الذہب۔ جلد ۲۔ ذکر موقعۃ الجمل۔ صفحہ ۳۵۴ (مطبوعہ دار الاندلس۔ بیروت)

وسار القوم نحو البصرۃ فی ستمائۃ راکب فانتھوا فی اللیل الی ماءٍ لبنی کلاب یعرف بالحواٴب علیہ ناس من بنی کلب فعوت کلابھم علی الرکب فقالت عائشۃ ما اسم ھٰذا الموضع فقال لھا السائق لجملھا "الحواٴب" فاسترجعت وذکرت ما قیل لھا فی ذالک فقالت ردّونی الی حرم رسول اللہؐ لا حاجۃ لی فی المسیر فقال الزبیرؓ باللہ ماھٰذا الحواٴب ولقد غلط فیما اخبرک بہ وکان طلحۃؓ فی ساقۃ الناس فلحقھا فاقسم انّ ذالک لیس ماء الحواٴب وشھد معھما خمسون رجلاً ممن کان معھم فکان ذالک اوّل شھادۃ زور فی الاسلام۔

(نیز ا۔ تذکرۃ الخواص۔ ذکر علیؓ۔ فصل فی مسیر عائشۃؓ الی البصرۃ۔ صفحہ ۷۲-۷۳

۲۔ البدایہ والنہایۃ۔ ذکر خلافت علیؓ (ابتداء وقعۃ الجمل۔ صفحہ ۲۵۰۔

ترجمہ :- یہ لوگ جو چھ سو سوار تھے بصرہ کی طرف چل پڑے۔ رات کے وقت ایک آبی ذخیرہ پر پہنچے جو بنی کلاب کی ملکیت تھا اور حواٴب کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں بنی کلب کے کچھ لوگ رہ رہے تھے۔ پس ان سواروں کے رستے پر ان کے کتے بھونکے تو عائشہؓ نے کہا۔ اس مقام کا کیا نام ہے؟ ان کا اونٹ چلانے والے نے کہا۔ حواٴب۔ پس عائشہؓ نے انا للہ پڑھا

اور اس بات کو یاد کیا جو اس بارے میں اس سے کہی گئی تھی اور کہا ۔ مجھے حرم رسول ؐ کی طرف واپس لے چلو ۔ مجھے آگے جانے کی ضرورت نہیں ۔ پس زبیرؓ نے کہا ۔ خدا کی قسم یہ حوأب نہیں ہے ۔ تجھ سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ غلط ہے ۔ اور طلحہؓ فوج کے پچھلے دستے میں تھا وہ بھی آ ملا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ حوأب کا آبی ذخیرہ نہیں اور ان کے ساتھ والوں میں سے پچاس آدمیوں نے ان دو کے ساتھ قسم کھائی ۔ یہ اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی تھی ۔

(د) اگر یہ جنگ جمل یک لخت واقع ہو گئی ہوتی اور فریقین کو سوچنے ، غور و خوض کرنے کا وقت نہ ملا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ کسی (سبائیوں) کی سازش کا نتیجہ تھی لیکن یہاں تو صورت اس کے برعکس ہے ۔ میدان جنگ میں پہنچنے کے بعد بھی حضرت علی علیہ السلام نے ہر چند کوشش کی کہ یہ لوگ جنگ کرنے سے باز آجائیں مگر بے سود ۔

پہلی کوشش :۔ حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ ، زبیر اور جناب عائشہ رضؓ کو خطوط روانہ کر کے سمجھایا ۔ جناب عائشہ رضؓ کے نام جو خط تھا اس کی عبارت یہ تھی :۔

تذکرۃ الخواص ۔ وصول علیؑ الی البصرہ ۔ صفحہ ۷۶ :۔

و انت یا عائشۃ فانت خرجت من بیتک عاصیۃ للّٰہ و لرسولہ تطلبین امرًا کان عنک موضوعاً ثم تزعمین انک تریدین الاصلاح بین المسلمین فخبرینی ما للنساء و قود الجیوش والبروز للرجال والوقوع بین اھل القبلۃ و سفک الدماء المحرّمۃ ثم طلبت علیٰ زعمک دم عثمان وما انت وذاک عثمان رجل من بنی امیۃ و انت من تیم ۔ ثم بالامس تقولین فی ملأ من اصحاب رسول اللّٰہؐ اقتلوا نعثلا قتلہ اللّٰہ فقد کفر ۔ ثم تطلبین الیوم بدمہ فاتقی اللّٰہ وارجعی الی بیتک و اسبلی سترک ۔ والسلام فما اجابوہ لبشیٍٔ ۔ (نیز روضۃ الاحباب ۔ جلد ۳ ۔ کلام در صورت تحریر مکتوب خلیفۃ المسلمین بام المومنین صفحہ ۳۷)

ترجمہ :۔ پس تو اے عائشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی نافرمانی کرتے ہوئے گھر سے نکلی ایک ایسے امر کا مطالبہ کر رہی ہے جس کا بوجھ (ذمہ داری) تجھ سے ہٹائی گئی ہے اور پھر تو گمان کرتی ہے کہ تو مسلمانوں کے درمیان اصلاح چاہتی ہے ۔ مجھے بتا تو ذرا کہ عورتوں کا فوجوں کی سپہ سالاری سے کیا واسطہ اور مردوں میں باہر آ جانے اور اہل قبلہ کو باہمی لڑا دینے اور محترم خون بہانے سے کیا تعلق ۔ تیرا گمان ہے کہ تو خونِ عثمان کا قصاص چاہتی ہے ؟ تجھے عثمان سے کیا واسطہ ؟ عثمان بنی امیہ کا فرد ہے اور تو بنی تیم سے ہے ۔ پھر کل تو تو اصحاب رسول اللہ ؐ کے مجمع میں یہ کہہ رہی تھی کہ اس نعثل (یہودی) کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے ۔ اور آج تو اس کے خون کے قصاص کی طلبگار ہے ۔ خدا سے ڈر ۔ واپس لوٹ جا اور اپنے سامنے پردہ ڈال دے ۔ والسلام ۔ لیکن انہوں نے ان خطوط کے کوئی جواب نہ دیئے ۔

مصنف تذکرہ تو لکھتا ہے کہ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا لیکن صاحب روضۃ الاحباب یوں رقمطراز ہے :۔

روضۃ الاحباب ۔ جلد ۳ ۔ صفحہ ۳۷ :۔

گویند کہ طلحہ و زبیر در جواب نامۂ امیر کتابے نہ نوشتند لیکن بسوئے آنجناب پیغام فرستادند اے ابوالحسن متوجہ شدہ ای با امری کہ بر نخواہی گشت وازما خوشنود و راضی نخواہی شد تا در اہل اطاعت و فرمان تو در آئیم و دراں

زمرۂ ما داخل نخواہیم شد فاقض ما انت قاض۔ والسلام۔ اما عائشہ رضؓ بسوئے علیؑ نوشتہ فرستاد کہ یا ابن ابیطالب

ند جل الامر من العتاب۔ والسلام۔

ترجمہ :۔ کہتے ہیں کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے جناب امیر (علیؑ) کے خط کے جواب میں کوئی خط نہ لکھا۔ لیکن زبانی پیغام بھیجا کہ اے ابوالحسنؑ تو ایک ایسے امر کی طرف متوجہ ہوا ہے کہ تو اس سے واپس نہ ہوگا اور اس وقت تک ہم سے خوش اور ہم پر راضی نہ ہوگا جب تک ہم تیری اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں میں شامل نہ ہو جائیں اور ہم اس زمرے میں شامل نہیں ہوں گے پس کر تو جو کچھ کرنا تو پسند کرے۔ لیکن عائشہ رضؓ نے یہ لکھ کر بھیجا کہ اے ابوطالب کے بیٹے اب معاملہ اظہار غضب و ناراضگی سے گزر چکا ہے۔؂

دوسری کوشش :۔ حضور نبی کریمؐ کے محبوب صحابی عمار بن یاسرؓ حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد کے تحت دونوں افواج کی صفوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور جناب عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کو سمجھایا کہ جنگ سے باز آ جائیں لیکن ناکامی ہوئی۔

مروج الذہب۔ جلد ۲۔ ذکر موقعۃ الجمل صفحہ ۳۶۲ :۔

ثم قام عمار بن یاسر (رضی اللہ عنھما) بین الصفین ..... فنادی الی ماذا تدعین قالت الی الطلب بدم عثمان فقال قاتل اللہ فی ھذا الیوم الباغی والطالب بغیر حق ثم قال ایھا الناس انکم لتعلمون اینا الممالی فی قتل عثمان ثم انشاء یقول ورشقوہ النبل بہ

فمنک البکاء و منک العویل ۔ و منک الریاح و منک المطر

و انت امرت بقتل الامام و قاتلہ عندنا من امر

و تواتر علیہ الرمی واتصل یحرک فرسہ و زال من موضعہ واتی علیًا فقال ماذا تنتظر یا امیرالمومنین لیس لک عند القوم الا الحرب۔

نیز البدایہ والنہایہ۔ جلد ۷۔ خلافۃ علی ابتداء وقعۃ الجمل۔ صفحہ ۲۵۰۔

تذکرۃ الخواص۔ فصل فی مصیر عائشۃ الی البصرۃ۔ صفحہ ۷۹۔

ترجمہ :۔ پھر عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور پکار کر کہا۔ (اے ام المومنین) آپ کس امر کی دعوت دیتی ہیں۔ تو اس نے کہا۔ خونِ عثمان کا قصاص طلب کرنے کی طرف۔ تو اس (عمارؓ) نے کہا۔ اللہ تم آج کے دن باغی غیر حق کے طلبگار کو قتل کرے۔ اور پھر کہا۔ اے لوگو! تم خوب جانتے ہو کہ ہم میں سے کون قتل عثمانؓ پر اکسانے (تاکید کرنے) والا تھا پھر یہ اشعار پڑھنے لگے : جبکہ اس پر تیر برس رہے تھے ؎

تیری طرف سے ہے رونا چلانا۔ تیری طرف سے ہیں یہ ہوائیں اور یہ بارش حالانکہ تو نے ہی تو امام (خلیفہ) کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہمارے نزدیک قاتل وہی ہے جو (قتل کا) حکم دے۔

اور برابر ان پر تیر برس رہے تھے اور یہ برابر ایک سے دوسری جگہ ہٹتے اور گھوڑے کو حرکت دے رہے تھے۔ پھر

اپنی جگہ کو چھوڑا اور حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیرالمومنین! اب آپ کس انتظار میں ہیں۔ ان لوگوں کے پاس تیرے لئے سوائے جنگ کے اور کچھ نہیں۔

تیسری کوشش :- جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہوئے تو علی علیہ السلام طلحہ اور زبیر سے صفوں کے درمیان ملے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ زبیر پر تو علی علیہ السلام کے ارشادات کا اثر ہوا اور وہ جنگ سے دستبردار ہو گئے لیکن افسوس کہ طلحہ اور عائشہؓ اور ان کے دیگر ہمنوا اپنی ضد پر اڑے رہے اور آخر جنگ ہو کر رہی۔

تذکرۃ الخواص۔ فصل وصول علیؑ الی البصرہ۔ صفحہ ۷۹ :-

فلا تراءی الجمعان خرج الزبیرؓ علی فرس علیہ سلاحہ وخرج طلحہؓ فخرج الیہما علیؓ ودنی منہما وعلیہ قبا طاق حتی اختلفت اعنہ خیلہم فقال لہما علیؓ لعمری لقد اعددتما خیلا وسلاحًا فہل اعددتما عند اللہ عذرًا فاتقیا اللہ ولا تکونا کالتی نقضت غزلہا بعد قوۃ انکاثا اَلم اکن اخاکما فی دینکما تحرمان دمی واحرم دمکما۔ فقال طلحۃ الّبت الناس علی عثمان فقال لعن اللہ من الّب الناس علی عثمان ومن این انت یا طلحۃ و دم عثمان ویا زبیر اَتذکر یوم مررت مع رسول اللہؐ فی بنی غنم فنظر الیّ فضحک وضحکت الیہ فقلت لا یدع ابن ابی طالب زہوہ فقال لک رسول اللہؐ انہ لیس بمزھوّ ولتقاتلنّہ وانت ظالم لہ۔ فقال الزبیر اللہم نعم۔ ولو ذکرت ھذا لما اخرجت من المدینۃ واللہ لا اقاتلک ابدًا۔

ترجمہ:- جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو زبیرؓ گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے ہوئے نکلا۔ اسی طرح طلحہؓ بھی نکلا۔ حضرت علیؓ ان دونوں کے قریب گئے درانحالیکہ ان پر صرف اکہری قبا تھی۔ یہاں تک کہ گھوڑوں کی باگیں ایک دوسرے سے آگے بڑھ گئیں۔ پس حضرت علیؓ نے ان دونوں سے کہا۔ مجھے میری عمر کی قسم تم نے گھوڑے اور ہتھیار تو مہیا کر لئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کو کوئی عذر بھی بنا لیا ہے۔ پس تم دونوں اللہ سے ڈرو اور اس (عورت) کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے کاتے ہوئے سوت کو مضبوط بنانے کے بعد توڑ ڈالتی ہے۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہ تھا۔ تم میرا خون بہانا حرام سمجھتے تھے اور میں تمہارا خون بہانا حرام سمجھتا تھا۔ پس طلحہؓ نے کہا تو نے لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایا۔ پس علیؓ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے لوگوں کو عثمانؓ کے خلاف بھڑکایا۔ اور پھر اے طلحہؓ! تجھے خونِ عثمانؓ سے کیا تعلق؟ اور اے زبیرؓ! کیا تجھے یاد ہے کہ تو نبی کریمؐ کے ساتھ قبیلہ بنی غنم میں سے گزرا حضورؐ نے میری طرف دیکھا اور ہنسے اور میں حضورؐ کی طرف دیکھ کر ہنسا۔ تو تو نے کہا۔ ابیطالب کا بیٹا اپنے غرور کو نہیں چھوڑتا تو رسول اللہؐ نے تجھے کہا۔ وہ (علیؓ) مغرور نہیں ہے تو ضرور (ایک دن) اس سے جنگ کرے گا اور تو ظالم ہوگا۔ زبیرؓ نے کہا۔ بخدا ہاں۔ اگر مجھے یہ بات یاد آجاتی تو مدینہ (منورہ) سے نہ نکلتا۔ خدا کی قسم اب میں تم سے ہرگز جنگ نہیں کروں گا (چنانچہ یہ کہہ کر زبیرؓ میدانِ جنگ چھوڑ کر چلا گیا)

کیوں حافظ جی! یہ کن سبائیوں کی سازش کا نتیجہ تھا کہ باوجود زبیرؓ کے اس اقرار کے کہ حضورؐ نے علیؑ سے جنگ

کرنے والے کو ظالم کہا ہے طلحہؓ اور جناب عائشہؓ جنگ سے باز نہ آئے؟

چوتھی کوشش :- تذکرۃ الخواص - فی حملۃ الزبیر - صفحہ ۷۸ :-

ثم قال علیؓ ایکم یعرض علیھم المصحف قبل قتالھم - فقال فتیٰ من القوم انا - فحمل المصحف و برز بین الصفین وقال اللہ - اللہ - بیننا و بینکم کتاب اللہ - فقطعوا یدہ فاخذہ بیدہ الاخریٰ - فقطعت - فاخذہ باسنانہ - فقتلوہ فنادیٰ علی علیہ السلام الاٰن طاب لکم القتال فحملوا -

ترجمہ :- پھر علیؓ نے کہا - تم میں سے کون ہے جو قرآن کریم کو ان کے جنگ کرنے سے قبل ان پر پیش کرے - لشکر کے ایک نوجوان نے کہا - میں (پیش کروں گا) - پس اس نے قرآن اٹھایا اور (دونوں لشکروں کی) صفوں کے درمیان نکل آیا اور کہا - اللہ سے ڈرو - اللہ سے ڈرو - ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن کریم - پس انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا - اس نے قرآن کریم دوسرے ہاتھ میں تھام لیا وہ بھی کاٹ ڈالا گیا تو اس نے قرآن کریم کو دانتوں میں تھاما اور انہوں نے اسے قتل کر دیا پس علیؓ پکارے - اب تمہارے لئے جنگ کرنا درست (جائز) ہو گیا - پس (علیؓ کے لشکر والوں نے) حملہ کر دیا -

حافظ جی - اب ان حالات میں (حضرت علیؓ کے بار بار سمجھانے کے باوجود جنگ پر آمادہ رہنے کو کون صاحب ہوش سبائیوں کی سازش کہے گا -

(۲) سبائیوں (بے دینوں) کی سازشوں کا شکار ہو جانا شانِ صحابیت کے منافی اور خلاف ہے - مندرجہ ذیل احادیث پر غور فرمائیے :

تیسیر الوصول - جلد ۱ - کتاب التفسیر - سورۃ الحجر - صفحہ ۱۴۳ :-

عن ابی سعیدؓ ان رسول اللہؐ قال اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذالک لاٰیات للمتوسمین - (اخرجہ الترمذی)

ترجمہ :- ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی : بیشک اس میں صاحب فراست لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں -

تیسیر الوصول - جلد ۳ - کتاب الفضائل - فصل فی فضل اعمال و اقوال - صفحہ ۲۹۳ :-

عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہؐ قال اللہ تعالیٰ من عادیٰ لی ولیاً فقد اٰذنتہ بحرب و تقرب الی عبدی بشیء احب الی من اداء ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا - و رجلہ التی یمشی بھا ..... (اخرجہ بخاری)

ترجمہ :- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کیا - میرے نزدیک سب سے محبوب چیز جس کے ذریعے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہ ہے کہ اس امر کو ادا کرے جو میں نے اس پر فرض کیا اور نوافل کے ذریعے میرا بندہ برابر میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے

یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ جب میں نے اس سے محبت کی تو میں اس کی وہ سماعت ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا اس کی وہ بصارت ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا وہ ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے۔ وہ پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (مطلب یہ کہ اس کے یہ سب کام میری ہدایت اور میری مشیت کے مطابق ہوتے ہیں)

اگر مان لیا جائے کہ جنگ جمل سبائیوں کی سازش کا نتیجہ تھی تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جنگ جمل بپا کرنے والے صحابہ میں کوئی بھی ایمان کے اس مرتبہ پر فائز نہ تھا جس مرتبہ پر فائز مومن نورِ خدا کی روشنی میں دیکھتا ہے۔ جس سے سنتا، دیکھنا کرنا اور چلنا اللہ تعالیٰ کی ہدایت و مشیت کے مطابق ہوتا۔ حافظ جی غور فرمائیں کہ یہ عذر بار بار پیش کر کے وہ کس طرح ان صحابہ کی شان کی تنقیص کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

۲۔ قاتلانِ عثمان کو سبائیوں کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ میں بعض ان شخصیات کا ذکر کئے دیتا ہوں جنہیں قاتلان عثمان میں شامل کیا گیا ہے۔ پھر حافظ جی کی مرضی کہ انہیں سبائی کہیں یا صحابی۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدة الثانیہ۔ (المجتبیٰ) صفحہ ۴۶ :۔

قال رجل من بنی لیث لقیت الزبیر قادماً فقلت یا ابا عبد اللہ ما بالک قال مطلوب و مغلوب یغلبنی ابنی و یطلبنی ذنبی۔ فقدمت المدینة فلقیت سعدؓ بن وقاص فقلت ابا اسحاق من قتل عثمان قال قتله سیف سلته عائشةؓ و شحذه طلحة و سمه علیؓ قلت فما حال الزبیر قال اشار بیده و صمت بلسانه

ترجمہ :۔ قبیلہ بنی لیث کے آدمی نے کہا۔ میں زبیر سے ملا جب وہ آ رہا تھا۔ میں نے اسے کہا۔ اے ابو عبداللہ تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ تلاش کیا جا رہا ہوں اور مغلوب ہوں۔ میرے بیٹے نے مجھ پر غلبہ پا لیا ہے اور میرا گناہ مجھے تلاش کرتا ہے پس میں مدینہ (منورہ) آیا تو سعدؓ بن وقاص کو ملا۔ میں نے کہا۔ اے ابو اسحاق! عثمان کو کس نے قتل کیا۔ اس نے کہا۔ اے اس تلوار نے قتل کیا جسے عائشہؓ نے کھینچا۔ طلحہؓ نے تیز کیا اور علیؓ نے اسے زہر آب کیا (زہر پلایا) تھا۔ میں نے کہا پس زبیرؓ کا کیا حال ہے؟ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور زبان سے چپ رہا۔

اب ان میں سے ہر ایک کے متعلق شواہد ملاحظہ ہوں :۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) دخلت سنة ست و ثلاثین۔ ذکر ابتداء وقعة الجمل۔ صفحہ ۲۰۶ :۔

کان سبب اجتماعهم بمکة ان عائشةؓ کانت خرجت الیها و عثمان محصور ثم خرجت من مکة تریدا المدینة فلما کانت بسرف لقیها رجل من اخوالها من بنی لیث یقال له عبید بن ابی سلمه وهو ابن ام کلاب فقالت له "مهیم" قال قتل عثمان و بقوا ثمانیا قالت ثم صنعوا ماذا؟ قال اجتمعوا علی بیعة علیؓ فقالت لیت هذه انطبقت علی هذه ان تم الامر لصاحبک۔ ردونی۔ ردونی۔ فانصرفت الی مکة وهی تقول قتل واللہ عثمان مظلوماً۔ واللہ لا طلبن بدمه فقال لها ولم واللہ ان اول من امال حرفه لانت و لقد تقولین اقتلوا نعثلاً فقد کفر قالت انهم استتابوا ثم قتلوه۔ قد قلت وقالوا۔ وقولی الاخیر خیر من قولی الاول (نیز روضة الاحباب۔ جلد ۲۔ کلام در رسیدن خبر قتل امیر المومنین عثمانؓ بعائشہؓ۔ صفحہ ۱۰)

(تذکرۃ الخواص۔ ذکر مسیر علیؑ البصرۃ۔ صفحہ ۷۰)

ترجمہ :۔ مکہ میں ان کے جمع ہونے کا سبب یہ تھا کہ جناب عائشہؓ مکہ گئی تھیں جبکہ عثمانؓ (مخالفین میں) گھرا ہوا تھا۔ پھر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں تو جب سرف کے مقام پر تھیں تو اسے اس نے ماموؤں میں سے ایک شخص بنی لیث میں سے ملا جس کا نام عبید بن ابی سلمہ تھا اور کلاب کا ہمزاد تھا۔ پس اس (عائشہؓ) نے اس سے کہا کہ کیا کچھ ہوا؟ اس نے کہا عثمانؓ قتل ہو گئے اور وہ لوگ آٹھ دن تک رہے۔ اس نے کہا۔ پھر انہوں نے کیا کیا؟ اس نے کہا۔ پھر انہوں نے علیؓ کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔ تو اس (عائشہؓ) نے کہا۔ کاش یہ (آسمان) اس (زمین) پر گر جائے اور یہ امر (خلافت) تیرے صاحب (جس کا تو نے ذکر کیا) کو حاصل ہو گیا۔ مجھے واپس لے جاؤ۔ مجھے واپس لے جاؤ۔ اور پھر واپس مکہ کی طرف آ گئیں اور کہتی جاتی تھیں۔ خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم قتل ہوا۔ خدا کی قسم میں اس کے خون (کے قصاص) کا مطالبہ کروں گی۔ تو اس شخص نے اسے کہا۔ یہ کیوں؟ تو ہی وہ پہلی شخصیت تھی جو اس کے خلاف اکساتی تھی اور تو ہی تو کہتی تھی کہ نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ لوگوں نے اس سے توبہ کرائی اور پھر قتل کر دیا۔ میں نے کہا تھا اور لوگوں نے بھی یہی کہا تھا اور میری یہ دوسری بات پہلی بات سے اچھی ہے۔

عقد الفرید۔ جلد ۲۔ صفحہ ۷۸ :۔

دخل المغیرۃ علی عائشۃ رضؓ فقالت یا اباعبد اللہ لو رأیتنی یوم الجمل قد انفذت النصل هودجی و وصل بعضها جلدی قال المغیرۃ و وددت واللہ ان بعضها قتلها قالت یرحمک اللہ ولم یقول هذا ۔ قال لعلها تکون کفارۃ فی سعیک علی عثمان رضؓ

ترجمہ :۔ مغیرہؓ جناب عائشہؓ کے ہاں گئے تو اس (عائشہؓ) نے کہا۔ اے ابو عبداللہ کاش تم مجھے جمل کے دن دیکھتے کہ تیر میرے ہودج (کجاوہ) سے گزر آئے اور ان میں سے بعض تو میری جلد تک پہنچ گئے تو اس (مغیرہ) نے اسے کہا۔ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ کاش ان (تیروں) میں سے کوئی ایک تجھے مار ڈالتا۔ اس (عائشہؓ) نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے تو یہ کیوں کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا۔ اس لئے کہ یہ امر (اس طرح تمہارا مارا جانا) عثمان کے خلاف دوڑ دھوپ کرنے کا کفارہ ہو جاتا۔

طلحہ رضؓ :۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) ذکر خلافت عثمان رضؓ۔ صفحہ ۸۱، ۱۷۴ :۔

کان طلحۃ اشد الناس علی عثمان حتی کان عثمان یدعوا اللهم اکفنی طلحۃ فانه حمل علی هؤلاء والبهم علی۔

ترجمہ :۔ طلحہؓ حضرت عثمانؓ کی مخالفت میں تمام لوگوں سے زیادہ سخت تھے حتیٰ کہ عثمانؓ دعا مانگتے تھے۔ یا اللہ تو ہی مجھے طلحہؓ سے بچا۔ یہی ان لوگوں کو میرے خلاف لے آیا ہے اور اسی نے انہیں میرے خلاف بھڑکایا ہے۔

وفاء الوفاء (سمہودی) الباب السادس۔ الفصل الاول۔ فی الآبار المبارکات۔ صفحہ ۹۶۸ :۔

عن اسامه اللیثی قال لمّا حصر عثمان رضؓ ارسل الی عمار بن یاسرؓ یطلب ید خل علیه روایا ماءً۔ فطلب له ذالک عمار من طلحة فابی علیه فقال عمارؓ سبحان الله اشتریٰ عثمانؓ هذا البئر یعنی رومة بکذا و کذا الفاً فتصدق به علی الناس و هٰؤلاء یمنعون ان یشربها۔

ترجمہ:۔ اسامہ لیثی سے روایت ہے کہ جب عثمانؓ کو (ان کے گھر میں) محصور کر دیا گیا تو اس نے عمار بن یاسرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ پانی کے مشکیزے اسے بھیجے۔ پس عمارؓ نے طلحہؓ سے یہ امر طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا تو عمارؓ نے کہا۔ سبحان اللہ! حضرت عثمانؓ نے یہ رومہ کا کنواں اتنے اتنے ہزار میں خریدا اور لوگوں کے لئے وقف کر دیا اور یہ لوگ اسے اسی سے پانی پینے سے روکتے ہیں۔

علیؑ:۔ سنی کتب تواریخ و اخبار میں ایسی روایات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے بلوائیوں کو عثمانؓ کے خلاف بھڑکایا اور اس کے قتل پر اکسایا لیکن حضرت علیؑ نے ہمیشہ اس کی تردید کی۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدة الثانیہ۔ خلافت علیؑ ابن ابیطالب۔ صفحہ ۸۴ :۔

(حضرت علیؑ نے امیر معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا) و ذکرت بغیّ علی عثمان وقطعی رحمه فقد عمل عثمان بما قد علمت وعمل به الناس ما قد بلغت وقد علمت انی کنت من امره فی عزلة۔ الّا ان تجنّنی فتجنّ ما شئت۔

ترجمہ:۔ اور جو تو نے عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے اور اس سے قطع رحمی کرنے کا ذکر کیا ہے تو جو کچھ عثمانؓ نے کیا اس کا بھی تجھے علم ہے اور جو کچھ لوگوں نے اس سے سلوک کیا وہ بھی تجھ تک پہنچ چکا ہے اور تو جان چکا ہے کہ میں اس کے معاملے میں غیر جانبدار تھا مگر یہ کہ تو مجھ پر زیادتی کرے تب تو زیادتی کر جس طرح چاہے۔

معاویہ کے خط اور علیؑ کے جواب کا مفصل ذکر سوال نمبر ۱۷ میں ہو چکا۔

نیز کتب اہلسنت میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں علیؑ کے قاتلانِ عثمانؓ سے بیزار ہونے کا ذکر ہے۔

صواعق محرقہ (مکتبة القاہرہ) الباب الثانی فیما جاء من اکابر اہل البیت من مزید الثناء علی الشیخین۔ صفحہ ۵۰ :۔

واخرج ایضاً عن مروان انهٗ قال ما کان احدا دفع عن عثمانؓ من علیؓ فقیل له مالکم تسبّونه علی المنابر قال لانه لا یستقیم لنا الامر الّا بذالک۔

ترجمہ: (یہ بھی مروان سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا کہ علیؓ سے زیادہ عثمانؓ کا دفاع کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ تو اس سے کہا گیا کہ پھر تم اسے منبروں پر سب کیوں کرتے ہو؟ تو اس نے کہا۔ یہ اس لئے کہ اس کے بغیر ہماری حکومت کا معاملہ درست نہیں ہوتا۔)

(ب) سنی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصار میں سے ایک تعداد کثیر عثمانؓ پر بلوہ کرنے اور محصور کرنے والوں میں شامل تھی۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدة الثانیہ۔ ذکر عثمانؓ۔ صفحہ ۴۰ :۔

وقدموا المدينة فجمعوا علیاً و طلحة و الزبیر و سعد و من کان من اصحاب رسول اللہ ثم فکوا الکتاب بمحضر منهم واخبروهم قصة الغلام واقرأوهم الکتاب فلم یبق فی المدینة الاحنق علی عثمان۔

ترجمہ:۔ (وہ مصری وفد والے) مدینہ منورہ آئے۔ حضرت علی، طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر اصحاب رسول اللہ جو موجود تھے ان کو جمع کیا اور ان کے سامنے خط کھولا اور غلام کا قصہ بیان کیا (یعنی یہ کہ کس طرح ہم نے یہ خط عثمان کے غلام سے حاصل کیا) ان سے وہ خط پڑھوایا۔ پس مدینہ منورہ میں کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو عثمان پر سخت غضبناک نہ ہو۔

کامل (ابن کثیر) جلد ۳۔ ذکر مقتل عثمان صفحہ ۱۶۹:۔

وقیل کتب جمع من اهل المدینة من الصحابة وغیرهم الی من بالآفاق منهم ان اردتم الجهاد فهلموا الیه۔ فان دین محمد افسده خلیفتکم۔

ترجمہ:۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے اصحاب اور دیگر اشخاص کی ایک جماعت نے اطراف میں رہنے والوں کو لکھ بھیجا کہ اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو اس کی طرف آؤ۔ بلاشک تمہارے خلیفہ نے حضرت محمد کے دین کو بگاڑ دیا ہے۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدة الثانیہ۔ خلافۃ عثمان۔ صفحہ ۵۰، ۲۲۰:۔

ان نائلة بنت الفرافصة امرأة عثمان کتب الی معاویه من نائلة بنت الفرافصة الی معاویة انی اقص علیکم خبره انی شاهدة امره کله ان اهل المدینة حصروه فی داره واهل مصر ویحرسونه لیلهم ونهارهم قیاماً علی ابوابه بالسلاح یمنعونه کل شیء قدروا علیه حتی منعوه الماء وقد اسندوا امره الی محمد بن ابی بکر و طلحة والزبیر فامروهم بقتله۔

ترجمہ:۔ عثمان کی بیوی نائلہ بنت فرافصہ نے معاویہ کی طرف خط لکھا۔ "نائلہ کی جانب سے معاویہ کی طرف۔ میں اس کے حال کو تم سے بیان کرتی ہوں۔ میں نے تمام معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مدینہ والوں اور مصر والوں نے اسے اس کے گھر میں محصور کر دیا۔ رات دن ہتھیار لئے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر چوکیداری کرتے۔ ہر چیز جسے وہ اس سے روک سکتے تھے روک دی۔ حتیٰ کہ پانی تک روک دیا۔ انہوں نے اس (عثمان) کا معاملہ محمد بن ابی بکر، طلحہ، اور زبیر کے حوالے کیا اور انہوں نے ان (مصریوں) کو اس کے قتل کا حکم دیا۔

دیکھا حافظ جی! قاتلان عثمان میں ازواج نبی میں سے ایک زوجہ محترمہ، دو عشرہ مبشرہ میں شامل صحابیوں اور مہاجرین اور انصار کی ایک بڑی جماعت کے نام بھی شامل ہیں۔ کیا آپ انہیں سبائی کہیں گے؟

اس میں شک نہیں کہ جنگ جمل قاتلانِ عثمان کی سازش کا نتیجہ تھی مگر وہ سازش کرنے والے سبائی نہ تھے بلکہ مذکورہ بالا صحابی تھے اور سازش یہ تھی:۔

یہ قاتلانِ عثمان میں شامل جانتے تھے کہ خون عثمان کے قصاص کے مطالبہ کا حق دو قسم کے اشخاص رکھتے ہیں:۔

۱۔ عثمان کے ورثاء۔ ۲۔ خلیفۂ وقت۔

عثمان رض کے ورثاء تو عوام کو اس قدر نالاں اور ناراض کر چکے تھے کہ وہ قصاص کے مطالبہ کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ مسندِ خلافت پر علیؑ سا حق پرست جلوہ افروز ہوا ہے۔ وہ ضرور قصاص طلب کریں گے لہٰذا علیؑ علیہ السلام (طالبِ قصاص) کو قاتلان کا سرپرست اور اپنے آپ کو (جو قاتلین میں شامل ہیں) طالبِ قصاص کے لباس میں ظاہر کرو تاکہ علیؑ کے لئے طلب قصاص ناممکن ہو جائے۔

۳- جناب عائشہ رض کے دل میں حضرت علیؑ سے کدورت اور عداوت تھی :-

تذکرۃ الخواص۔ فی حدیث الخوارج۔ صفحہ ۱۱۲ :-

فقالت عائشۃ رض لقتادہ رض انت رأیت ھذا قال نعم۔ قالت ما یمنعنی ما کان بینی وبین علی رض ابن ابیطالب ان اقول الحق صدق علی رض انا سمعت رسول اللہ ص یقول امتی فرقتین یمرق بینھما فرقۃ محلقۃ رؤسھم محفوفۃ شواربھم ازرھم الی انصاف سوقھم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یقتلھم احب الخلق الی اللہ ورسولہ۔ قال ابو قتادۃ قلت فقد علمت ھذا فلم کان منک الیہ ما کان فقالت کان امر اللہ قدرًا مقدورا۔ وقد ذکرہ ابو الفرج الاصبھانی فی کتاب مرج البحرین وقال فیہ بعد قولھا وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا وللقدر سبب وھو ان الناس خاضوا فی حدیث الافک وکان عامۃ المھاجرین یقولون الرسول اللہ ص امسک زوجک حتی یاتی امر ربک وکان علی یقول النساء کثیر وما ضاق اللہ علیک وفی نساء قریش من ھی اجل نسبًا منھا وابیھا وما امہ۔ فانہ کان کلما رأی قلق رسول اللہ ص وحزنہ وما یحصل لہ من کلام المنافقین یقول لہ ذالک فوجدت علیہ وکان لی من رسول اللہ ص حظ فحفت علیہ فکان منی ما کان وانا الان فاستغفر اللہ مما فعلتہ۔

ترجمہ :- عائشہ رض نے کہا اے قتادہ رض کیا تو نے اس (شخص) کو دیکھا تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ تو عائشہ رض نے کہا۔ جو کچھ میرے اور علی ابن ابیطالب کے درمیان واقع ہوا وہ مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکتا۔ علی رض نے سچ کہا۔ میں نے رسول اللہ ص کو کہتے ہوئے سنا کہ میری امت دو فرقے ہوگی۔ ان دو کے درمیان ایک فرقہ الگ ہو جائے گا۔ ان کے سر منڈے ہوئے، مونچھیں بالکل کٹی ہوئیں، ان کے تہہ بند نصف پنڈلیوں تک، قرآن پڑھیں گے جو ان کی ہنسلی کی ہڈیوں سے نیچے نہیں جائے گا (ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں کرے گا) ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کے نزدیک محبوب ترین مخلوق قتل کرے گی۔ ابو قتادہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ جب آپ یہ جانتی تھیں تو آپ کی طرف سے وہ کچھ (سلوک) ان سے کیوں ہوا؟ تو انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا امر جو تقدیر نے لکھ دیا تھا۔ ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب مرج البحرین میں ان الفاظ (کان امر اللہ قدرًا مقدورًا) کے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں اور اس تقدیر کا ایک اور سبب بھی تھا۔ وہ یہ کہ جب لوگوں میں افک کے واقعہ کا چرچا ہونے لگا تو عام مہاجرین تو رسول اللہ ص سے کہتے تھے کہ آپ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل ہو اور علی رض کہتے تھے۔ عورتیں بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ قریش میں ایسی عورتیں موجود ہیں جو بلحاظ نسب اس سے اور اس کے باپ سے برتر ہیں۔ اور ایسے

ہی اشارے کرتے اور جب بھی رسول اللہ ؐ کے اضطراب اور منافقین کی باتوں سے پہنچنے والے رنج کو دیکھتے تو یہی الفاظ کہتے۔ پس میں اس پر غضبناک ہوگئی۔ مجھے رسول اللہ ؐ کے نزدیک ایک مقام حاصل تھا۔ میں اس کے مستق خوفزدہ تھی (کہ وہ مقام نہ چھن جائے) پس ہوا مجھ سے جو کچھ ہوا اور اب اپنے کئے کے لئے اللہ سے مغفرت چاہتی ہوں۔

روضۃ الاحباب۔ جلد ۳۔ کلام در رسیدن خبر قتل عثمان رض بعائشہ رض۔ صفحہ ۱۰ :-

نقل است کہ عائشہ صدیقہ بعد از فراغ از ادائے حج از مکہ بمدینہ می آمد کہ در اثناء راہ خبر کشتہ شدن عثمان رض وجلوس علی رض ابن ابی طالب بر مسند خلافت با او رسید در زمان از راہ برگشتہ بمکہ معاودت نمود۔ ابن عباس رض در راہ او پیش آمد وحال آنکہ او نیز از گزاردن حج فارغ شدہ بود و بمدینہ می رفت وگفت یا ام المومنین چہ حال داری؟ وچرا از راہ مدینہ برگشتی وبطرف مکہ میروی۔ گفت۔ خبر قتل عثمان رض وخلافت علی رض بمن رسید۔ دیگر مدینہ جائے توطن من نمی تواند بود و دل عائشہ رض از جانب علی رض غبارے داشت بجائے آنکہ در قضیۂ افک با پیغمبرؐ گفتہ بود کہ النساء سواھا کثیرۃ۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ:- روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ حج اکبر ادا کرنے سے فارغ ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ آرہی تھیں کہ راستے میں عثمان رض کے قتل ہوجانے اور علی ؑ کے مسند خلافت پر بیٹھنے کی انہیں اطلاع ملی۔ فوراً مدینہ کی راہ سے واپس مکہ کو لوٹیں۔ ابن عباس رض انہیں راستے میں ملے جبکہ وہ بھی حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ جارہے تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ ام المومنین! کیا حال ہے، مدینہ کے راستے سے کیوں لوٹ پڑیں؟ اور مکہ کی طرف جارہی ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ مجھے عثمان رض کے قتل ہوجانے اور علی ؑ کے خلیفہ ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ اب مدینہ میری جائے رہائش نہیں ہوسکتا۔ عائشہ رض علی ؑ کی طرف سے دل میں کدورت رکھتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ افک کے معاملہ میں علی ؑ نے پیغمبرؐ سے کہا تھا کہ اس کے علاوہ عورتیں بہت ہیں۔

۴- حافظ جی نے جو روایت پیش کی ہے وہ بعینہ اس عداوت کی گواہ ہے۔ اصل روایت ملاحظہ فرمائیے :-

کشف الغمہ۔ جلد ۱۔ فی بیان انہ علیہ السلام افضل الاصحاب۔ صفحہ ۲۱۴ (من مناقب خوارزمی) :-

قال یزید بن زیاد فحدثنی من سمع عائشۃ رض وذکر عندھا اھل النھر فقالت ما کنت احب ان یولیہ اللہ ایاہ۔ قالوا ولم ذالک؟ قالت لانی سمعت من رسول اللہ ص یقول انھم شرار امتی یقتلھم خیار امتی۔ وما کان بینہ وبینی الا ما یکون بین المرءۃ واحمائھا۔

ترجمہ:- یزید بن زیاد نے کہا کہ مجھ سے روایت کی اس شخص نے جس نے خود عائشہ رض سے سنا جبکہ اس کے سامنے اہل نہر (خوارج) کا ذکر ہوا تو اس نے کہا میں نہیں چاہتی تھی کہ اللہ یہ کام ان کے ہاتھ سے انجام دلائے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ کیوں۔؟ تو آپ نے جواب دیا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ص کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔ اور میرے اور اس (علی ؑ) کے درمیان کوئی اور بات (ناراضگی) نہ تھی سوائے اس کے جو ایک عورت اور اس کے سسرال کے درمیان ہوتی ہے۔)

کیوں حافظ جی؟ یہ جناب عائشہ رض کا پسند نہ کرنا کہ علی علیہ السلام کے ہاتھ سے کوئی اچھا اور عظیم کارنامہ سرانجام ہو

محبت کی علامت ہے یا مخالفت و عداوت کی ؟

۲۔ عورت اور سسرال والوں کے تعلقات دوستانہ ہوتے ہیں یا مخالفانہ۔ سو یہ روایت کسی طرح بھی اس امر کی دلالت نہیں کرتی کہ حضرت علیؑ اور عائشہ رض کے باہمی تعلقات جنگِ جمل سے قبل خوشگوار تھے اور جنگِ جمل سبائیوں کی سازش سے واقع ہوگئی۔ اب رہا یہ سوال کہ باوجود مخالفت کے جناب عائشہ رض نے حضرت علیؑ کی یہ فضیلت کیوں بیان کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب عائشہ رض حافظ جی کے گمان کے مطابق عیاذاً باللہ ایسی بدباطن اور بدنیت نہ تھیں کہ ذاتی ناراضگی کی بناء پر حق پر پردہ ڈال دیتیں۔ اس سے قبل نمبر ۳ کے ضمن میں تذکرۃ الخواص کی جو روایت میں نے نقل کی ہے اس میں جناب عائشہ رض کے ان الفاظ پر غور فرمائیے :۔

ما یمنعنی ما کان بینی و بین علی ابن ابیطالب ان اقول الحق ۔

جو کچھ میرے اور علی ابن ابیطالبؑ کے درمیان واقع ہوا وہ مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکتا۔

نوٹ :۔ سوال کی عبارت میں حافظ جی نے خوارج کے آگے خطوط وحدانی میں (سابق شیعہ) کا لفظ لکھ دیا ہے۔ اب کوئی حافظ جی سے پوچھے کہ حافظ جی آپ نے اس سے قبل بعض سوالات میں اپنا زورِ قلم اس بات پر صرف کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے قبل شیعہ کا وجود ہی نہ تھا۔ پھر یہ سابق شیعہ کہاں سے ٹپک پڑے۔

؎ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

قولہ :۔ نیز حضرت علی رض ان کو ..... وہی پہلی عزت حاصل ہے۔

اقول :۔ حافظ جی یوں تو آپ حبِ صحابہ اور اقرار فضلِ صحابہ کے بہت لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں لیکن حیرانی ہوتی ہے جب آپ صحابہ کو ایک کمتر درجہ کے مومن کے معیار سے بھی کم پرجا پرکھتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ سخت سے سخت عداوت بھی اظہارِ حق سے آپ کو باز رکھ سکے۔ حضرت کا یہ ارشاد کہ " لھا حرمتھا الاولیٰ " ایک اظہارِ حقیقت ہے نہ کہ اظہارِ خلّت و مودّت۔ چونکہ اسلامی نظریہ کے مطابق نبیؐ اس دارِ فانی سے انتقال کے بعد بھی زندہ ہیں اسی لئے ان کی زوجات ان کے انتقال کے بعد بھی دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں حضرت علی علیہ السلام نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ عائشہ رض حضورؐ کی وفات کے بعد بھی (قیامت تک) حضورؐ کی زوجہ ہیں لہٰذا ان کی زوجیت والی حرمت اب بھی پہلے کی طرح (جیسی حضورؐ کی حیات میں تھی) اب بھی لازم ہے۔

جناب عائشہ رض کو با عزت حرم رسولؐ تک پہنچانے کی ایک سے زیادہ وجوہات ہیں :۔

۱۔ حضرت علی علیہ السلام کا کریم النفس ہونا۔

۲۔ مذکورہ زوجیتِ رسولؐ کی حرمت کو برقرار رکھنا۔

۳۔ سب سے بڑی وجہ حضورؐ کا حکم۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا۔ ایسے حالات میں اس سے نرمی برتنا اور اسے حرمِ رسولؐ میں پہنچا دینا۔

البدایہ والنہایہ - جلد ۶ - صفحہ ۲۴۱ (دار الفکر عربی) :-

عن سالم بن ابی جعد عن ام سلمۃؓ قالت ذکر النبیؐ خروج بعض امہات المومنین فضحکت عائشۃؓ فقال انظری یا حمیراء ان لا تکونی انت ثم التفت الی علیؓ وقال یا علیؓ ان ولیت امرھا فارفق بھا۔

ترجمہ :- سالمؒ بن جعد نے جناب ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ نے امہات المومنین میں سے ایک ام المومنین کے (خلیفۂ وقت کے خلاف) خروج کرنے کا ذکر فرمایا تو عائشہؓ ہنسنے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ دیکھو اے حمیراء تو وہ نہ ہونا۔ پھر آپؐ علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے علیؓ اگر ان کا معاملہ تیرے اختیار میں آجائے تو اس سے نرمی کا سلوک کرنا۔

کنز العمال - جلد ۱۱ - کتاب الفتن - فصل فی الوصیۃ عند الفتن - حدیث نمبر ۳۱۲۰۵ :-

سیکون بینک و بین عائشۃؓ امر قالہ لعلی قال انا یا رسول اللہؐ۔ قال نعم۔ قال فانا اشقاھم یا رسول اللہؐ قال لا۔ ولکن اذا کان ذالک فارددھا الی مامنھا۔

ترجمہ :- تیرے اور عائشہؓ کے درمیان ایک واقعہ (جھگڑا) ہوگا۔ نبی کریمؐ نے علیؓ سے کہا۔ (علیؓ نے کہا۔ میں یا رسول اللہؐ؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس (علیؓ) نے کہا۔ پھر تو میں بدبخت ترین انسان ہوں اے رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں لیکن جب ایسا واقع ہو جائے تو اسے اپنے امن کی جگہ (حرم رسولؐ) کی طرف بھیج دینا۔

قولہ :- پھر جن دو شخصوں نے ...... سو سو درے لگائے۔ (طبری وغیرہ)

اقول :- تاریخ طبری میں یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے :-

طبری - جلد ۴ - فصل دخول علیؓ علی عائشۃؓ وما امر بہ العقوبۃ فیمن تناولہا صفحہ ۵۵ :-

فلحق بہ رجل فقال یا امیر المومنین قام رجلان ممن لقیت علی الباب فتناولا من ھو امض لک شتیمۃً من صفیۃ قال ویحک لعلھا عائشۃؓ قال نعم قام رجلان منھم علی باب الدار فقال احدھما جزیت عنا امنا عقوقا۔ وقال الآخر یا امنا توبی فقد خطیت۔ نبعث القعقاع ابن عمرو الی الباب فاقبل بمن کان علیہ فاحالوا علی رجلین۔ فقال اضرب اعناقھما ثم قال لا نھکنھما عقوبۃ فضربھما مائۃ واخرجھما من ثیابھما۔

ترجمہ :- پس ایک شخص آپؓ کے پاس آیا اور کہا۔ یا امیر المومنین میں دروازے پر ایسے دو آدمیوں کو ملا ہوں جو اس شخصیت کی بدگوئی کر رہے ہیں جس کی بدگوئی آپ کو صفیہ کی بدگوئی سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔ شاید وہ عائشہؓ ہے اس نے کہا۔ ہاں۔ ان میں سے ایک نے کہا " اے ہماری ماں تجھے بدلے میں ہماری نافرمانی ہی ملی "۔ اور دوسرے نے کہا۔ " اے ہماری ماں توبہ کر تجھ سے خطا ہوگئی ہے "۔ پس حضرت علیؓ نے قعقاع کو بھیجا اور وہ ان تمام اشخاص کو جو دروازہ پر تھے بلا لایا۔ ان سب نے ان دو مردوں پر الزام لگایا۔ پس علیؓ نے کہا۔ دونوں کو قتل کر دو۔ پھر کہا۔ میں ان دونوں کو سزا دے کر کمزور (ذلیل) کروں گا۔ پھر دونوں کو سو سو کوڑے لگائے اور ان کا لباس اتروا لیا۔

اس روایت کے مضمون ہی سے صاف عیاں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ روایت کی رو سے ان دو شخصوں نے جو کچھ کیا تھا وہ مبنی بر حقیقت تھا۔ مسلمانوں نے جناب عائشہ رض کی حکم عدولی بھی کی تھی اور جناب عائشہ رض کا یہ فعل خطا بھی تھا زیادہ سے زیادہ ان کے کلام کو خطائے بزرگان خطا است کہہ سکتے ہیں کہ جس شرعی سزا نہ قتل ہے نہ سو کوڑے اور حضرت علی علیہ السلام جیسی شخصیت سے خلاف شرع سزا کا صادر ہونا امر محال ہے۔

سوال نمبر ۷۶ (ب) :- اصول کافی۔ جلد ۱ صفحہ ۴۰۷ پر بروایت جعفر صادق یہ مرفوع حدیث ہے کہ امامت صرف اس آدمی کی درست ہوتی ہے جس میں یہ تین خصلتیں ہوں۔ گناہوں سے مانع تقویٰ ہو۔ غصہ کے وقت بردباری ماتحت رعایا پر بہتر حکومت ہو جیسے باپ اولاد پر مہربان ہوتا ہے۔ جمل و صفین پر بغلیں بجانے والے حضرات کیا تاریخ اپنی کتب کی روشنی میں تیسری خصلت کو ایام مرتضوی میں تلاش کر کے دکھلا سکتے ہیں کہ کس قدر لوگوں کو رحمت اور سکھ پہنچا۔ کیا خلفاء ثلاثہ کے زمانوں کے ساتھ عشر عشیر نسبت بھی ہے؟ (یہ الزامی اور خصم معاند کو خاموش کرنے کے لئے ہے ورنہ ہمارے عقیدے میں حضرت علی رض کی خلافت برحق تھی اور مقدور بھر آپ رعایا پر مہربان بھی تھے) پھر کیوں لوگ حضرت معاویہ کے طرفدار ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آپ کی خلافت عراق و حجاز میں محدود ہو کر رہ گئی۔ (تاریخ)

جواب :- حیران ہوں کہ بارگاہِ رسالت ص میں حافظ جی کی اس گستاخی کو کیا نام دوں؟ حضور نبی کریم ص علی ع کی جن جنگوں کو اپنے جہاد کا مثیل فرماتے ہیں (علی ع تاویلِ قرآن پر اسی طرح قتال کریں گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا) جن جنگوں میں علی علیہ السلام کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کو تمام مسلمانوں پر واجب فرمایا ہے (جیسا کہ اس سے سابق سوال کے جواب میں مذکور ہوا) حافظ ان جنگوں کو معاذاً باللہ علی علیہ السلام کی خلافت کے نقص کے طور پر ذکر کر رہے ہیں۔ رعایا پر رحمت و رأفت کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔

حافظ جی! ان جنگوں کی ذمہ داری۔ ان جنگوں میں ضائع ہونے والی ہزاروں جانوں کے خون کا بوجھ ان کے سر ہے جو جارح تھے۔ اگر ان جنگوں کا باعث اور ان جنگوں کو بپا کرنے والے علی ع ہوتے تو بلا شک علی علیہ السلام کو معاذاً باللہ رعایا پر نامہربان اور رحمت و رأفت سے عاری کہا جا سکتا تھا۔ لیکن تاریخ اسلام سے معمولی واقفیت رکھنے والے سے بھی یہ امر مخفی نہیں کہ علی علیہ السلام کی تمام جنگیں دفاعی تھیں اور مخالفینِ علی جارح تھے اور علی علیہ السلام کو مجبوراً آتشِ فتنہ کو فرو کرنے کے لئے لڑنا پڑیں۔

تاریخ کامل۔ ذکر ابتداء وقعۃ الجمل۔ صفحہ ۲۰۵ :-

فبینا هم کذلک علی التجهز لاهل شام اتاهم الخبر عن طلحة والزبیر وعائشة واهل مكة بنحو امرانهم علی الخلاف فاعلم الناس وقال لهم سا صبر ما لم اخف علی جماعتکم۔ اکف ما ان کفوا واقتصر علی ما بلغنی۔

ترجمہ :- جبکہ وہ اہل شام سے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے تو انہیں خبر ہوئی کہ دوسری طرف طلحہ، زبیر، عائشہ اور اہل مکہ مخالف ہو گئے ہیں۔ پس لوگوں کو اس سے آگاہ کیا اور کہا کہ میں صبر کروں گا جب تک مجھے تمہاری جماعت کے متعلق خوف نہ ہو اور رکا رہوں گا جب تک وہ رکے رہے اور جو خبر مجھے پہنچی ہے اسی پر اکتفاء کروں گا۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) سنة ست وثلاثین۔ ذکر ابتداء وقعة الجمل۔ صفحہ ۲۲۹ :۔

فلما اراد المسیر من الربذة الی البصرة قام الیه ابن الرفاعة بن رافع فقال یا امیرالمومنین ای شیء ترید والی این تذهب بنا۔ فقال اما الذی نرید وننوی فاصلاح ان قبلوا منا واجابونا الیه قال ان لم یجیبونا قال ندعهم بعذرهم ونعطهم الحق ونصبر قال ان لم یرضوا قال ندعهم ما ترکونا قال ان لم یترکونا قال امتنعنا قال فنعم اذاً۔

ترجمہ :۔ جب علیؑ نے ربذہ سے بصرہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو ابن رفاعہ بن رافع اٹھا اور کہا۔ اے امیرالمومنین آپ کیا چاہتے ہیں اور ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو کچھ ہم چاہتے ہیں اور جس کا ہم قصد رکھتے ہیں وہ باہمی صلح و صفائی ہے اگر انہوں نے قبول کر لیا۔ اس نے پوچھا۔ اگر انہوں نے ہماری بات قبول نہ کی تو؟ آپ نے فرمایا۔ تو ہم انہیں چھوڑے رہیں گے۔ ان کے عذر پیش کرنے پر ان کو ان کا حق دیں گے اور صبر کریں گے۔ اس نے کہا اگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو؟ آپ نے فرمایا۔ تو ہم انہیں چھوڑے رہیں گے (ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے) جب تک ہمیں چھوڑے رکھا (ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کی)۔ اس نے کہا۔ اگر انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا تو؟ آپ نے فرمایا۔ پھر ہم اپنا دفاع کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس وقت تک ان پر حملہ نہ کیا نہ ان کے مقابل جنگ پر نکلے جب تک مخالفین نے علیؑ کے علاقہ پر حملہ نہ کیا اور فتنہ و فساد بپا نہ کیا۔

تذکرۃ الخواص۔ فصل غلبہ طلحة والزبیر واخذ بیت المال۔ صفحہ ۷۲ :۔

ثم ان طلحة والزبیر اتیا عثمان بن حنیف فی لیلة مظلمة وکان بالمسجد فی جماعة فاوطاوہ بالارجل ونتفوا شعر وجهه فما ابقوا فیه شعرة وارسلوا الی عائشةؓ یستشیروها فیه فقالت اقتلوہ فقالت لها امرأة ناشدتک الله فی عثمان فانه صاحب رسول اللهؐ فقالت احبسوہ واضربوہ اربعین سوطاً وانتفوا شعر رأسه ولحیته وحاجبیه واشفار عینیه ففعلوا ونهبوا بیت مال البصرة وقتلوا سبعین رجلاً۔

ترجمہ :۔ پھر طلحہ اور زبیر نے تاریک رات میں عثمان بن حنیف (حضرت علیؑ کی طرف سے بصرہ کے حاکم) پر مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ شبخون مارا، اسے پاؤں تلے روندا، اس کے چہرے کے بال اکھیڑ ڈالے اور چہرے پر ایک بال تک باقی نہ چھوڑا۔ پھر عائشہؓ سے اس کے متعلق مشورہ لینے کے لئے آدمی بھیجا۔ عائشہؓ نے کہا۔ اسے قتل کر دو۔ پس ایک عورت نے کہا میں تمہیں عثمانؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتی ہوں، کیونکہ وہ رسول اللہؐ کا صحابی ہے۔ اس پر عائشہؓ نے کہا۔ اسے قید میں ڈال دو۔ اسے چالیس کوڑے لگاؤ۔ اس کے سر، داڑھی، بھوؤں اور آنکھوں کی پلکوں کے بال اکھیڑ ڈالو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بصرہ کے بیت المال کو لوٹ لیا۔ ستر آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

اسی طرح حضرت علیؑ نے معاویہ سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جب تک کہ معاویہ نے لشکر لے کر عراق پر چڑھائی نہ کر دی۔ جب

معلوم ہوا کہ معاویہ عراق کی طرف بڑھ رہا ہے تو حضرت علیؑ لشکر لے کر نکلے۔ اتنے میں معاویہ عراق کی حدود کے اندر مقام صفین تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت علیؑ کے لشکر نے معاویہ کے لشکر کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔ لیکن معاویہ کے لشکر پر حملہ نہیں کیا۔ تا آنکہ معاویہ نے دریائے فرات کے گھاٹ پر پہرے بٹھا دیئے اور حضرت کے لشکر کو پانی لینے سے روک دیا۔ حضرت علیؑ نے ہر چند سمجھایا لیکن بیسود۔ مجبور ہو کر پانی روکنے والے دستے پر حملہ کر کے اسے بھگا دیا۔ اور ایک طویل جنگ چھڑ گئی جو ایک سو بیس دن تک رہی اور جس میں ستر لڑائیاں لڑی گئیں۔

تذکرۃ الخواص۔ صفحہ ۹۶ :۔

لما منع معاویۃ و اصحابہ علیاً و اصحابہ الماء قال الاشتر یا امیر المومنین أ نموت عطشاً و سیوفنا علی عواتقنا والرماح فی ایدینا و کان علی المشارع ابو الاعور السلمی فی عسکر اھل الشام فندب الیہ علیؑ الاشتر النخعی والاشعث ابن قیس فی اثنی عشر الفاً فصدوا ابا الاعور و حملوا علیہ ضرب الاشتر علی راسہ بالسیف فجرحہ فانہزم ھو و اصحابہ۔

ترجمہ:۔ جب معاویہ اور اس کے اصحاب نے علیؑ اور ان کے اصحاب پر پانی بند کر دیا تو اشتر نے کہا۔ اے امیر المومنین! کیا ہم پیاس سے مر جائیں جبکہ تلواریں ہمارے کندھوں پر ہوں اور نیزے ہمارے ہاتھوں میں ہوں اور گھاٹ پر ابو اعور اسلمی شامی لشکر کے ساتھ (متعین) تھا۔ پس حضرت علیؑ نے اشتر نخعی اور اشعث قیس کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ تیار کیا۔ وہ ابو اعور کی طرف گئے اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ اشتر نے اس کے سر پر تلوار ماری اور زخمی کر دیا پس اس نے اور اس کے لشکر نے شکست کھائی۔

حضرت علی علیہ السلام نے ہر چند کوشش کی کہ جنگیں نہ ہونے پائیں لیکن مخالفین باز نہ آئے۔ جنگِ جمل سے بچنے کے لئے حضرت علیؑ نے جو کوششیں کیں ان کا ذکر اس سے سابق سوال کے جواب میں لکھ چکا ہوں۔ جنگِ صفین سے بچنے کے لئے اس سے کہیں زیادہ کوششیں کیں۔ خطوط کے ذریعے سمجھایا۔ کئی مصلحین روانہ کئے۔ آخر یہاں تک کہ معاویہ کو دعوت دی کہ آؤ میں اور تم تنہا ایک دوسرے سے لڑیں اور خلقِ خدا کو اس قتل و غارت سے بچا لیں۔

تذکرۃ الخواص۔ فصل حدیث صفین۔ صفحہ ۹۷ :۔

روی السدی عن اشیاخہ ان علیاً علیہ السلام قال فی ھذا الیوم لکمیل ابن زیاد ابرز الی معاویہ وقل لہ دعوناک الی الطاعۃ و لزوم الجماعۃ فابیت وقد کثر القتل فی ھذہ الامۃ فابرز الیّ حتیٰ یتخلص الناس مما ھم فیہ۔ فقال معاویہ لاصحابہ ماذا ترون فقالوا لا تفعل الا عمرو فانہ قال لہ ابرز لہ فقد انصفک وانما ھو بشر مثلک فقال لہ معاویہ ما ھذہ العداوۃ الظن انی لو قتلت کنت تنال الخلافۃ۔

ترجمہ:۔ سدی نے اپنے شیوخ سے روایت کی کہ علیؑ نے اسی دن کمیل بن زیاد سے کہا کہ معاویہ کے سامنے جاؤ اور اسے کہو کہ ہم نے تمہیں اطاعت اور جماعت میں شمولیت کی دعوت دی اور تو نے انکار کر دیا۔ اسی امت کی کثیر تعداد قتل ہو گئی پس

تو خود میرے مقابلے میں نکل آ۔ تاکہ لوگ اس مصیبت سے جس میں وہ ہیں نجات پائیں۔ معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا۔ ایسا نہ کریں۔ سوائے عمرو بن العاص کے۔ اس نے کہا۔ اس (علیؑ) کے مقابل ہو جا۔ بلاشک اس نے تجھ سے انصاف کیا ہے اور وہ بھی تیری طرح کا انسان ہے۔ معاویہ نے اسے کہا۔ یہ دشمنی کیوں ہے؟ کیا تو گمان کرتا ہے کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو تو خلافت پائے گا؟

پانی کے گھاٹ سے معاویہ کا قبضہ ہٹانے کے لئے یکم ذوالحجہ کو جنگ شروع ہوئی۔ گھاٹ سے معاویہ کی فوجوں کو بھگا دیا گیا۔ گھاٹ پر علیؑ کا قبضہ ہو گیا مگر حضرت علیؑ نے معاویہ کی فوجوں پہ پانی بند نہ کیا۔ پھر بھی معاویہ کی فوج نے لڑائی جاری رکھی۔ یکم محرم کو عارضی جنگ بندی (سیز فائر) کا معاہدہ ہوا۔ محرم کا مہینہ جنگ نہیں ہوئی۔ اس جنگ بندی کے دوران حضرت علیؑ نے ہر چند کوشش کی کہ معاویہ جنگ کرنے سے باز آ جائے لیکن بے سود۔ یکم صفر کو پھر طرفین کی فوجیں صف آراء ہو گئیں تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکریوں کو ہدایت کی کہ جب تک وہ حملہ کرنے میں پہل نہ کریں تم حملہ نہ کرنا۔

تذکرۃ الخواص۔ وقعۃ صفین۔ صفحہ ۹۸ ء

قال الواقدی فاقتتلوا ذا الحجۃ کلّہ ودخلت سنۃ سبع وثلاثین فجرت موادعۃ بین علیؑ وبین معاویۃ علی ترک الحرب طمعًا فی الصلح واقاموا شھر المحرّم تتردّد الرسل بینھما فلم یجب معاویۃ وعادت الحرب واقتتلوا اول یوم من الصفر فخطب علیؑ الناس فقال: ایّھا الناس لا تبداء وا القوم بقتال حتی یبدؤکم بہ ولا تقتلوا مدبرًا ولا تجھزوا علی جریح ولا تدخلوا رحال القوم۔

واقدی کا قول ہے کہ پورا ذوالحجہ کا مہینہ لڑائی کرتے رہے اور سن ۳۷ھ شروع ہوا تو علیؑ اور معاویہ کے درمیان عارضی جنگ بندی کا معاہدہ اس توقع پر ہوا کہ شاید صلح ہو جائے۔ طرفین میں پیغامات جاری رہے لیکن معاویہ نے اسے قبول نہ کیا اور یکم صفر کو پھر جنگ چھڑ گئی۔ علیؑ نے اپنے لشکریوں کو خطاب کیا اور فرمایا:۔ اے لوگو! اس قوم سے جنگ کی ابتداء نہ کرنا جب تک وہ ابتداء نہ کریں۔ جو پشت پھیر کر بھاگ نکلے اسے قتل نہ کرنا۔ زخمی پر حملہ نہ کرنا۔ ان لوگوں کی منازل میں داخل نہ ہونا۔

ان حالات میں کوئی ذی ہوش منصف مزاج شخص ان جنگوں کا ذمہ دار حضرت علیؑ کو قرار نہیں دے سکتا۔ مگر حافظ جی ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ انہیں اپنے پیر و مرشد، رہبر جناب معاویہ کی راہ پر چلنا پڑتا ہے۔ امیر معاویہ نے ان صحابہ کرام کا قاتل بھی حضرت علیؑ کو ٹھیرایا جو حضرت علیؑ کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے معاویہ کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

جب حضرت عمار بن یاسرؓ ایک شامی معاویہ کے لشکری ابو الغادیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے تو معاویہ کے لشکر میں ایک طرح کی کھلبلی مچ گئی چونکہ حضور نبی کریمؐ کا یہ ارشاد کہ: "عمارؓ کو ایک باغی جماعت شہید کرے گی۔" اکثر صحابہؓ نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور تمام اہلِ اسلام میں مشہور تھا۔ اس لئے جب عمار بن یاسرؓ شامی لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تو معاویہ کے لشکر میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ ہم نے عمارؓ کو قتل کر دیا تو کیا ہم باغی جماعت ہیں؟
جب معاویہ کے کانوں تک یہ آواز پہنچی تو فرمایا۔ بے عقلو! عمارؓ کے قاتل ہم نہیں۔ عمارؓ کا قاتل تو وہ (علیؑ) ہے

جو انہیں میدانِ جنگ میں لایا۔ نہ وہ انہیں جنگ میں لاتا نہ وہ شہید ہوتے۔

البدایہ والنہایہ۔ جلد ۷۔ باب ذکر اخبارہ عن الفتن الواقعہ فی اٰخر ایام عثمان وفی خلافۃ علی۔ صفحہ ۲۶۸:۔

قال عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص یا ابت اما سمعت رسول اللّٰہ ؐ یقول العمارؓ ویحک یا ابن سمیۃ تقتلک الفئۃ الباغیۃ قال فقال عمرو لمعاویۃ الا تسمع ما یقول فقال معاویۃ لایزال یاتینا بہنیہ او نحن قتلناہ انما قتلہ من جاء بہ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے (اپنے باپ سے) کہا۔ ابا جان کیا آپ نے رسول اللہ ؐ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ آپ نے عمارؓ سے کہا کہ افسوس اے سمیہ کے بیٹے تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کیا آپ نہیں سن رہے جو یہ کہہ رہا ہے؟ تو معاویہ نے کہا۔ اس کی طرف سے ہمیشہ ہمیں منع کرنا ہی پہنچتا ہے۔ کیا ہم عمارؓ کے قاتل ہیں؟ عمارؓ کا قاتل تو بلاشک وہ ہے جو اسے یہاں لے آیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کا یہ استدلال سنا تو فرمایا:۔

شرح فقہ اکبر تفتازانی۔ مطبوعہ مجتبائی۔ صفحہ ۷۹:۔

مما یدل علی صحۃ اجتہادہ (ای علی) وخطاء معاویۃ فی مرادہ ما صح عنہ ؐ فی حق عمار بن یاسرؓ تقتلک الفئۃ الباغیۃ واما ما نقل ان معاویۃ او احد من اشیاعہ قال ما قتلہ الا علی حیث حملہ علی المقاتلہ فروی من علی کرم اللہ وجہہ انہ قال فی المقابلۃ فیلزم ان النبی ؐ قتل عمہٗ حمزۃ۔

ترجمہ:۔ اور جو چیز ان (علیؑ) کے اجتہاد کی صحت پر اور معاویہ کے اپنے مقصد میں خطا پر ہونے کی دلالت کرتی ہے وہ حضور ؐ سے وہ صحیح حدیث ہے کہ آپ نے عمار بن یاسرؓ سے فرمایا کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے یا اس کے پیروکاروں میں سے کسی نے کہا تھا کہ اس (عمارؓ) کو علیؑ ہی نے قتل کیا کیونکہ اسے جنگ کے لئے بھیجا۔ روایت ہے کہ علیؑ نے اس کے جواب میں کہا کہ پھر لازم آتا ہے کہ (عیاذاً باللہ) نبی کریم ؐ نے اپنے چچا کو قتل کیا (کیونکہ آپ ہی نے انہیں جنگ کے لئے بھیجا تھا)

جب حافظ جی نے اپنے پیر و مرشد امیر معاویہ صاحب کی سنت پر عمل کیا ہے تو میں اپنے آقا اپنے امام علی علیہ السلام کے انداز استدلال میں جواب کیوں نہ دوں۔

حافظ جی! اگر کسی نبی یا امام کے زمانے میں جنگوں کا ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ امام یا نبی اپنی رعیت یا امت پر مثل والدین مہربان نہ تھے تو جناب رسول اللہ ؐ کے بارے میں کیا کہوگے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین اور المومنین رؤف الرحیم کے خطابات سے نوازا اور ان کے عہد میں صرف نو سال کے عرصہ (۲ ھ سے ۱۰ ھ تک) میں حضورؐ کو ستائیس غزوات اور ۵۶ سریہ۔ کل ۸۳ جنگیں لڑنا پڑیں۔ (اوسطاً ہر سال نو جنگیں)

معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ واقعات سال دوم ہجری۔ واقعہ چہارم۔ صفحہ ۲۰۴۔

روضۃ الاحباب۔ جلد ۱۔ ذکر وقائع سال دوم۔ صفحہ ۲۱۶۔

(بالفاظ معارج النبوۃ) تنبیہ :- بدانکہ اصطلاح اہل سیر چنین وارد شدہ کہ ہر لشکرے کہ حضرت رسول اللہ صلعم دراں بنفس نفیس حاضر بود آں را غزوہ گویند و ہر چہ دراں حاضر نہ بود بلکہ یاراں را برسر دشمن فرستاد آن را بعثت و سریہ گویند۔ مجموع غزوات آن سرورؐ نزد نوزدہ و بقولے بست و چہار و بقولے بست و ہفت و ظاہر منشاء اختلاف عدم تعمق رواۃ و عدم استقصاء تمامی غزوات و مناسبت بعضے غزوات بہ بعضے کہ ہر دو سہ غزوہ را حکم یک غزوہ دادہ اند مثل طائف و حنین۔ احزاب و بنی قریظہ و باتفاق اہل سیر در نہٗ غزوہ مقاتلہ واقع شدہ باکفار (بدر۔ احد۔ احزاب بنو قریظہ۔ بنی مصطلق۔ فتح مکہ۔ حنین و طائف) و پنجاہ و شش زیادہ یا کم سریہ برسر دشمن فرستاد۔

ترجمہ :- ملحوظ خاطر رہے کہ حضور رسول اللہؐ بہ نفس نفیس موجود ہوتے تھے اسے غزوہ کہتے ہیں اور ہر وہ جس میں خود موجود نہ ہوتے بلکہ صحابہ کو دشمن پر حملہ کے لئے بھیجتے اسے بعثت یا سریہ کہتے ہیں۔ حضورؐ کے تمام غزوات بعض کے نزدیک انیس، بعض کے قول کے مطابق چوبیس اور بعض کے قول کے مطابق ستائیس ہیں۔ بظاہر اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض راویوں نے غور و خوض سے کام نہیں لیا اور تمام غزوات ان کے سامنے نہ تھے اور بعض غزوات کو دوسرے غزوات سے مناسبت کی وجہ سے دو تین غزوات کو ایک غزوہ کا حکم دیا جیسے طائف و حنین اور احزاب و بنو قریظہ کو ایک ایک غزوہ قرار دیا۔ سیرت نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نو غزوات میں جنگ ہوئی (بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنو مصطلق، فتح مکہ، حنین اور طائف) اور حضورؐ نے ۵۶ سریہ دشمن کے خلاف روانہ کئے۔ (کل جنگیں ۲۷+۵۶=۸۳)

حافظ جی! اگر کوئی غیر مسلم بدبخت آپ پر آپ ہی کے انداز میں یہ سوال کر دے :-

خیبر و خندق پر بغلیں بجانے والے حافظ جی کیا تاریخ اور اپنی کتب کی روشنی میں رحمۃ للعالمینؐ کی صفت کو ایام مصطفوی میں تلاش کر کے دکھلا سکتے ہیں کہ کس قدر لوگوں کو رحمت اور سکھ پہنچا گیا۔ قیصر و کسریٰ کے زمانوں کے ساتھ عشر عشیر نسبت بھی ہے۔ تو بتائیے آپ اس کا کیا جواب دیں گے سوائے اس کے کہ آپ حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں :-

اے بے بصیرت! حضورؐ نے یہ جنگیں لڑی نہیں بلکہ انہیں مجبوراً لڑنی پڑیں۔ کفار نے مکہ مکرمہ میں نہ رہنے دیا۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو بھی کفار (خاکم بدہن) اسلام و مسلمانوں کی بیخ کنی میں کوشاں رہے اور حضورؐ کو ارشاد خداوندی کی تعمیل میں کہ :

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ" (سورۃ الانفال ۸۔ آیت ۳۹)

ترجمہ: ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔ ان کے فتنہ کو مٹانے کے لئے جنگیں لڑنا پڑیں۔ ہمارا جواب یہی ہے۔

اے بے بصیرت! حضرت علیؑ نے یہ جنگیں لڑی نہیں بلکہ انہیں مجبوراً لڑنا پڑیں۔ طامعین خلافت اور طلب گاران حکومت و امارت نے علیؑ کی خلافت کو کمزور کرنے کے لئے فتنے برپا کئے اور حضرت علیؑ کو ارشاد خداوندی کی تعمیل میں فتنوں کو مٹانے کے لئے یہ جنگیں لڑنا پڑیں۔

اب رہا یہ سوال کہ کیوں لوگ حضرت معاویہ کے طرفدار ہوتے گئے تو یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علیؑ کی طرفداری میں آخرت کا مفاد اور معاویہ کی طرفداری میں دنیاوی مفاد مضمر تھا۔ دنیا کے خواستگار ہر زمانے میں زیادہ رہے ہیں

اور آخرت کے کم۔ استیعاب ۔ جلد (ترجمہ علی رضؓ) :

حدثنا الثوری عن ابی قیس الازدی ادرکت الناس وھم ثلاث طبقات اھل دین یحبون علیاً واھل الدنیا یحبون معاویۃ وخوارج۔

ترجمہ :۔ ابوقیس ازدی کے متعلق ثوری نے روایت کی کہ اس نے کہا میں نے لوگوں کے تین طبقات پائے ۔ اہل دین وہ علیؓ سے محبت کرتے ہیں اور اہل دنیا وہ معاویہ سے محبت کرتے ہیں اور خوارج ۔

معاویہ کے دست راست اور آپ کے عقیدہ کے مطابق ایک بزرگ صحابی عمرو بن عاص نے علی اور معاویہ میں سے معاویہ کی معیت کا کیوں انتخاب کیا۔

تذکرۃ الخواص۔ فصل فی مسیر علیؑ من الکوفۃ الی الشام۔ صفحہ ۹۴ :۔

فکتب الیہ معاویۃ قد اقطعتک مصراً طعمۃ واشھد علیہ شھوداً وبات عمرو طول لیلۃ متفکراً فدعا غلاماً لہ یقال وردان وھو الذی ینسب الیہ مکان بمصر یقال لہ سوق وردان فقال لہ ما تری یا وردان فقال ان مع علیؓ آخرۃ ولا دنیا وان مع معاویۃ دنیا ولا آخرۃ۔ فالتی مع علیؓ تبقی والتی مع معاویۃ تفنی فلما اصبح رکب فرسہ ومعہ عبد اللہ بن عمرو وھو یقول لہ لا تذھب الی معاویۃ لا تبع آخرتک بدنیا فانیۃ وھو متحیر فلم یزل حتی وصل الی طریقین احدھما تاخذ الی المدینۃ والاخری الی دمشق۔ فوقف عندھما ثم ضرب رأس فرسہ نحو دمشق وقال معاویۃ ارفق بنا من علی واتی معاویۃ۔

ترجمہ :۔ معاویہ نے اس (عمرو بن عاص) کی طرف لکھا کہ میں نے مصر کو تیری جاگیر قرار دیا اور اس پر گواہ بنائے ۔ عمر رات بھر سوچتا رہا ۔ پس اس نے اپنے غلام وردان کو بلایا جس کی طرف مصر کا ایک مقام (بازار وردان) منسوب ہے۔ اسے کہا۔ اے وردان تیری کیا رائے ہے ؟ اس نے کہا۔ بیشک علیؓ کی معیت میں آخرت ہے اور دنیا نہیں ہے اور معاویہ کی معیت میں دنیا ہے آخرت نہیں ہے۔ جو علیؓ کی معیت میں ہے وہ باقی رہنے والی چیز ہے اور معاویہ کی معیت میں ہے وہ فانی ہے ۔ پس جب صبح ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہوا اور عبداللہ بن عمرو (اس کا بیٹا) اس کے ساتھ تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ معاویہ کی طرف نہ جائیے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے نہ بیچئے ۔ اور وہ برابر حیران تھا ۔ یہاں تک کہ دونوں راستوں (کے سروں) پر پہنچا جن میں سے ایک مدینہ کو اور دوسرا دمشق کو جاتا تھا ۔ پس دونوں کے پاس ٹھہر گیا ۔ پھر گھوڑے کا رخ دمشق کی طرف کر دیا اور کہا۔ معاویہ ہمارے لئے علی سے زیادہ نفع مند ہے اور معاویہ کے پاس آگیا۔

سوال نمبر ۷۷ :۔ اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ پر امام جعفر صادق کی حدیث ہے کہ زمین کسی وقت امام سے خالی نہیں ہوتی تاکہ اگر مومنین دین میں کمی بیشی کریں تو وہ اس کی تلافی کرے ۔ نیز یہ کہ امام حلال و حرام کو پہچانتا ہے اور لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف بلاتا ہے ۔ فرمائیے بقول شیعہ و اعتراف علی (در روضۂ کافی صفحہ ۵۹ وغیرہ) خلفاء ثلاثہ نے دین میں بہت کمی بیشی کی تو حضرت علی نے اس کی تلافی کر کے شیعی اسلام کیوں نافذ نہ کیا ۔ متعہ کیوں نہ چلایا۔ شیعہ نے

کیوں آپ پر تقیہ کی تہمت لگائی۔ دو باتیں لازم ہیں۔ یا تو آپ شیؓ تھے یا پھر امامت کے قابل نہ تھے اور خلیفہؓ برحق ثابت نہ ہوئے۔ بینوا۔

جواب :- قولہٗ :- زمین کسی وقت امام سے خالی نہیں ہوتی۔

اقول :- اصول کافی کی حدیث ملاحظہ ہو :- اصول کافی۔ جلد ا۔ کتاب الحجۃ۔ صفحہ ۱۷۸ :-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان الارض لا تخلوا الّا و فیھا امام کیما ان زاد المومنون شیئًا ردّھم وان نقصوا شیئًا اتمّہ لھم۔

ترجمہ :- (راوی نے کہا) میں نے امام ابوعبداللہ (جعفر صادقؑ) علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ زمین کبھی امام سے خالی نہیں ہوتی بلکہ اس میں امام ہوتا ہے تاکہ اگر مومنین (دین میں) کچھ زیادتی کر بیٹھیں تو اسے رد کردے اور اگر کمی کر بیٹھیں تو وہ اسے ان کے لئے مکمل کردے۔

حافظ جی! میں بعض اوقات سوچنے لگتا ہوں کہ یہ تخصص فی الحدیث کی سند آپ نے قابلیت و اہلیت کی بناء پر حاصل کی تھی یا آپ کو اعزازاً عطا ہوئی تھی۔ یہ حدیث صرف شیعہ کتب حدیث ہی میں مذکور نہیں بلکہ اس مضمون کی کئی حدیثیں سنی کتب حدیث میں بھی موجود ہیں۔

۱۔ صواعق محرقہ۔ باب فضائل اہل بیت۔ صفحہ ۹۰ :-

قال ؐ فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ الا وان ائمتکم وفدکم الی اللہ عزوجلّ۔ فانظروا من یوفدون الیہ۔

ترجمہ :- حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت کی ہر نسل میں میرے اہل بیت کے عادل افراد ہوں گے جو گمراہوں کی (دین میں) تحریف جو باطل پرستوں کے غلط طور پر (دین سے) کسی امر کو منسوب کرنے۔ جو جاہلوں کی تفسیر و تشریح کو دور کریں گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے امام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندہ ہیں۔ پس غور کرلیا کرو کہ تم کسے اپنا نمائندہ بنا رہے ہو۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۳۱ :-

باسناد ابن الانباری فی المصحف۔ و نصر فی الحجۃ والو نعیم فی الحلیۃ وابن عساکر لا تخلو الارض من قائم بحجۃ امّا ھو ظاھر مشھود وامّا خائف مغمود لئلاّ تبطل حجج اللہ و بیّناتہ۔

ترجمہ :- زمین کبھی حجت خدا کو قائم کرنے والے سے خالی نہیں رہتی یا ظاہر اور نظروں کے سامنے یا خوفزدہ ہو کر پوشیدہ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں اور واضح نشانیاں باطل نہ ہو جائیں۔

(نیز ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث فی بیان دوام الدنیا۔ صفحہ ۲۴)

۳۔ مطالب السؤل۔ الفصل العاشر۔ فی فصاحتہ (الی علیؓ) فالاول ما نقل عنہ فی العلم۔ صفحہ ۱۶۶ :-

کذالک یموت العلم بموت حاملیہ اللھم بلی۔ لن تخلو الارض من قائم للہ بحجۃ لکیلا تبطل حجج اللہ و بیّناتہ۔

ترجمہ :- (علیؑ نے فرمایا) اسی طرح حاملینِ علم کی موت سے علم ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ زمین اللہ تعالیٰ کے لئے حجت (دلیل) قائم کرنے والے سے خالی نہیں ہوتی تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں (دلائل) اور اس کی واضح آیات باطل نہ ہو جائیں۔

قولہٗ :- خلفاءِ ثلاثہ نے دین میں بہت کمی بیشی کی۔

اقول :- جی حافظ جی! اور آپ کے راویان کی روایت کردہ احادیث بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں :-

تیسیر الوصول (خلاصہ جامع الاصول) جلد ۱۔ کتاب الاعتصام بالکتاب۔ صفحہ ۲۶ :-

عن انس رضہ قال ما اعرف شیئاً مما کان علیٰ عھد رسول اللہ ص قیل الصلوٰۃ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیھا۔

ترجمہ :- انس کے متعلق روایت ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں جو کچھ تھا اب میں (کسی) امر کو بھی اس کیفیت میں نہیں پاتا (سب کچھ بدل گیا ہے) کہا گیا۔ نماز (یعنی نماز تو اسی طرح قائم ہے) تو اس نے کہا۔ تم نے اس میں بھی وہ کچھ نہیں کیا جو کچھ کیا (یعنی اس میں بھی بہت کچھ تغیر و تبدل کر دیا)

۳۔ تیسیر الوصول۔ جلد ۴۔ کتاب الفتن۔ ذکر الفتن الغیر المسماۃ۔ صفحہ ۲۲ :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ص منعت العراق قفیزھا و درھمھا و منعت الشام مدیھا و دینارھا و منعت مصر اردبھا و دینارھا و عدتم من حیث بداءتم، ثلاث مرات۔ شھد علیٰ ذالک لحم ابی ھریرۃ و دمہ۔ (اخرجہ مسلم و ابو داؤد)

(شرح) فی ھٰذا الحدیث اخبار من النبی ص بما لم یکن وھو فی علم اللہ کائن فخرج لفظہ علیٰ لفظ الماضی تحقیقاً لوقوعہ و اعلامہ بہ قبل وقوعہ دلیل من دلائل النبوۃ وفیہ دلیل علیٰ ما وظفہ عمر رضہ بن الخطاب علی الکفرۃ من النصاریٰ من الجزیۃ و مقدارھا۔

ترجمہ :- ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ ص نے فرمایا کہ عراق اپنے قفیز (پیمانہ) اور اپنے درہم سے روک دیا گیا ہے۔ شام اپنے مُدی (پیمانہ) اور اپنے دینار سے روک دیا گیا۔ مصر اپنے اُردب (پیمانہ) اور اپنے دینار سے روک دیا گیا اور تم وہیں لوٹ گئے جہاں سے ابتدا کی تھی (شرح) اس حدیث میں نبی کریم ص نے اس امر کی خبر دی ہے جو ہوا نہیں اور اللہ کے علم میں ہے کہ ہونے والا ہے۔ آپ نے انہیں ماضی کے الفاظ میں ادا فرمایا۔ اس کے وقوع اور حدوث کے یقینی ہونے کی وجہ سے اور یہ دلائل نبوت میں ایک دلیل ہے۔ اس جزیہ پر جو عمر رضہ بن الخطاب نے (ان علاقوں کے) نصاریٰ پر لگایا۔

اس حدیث اور اس کی شرح پر غور فرمائیے۔ واضح ہے کہ حضرت عمر رضہ کے زمانے میں اہل اسلام کی وہی حالت ہو گئی تھی جو روزِ اول تھی یعنی تمام احکام شرعی سے بے بہرہ اور نابلد ہو گئے تھے۔

نوٹ :- احداث فی الدین کی مزید مثالوں کے لئے دیکھئے۔ جواب سوال نمبر ۵۔

قولہٗ :- تو حضرت علی نے اس کی تلافی کر کے صحیح اسلام کو کیوں نہ نافذ کیا ؟

اقول :- حضرت علی علیہ السلام نے اس کی تلافی فرمائی صحیح اسلام نافذ کیا۔ بعض نے اس اصلاح کو قبول کیا بعض اپنی ضد پر اڑے رہے۔

۱- نماز کی تلافی و اصلاح :-

نسائی - جلد ۱ - کتاب الافتتاح - باب التکبیر للسجود - صفحہ ۱۶۴ -

بخاری - کتاب الاذان - باب اذا رکع دون الصف - صفحہ

عن مطرف قال صلیت انا و عمران بن حصین خلف علیؑ ابن ابیطالب فکان اذا سجد کبر و اذا رفع راسہ من السجود کبر و اذا نھض من الرکعتین کبر فلما قضی صلوٰۃ اخذ عمران بیدی فقال ذکرنی ھذا قال کلمۃ یعنی صلوٰۃ محمدؐ ذکرنا ھذا الرجل صلوٰۃ کنا نصلیھا مع رسول اللہؐ۔

ترجمہ :- مطرف سے روایت ہے۔ اس نے کہا میں نے اور عمران بن حصین نے علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی پس جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب وہ نماز ختم کر چکے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس شخص نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ خلفاء کے زمانے میں نماز کی وہ صورت نہ رہی تھی جو حضورؐ کے زمانے میں تھی اور حضرت علیؑ نے حضورؐ کے زمانے کی نماز پیش کر کے تلافی اور اصلاح فرمائی۔

۲- زکوٰۃ کی تلافی اور اصلاح :-

اسد الغابہ - جلد ۴ - ذکر علی ابن ابی طالب - زہدہٗ و عدلہٗ - صفحہ ۲۴ :-

عن عبد الملک بن عمیر قال حدثنی رجل من ثقیف قال استعملنی علی ابن ابیطالب علی بزرج سابور فقال لا تضربن رجلاً سوطاً فی جبایۃ درھم ولا تتبعن لھم رزقاً و کسوۃ شتاءً و صیفاً ولا دابۃ یعتملون علیہ ولا تقیمن رجلاً قائماً فی طلب درھم - قلت یا امیر المومنین اذن ارجع الیک کما ذھبت من عندک قال وان رجعت ویحک انما امرنا ان ناخذ منھم العفو یعنی الفضل۔

ترجمہ :- عبد الملک بن عمیر سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے بنی ثقیف کے ایک مرد نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ علیؑ ابن ابیطالب نے مجھے علاقہ سابور کا عامل (زکوٰۃ وصول کنندہ) مقرر کیا۔ پس فرمایا۔ کہ درہم (رقم) وصول کرنے کے لئے کسی کو کوڑا نہ مارنا۔ ان کے رزق، جاڑے اور گرمی کے لباس، وہ جانور جن سے کام لیتے ہیں کو زکوٰۃ میں لے لینا، کسی شخص کو رقم کے طلب کرنے میں کھڑا نہ رکھنا۔ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین! پھر تو میں اسی طرح (خالی ہاتھ) واپس آؤں گا جس طرح (خالی ہاتھ) آپ کے پاس سے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا چاہے (اسی طرح) واپس آئے تیرا بھلا ہو۔ ہمیں بلا شک حکم دیا گیا ہے کہ (ان کی ضروریات سے) زائد مال سے لیں (زکوٰۃ کی وصولی میں پہلے خلفاء کی طرح جبر و اکراہ سے کام لینا درست نہیں۔)

۳۔ حج میں مناسک کی تلافی و اصلاح :۔

نسائی۔ کتاب الحج (القرآن) جلد ۲۔ صفحہ ۱۳ :۔

عن مروان بن الحکم ان عثمانؓ نھی عن المتعۃ و ان یجمع الرجل بین الحج والعمرۃ۔ فقال علیؓ لبیک بحجۃ و عمرۃ معًا فقال عثمانؓ اتفعلھا وانا انھی عنھا۔ فقال علی لم اکن لادع سنۃ رسول اللہؐ لاحد۔

ترجمہ :۔ مروان بن حکم سے روایت ہے کہ عثمانؓ نے حج تمتع اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے (حج قران) سے منع کر دیا تو علیؓ نے (تلبیہ کہتے ہوئے) کہا۔ لبیک حج اور عمرہ دونوں کے لئے۔ پس عثمانؓ نے کہا۔ تم کیوں ایسا کر رہے ہو جبکہ میں اس سے منع کر رہا ہوں۔ تو علیؓ نے کہا۔ میں کسی کی خاطر سنتِ رسولؐ کو ترک کرنے والا نہیں ہوں۔

حافظ جی! یہ مشتے از خروارے کے طور پر چند مثالیں پیش کر دیں ورنہ کتب احادیث و اخبار میں آپ کو بیسیوں ایسے واقعات ملیں گے کہ علیؓ نے خلفاء ثلاثہ کے جاری کردہ احکام شرعی کی تلافی و اصلاح کی۔

حافظ جی! آپ نے کبھی اس امر پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائی کہ حضرت عمرؓ نے کئی دفعہ کہا۔ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔ اور یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ یہ کلمہ ستر دفعہ کہا ہے (استیعاب جلد ۵ صفحہ ۶۷) اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ مجھے کسی ایسی مشکل میں نہ ڈالے جس کے حل کے لئے ابوالحسنؑ موجود نہ ہوں (طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۲۵) تو یہ کلمات کن مواقع پر فرمایا کرتے تھے۔ یہ ان مواقع پر ہی تو کہتے تھے جب کسی حکم شرعی میں کمی بیشی کر بیٹھتے اور حضرت علی علیہ السلام اس کی تلافی فرماتے تھے۔

قولہٗ :۔ متعہ کیوں نہ چلایا۔

اقول :۔ حافظ جی! حضرت علیؑ نے متعہ چلایا۔ متعہ کو جائز و حلال قرار دیا۔ اس کے فوائد بیان فرمائے۔ حضرت عمرؓ کے منع کرنے کو زبردست غلطی کا نام دیا۔ ہاں اس طرح اس پر لوگوں کو زبردستی، بالجبر کاربند نہیں کیا۔ جس طرح حضرت عمرؓ نے بالجبر لوگوں کو اس سے باز رکھا۔ کیونکہ امام یا نبی کا کام حکم خداوندی کی تبلیغ ہے بالجبر نافذ کرنا یا چلانا نہیں ہے۔)

۱۔ تفسیر در منثور۔ جلد ۲۔ آیت (استمتعتم الایہ) صفحہ ۱۴۰۔ مطبوعہ قم۔ ایران) :۔

اخرج عبد الرزاق و ابو داؤد فی ناسخۃ و ابن جریر عن الحکم انہ سئل من ھذہ الایۃ أمنسوخۃ؟ قال۔ لا۔ وقال علیؓ لولا ان عمر نھی عن المتعۃ ما زنی الا شقی۔

ترجمہ :۔ عبدالرزاق اور ابو داؤد اپنی کتاب ناسخ میں اور ابن جریر نے حکم سے روایت کی ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ یہ آیۃ استمتعتم منسوخ ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ اور علیؓ نے فرمایا تھا کہ اگر عمرؓ متعہ سے منع نہ کرتا تو سوائے شقی کے (بدترین انسان کے) کوئی زنا نہ کرتا۔

۲۔ تفسیر طبری۔ جلد ۴۔ پارہ ۵۔ مطبوعہ بیروت۔ صفحہ ۹ :۔

الیہم (استمتعتم) روی شعبۃ عن الحکم بن عیینہ قال سألتہ عن ھذہ الایۃ أمنسوخۃ قال۔ لا۔ وقال الحکم قال علی لولا ان عمر نھی عن المتعۃ ما زنی الا شقی۔

ترجمہ :۔ شعبہ نے حکم بن عینیہ سے روایت کی کہ میں نے ہی (حکم) سے پوچھا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ اور علیؑ نے فرمایا کہ اگر عمرؓ متعہ سے منع نہ کرتا تو سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

۳۔ کنز العمال۔ جلد ۱۶ (آخری) حرف نون۔ کتاب النکاح۔ فصل خامس۔ احکام متنوعہ۔ المتعۃ۔ صفحہ ۵۲۲ :۔

عن علیؓ قال لولا ما سبق من رای عمر بن خطاب لامرت بالمتعۃ ثم ما زنی الا شقی۔

ترجمہ :۔ علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عمرؓ بن الخطاب مجھ سے پہلے اپنی رائے کا اظہار نہ کر چکے ہوتے تو میں متعہ کا حکم دیتا (بقول حافظ متعہ چلاتا) اور پھر سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

شقی کون ہے ؟

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہؐ لا یدخل النار الا شقی قیل و من الشقی ؟ قال الذی لا یعمل بطاعۃ ولا یترک للہ معصیۃ۔

ترجمہ :۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سوائے شقی کے اور کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ کہا گیا کہ شقی کون ہے ؟ فرمایا۔ وہ جو کبھی (اللہ تعالیٰ کی) اطاعت نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کو ترک نہیں کرتا۔

قولہٗ :۔ شیعہ نے کیوں آپ پر تقیہ کی تہمت لگائی۔

اقول :۔ حافظ جی ! شیعوں نے حضرت علی علیہ السلام پر تقیہ کرنے کی تہمت ہرگز نہیں لگائی۔ بلکہ آپ نے شیعوں پر یہ ایک بہت بڑی تہمت لگائی ہے۔ وہ کون عقل کا اندھا ہوگا جو ایسے شخص کو تقیہ پر کاربند کہے گا جس نے اپنے پورے دورِ خلافت میں ارشادِ نبویؐ کے تحت تاویلِ قرآن کی خاطر جنگیں لڑیں۔ اپنے سے سابق خلفاء کی غلطیوں کا برملا اظہار کیا اور ان کی درستی کی۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ تفرقہ اندازی سے بچنے کے لئے اپنے حقوق کے غصب ہونے سے چشم پوشی کی فرماتے رہے جہاں تک شریعتِ محمدیؐ نے اجازت دی۔

سوال نمبر ۷۸ :۔ ذرا غور فرمائیے۔ مسئلہ امامت کی ایجاد سے دینِ اسلام اور مسلمانوں کو کیا نفع پہنچا ؟ مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت پیغمبرؐ ولایت علیؓ کی تبلیغ سے اس لئے ڈرتے اور تاخیر کرتے تھے مبادا امت میں اختلاف پیدا ہو جائے اور بعض دین سے مرتد ہو جائیں (حیات القلوب۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۴۰) پھر جب اعلان کیا تو فرمایا۔ جو علی کا انکار کرے کافر ہے۔ جو بیعت میں دوسرے کو شریک کرے وہ مشرک ہے۔ جو خلافتِ بلافصل میں شک کرے وہ جاہلیتِ اولیٰ کی طرح کافر ہے۔ کیا اس مسئلے کا حاصل مسلمانوں کو کافر مرتد بنانے کے علاوہ بھی کچھ ہے ؟ شیعی ائمہ میں سے زیادہ سے زیادہ لشکر اور تابعدار صرف حضرت علی کو ملے تھے مگر ان میں بھی ۵۰ سے کم مسلمان تھے کیونکہ اس عقیدہ سے جہالت و انکار کی وجہ سے سب کافر ہوئے۔ رجال کشی صفحہ ۳ پر ہے کہ حضرت علی کے ساتھی عراق میں دشمن سے لڑنے والے بکثرت تھے مگر ان میں پچاس بھی نہ تھے جو آپ کی امامت کو کما حقہٗ پہچانتے ہوں۔ باقی ائمہ کے شیعہ مومنین کی تعداد سوال نمبر ۱۲ میں ملاحظہ کریں۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مسئلہ تقیہ باز منافقوں کی خانہ ساز ایجاد ہے۔ ۳

جواب :۔ قولہٗ :۔ ذرا غور فرمائیے ... نفع پہنچا

اقول :- قربان جاؤں حافظ جی! آپ کی انوکھی منطق پر۔ جس امامت پر حضورؐ کی نصوص موجود ہیں اس کو تو آپ شیعوں کی ایجاد قرار دے رہے ہیں اور جس خلافت کے انعقاد کا کوئی اصول ہی نہیں۔ بلکہ اجماع، استخلاف، شوریٰ، استیلاء (غلبہ) جس طریقے پر بھی قائم ہو جائے اور عامۃ المسلمین اسے تسلیم کر لیں تو وہ خلافتِ حقہ۔ اسے آپ اصل اصولِ دین فرما رہے ہیں۔

امامت پر نصوص :-

۱۔ مطالب السؤل، فصل کونھم ذوی القربیٰ۔ صفحہ ۵ :-

روی الحافظ فی حلیتہ بسند عن انس بن مالک قال قال رسول اللہؐ لابی برزۃ وانا اسمع یا ابا برزۃ ان اللہ عھد الیّ فی علی بن ابیطالب انّہ رایۃ الھدیٰ منار الایمان امام اولیائی نور جمیع من اطاعنی۔

ترجمہ :- انس بن مالک سے روایت ہے۔ اس نے کہا رسول اللہؐ نے ابو برزہ سے فرمایا اور میں سن رہا تھا کہ اے ابو برزہ! اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد علیؑ کے بارے میں ہے کہ وہ ہدایت کا نشان، ایمان کا مینار، میرے اولیاء کا امام اور تمام میری اطاعت کرنے والوں کا نور ہے۔

۲۔ کنز العمال۔ جلد ۱۳/۱۶ کتاب الفضائل۔ فضائل علیؑ۔ حدیث ۳۶۵۲۷ :-

عن الشعبی عن علی قال قال لی رسول اللہؐ مرحبًا لسید المسلمین امام المتقین۔

ترجمہ :- شعبی سے روایت ہے اس نے علیؑ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ مجھ سے علیؑ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا۔ خوش آمدید اے تمام مسلمانوں کے سردار، تمام متقیوں کے امام۔

۳۔ کنز العمال۔ جلد ۱۱/۱۶ کتاب الفضائل۔ فضائل الخلفاء۔ حدیث ۳۲۹۰۹ :-

(قال رسول اللہؐ) علیؑ امام البررۃ قاتل الفجرۃ منصور من نصرہ۔ مخذول من خذلہ۔

ترجمہ :- علیؑ نیکوں کا امام۔ فاسقوں فاجروں کا قاتل۔ مدد کیا ہوگا وہ جو اس کی مدد کرے۔ بے یار و مددگار ہوگا وہ جو اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

۴۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الاوّل۔ فی نور رسول اللہؐ۔ صفحہ ۱۰ :-

اخرج ابوالحسن علی بن محمد المعروف بابن مغازلی الواسطی فی کتابہ المناقب عن سلمانؓ الفارسی قال سمعت حبیبی محمدؐ یقول کنت انا وعلی نوراً بین یدی اللہ عزوجل یسبّح اللہ ذالک النور ویقدّسہ قبل ان یخلق اللہ آدمؑ باربعۃ عشر الف عام فلما خلق آدم اودع ذالک النور فی صلبہ فلم یزل انا وعلی شیء واحد حتیٰ افترقنا فی صلب عبدالمطلب ففیّ النبوّۃ وعلیؑ الامامۃ۔

ترجمہ :- سلمان فارسیؓ روایت ہے۔ اس نے کہا میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ سے سنا وہ فرما رہے تھے۔ میں اور علیؓ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک نور تھے۔ یہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہا آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو اس نور کو اس کی پشت میں امانت رکھا۔ پس میں اور علیؓ ہمیشہ ایک چیز رہے یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب کی پشت میں جدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے میری ذات میں نبوت اور علیؑ کی ذات میں امامت رکھی۔

۵- ینابیع المودة - الباب السادس والخمسون - صفحہ ۲۵۸ :-

عن سلیم بن قیس الھلالی عن سلمان الفارسی قال دخلت علی النبی ص والحسین علیہ السلام علی فخذیہ وھو یقبل فاہ ویقول انت سید ابن سید انت امام ابن امام انت حجۃ ابن حجۃ انت ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم۔

ترجمہ :- سلمان فارسیؓ سے روایت ہے اس نے کہا میں اپنے حبیب محمد ص کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ حسین علیہ السلام آپ کے زانو مبارک پر بیٹھے تھے۔ حضور ص ان کے دہن (مبارک) پر بوسے دیتے اور فرماتے: تو سردار کا بیٹا سردار۔ تو امام کا بیٹا امام۔ تو حجت کا بیٹا حجت اور نو حجتوں کا باپ ہے۔ جن کا نواں (ان میں سے) ان کا قائم ہوگا (دین کو قائم و مستحکم کرنے والا ہوگا) [نیز دیکھئے سوال نمبر ا و نمبر ۲ کے جوابات]

دیکھا حافظ جی! امامت شیعوں کی ایجاد نہیں بلکہ حضور ص نے ان بارہ کو اپنی امت کا ہادی اور امام بتایا۔ ان کی رہبری وہدایت کو امامت کا نام دیا۔

قولہٗ :- مجلسی نے لکھا ہے ولایت علی ..... بغض دین سے مرتد ہو جائیں۔

اقول :- حافظ اس بیان کا جواب سابق سوال نمبر ۴۵ کے جواب میں مذکور ہے (دیکھئے جلد اول صفحہ ۱۰۹) دوبارہ لکھنے سے خواہ مخواہ طوالت ہوگی۔

قولہٗ :- پھر جب اعلان کیا ..... جاہلیت اولیٰ کی طرح کافر ہے۔

اقول :- حافظ جی! شیعوں کی کتاب میں ایسی روایات پر جن میں منکر علی علیہ السلام کو کافر کہا گیا ہے آپ کا برہم ہونا بے جا ہے کیونکہ اہلسنت کی کتب حدیث و اخبار میں ایسی احادیث موجود ہیں جن میں منکر علیؑ و اہلبیت ص کے لئے کافر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ا۔ کنز العمال - جلد ۱۱/۱۲ کتاب الفضائل - حدیث ۳۲۹۱۰ - صفحہ ۱۵۳ :-

عن عباس علیؓ ابن ابیطالب باب حطۃ من دخل منہ کان مومناً ومن خرج منہ کان کافراً۔

ترجمہ :- علیؓ باب حطہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ مومن اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

۲- تفسیر کشاف - جلد ۴ - آیت (لا اسئلکم علیہ اجراً) :-

قال رسول اللہ ص ..... من مات علی بغض آل محمد ص مات کافراً۔

ترجمہ :- رسول اللہ ص نے فرمایا جو آل محمد ص سے بغض رکھتے ہوئے مرا وہ کافر ہو کر مرا۔

۳- اہلسنت اور اہل تشیع دونوں میں معروف ومسلمہ حدیث : من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ

(ترجمہ) جو ایسی حالت میں مرا کہ اپنے امام زمانہ کو نہیں پہچانتا تھا تو وہ جاہلیت اولیٰ کی طرح کافر مرا۔

شیعہ عقیدہ اور فرمان ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے مطابق اس کفر سے مراد کفر بالاسلام یا انکار اسلام نہیں بلکہ کفر بالامامۃ یا امامت کا انکار ہے۔ دیکھئے :-

۱۔ کافی۔ جلد ۳۔ باب ان الاسلام یحقن بہ الدم والثواب علی الایمان۔ صفحہ ۳۹ :۔

عن سفیان بن السمط قال سأل رجل اباعبداللہ علیہ السلام عن الاسلام والایمان ما الفرق بینھما فلم یجبہ ثم التقیا فی الطریق وقد ازف من الرجل الرحیل فقال لہ ابوعبداللہ علیہ السلام کانہ قد ازف منک الرحیل فقال نعم فقال فالقنی فی البیت فلقیہ فسألہ عن الاسلام والایمان ما الفرق بینھما فقال الاسلام ھو الظاھر الذی علیہ الناس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان محمداً عبدہٗ و رسولہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و حج البیت و صیام شھر رمضان فھٰذا الاسلام وقال الایمان معرفۃ ھٰذا الامر مع ھٰذا فان اقربھا ولم یعرف ھٰذا الامر کان مسلماً و کان ضالاً۔

ترجمہ :۔ سفیان بن سمط سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دونوں امامؑ اور وہ شخص راستے میں ملے اور اس شخص کے کوچ کرنے کا وقت قریب آگیا تھا تو آپ نے اس شخص سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے کوچ کرنے (واپس جانے) کا وقت قریب آگیا ہے تو اس شخص نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے میرے گھر پر ملو۔ پس وہ (گھر پر) آپ سے ملا اور سوال کیا کہ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اسلام تو یہی ظاہری دین جس پر لوگ کاربند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی حضرت محمدؐ کی نبوت کی شہادت۔ نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج بیت اللہ۔ ماہ رمضان کے روزے۔ یہ تو ہے اسلام اور ایمان۔ ان امور کے ساتھ اس امر (امامت) کی پہچان جس نے ان امور کا تو اقرار کیا اور اس امر (امامت) کو نہ پہچانا وہ مسلمان ہے لیکن گمراہ۔

۲۔ اصول کافی۔ جلد ۲۔ کتاب الحجۃ۔ باب من مات ولیس لہ امام۔ صفحہ ۲۰۸ :۔

عن ابن ابی یعفور قال سئلت اباعبداللہ علیہ السلام عن قول رسول اللہؐ "من مات ولیس لہ امام من ائمۃ الھدیٰ فمیتۃ میتۃ الجاھلیۃ" قال قلت میتۃ کفر قال میتۃ الضلال۔

ترجمہ :۔ ابن ابی یعفور سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے حضور رسول اللہؐ کے اس قول کے متعلق سوال کیا۔ "جو ایسی حالت میں مرا کہ امام ہدیٰ کا پیروکار نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔" کیا اس سے مراد کفر کی جاہلیت ہے؟ امامؑ نے فرمایا۔ گمراہی کی جاہلیت مراد ہے) [نیز دیکھئے سوال نمبر ۵۲]

امام بخاری نے ایسے مقامات پر کفر کے لفظ کے استعمال کو "کفر دونِ کفر" (کفر کے علاوہ کفر) کا نام دیا ہے۔

(دیکھئے سوال نمبر ۵۸ کا جواب)

مفتیانِ اہلسنت نے بھی ایسے مقامات پر کفر کے لفظ کو کفرِ حقیقی کے معنوں میں نہیں لیا۔

مجموعۃ الفتاویٰ عبدالحیٔ۔ استفتاء نمبر ۲۔ صفحہ ۵ :۔

در فتاوائے عالمگیر است من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر والرافضی اذا یسبّ الشیخین فھو کافر والمعتزلی اذا قال استحالہ الرویۃ فھو کافر و لو قال رجل لولم یأکل آدمؑ الحنطۃ لما صرنا اشقیا یکفر .... اگر کسے گوید بخدا و بسرِ تو سوگند است فہذا کفر۔ اگر گوید کہ اگر آسمان بانگ اید کہ مزن ہم میزنم یلزمہ الکفر

..... امثال ایں از قسم الفاظ زبانی بسیار است کہ بیانہا موجب تطویل است پس آنچہ دریں فتویٰ قائل ایں قسم کلمات را محکوم علیہ بکفر و منسوب بکفر نمودہ معنی ایں کفر چیست یا چنیں شخص بدون توبہ از دائرہ اسلام خارج و محجوب الارث و ممنوع عن التناکح دانیم یا محجوب عن الارث و ممنوع عن التناکح بین المسلمین نخواہد شد آنچہ حکم مفتی باشد ارقام فرماید بینوا و توجروا۔

(جواب) ھو المصوب :۔ حکم ارباب فتویٰ بکفر قائل ہمچو کلمات تہدیدی است نہ آنکہ کفر حقیقیہ لازم آید۔ صاحب بحر الرائق وغیرہ تصریح ایں معنی کردہ اند۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ترجمہ :۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جس نے ابوبکر صدیق کی امامت (خلافت) کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ رافضی جب شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کو سب کرے تو کافر۔ معتزلی اگر (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرے تو کافر۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر آدم علیہ السلام گیہوں نہ کھاتے تو ہم مصیبتوں میں نہ پڑتے تو کافر..... اگر کوئی شخص کہے کہ اگر آسمان سے آواز بھی آئے کہ اسے مت مار تو میں اسے ماروں گا تو اس پر کفر لازم ہو جاتا ہے اور ایسے زبانی الفاظ بہت سے ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے پس یہ جو اس فتویٰ میں اس قسم کے کلمات کے کہنے والے پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اور اسے کفر سے منسوب کیا گیا ہے تو اس کفر کے کیا معنی ہیں؟ کیا اس قسم کے آدمی کو اسلام سے خارج، وراثت سے محروم، اس سے باہمی نکاح ممنوع سمجھیں یا اسلام سے خارج۔ ورثہ سے محروم اور باہمی نکاح بین المسلمین ممنوع نہیں ہوگا۔ جو بھی آپ (مفتی) کا حکم ہو تحریر فرمائیں۔ واضح فرمائیں اور اجر پائیں۔

(جواب) (درستی کی طرف رہبری کرنے والا وہی ہے) اس قسم کے کلمات کہنے والے پر صاحبان فتویٰ کا کفر کا حکم جاری کرنا تہدیدی (اللہ تعالیٰ سے خوف دلانے کے لئے) ہے۔ نہ یہ کہ اس پر حقیقی کفر لازم آجاتا ہے۔ بحر الرائق کے مصنف نے اس امر کی وضاحت کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اسی طرح یہاں مشرک سے مراد مشرک باللہ نہیں بلکہ مشرک بالامامت ہے۔ حافظ جی شیعہ کتب میں کفر کا لفظ دیکھتے ہیں اس سے مراد کفر بالاسلام لیتے ہیں اور جہاں شرک کا لفظ دیکھتے ہیں اس سے مراد شرک باللہ لیتے ہیں۔ حالانکہ :۔

جس نے سرے سے وجود باری تعالیٰ کا انکار کیا وہ کافر باللہ جیسے ملحد اور دہریہ۔

جس نے اللہ تعالیٰ کے وجود کا بھی اقرار کیا اور اس کے ساتھ دیگر آلہہ (معبودین) کو بھی تسلیم کیا وہ مشرک باللہ جیسے بت پرست و آتش پرست وغیرہ

جس نے سرے سے حضور کی نبوت کا انکار کیا وہ کافر بالنبوۃ جیسے یہود و نصاریٰ۔

جس نے کسی دوسرے کو حضور کی نبوت میں حصہ دار بتلایا وہ مشرک بالنبوۃ جیسے اپنے پیران کے متعلق غلو کرنے والے بعض مسلمان۔

اسی طرح جس نے ان ائمۃ الہدیٰ کی امامت کا انکار کیا وہ کافر امامت جس نے امور دین میں ان کی اطاعت کے ساتھ کسی دوسرے کی اطاعت کو بھی لازم و واجب قرار دیا مشرک فی الامامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ریاکار۔ عبادۃ کو ذریعہ معاش بنانے والے کو مشرک بعبادۃ اللہ فرمایا ہے۔ اسے مشرک باللہ (یا اصطلاحی معنوں میں مشرک) نہیں کہہ سکتے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

ترجمہ:۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کی توقع رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک اعمال بجالائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ (سورۃ الکہف ۱۸۔ آیت ۱۱۰)

جس طرح ریاکار اور متمنی زر مشرک بطاعت رب ہے اسی طرح امام برحق کے ساتھ کسی دوسرے کو شامل کرنے والا مشرک بامامت ائمہ ہے۔

قولہ:۔ کیا اس مسئلے کا حاصل کافر و مرتد بنانے کے علاوہ بھی کچھ ہے۔

اقول:۔ حافظ جی۔ کافر و مرتد بنانا اس مسئلے کا حاصل نہیں بلکہ امام برحق سے روگردان ہوکر امام جائر کی امامت قبول کرنا ہے۔ شیعہ اس مسئلے کے مفہوم و مطلب کو سمجھتے ہیں۔ ائمہ ہدیٰ کے دیگر ارشادات ان کے پیشِ نظر ہیں۔ وہ ایسے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے جو ان کی امامت کے قائل نہ ہوں وہ ان پر ضال و مضل (گمراہ و گمراہ کن) کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

کفر سازی کی مشین تو آپ نے اور آپ کے ہم خیال ملاؤں نے لگا رکھی ہے۔ جہاں کسی نے اپنے بزرگ یا استاد یا مرشد کے ہاتھ کو بوسہ دیا، کافر۔ یا رسول اللہ کہہ دیا، کافر۔ اپنے ہم عقیدہ مسلمانوں کے علاوہ باقی تمام فرقِ اسلام ان کے نزدیک کافر ہیں۔ حافظ جی، یہ تم ہی تو ہو جو اپنے عقیدت مندوں سے "کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے لگواتے ہو کبھی شیعوں کو بھی "کافر کافر سنی کافر" کا نعرہ لگاتے سنا ہے؟

قولہ:۔ زیادہ سے زیادہ تین چار یا تعداد ..... کم مسلمان تھے۔)

اقول:۔ حافظ جی، کیا مومن و مسلمان ہونے کے لئے کماحقہٗ پہچاننا ضروری ہے؟ کیا ایسا شخص جو توحید، نبوت و قیامت کا اقرار کرتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اور حضرت محمدؐ کی کماحقہٗ معرفت نہ رکھتا ہو تو وہ اس عقیدے سے جہالت و انکار کی وجہ سے کافر ہوگا؟ پھر دنیا میں نہ کوئی مسلمان ہے نہ تھا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان امور کی کماحقہٗ معرفت انسان کے لئے محال ہے۔ حضور سرورِ کائنات ؐ بھی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے تھے: "ما عرفناک حق معرفتک و ما عبدناک حق عبادتک۔ (اے خدا) ہم نے تجھے کماحقہٗ نہیں پہچانا۔ ہم نے کماحقہٗ تیری عبادت نہیں کی۔

جناب حافظ محترم! راوی کے اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ امامت کی کماحقہٗ معرفت ایک صعب و مستصعب (انتہائی مشکل امر) ہے۔ نہ یہ کہ پچاس سے کم کے علاوہ مومن و مسلمان ہی نہ تھے۔

قولہ:۔ یہ بھی معلوم ہو چکا الخ

اقول:۔ ان ائمہ ہدیٰ کی امامت پر حضور نبی کریمؐ کی اس قدر کثیر نصوص نبوی کے باوجود بھی آپ اسے تقیہ یا زمانے کی ایجاد کہیں تو اسے "ارشاداتِ نبوی سے انکار" کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۷۹ :- جب امامت رسالت کی طرح منصوص عہدہ ہے۔ امام واجب الاتباع اور معصوم ہوتا ہے وہ حلال و حرام میں مختار ہوتا ہے اور ہر امام کو اپنے زمانے کے لئے الگ الگ کتاب بھی ملی ہے (کما فی الکافی وجلاء العیون) تو ہر امام کا مذہب و شریعت دوسرے سے جدا ثابت ہوئی جو پچھلے کی امت کے لئے حجت نہیں جیسے سابق پیغمبر کی شریعت پچھلے کی امت کے لئے حجت نہیں۔ بنا بریں آج امام مہدی کے شیعہ حضرت باقر و جعفر کے اقوال سے کیوں تمسک کرتے ہیں۔ کیا اس امام مہدی کا انکار نہ ہو گیا۔ جب ان کو فقط حضرت مہدی سے شریعت سیکھنے کا حق ہے۔

جواب: قولہ :- جب امامت رسالت کی طرح ..... معصوم ہوتا ہے۔

اقول :- بلاشک ائمہ اثنا عشر منصوص من الرسولؐ ہیں اس لئے منصوص من اللہ ہیں۔ اس سے سابقہ سوال نمبر ۷۸ میں بعض نصوص کا ذکر ہوا۔ مزید نصوص دیکھنا ہوں تو سوال نمبر ۲ اور سوال نمبر ۳ کے جوابات دیکھئے اور بلاشک واجب الاتباع ہیں۔

۱- کنز العمال۔ جلد ۱۱/۱۹ کتاب الفضائل، فضائل علیؓ۔ حدیث ۳۲۹۷۱ :-

قال رسول اللہؐ من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من اطاع علیاً فقد اطاعنی۔ (مستدرک)

ترجمہ :- جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؓ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔

۲- مؤدۃ القربیٰ۔ المودۃ العاشرۃ :-

عن علی المرتضیٰؓ قال قال رسول اللہؐ الائمۃ من ولدی فمن اطاعھم فقد اطاع اللہ و من عصاھم فقد عصی اللہ و ھم عروۃ الوثقیٰ و ھم الوسیلۃ الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ :- علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ائمہ میری اولاد سے ہوں گے پس جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ مضبوط سہارا ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ وہ معصوم ہیں۔

مؤدۃ القربیٰ۔ المودۃ التاسعۃ :-

عن اصبغ بن نباتۃ عن عبد اللہ بن عباس قال سمعت رسول اللہؐ یقول انا و علیؓ و الحسنؓ والحسینؓ و تسعۃ من ولد الحسینؓ مطھرون معصومون۔

ترجمہ :- اصبغ بن نباتہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ اور حسینؓ کی اولاد میں سے نو پاک کئے ہوئے معصوم ہیں۔

قولہ :- وہ حلال و حرام میں مختار ہوتا ہے .... الگ کتاب ملی ہے (کما فی الکافی وجلاء العیون)

اقول :- یہ دونوں امور حافظ کے بہتان و افتراء ہیں۔ ہم نہ تو اس امر کے قائل ہیں کہ امام حلال و حرام میں مختار ہوتا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے جواب سوال نمبر ۲۲) نہ ہی ہم اس کے قائل ہیں کہ ہر امام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نازل ہوئی شیعہ عقیدہ معلوم کرنے کے لئے امام علیہ السلام کے مندرجہ ذیل ارشاد کو دیکھئے :-

اصول کافی - جلد ۲ - کتاب الحجۃ - باب ان الائمۃ ولاۃ امرہ و خزنۃ علمہ - صفحہ ۱۹۲ :-

عن سدیر عن ابی جعفرؑ قال قلت لہ جعلت فداک ما انتم قال نحن خزان علم اللہ نحن تراجمۃ القرآن نحن حجۃ اللہ البالغۃ علیٰ من دون السماء و من فوق الارض -

ترجمہ :- سدیر نے ابوجعفر (امام محمد باقر علیہما السلام) سے روایت کی - وہ کہتا ہے کہ میں نے (امام علیہ السلام سے) سوال کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ کیا ہیں ؟ تو فرمایا - ہم اللہ کے (نازل کردہ) علم کے خزانچی (محافظ) ہیں - ہم قرآن کریم کے ترجمان (مفسر) ہیں - ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر ہر فرد پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ ہیں۔

دیکھا حافظ جی ، یہ سب ایک ہی منزل دین محمدیؐ (اسلام) کے محافظ و مبلغ ہیں - ایک ہی کتاب قرآن کریم کے مفسر و معلم ہیں - ان کا کلام ایک - دین و حرام و حلال کے متعلق احکام ایک -

اصول کافی - جلد ۱ - کتاب فضل العلم - باب روایۃ الکتب والحدیث - صفحہ ۶۰ :-

ابن سالم و حماد بن عثمان وغیرہ قالوا سمعنا ابا عبد اللہؑ یقول حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی حدیث جدی و حدیث جدی حدیث الحسینؑ و حدیث الحسینؑ حدیث الحسن و حدیث الحسن حدیث امیر المومنینؑ و حدیث امیر المومنینؑ حدیث رسول اللہؐ و حدیث رسول اللہؐ قول اللہ عزوجل -

ترجمہ :- ابن سالم اور حماد بن عثمان وغیرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری ہر حدیث میرے باپ کی (بیان کردہ) حدیث ہے - میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے - میرے دادا کی حدیث حسین علیہ السلام کی حدیث ہے - حسین علیہ السلام کی حدیث حسن علیہ السلام کی حدیث ہے - امام حسن علیہ السلام کی حدیث امیر المومنین (علی) علیہ السلام کی حدیث ہے - امیر المومنین (علی) علیہ السلام کی حدیث رسول اللہؐ کی حدیث ہے اور رسول اللہؐ کی حدیث فرمان الٰہی ہے -

گویا ان بارہ میں سے ہر ایک کی حدیث بعینہٖ رسول اللہؐ کی حدیث ہے - ان کے احکام ان کی تعلیم دین میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے -

اصول کافی - جلد ۱ - باب فی ان الائمۃؑ فی العلم والشجاعۃ والطاعۃ سواء - صفحہ ۲۷۱ :-

عن الحارث بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول رسول اللہؐ و نحن فی الامر والفہم والحلال والحرام یجری مجری واحد فاما رسول اللہؐ و علیؑ فلھما فضلھما -

ترجمہ - حارث بن مغیرہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہؐ اور ہم (ائمہ) بلحاظ اولی الامر ہونے ، بلحاظ فہم و ادراک بلحاظ احکام حلال و حرام بمنزلہ ایک وجود کے ہیں - لیکن رسول اللہؐ اور علی علیہ السلام کو جو فضیلت حاصل ہے وہ ان ہی کیلئے ہے -

اہل سنت کی احادیث سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے -

کنز العمال - جلد ۱۲ - کتاب الفضائل - باب الخامس - فضائل اہل بیت - صفحہ ۹۸ :-
مستدرک - جلد ۲ - باب الفضائل - صفحہ ۱۲۰ -

قال رسول اللہؐ من سرہ ان یحیٰی حیاتی و یموت مماتی ولیسکن جنۃ عدن فلیوال علیاً من بعدی ولیقتد اھل بیتی فانھم عترتی وخلقوا من طینتی ورزقوا فھمی وعلمی فویل للمکذبین بفضلھم من امتی القاطعین فیھم صلتی لا انالھم شفاعتی۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جسے یہ امر پسند ہو کہ میری زندگی جیسی زندگی گذارے، میری موت جیسی موت مرے اور جنتِ عدن میں سکونت حاصل کرے تو اسے چاہیئے کہ میرے بعد علیؑ کو اپنا والی (سرپرست وحاکم) بنائے اور میرے اہلبیتؑ کی اقتداء کرے۔ بتحقیق وہ میری عترت (اصل ونسل) سے ہیں اور میری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ میرا فہم وادراک وعلم عطا کئے گئے ہیں۔ پس تباہی ہے ان کے لئے جو اُن کے میری تمام امت سے افضل ہونے کو جھٹلائیں، ان سے قطع تعلق کریں، ان کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

اصل مقصود حضور نبی کریمؐ کی اطاعت اور ان کی لائی ہوئی شریعت کا علم ہے اور یہ ائمہ علیہم السلام ان امور کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ بارہ امام ایک ہی چشمۂ آبِ حیات کے بارہ مشرع (گھاٹ) ہیں۔ جس گھاٹ سے بھی یہ آبِ حیات حاصل کیا مقصود حاصل ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قول وفعل، اوامر ومنہیات میں ذرہ برابر فرق نہیں ان میں سے جس ایک کی اتباع واطاعت کی تو گویا رسول کریمؐ کی اتباع واطاعت کی۔

فروع کافی۔ جلد ۷/۸۔ کتاب المواریث۔ باب علت کیف صار للذکر سہمان۔ صفحہ ۸۵:۔

عن اسحاق بن محمد النخعی قال سأل الفھفکی ابا محمد علیہ السلام ما بال المرءۃ المسکینۃ الضعیفۃ تاخذ سھماً و یاخذ الرجل سھمان فقال ابو محمدؑ ان المرأۃ لیس علیھا جھاد ونفقۃ و لا علیھا معقلۃ انما ذالک علی الرجل فقلت فی نفسی قد کان قیل لی ان ابن ابی العوجاء سأل ابا عبد اللہ علیہ السلام عن ھذہ المسئلۃ فاجابہ بھذا الجواب فقالؑ نعم ھذہ المسئلۃ مسئلۃ ابن ابی العوجاء والجواب منا واحد ان کان معنی المسئلۃ واحداً جری لاخرنا ما جری لاولنا واولنا واٰخرنا فی العلم سواء ولرسول اللہؐ وامیر المؤمنین علیہ السلام فضلھما۔

ترجمہ:۔ اسحاق بن محمد نخعی سے روایت ہے کہ فھفکی نے حضرت ابو محمد (گیارہویں امام حسن عسکری) علیہ السلام سے سوال کیا۔ کیا وجہ ہے کہ مسکین کمزور عورت کے لئے تو (میراث میں) ایک حصہ ہے اور مرد دو حصے لیتا ہے۔ تو ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا۔ چونکہ عورت پر نہ جہاد ہے نہ کسی دوسرے کا نان ونفقہ، نہ دیت کی ادائیگی ہے۔ یہ تمام امور مرد پر لازم ہیں۔ پس میں نے دل ہی دل میں کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہی مسئلہ ابن ابی العوجاء نے امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تھا اور امامؑ نے اسے یہی جواب دیا تھا۔ اس پر امام (ابو محمد (حسن عسکری) علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! یہی مسئلہ ابن ابی العوجاء نے پوچھا اور ہم (سب) کی طرف سے جواب ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر مسئلہ کا مضمون ایک ہی ہو ہمارے آخری کے لئے بھی وہی حکم جاری ہوا ہے جو ہمارے پہلے کے لئے۔ ہمارا پہلا اور ہمارا آخری (سب) علم میں برابر ہیں۔ ہاں، رسول اکرمؐ اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو فضیلت حاصل ہے۔

قولہ :- ہر امام کو اپنے اپنے زمانے میں.... کتاب بھی ملی ہے۔ (کما فی الکافی و جلاء العیون)

اقول :- حافظ جی نے بطور حوالہ صرف دو کتابوں کا نام لکھا ہے۔ کافی کی نہ جلد نہ صفحہ۔ اسی طرح جلاء العیون کے صفحہ کا ذکر نہیں۔ نہ اصل عبارت کا کوئی لفظ لکھا۔

میں نے کئی دنوں تک ان دونوں کتابوں کی ورق گردانی کی کہ شاید کوئی حدیث یا روایت مل جائے جس کے متعلق گمان ہو سکے کہ حافظ جی نے اس حدیث یا روایت کو اپنے اس اعتراض کی بنیاد بنایا ہوگا۔ مگر مجھے سوائے مندرجہ ذیل حدیث کے اور کوئی ایسی حدیث یا روایت نہیں مل سکی۔ لہٰذا اگر حافظ جی نے اسی حدیث کی بناء پر شیعوں پر یہ بہتانِ عظیم تراشا ہے تو اس کا جواب تحریر کئے دیتا ہوں۔

اصول کافی - جلد ۲/۴ - کتاب الحجۃ - باب ان الائمۃ لم یفعلوا شیئاً ولا یفعلون الا بعہد من اللہ :-

عن ابی عبد اللہ البزاز عن حریز قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام جعلت فداک ما اقل بقاءکم اہل البیت واقرب آجالکم بعضہا من بعض مع حاجۃ الناس الیکم فقال ان لکل واحد منا صحیفۃ فیہا ما یحتاج ان یعمل بہ فی مدتہ فاذا انقضی ما فیہا مما امر بہ عرف ان اجلہ قد حضر فاتاہ النبی ینعی الیہ نفسہ واخبرہ بما لہ عند اللہ وان الحسین علیہ السلام قرأ صحیفتہ التی اعطیہا فسر لہ ما یأتی فنعی وبقی شیئاً لم تنقض فخرج للقتال۔

ترجمہ :- ابن حریز سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہا۔ میں آپ پر قربان جاؤں آپ اہلبیت کی زندگیاں کتنی کم ہیں اور آپ کے آخری وقت کتنے ایک دوسرے کے قریب ہیں حالانکہ لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک تحریر موجود ہے جس میں وہ تمام کام جو ہم نے اپنی عمر میں انجام دینے ہیں لکھے ہوئے ہیں۔ جب وہ لکھے ہوئے تمام امور پورے ہو چکتے ہیں تو وہ (امامؑ) جان جاتا ہے کہ اس کا آخری وقت آن پہنچا۔ پس نبی کریمؐ اس کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اسے موت کی سنانی دیتے ہیں اور جو کچھ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں اس کی خبر دیتے ہیں (یہی وجہ ہے کہ) امام حسین علیہ السلام نے اپنی اس تحریر کو پڑھا جو انہیں دی گئی تھی اور جس میں جو کچھ ہونے والا تھا اس کی تشریح تھی۔ انہیں موت کی سنانی (خبر) دی جا چکی تھی اور ابھی کچھ امور باقی تھے جو پورے نہیں ہوئے تھے۔ پس جنگ کے لئے نکلے۔

اس حدیث میں لفظ "صحیفہ" وارد ہوا ہے جس کے معنی ورق یا کسی ورق پر ثبت شدہ تحریر ہے۔ نہ کہ کتاب۔

المعجم الوسیط (لغت) صحیفۃ : ما یکتب فیہ من ورق ونحوہ ویطلق علی المکتوب فیہا۔

ترجمہ :- صحیفہ : وہ چیز جس پر لکھا جائے جیسے کاغذ یا ایسی ہی کوئی چیز (اور اس لکھی ہوئی تحریر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں لوگوں کے نامہ ہائے اعمال کے لئے صحف (صحیفے) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (سورۃ تکویر ۸۱- آیات ۸-۱۰)

ترجمہ :- (قیامت کے دن) جب زندہ درگور کی ہوئی بچی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ یہ کس گناہ میں قتل کی گئی اور جب

صحیفے (اعمال نامے) پھیلائے جائیں گے (کھولے جائیں گے)۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۱۔ الباب الثالث۔ الفصل الاول فی الایمان والعزیمة۔ صفحہ ۲۳۲:۔

عن کعب ابن مالک ان کعب اشرف کان یھجو رسول اللہ ..... فامر رسول اللہ سعد بن معاذ ان یبعث الیہ من یقتلہ ..... فلما قتلہ فزعت الیھود والمشرکون فغدوا علی رسول اللہ وقالوا طرق صاحبنا فقتل فذکر لھم رسول اللہ الذی کان یقول ثم دعاھم ان یکتب بینھم کتابا ینتھون الی ما فیہ فکتب بینھم والمسلمین عامة صحیفة۔

ترجمہ:۔ کعب بن مالک سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف رسول اللہ کی ہجو کیا کرتا تھا..... رسول اللہ نے سعد بن معاذ کو حکم دیا کہ کسی آدمی کو بھیجے جو اسے قتل کردے..... جب اسے اس نے قتل کردیا تو یہود اور مشرکین گھبرا گئے پس رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ ہمارے ساتھی کو رات کے وقت بلایا گیا اور وہ قتل کردیا گیا۔ رسول اللہ نے انہیں وہ (باتیں) یاد دلائیں جو وہ کہتا تھا۔ پھر انہیں باہمی تحریر (عہد نامہ) لکھنے کی دعوت دی جس کے لکھے پابند رہیں۔ پس حضور و عام مسلمین اور یہود کے درمیان ایک صحیفہ (تحریر) لکھی گئی۔

حافظ جی کی پیش کردہ اصول کافی کی حدیث میں وارد صحیفہ کے لفظ سے کتاب مراد لینا اور آسمانی کتاب جس شریعت نازل ہوئی ہو، اسے حافظ جی کے ہیر پھیر کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

اس کے باوجود اگر حافظ جی کہیں کہ نہیں۔ صحیفہ سے مراد نئی شریعت پر مشتمل آسمانی کتاب ہے تو میں انہیں دلاؤں گا کہ ان کی کتب احادیث میں بھی دیگر امور کے متعلق نہ سہی حضرت علی کے صحیفہ کا ذکر موجود ہے۔ کیا وہاں کا مطلب آسمانی کتاب لیں گے؟ کیا اس امر کے قائل ہوجائیں گے کہ حضرت علی پر کتاب نازل ہوتی تھی؟

بخاری۔ جلد ۸۔ کتاب الاعتصام بکتاب اللہ والسنة۔ باب ۵۔ مایکرہ من التعمق:۔

عن ابراھیم التیمی قال حدثنی ابی قال خطبنا علی علی منبر من آجر وعلیہ سیف فیہ صحیفة معلقة فقال واللہ ما عندنا من کتاب یقرأ الا کتاب اللہ وما فی ھذہ الصحیفة۔ فنشرھا فاذا فیھا اسنان الابل واذا فیھا المدینة حرم من عیر الی کذا فمن احدث فیھا حدثا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین۔

ترجمہ:۔ ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی کہ اینٹوں سے بنے ہوئے منبر پر حضرت علی نے ہمیں خطبہ دیا اور ان کے پاس تلوار تھی جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا۔ پس فرمایا۔ خدا کی قسم ہمارے پاس کتاب اللہ (قرآن کریم) اور اس صحیفہ کے علاوہ کوئی کتاب نہیں جسے پڑھا جائے۔ پس وہ (صحیفہ) پھیلایا گیا (کھولا گیا) تو اس میں (زکوٰۃ میں دیئے جانے والے) اونٹوں کا ذکر تھا اور یہ ذکر تھا کہ مدینہ منورہ عیر پہاڑی سے کہ فلاں جگہ تک حرم ہے۔ اس (حدود) میں جو کوئی (خلاف شرع) امر واقع کرے (یا فتنہ و فساد برپا کرے) اس پر اللہ، اس فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔

کافی کی اس حدیث میں کہیں ذرا سا اشارہ بھی اس امر کی طرف نہیں کہ "ہر امام کو اپنے اپنے زمانے کے لئے الگ الگ کتاب ملی ہے" نہ اس امر کا بیان ہے کہ صحیفہ منزل من اللہ اور امور شریعت پر مشتمل تھا۔ سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر صحیفہ ہر امام ؑ کے لئے نبی کریم ؐ کا ایک وصیت نامہ تھا جس میں ان امور کی وصیت کی گئی تھی جو امام ؑ نے سرانجام دینے تھے۔

سوال نمبر ۸۰ :- جلاء العیون میں حضرت حسن رضؓ کے حالات میں ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ سے صلح و بیعت کے وقت یہ مضمون لکھوایا۔ "حسن رضؓ بن علی رضؓ بن ابوطالب نے معاویہ رضؓ بن ابوسفیان رضؓ سے صلح کی ہے کہ وہ ان سے تعرض و جنگ نہ کریں گے بشرطیکہ وہ (معاویہ رضؓ) لوگوں میں حکومت کریں۔ کتاب خدا، سنت نبوی ؐ اور خلفائے راشدین کی سیرت کے مطابق اور کسی کو اپنے بعد نامزد نہ کریں اور حضرت علی ؓ اور آپ کے ساتھی ہر جگہ محفوظ رہیں گے الخ" فرمائیے کیا خلفاء راشدین کی سیرت کا برحق اور قابل اتباع ہونا حضرت حسن رضؓ نے واضح نہ کر دیا اور حضرت حسن رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ کو اس عہد پر پابند رکھا۔ اگر وہ کتاب و سنت اور خلفاء راشدین کی سیرت کے پابند رہے اور ضرور رہے۔ تبھی تو حضرت حسن رضؓ نے مخالفت اور جنگ نہ کی تو آپ کی خلافت کی حقانیت پر اس سے بڑا ثبوت کیا چاہئے۔ کیا اس سے شیعۂ علی ؓ پر مظالم کی وضعی داستانیں بھی کافور نہ ہوگئیں؟ اور ولیعہدی بھی اپنی طرف سے نہ تھی بلکہ اہل حل وعقد نے کرائی تھی۔

جواب :- سب سے پہلے جلاء العیون کی عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

جلاء العیون - باب چہارم - احوالات امام حسن ؑ فصل وقائع بعد شہادت آنحضرت (علی علیہ السلام) صفحہ ۲۵۴ :-

پس پسرعم خود عبداللہ بن الحارث را فرستاد بنزد معاویہ کہ عہدہا و پیمانہا ازو بگیرد و نامۂ صلح را بنویسد۔ نامہ را چنین نوشتند :- (بسم اللہ الرحمن الرحیم) صلح کرد حسن بن علی بن ابیطالب با معاویہ بن ابوسفیان کہ متعرض او نگردد بشرط آنکہ او عمل کند درمیان مردم بکتاب خدا و سنت رسولخدا و سیرت خلفاء شائستہ و بشرط آنکہ بعد از خود احدی را بر این امر تعیین ننماید و مردم در ہر جای عالم کہ باشند از شام و عراق و حجاز و یمن از شر او ایمن باشند و اصحاب علی ؑ ابن ابیطالب و شیعیان او ایمن باشند بر جانہا و مالہا و از معاویہ باین شرطہا پیمان خدا گرفتہ شد۔ ..... ہر سالہ از خراج دار ابجرد پنجاہ ہزار درہم بآنحضرت رساند و آنکہ سب امیرالمومنین ؑ نکند۔

ترجمہ :- پس امام حسن ؑ نے اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ اس سے عہد و پیمان لیں اور صلح نامہ تحریر کرائیں۔ صلحنامہ اس طرح لکھا گیا :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسن ؑ بن علی ؑ بن ابیطالب نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ اس (شرائط) پر صلح کی کہ وہ اس سے تعرض نہیں کریں گے بشرطیکہ وہ لوگوں کے ساتھ کتاب خدا، سنت رسولخدا ؐ اور شائستہ (قابل خلافت) خلفاء کی سیرت پر عمل کریں اور بشرطیکہ اپنے بعد کسی کو اس امر (خلافت) پر کسی کو متعین نہ کریں اور لوگ ہر جگہ شام، عراق، حجاز اور یمن میں اس کے شر سے محفوظ رہیں اور اصحاب علی ؑ اور ان کے شیعہ امن وامان میں ہوں۔ ان کے گھر اور مال اور ان کے بیوی بچے۔ معاویہ سے ان شرائط پر اللہ (کو حاظر و ناظر جان کر) عہد و پیمان کرایا گیا۔ اور ہر سال دارابجرد کے خراج سے پچاس ہزار درہم آنجناب (امام حسن ؑ) کو ملیں گے اور یہ کہ وہ امیرالمومنین (حضرت علی علیہ السلام) کو سب (لعنت) نہیں کریں گے۔

قولہٗ:- فرمائیے کیا خلفاءِ راشدین ..... حضرت حسن رض نے واضح نہ کر دیا۔

اقول:- اوّل تو جلاء العیون میں خلفاء راشدین کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ خلفاء ثلاثہ (خلافت کے قابل یا راست رو) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور بفرضِ محال اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مصنف مرحوم نے یہ خلفاء راشدین کا ترجمہ کیا ہے اور امام حسن علیہ السلام کے اصل عہد نامہ میں بھی لفظ (خلفاء راشدین) ہی استعمال ہوا تھا تو حافظ جی نے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ خلفاء راشدین سے امام حسن علیہ السلام کی مراد ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض ہیں اور امام حسن ع نے اس لفظ کو عام معنوں (ہدایت یافتہ) میں استعمال نہیں کیا؟

کیا اہلسنت کی کتب حدیث میں حضور نبی کریم ص کا کوئی ایسا قول موجود ہے کہ حضور ص نے فرمایا ہو کہ خلفائے راشدین بس یہی چار (ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض، علی ع) ہیں اور جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہو اس سے مراد یہی چار ہوں گے؟ ایسا ہوتا تو علماء و بزرگان اہلسنت میں خلفاء راشدین کی تعداد میں اختلاف نہ ہوتا۔ حالانکہ بعض علماء و محدثین ان کی تعداد چار (ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض، علی ع) بتلاتے ہیں جیسا کہ اہلسنت میں مشہور و مروج ہے۔

بعض کے نزدیک پانچ (مذکورہ بالا چار اصحاب اور عمر بن عبد العزیز) ہے:-

تاریخ الخلفاء (سیوطی) مطبع مجیدی لاہور۔ ذکر عمر بن عبد العزیز۔ صفحہ ۱۳۴:-

قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عمر بن عبد العزیز۔

ترجمہ:- سفیان ثوری رح نے کہا (صحیح معنوں میں) خلیفے تو بس پانچ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور عمر بن عبد العزیز۔

بعض کے نزدیک خلفاء راشدین صرف تین ہیں:-

تاریخ الخلفاء (باب مذکورہ بالا) صفحہ ۱۵۹:-

عن حبیب بن ہند الاسلمی قال قال لی سعید بن المسیب ان الخلفاء ثلاثۃ ابو بکر، عمر، عمر بن عبد العزیز۔ قال قلت لہ ابوبکر و عمر قد عرفناھما فمن عمر قال ان عشت ادرکتہ ان مت کان بعدک و مات ابن المسیب قبل خلافۃ عمر رض۔

ترجمہ:- حبیب بن ہند اسلمی سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ مجھ سے سعید بن المسیب نے کہا۔ خلفاء تو بس تین ہیں۔ ابوبکر، عمر اور عمر بن عبد العزیز۔ میں نے کہا۔ ابوبکر رض اور عمر رض کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ عمر کون ہے؟ اس نے کہا۔ اگر تو زندہ رہا تو اسے پائے گا اور اگر مر گیا تو وہ تیرے بعد ہوگا اور ابن مسیب عمر رض کی خلافت سے پہلے مر گیا۔

قولہٗ:- کیا حضرت حسن نے معاویہ کو اس عہد پر پابند رکھا؟

اقول:- جی نہیں۔ حضرت معاویہ اس عہد کے پابند نہ رہے۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) ذکر تسلیم الحسن بن علی الخلافۃ الی معاویہ۔ صفحہ ۲۰۴:-

کان الذی طلب الحسن من معاویۃ ان یعطیہ ما فی بیت مال الکوفۃ و مبلغہ خمسۃ آلاف الف وخراج دار ابجرد من فارس وان لا یشتم علیاً فلم یجبہ الی الکف عن شتم علی فطلب ان لا یشتم وھو یسمع فاجابہ الی ذالک ثم لم یف لہ بہ ایضاً اما خراج دار ابجرد فان اھل البصرۃ منعوہ منہ وقالوا ھو فیئنا

کافی کی اس حدیث میں کہیں ذرا سا اشارہ بھی اس امر کی طرف نہیں کہ "ہر امام کو اپنے اپنے زمانے کے لئے الگ الگ کتاب ملی ہے"۔ نہ اس امر کا بیان ہے کہ صحیفہ منزل من اللہ اور امور شریعت پر مشتمل تھا۔ سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر صحیفہ ہر امامؑ کے لئے نبی کریمؐ کا ایک وصیت نامہ تھا جس میں ان امور کی وصیت کی گئی تھی جو امامؑ نے سرانجام دینے تھے۔

سوال نمبر ۸۰ :- جلاء العیون میں حضرت حسنؓ کے حالات میں ہے کہ حضرت معاویہؓ سے صلح و بیعت کے وقت یہ مضمون لکھوایا۔ "حسنؓ بن علیؓ بن ابو طالب نے معاویہؓ بن ابوسفیانؓ سے صلح کی ہے کہ وہ ان سے تعرض و جنگ نہ کریں گے بشرطیکہ وہ (معاویہؓ) لوگوں میں حکومت کریں۔ کتاب خدا، سنت نبویؐ اور خلفائے راشدین کی سیرت کے مطابق اور کسی کو اپنے بعد نامزد نہ کریں اور حضرت علیؑ اور آپ کے ساتھی ہر جگہ محفوظ رہیں گے الخ" فرمائیے کیا خلفاء راشدین کی سیرت کا برحق اور قابل اتباع ہونا حضرت حسنؓ نے واضح نہ کر دیا اور حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کو اس عہد پر پابند رکھا۔ اگر وہ کتاب و سنت اور خلفاء راشدین کی سیرت کے پابند رہے اور ضرور رہے۔ تبھی تو حضرت حسنؓ نے مخالفت اور جنگ نہ کی تو آپ کی خلافت کی حقانیت پر اس سے بڑا ثبوت کیا چاہئے۔ کیا اس سے شیعۂ علیؑ پر مظالم کی وضعی داستانیں بھی کافور نہ ہوگئیں؟ اور ولیعہدی بھی اپنی طرف سے نہ تھی بلکہ اہل حل و عقد نے کرائی تھی۔

جواب :- سب سے پہلے جلاء العیون کی عبارت لاحظہ فرمائیں :-

جلاء العیون - باب چہارم - احوالات امام حسنؑ فصل وقائع بعد شہادت آنحضرت (علی علیہ السلام) صفحہ ۲۵۴ :-

پس پسر عم خود عبداللہ بن الحارث را فرستاد بنزد معاویہ کہ عہدہا و پیمان ہا ازو بگیرد و نامۂ صلح را بنویسید۔ نامہ را چنین نوشتند :- (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) صلح کرد حسن بن علی بن ابیطالب با معاویہ بن ابوسفیان کہ متعرض او نگردد بشرط آنکہ او عمل کند درمیان مردم بکتاب خدا و سنت رسولخدا و سیرت خلفاء شائستہ و بشرط آنکہ بعد از خود احدی را بر این امر تعیین نہ نماید و مردم در ہرجای عالم کہ باشد از شام و عراق و حجاز و یمن از شر او ایمن باشند و اصحاب علیؑ بن ابیطالب و شیعیان او ایمن باشند بر جانہا و مالہا و از معاویہ باین شرطہا پیمان خدا گرفتہ شد۔..... ہر سالہ از خراج دار بجرد پنجاہ ہزار درہم بآنحضرت رساند و آنکہ سب امیرالمومنینؑ نکند۔

ترجمہ :- پس امام حسنؑ نے اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ اس سے عہد و پیمان لیں اور صلح نامہ تحریر کرائیں۔ صلحنامہ اس طرح لکھا گیا :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ اس (شرائط) پر صلح کی کہ وہ اس سے تعرض نہیں کریں گے بشرطیکہ وہ لوگوں کے ساتھ کتاب خدا، سنت رسولخداؐ اور شائستہ (قابل خلافت) خلفاء کی سیرت پر عمل کریں اور بشرطیکہ اپنے بعد کسی کو اس امر (خلافت) پر کسی کو متعین نہ کریں اور لوگ ہر جگہ شام، عراق، حجاز اور یمن میں اس کے شر سے محفوظ رہیں اور اصحاب علیؑ اور ان کے شیعہ امن و امان میں ہوں۔ اپنے گھر اور مال اور ان کے بیوی بچے۔ معاویہ سے ان شرائط پر اللہ (کو خاطر ناظر جان کر) عہد و پیمان کرایا گیا۔ اور ہر سال دار بجرد کے خراج سے پچاس ہزار درہم آنجناب (امام حسنؑ) کو ملیں گے اور یہ کہ وہ امیرالمومنین (حضرت علی علیہ السلام) کو سب (لعنت) نہیں کریں گے۔

قولہ:- فرمایئے کیا خلفاء راشدین ..... حضرت حسن رض نے واضح نہ کر دیا۔

اقول :- اوّل تو جلاء العیون میں خلفاء راشدین کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ خلفاء ثلاثہ (خلافت کے قابل یا راست رو) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور بفرضِ محال اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مصنف مرحوم نے یہ خلفاء راشدین کا ترجمہ کیا ہے اور امام حسن علیہ السلام کے اصل عہدنامہ میں یہی لفظ (خلفاء راشدین) ہی استعمال ہوا تھا تو حافظ جی نے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ خلفاء راشدین سے امام حسن علیہ السلام کی مراد ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ ہیں اور امام حسن عؑ نے اس لفظ کو عام معنوں (ہدایت یافتہ) میں استعمال نہیں کیا ؟ کیا اہلسنت کی کتب حدیث میں حضور نبی کریمؐ کا کوئی ایسا قول موجود ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہو کہ خلفائے راشدین بس یہی چار (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؑ) ہیں اور جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہو اس سے مراد یہی چار ہوں گے؟ ایسا ہوتا تو علماء و بزرگان اہلسنت میں خلفاء راشدین کی تعداد میں اختلاف نہ ہوتا۔ حالانکہ بعض علماء و محدثین ان کی تعداد چار (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ علیؑ) بتلاتے ہیں جیسا کہ اہلسنت میں مشہور و مروج ہے۔

بعض کے نزدیک پانچ (مذکورہ بالا چار اصحاب اور عمر بن عبدالعزیز) ہے :-

تاریخ الخلفاء (سیوطی) مطبع محمدی لاہور۔ ذکر عمر بن عبدالعزیز۔ صفحہ ۱۳۴ :-

قال سفیان الثوری الخلفاء خمسة ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عمر بن عبدالعزیز۔

ترجمہ:- سفیان ثوریؒ نے کہا (صحیح معنوں میں) خلیفے تو بس پانچ ہیں : ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور عمر بن عبدالعزیز۔

بعض کے نزدیک خلفاء راشدین صرف تین ہیں :-

تاریخ الخلفاء (باب مذکورہ بالا) صفحہ ۱۵۹ :-

عن حبیب بن هند الاسلمی قال قال لی سعید بن المسیب ان الخلفاء ثلاثة ابوبکر، عمر، عمر بن عبدالعزیز۔ قال قلت له ابوبکر و عمر قد عرفناهما فمن عمر قال ان عشت ادرکته ان مت کان بعدک و مات ابن المسیب قبل خلافة عمرؒ۔

ترجمہ:- حبیب بن ہند اسلمی سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ مجھ سے سعید بن المسیب نے کہا۔ خلفاء تو بس تین ہیں۔ ابوبکر، عمر اور عمر بن عبدالعزیز۔ میں نے کہا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ عمر کون ہے؟ اس نے کہا۔ اگر تو زندہ رہا تو اسے پالے گا اور اگر مر گیا تو وہ تیرے بعد ہوگا اور ابن مسیب عمرؒ کی خلافت سے پہلے مر گیا۔

قولہ :- کیا حضرت حسن نے معاویہ کو اس عہد پر پابند رکھا؟

اقول :- جی نہیں۔ حضرت معاویہ اس عہد کے پابند نہ رہے۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) ذکر تسلیم الحسن بن علی الخلافة الی معاویہ۔ صفحہ ۲۰۴ :-

کان الذی طلب الحسن من معاویة ان یعطیه ما فی البیت مال الکوفة و مبلغه خمسة آلاف الف و خراج دارابجرد من فارس وان لا یشتم علیاً فلم یجبه الی الکف عن شتم علی فطلب ان لا یشتم وهو یسمع فاجابه الی ذالک ثم لم یف له به ایضاً اما خراج دارابجرد فان اهل البصرة منعوه منه وقالوا هو فیئنا لا نعطیه احداً

ترجمہ کچھ شاہ (خلیفہ دوم؟)

احداً کان منعھم بامر معاویۃ ۔
(ترجمہ) جس کا حضرت حسن رضؓ نے معاویہ سے مطالبہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ اسے دے دے - وہ کل رقم پچاس لاکھ تھی اور فارس کے علاقہ داراب گرد کا خراج اسے ملے اور حضرت علیؓ کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ لیکن اس (معاویہ) نے علیؓ کو برا بھلا کہنے سے باز رہنے کی شرط قبول کرنے سے انکار کردیا تو حضرت حسنؓ نے مطالبہ کیا کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا نہ کہا جائے جبکہ وہ سن رہا ہو۔ اسے معاویہ نے قبول کرلیا لیکن اس کو پورا نہ کیا۔ لیکن داراب گرد کا خراج وہ بصرہ والوں نے روک لیا اور کہا یہ ہمارا مالِ غنیمت ہے۔ ہم کسی کو نہ دیں گے۔ ان کا یہ روک لینا معاویہ کے حکم سے تھا۔
حضرت علیؓ کے شیعوں پر ظلم نہ کرنے کے عہد کو کہاں تک نبھایا، ملاحظہ فرمائیے:۔
تہذیب ابن عساکر (تاریخ دمشق الکبیر) حرف الباء۔ بسر بن ارطاۃ۔ صفحہ ۲۲۵:۔
ان معاویۃ بعثہ علی ما حکاہ ابن سعد لیستعرض الناس فیقتل من کان فی طاعۃ علیؓ ابن ابی طالب فاقام فی المدینۃ شھراً فما قیل لہ فی احد ان ھذا من اعان علی عثمانؓ الا قتلہ ۔
ترجمہ:۔ معاویہ نے اس (بسر بن ارطاۃ) کو بھیجا جیسا کہ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ تمام لوگوں کو پیش ہونے کا حکم دے اور جو علیؓ کی اطاعت کرتا ہو اسے قتل کردے۔ پس وہ مدینہ (منورہ) میں ایک ماہ ٹھہرا اور جس کے متعلق بھی کہا گیا کہ اس نے عثمان کے مخالفوں کی مدد کی تھی اسے قتل کردیا (یہ حقیقت میں مطیعانِ علیؓ پر الزام تھا)

قولہ:۔ اگر وہ کتاب وسنت کے پابند ہے۔۔۔۔۔ اور ضرور رہے۔

اقول:۔ احادیث واخبار سے تو اس امر کی تصدیق ہو نہیں سکتی:۔

۱۔ تیسیر الوصول (الی جامع الاصول) باب ذکر الفتن غیر المساۃ۔ حدیث نمبر ۱۷:۔
عن عبدالرحمن بن عبد رب الکعبۃ قال دخلت المسجد فاذا عبد اللہ بن عمرو بن العاص جالس فی ظل الکعبۃ والناس یجتمعون الیہ فجلست الیہ فقال۔۔۔۔ ومن بایع اماماً فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ما استطاع فان جاء آخر ینازعہ فاضربوا عنق الاخر قال فدنوت منہ فقلت انشدک اللہ أ انت سمعت ھذا من رسول اللہ ؐ فاھوی الی اذنہ وقلبہ بیدیہ وقال سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی فقلت ان ابن عمک معاویۃ رضؓ یامرنا ان ناکل اموالنا بالباطل ونقتل انفسنا واللہ تعالیٰ یقول لا تاکلوا اموالکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم فسکت عنی ساعۃ ثم قال اطعہ فی طاعۃ اللہ اعصہ فی معصیۃ اللہ۔ (مسلم کتاب الامارۃ۔ باب وجوب الوفاء ببیعۃ)
ترجمہ:۔ عبدالرحمن بن عبد رب الکعبہ سے روایت ہے کہ میں مسجد (بیت اللہ الحرام) میں داخل ہوا۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کو کعبہ شریف کے سایہ میں بیٹھے ہوئے پایا۔ لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ میں بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پس اس نے کہا۔۔۔۔ جس نے ایک امام (خلیفہ) کی بیعت کرلی اس سے عہد و پیمان کرلیا۔ اسے دل سے تسلیم کرلیا تو چاہئے کہ اس کی اطاعت کرلے جہاں تک بھی ہوسکے پھر اگر کوئی دوسرا آکر اس سے جھگڑے تو اس دوسرے کو قتل کردو۔ میں اس کے قریب ہوا اور کہا کہ تمہیں خدا کا واسطہ (قسم) دیتا ہوں

کیا تم نے یہ بات خود رسول اللہؐ سے سنی ہے۔ پس اس نے اپنے ہاتھ کان اور دل کی طرف جھکائے اور کہا۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا اور دل سے یاد رکھا۔ پس میں نے کہا۔ تمہارا چچازاد (بھائی) معاویہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا مال ناحق کھائیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں مگر یہ کہ باہمی رضا مندی سے لین دین ہو اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ پس وہ کچھ دیر کے لئے خاموش رہا۔ پھر کہا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو اس میں اس کی اطاعت کرو اور جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اسے ماننے سے انکار کردو۔

۲۔ تذکرۃ الخواص۔ فصل فی یزید بن معاویہ۔ صفحہ ۲۹۴۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) سنۃ احدیٰ واربعین۔ ذکر تسلیم الحسنؓ الخلافۃ الیٰ معاویہ۔ مطبوعہ بیروت۔ صفحہ ۴۸۷۔

(واللفظ لتذکرۃ الخواص) ذکر علماء السیر عن الحسن البصری انہ قال قد کانت فی معاویۃ ہنات لو لقی اھل الارض ببعضھا لکفاھم و ثوبہ بھذا الامر من غیر مشورۃ من المسلمین وادّعاء زیاداً وقتلہ حجر بن عدی واصحابہ وتولیتہ مثل یزید علی الناس (وفی الکامل) اربعہ خصال کنّ فی معاویۃ لو لم یکن فیہ الّا واحدۃ لکانت موبقۃ۔

ترجمہ:۔ سیرت نگار علماء نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ امیر معاویہ میں کچھ برائیاں (عیب) تھیں کہ اگر ان میں سے کچھ کو بھی تمام روئے زمین والوں میں بانٹ دیا جائے تو وہ ان سب کو (برا بنانے کے لئے) کافی ہوں گی۔ اس کا اس امر خلافت پر بغیر مسلمانوں کے مشورے کے قابض ہو جانا۔ زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا ہونے) کا دعویٰ۔ حجرؓ بن عدی اور اس کے ساتھیوں کا قتل اور یزید جیسے لوگوں کا حاکم بنادینا (کامل میں یوں ہے) معاویہ میں چار باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک ہی اس میں ہوتی تو اس کے لئے ہلاک کن (تباہ کن) ہوتی۔

قولہٗ:۔ تبھی تو حضرت حسنؓ نے مخالفت اور جنگ نہ کی۔

اقول:۔ امام حسن علیہ السلام کے جنگ نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں جو آپ نے بیان کی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام حسنؑ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا خون بہے۔ اسی خونریزی سے بچنے کے لئے تو صلح کی ورنہ صلح ہی کیوں کرتے۔

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر (ابن عساکر) جلد ۴۔ ذکر حسن بن علی۔ صفحہ ۲۲۵۔

فسئلہ معاویۃ ان یخطب۔ فقام الحسن علی المنبر دون معاویۃ وقال واللہ لو ابتغیتم مابین جابلق وجابرس رجلاً جدّہ نبیؐ غیری وغیر اخی لم تجدوہ۔ وانا اعطینا بیعتنا معاویۃ ورأینا ان حقن دماء المسلمین خیر من اہراقھا واللہ ما ادری لعلّہ فتنۃ لکم ومتاع الیٰ حین۔

ترجمہ:۔ (امام حسن علیہ السلام کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد) معاویہ نے ان سے چاہا کہ وہ خطبہ دیں۔ پس امام حسنؑ منبر پر معاویہ سے نچلے زینے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ خدا کی قسم اگر تم مشرق و مغرب کے درمیان کوئی ایسا شخص تلاش کرو کہ جس کا جدّ نبی ہو تو سوائے میرے اور میرے بھائی (حسینؑ) کے کسی اور کو نہیں پاؤ گے۔ ہم نے معاویہ کو بیعت کا حق دیا کیونکہ ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانا ان کا خون بہانے سے بہتر ہے۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہاری

آزمائش ہو اور چند دنوں کے لئے سامانِ عیش ہو۔"

اب اگر معاویہ کی دعدہ خلافیوں پر جنگ کرتے تو پھر اسی امر یا مبتلا ہوتے جس سے بچنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ صلح کے بعد جب لشکر ہی نہ رہا تو جنگ کس طرح کرتے۔ کیا تنہا تلوار اٹھا کر معاویہ کے لشکر کے سامنے آجاتے؟ امام حسن کی اس مجبوری کو خلافتِ معاویہ کی حقانیت کا ثبوت سمجھنا یہ حافظ جی ہی کی منطق ہے، جسے عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرسکتی

قولہ :- خلافت کی حقانیت پر اس سے بڑا ثبوت کیا چاہئے۔

اقول :- اسے بڑا ثبوت تو کیا چھوٹا ثبوت بھی نہیں کہہ سکتے اور اگر بفرضِ محال آپ کوئی بڑے سے بڑا ثبوت کر بھی دیں تو بھی ایک حق پرست مسلمان اسے رد کر دے گا کیونکہ خلافت معاویہ کو خلافتِ حقہ کہنے سے :-

۱۔ حضور نبی کریمؐ کی احادیث کی عیاذاً باللہ تکذیب ہوگی۔

(ا) جامع الاصول۔ جلد ۴۔ الکتاب الرابع فی الخلافۃ والامارۃ۔ الفصل الاول ائمۃ من قریش۔ صفحہ ۴۳۹ :-

عن سفینۃ رضؓ قال قال رسول اللہؐ الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذالک قال سفیان جمہان ثم قال امسک خلافۃ ابی بکرؓ وخلافۃ عمرؓ وخلافۃ عثمانؓ ثم قال امسک خلافۃ علیؓ۔ فوجدنا ثلاثین سنۃ قال سعید قلت لہ ان بنی امیۃ یزعمون ان الخلافۃ فیھم۔ قال کذبوا بنی الزرقاء بل ھم ملوک من شر الملوک (اخرجہ الترمذی)۔

ترجمہ :- رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری امت میں خلافت تیس سال تک ہوگی اس کے بعد بادشاہت ہوگی پھر سعید بن جمہان کہا کہ پھر سفینہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت (کے عرصے) کو لو۔ پھر کہا۔ علیؓ کی خلافت (کے عرصے) پس ہم نے دیکھا کہ یہ کل تیس سال بنتے تھے۔ سعید نے کہا۔ میں نے اسے کہا۔ بنی امیہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی خلافت اس نے کہا۔ جھوٹ کہتے ہیں وہ نیلی آنکھوں والی عورت کی اولاد۔ وہ برے بادشاہوں میں سے (برے) بادشاہ ہیں

حافظ جی۔ حضورؐ انہیں بادشاہ فرماتے تھے اور آپ معاویہ کو خلیفۂ برحق بتاتے ہیں۔

(ب) جامع الاصول۔ جلد ۱۔ کتاب الفضائل۔ فضائل عمار یاسر۔ صفحہ ۲۸ :-

عن عکرمۃ رضؓ قال قال لی ابن عباسؓ ولا بنہ علی انطلقا الی سعید فاسمعا من حدیثہ فانطلقنا فاذا ھو فی حائط یصلحھا فاخذ رداءہ فاحتبیٰ ثم انشاء یحدثنا حتی اتی علیٰ ذکر بناء المسجد۔ فقال کنا نحمل لبنۃ لبنۃ عمار رضی اللہ عنہ لبنتین فراٰہ النبیؐ فجعل ینفض التراب عنہ ویقول ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار۔

ترجمہ :- عکرمہ سے روایت ہے کہ (عبداللہ) بن عباسؓ نے مجھے اور اپنے بیٹے علی سے کہا۔ تم دونوں جاؤ اور ان سے احادیث سنو۔ پس ہم دونوں روانہ ہوئے اسے ایک احاطہ میں پایا جسے وہ درست کرا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی چادر اسے پشت اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر تک پس کہا ہم (سب) ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو۔ پس نبی کریمؐ نے اسے دیکھا تو ان

پھاڑنے لگے اور فرمایا۔ افسوس ہے عمار کے لئے۔ اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ انہیں جنت کی دعوت دے گا وہ اسے جہنم کی دعوت دیں گے۔

حضور ؐ عمار رضؓ کے قاتلوں کو باغیوں کے گروہ سے موسوم فرما رہے ہیں اور اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ عمار رضؓ کا قاتل معاویہ کا گروہ تھا۔ حضور ؐ نے جسے باغیوں کا سرغنہ قرار دیا، حافظ جی اسے خلیفۂ برحق قرار دے رہے ہیں۔

اگر معاویہ کو خلیفۂ برحق تسلیم کیا جائے تو حضرت عمر رضؓ کے ارشاد کی تغلیط کرنا پڑے گی۔ کیونکہ امیر معاویہ طلقاء (فتح مکہ کے وقت خوف سے ایمان لانے والوں) میں شامل ہیں اور حضرت عمر رضؓ نے اصول قرار دیا تھا کہ طلقاء اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں اور ان کی اولاد میں سے کوئی شخص خلیفۂ رسول کریم ؐ نہیں ہو سکتا۔

تاریخ الخلفاء (سیوطی) ذکر عمر رضؓ بن الخطاب فصل نبذ من اخباره۔ صفحہ ۹۹:-

عن عبدالرحمٰن بن ابزی عن عمر رضؓ انه قال هذا الامر فی اهل بدر مابقی منهم احد ثم فی اهل احد مابقی منهم احد وفی کذا وکذا۔ لیس فیها لطلیق ولا لولد طلیق ولا لمسلمة الفتح شیء۔

ترجمہ:- عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت ہے کہ عمر رضؓ نے کہا کہ یہ امر (خلافت) جنگ بدر میں حصہ لینے والوں کا حق ہے جب تک کوئی ایک بھی ان میں سے زندہ و سلامت ہو۔ اس کے بعد جنگ احد میں حصہ لینے والوں کا حق ہے جبکہ کوئی ایک بھی ان میں سے زندہ ہو۔ پھر فلاں، فلاں کا حق ہے اور طلیق اور طلیق کی اولاد کے لئے یہ (خلافت) نہیں ہے۔

اور اس سے کسی کو انکار نہیں کہ امیر معاویہ طلقاء میں سے ہی تھے۔

اگر معاویہ کی خلافت کو برحق مانا جائے تو اس اصول و آئین کی تردید ہو گی جسے حافظ جی بھی "خلیفہ کے انتخاب کا واحد طریقہ" تسلیم کرتے ہیں یعنی شوریٰ انتخاب خلیفہ کا طریقہ نہیں رہے گا کیونکہ امیر معاویہ (خود ان کے اقرار کے مطابق) شوریٰ کے ذریعے خلیفہ نہیں بنے تھے بلکہ بزور شمشیر خلافت تک پہنچے تھے اور اہل شوریٰ (یعنی مدینہ کے اصحاب رسول ؐ) ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ گویا اصحاب رسول ؐ کے نزدیک تو معاویہ کی خلافت برحق نہ تھی لیکن حافظ جی کا اصرار ہے کہ امیر معاویہ کو خلیفۂ برحق مانو۔

البدایہ والنہایہ۔ جلد ۸۔ ترجمۃ معاویہ۔ صفحہ ۱۳۳:-

عن الشعبی قال لما قدم معاویة المدینة عام الجماعة تلقته رجال من وجوه قریش فقالوا الحمد لله الذی اعز نصرک واعلا امرک۔ فما رد علیهم جوابا حتی دخل المدینة فقصد المسجد وعلا المنبر فحمد الله تعالیٰ و اثنی علیه ثم قال اما بعد فانی والله ما ولیت امرکم حین ولیته وانا اعلم انکم لا تسرون بولایتی وتحبونه واعلم بما فی نفوسکم من ذالک ولکنی خالستکم بسیفی هذا مخالسة۔

ترجمہ:- عام الجماعۃ (یعنی اپنی خلافت کے اعلان کے سال) میں جب معاویہ مدینہ منورہ آیا تو قریش کے بعض سرداروں نے اس کا استقبال کیا اور کہا اللہ تعالیٰ کی حمد کہ جس نے تجھے غالب کیا اور تیرے امر کو بلند کیا۔ پس اس نے انہیں جواب نہ دیا یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ مسجد کا رخ کیا۔ منبر پر چڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا۔ جب سے کہ میں

تمہارے معاملے کا عالم ہوا ہوں میں جانتا ہوں تم میری اس (خلافت) سے نہ تو خوش ہو اور نہ اسے پسند کرتے ہو اور اس بارے میں تمہارے دلوں میں جو ہے اس سے بھی واقف ہوں لیکن یہ خلافت میں نے نہیں چاہا تھا کہ زور سے تم سے چھین...

قولہ :۔ کیا اس سے شیعہ علی پر مظالم ..... کافور نہ ہو گئیں۔

اقول :۔ جی ہاں۔ حافظ جی۔ بالکل کافور ہو گئیں بشرطیکہ کتب تواریخ و اخبار کو بحر اکاہل کی کسی اتھاہ گہرائی میں ڈبو دیا جائے جہاں سے ان کا برآمد کرنا ناممکن ہو۔ لیکن جب تک یہ کتب موجود ہیں ان مظالم کا کافور ہونا محال ہے۔

۱۔ استیعاب (برحاشیہ اصابہ) جزء اول۔ باب الافراد فی الحاء الحسن بن علیؑ بن ابی طالب :۔

قال قتادة و ابوبکر بن حفص سمّ الحسن بن علیؓ سمّته امرأته بنت الاشعث بن قیس الکندی وقالت طائفة ذالک منها بدسیس معاویة الیها۔

ترجمہ :۔ قتادہ اور ابوبکر بن حفص نے کہا۔ حسن بن علیؑ کو زہر دیا گیا۔ انہیں ان کی بیوی اشعث بن قیس کی بیٹی نے زہر دیا۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ زہر معاویہ نے پوشیدہ طور پر اس کی طرف بھیجا۔

۲۔ مختصر تذکرہ قرطبی (شعرانی) باب مقتل السید الحسینؓ بن علیؑ بن ابی طالب۔ صفحہ ۱۲۵ :۔

وقال ابو عمر الشیبانی لما وجّہ معاویة بسرا (ابن ارطاة) الی قتل شیعة علیؑ سار حتی اتی الیمن فقتل ابنی عبید اللہ بن العباس ثم فرّ اهل المدینة حتی دخلوا الحرة حرة بنی سلیم فقتل خلقاً من احیاء بنی سعد و ربطوا الخیل فی مسجد رسول اللہؐ وراثت الخیل بین القبر والمنبر وافتضت بکر ... بکر..... ثم امر بسر اهل المدینة ان یبایعوا لمعاویة وارسل الی بنی سلمة وقال مالکم عندی امان ولا مبایعة حتی تاتونی بجابر بن عبد اللہ فاخبر بذالک جابر فانطلق حتی دخل علی ام سلمة زوج النبیؐ فقال یا اماه انهم یطلبون ان ابایع لمعاویة فقالت اری ان تبایع والا قتلوک فقال هذه بیعة ضلالة ثم اتی جابراً الی بسراً و بایعه لمعاویة۔ هدم بسر دوراً کثیرة بالمدینة۔

ترجمہ :۔ ابو عمر شیبانی نے کہا کہ جب معاویہ نے بسر کو شیعان علی کے قتل کے لئے روانہ کیا تو وہ چلا یہاں تک کہ یمن پہنچا۔ عبید اللہ بن عباسؓ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے حرہ بنی سلیم کی طرف بھاگ گئے ... نے بنی سعد کے قبیلوں کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ مسجد نبویؐ میں گھوڑے باندھے۔ گھوڑوں نے حضور کی قبر مبارک اور منبر مبارک کے درمیان لید کی۔ ایک ہزار کنواری لڑکیوں کے کنوارپن کو زائل کر دیا گیا (یعنی زنا کیا گیا) ..... پھر بسر نے مدینہ منورہ والوں کو حکم دیا کہ وہ معاویہ کے لئے بیعت کریں۔ قبیلہ بنی سلمہ کو پیغام ... تمہارے لئے میری طرف سے نہ امان ہے نہ کوئی واسطہ جب تک جابرؓ بن عبد اللہ کو میرے پاس نہیں لاؤ گے۔ جابرؓ بن عبد اللہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ جناب ام سلمہؓ زوجۂ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ لوگ مجھ سے معاویہ کے لئے بیعت طلب کرتے ہیں۔ پس جناب ام سلمہؓ نے کہا کہ بیعت کر لو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ کہا یہ ... ہے تو گمراہی کی بیعت۔ پھر بسر کے پاس آئے اور مجبوراً بیعت کر لی۔ بسر نے مدینہ منورہ کے بہت سے گھروں کو مسمار کر ...

قولہ :- (یزید کی) ولیعہدی کا کسی اہل الرائے نے حق ہی نہ کہا اہل حل و عقد نے کرائی تھی۔

اقول :- کون سے اہل حل و عقد نے ؟ صاحب شرح مسلم ؟ (...) خاص مدینہ کے
معتد علیہ صحابہ کے چار فرزند (عبدالرحمن بن ابوبکرؓ ۔ عبداللہ بن عمرؓ ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ)
بھی مخالف تھے۔ تمام اہل مدینہ نے یزید کی ولیعہدی کے خلاف اور یہ چاروں جنگل میں ... ولیعہدی پر ...
پھر وہ کون سے اہل حل و عقد تھے جنہوں نے ولی عہدی کرائی تھی۔

تاریخ الخلفاء (سیوطی) ذکر معاویہ بن ابوسفیان ۔ سنۃ احدی وخمسین ۔ صفحہ ۱۳۳ :- (مطبع ...)

حج معاویۃ فی سنۃ احدی وخمسین واخذ البیعۃ لابنہ یزید فبعث الی ابن عمر فتشہد وقال
اما بعد یا ابن عمر انک کنت تقول انی لا احب ان ابیت لیلۃ ولیس علیّ امیر فیہا وانی احذرک من ان تشق
عصا المسلمین وتسعیٰ فی فساد ذات بینہم فحمد اللہ ابن عمر واثنی علیہ ثم قال اما بعد فانہ قد کان
خلفاء لہم ابناء لیس ابنک بخیر من ابنائہم فلم یروا فی ابنائہم ما رأیت فی ابنک ولکنہم اختاروا للمسلمین
حیث علموا الخیار وانک تحذرنی ان اشق عصا المسلمین لم اکن لافعل انما انا رجل من المسلمین فاذا اجتمعوا
علی امر فانما انا رجل منہم ۔ ثم ارسل الی ابن ابی بکر فتشہد ثم اخذ فی الکلام فقطع علیہ کلامہ
قال انک وددت انا وکلناک فی امر ابنک الی اللہ وانا واللہ لا نفعل واللہ لتردن ہذا الامر شوریٰ فی
المسلمین او لنعیدنہا علیک جذعۃ ثم وثب ومضیٰ ثم ارسل الی ابن الزبیر فقال یا ابن الزبیر انما
انت ثعلب رواغ کلما خرج من جحر دخل فی جحر آخر وانک عمدت الی ہذین الرجلین فنفخت فی مناخرہما
فقال ابن الزبیر ان کنت قد مللت الامارۃ فاعتزلہا وہلم ابنک فلنبایعہ۔

ترجمہ :- اکیاون ہجری میں معاویہ نے حج کیا اور اپنے بیٹے (یزید) کے لئے لوگوں سے بیعت لی (...) ابن عمر کو
بلا بھیجا پس توحید و رسالت کی گواہی دی اور کہا اس کے بعد اے عمر کے بیٹے تم کہا کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ایک رات بھی
حالت میں گزار دوں کہ میرا کوئی امیر نہ ہو۔ میں تمہیں مسلمانوں میں تفرقہ اندازی سے ڈراتا ہوں اور ان کے درمیان فساد پیدا کرنے
سے ڈراتا ہوں۔ پس ابن عمر نے حمد و ثنا کی پھر کہا تم سے پہلے بھی خلیفہ گزرے ان کے بیٹے بھی تھے اور تیرا بیٹا ان
کے بیٹوں سے اچھا بھی نہیں ہے لیکن انہوں نے اپنے بیٹوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جو تم اپنے بیٹے کے لئے خیال کرتے ہو
بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ جسے چاہیں منتخب کریں۔ تم مجھے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے سے ڈراتے ہو میں ایسا
کرنے والا نہیں ہوں میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ جب وہ کسی امر پر متفق ہوں گے میں ان کے ساتھ ہوں۔ پھر انہوں نے (عبدالرحمن)
ابن ابوبکر کو بلا بھیجا۔ توحید و رسالت کی شہادت پڑھی پھر بات شروع کی لیکن ابن ابوبکر نے اسے قطع کیا اور کہا تو چاہتا ہے کہ ہم تیرے
بیٹے کے متعلق تیرے معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیں۔ ہم خدا کی قسم ایسا نہیں کریں گے۔ اس امر کو مسلمانوں کے شوریٰ پر لوٹاؤ
ورنہ ہم اسے جنگ کی طرح پھیر دیں گے۔ پھر اٹھا اور چلا گیا۔ پھر ابن زبیر کو بلا بھیجا ... کہا اے زبیر کے بیٹے تم ایک مکار لومڑ ہو جو ایک بل سے نکلتا ہے تو دوسرے
میں ... ابن زبیر نے کہا اگر تم امارت سے تھک گئے ہو تو اسے چھوڑ دو اور اپنے بیٹے کو لاؤ ہم اس کی بیعت کریں ...

بل میں گھس جاتی ہے۔ تم نے ہی ان دو آدمیوں کے نتھنوں میں یہ (جادو) پھونکا ہے۔ پس ابن زبیر نے کہا اگر تم امیر ہونے سے اکتا گئے ہو تو معزول ہو جاؤ اور پھر اپنے بیٹے کو لے آؤ ہم اس کی بیعت کر لیں گے۔

قارئین کرام! یہ تو ہے صاحبانِ حل و عقد کی رائے یزید کی ولیعہدی کے متعلق اب اہلِ شوریٰ (اہلِ مدینہ اصحابِ رسولؐ) سے یزید کے لئے بیعت کی داستان بھی سن لیجئے :۔

عقد الفرید۔ جلد ۵۔ العسجدة الثانیة۔ فی الخلفاء و تواریخہم۔ مطبوعہ بیروت۔ صفحہ ۱۲۱ :۔

(نوٹ :۔ مطبع النھضۃ المصریہ قاہرہ کے ایڈیشن میں یہ عبارت جلد ۴ صفحہ ۲۴۱ پر مرقوم ہے)

لما اراد (معاویہ) الشخوص امر باثقاله فقدمت وامر بالمنبر فقرّب من الکعبة وارسل الحسینؓ و عبد الرحمٰن بن ابوبکر وابن عمر وابن الزبیر فاجتمعوا فقال معاویة الحا تقدم الیکم قد اعذر من انذر انی قائل مقالة لئن ردّ علیّ رجل منکم کلمة فی مقامی ھذا لا ترجع الیه کلمة حتیٰ یضرب راسه فلا ینظروا مرء منکم الا الیٰ نفسه ولا یبقیٰ الا علیھا۔ وامر ان یقوم علیٰ راس کل رجل منھم رجلان بسیفھما فان تکلم کلمة یرد بھا علیه قوله قتلاہ۔ واجتمع الناس فقال بعد حمد اللّٰہ تعالیٰ والثناء علیه انا وجدنا احادیث الناس ذات عوار قالوا ان حسیناًؓ وابن ابی بکرؓ وابن عمرؓ وابن الزبیرؓ لم یبایعوا لیزید وھؤلاء الرھط سادة المسلمین وخیارھم لا نبرم امراً دونھم ولا نقضی امراً الا عن مشورتھم انی دعوتھم فوجدتھم سامعین مطیعین فبایعوا وسلموا واطاعوا ..... فقال الناس للحسینؓ واصحابه فلم لا نبایع فلما دعیتم وارضیتم وبایعتم قالوا لم نفعل قالوا بلیٰ فعلتم وبایعتم أفلا انکرتم۔ قالوا خفنا القتل وکاد وکم بنا وکادنا بکم۔

ترجمہ :۔ (حج ادا کرنے کے بعد) جب معاویہ نے روانگی کا ارادہ کیا تو حکم دیا کہ ساز و سامان پہلے روانہ کر دیا جائے پھر منبر کو کعبہ کے نزدیک کر دیا جائے اور حسینؓ، عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ کو بلا بھیجا۔ پس وہ اکٹھے ہو گئے تو معاویہ نے کہا۔ میں تمہیں پہلے ہی خبردار کئے دیتا ہوں اور جس نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تو وہ اپنا عذر پیش کر چکا کہ میں ایک بات کہنے لگا ہوں۔ اگر تم سے کسی نے میرے بیان ہوتے ہوئے اس کی تردید کا کوئی لفظ کہا تو اس سے پہلے کہ اس کی تردید کی بازگشت اس تک پہنچے اس کا سر قلم ہو چکا ہوگا۔ اپنے آپ کا خیال کرو۔ اور اپنے نفسوں پر رحم کرو۔ پھر حکم دیا کہ ان میں ہر شخص کے سر پر دو آدمی تلواریں لے کر کھڑے ہو جائیں اگر ان میں کوئی تردید کا کلمہ منہ سے نکالے تو اسے قتل کر دیں۔ اور لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔ ہم نے لوگوں کی باتوں کو غلط اور جھوٹ پایا۔ یہ کہتے تھے کہ حسینؓ، ابن ابوبکرؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور یہی تو وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے سردار اور ان میں بہترین ہیں۔ ہم ان کے بغیر کوئی بات طے نہیں کریں گے۔ میں نے انہیں بلایا تو انہیں بات سننے اور اطاعت کرنے والا پایا۔ پس لوگوں نے بیعت کر لی۔ جھک گئے اور اطاعت کر لی۔ پس لوگوں نے حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو کہا کہ ہم کیوں نہ بیعت کرتے جبکہ تمہیں بلایا گیا تمہیں راضی کر لیا گیا اور تم نے بیعت کر لی۔ انہوں نے کہا۔ ہم نے بیعت نہیں کی۔ انہوں نے کہا ہاں تم نے بیعت کی۔ وہاں تم نے انکار کیوں نہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم قتل ہو جانے سے ڈرے۔ اس نے تمہیں ہمارے متعلق دھوکا دیا اور ہمیں تمہارے متعلق دھوکا دیا (تمہیں ہمارے ذریعے دھوکا

دیا اور ہمیں تمہارے ذریعے)

جن لوگوں نے معاویہ کو یزید کو ولی عہد بنانے کے لئے کہا تھا اور جنہیں حافظ جی ارباب حل و عقد بتا رہے ہیں ان کی تعریف و توصیف کتب تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے :-

تاریخ کامل ابن اثیر۔

وسار المغیرۃ حتی قدم الکوفۃ وذاکر من شیعۃ بنی امیۃ امر یزید فاجابوا الی بیعتہ فاوفد منہم اربعین رجلاً علیہم ابنہ عروۃ فلما دخلوا علی معاویۃ قاموا خطباء وقالوا یا امیر المومنین کبرت سنک وخفنا انتشار الحبل فانصب لنا علماً وحد لنا حداً فقال اشیروا علی فقالوا نشیر بیزید ابن امیر المومنین فقال اوقد رضیتم فقالوا نعم قال وذالک رایکم قالوا نعم ورای من وراءنا۔ فقال معاویۃ لعروۃ سراً عنہم بکم اشتری ابوک ھؤلاء دینہم قال باربع مائۃ دینار قال لقد وجد دینہم رخیصاً۔

ترجمہ :- مغیرہ چل پڑا اور کوفہ آیا۔ بنی امیہ کے شیعوں (خیر خواہوں) سے یزید کے معاملہ میں بات چیت کی۔ انہوں نے بیعت کو قبول کیا پس چالیس آدمیوں کا ایک وفد اپنے بیٹے عروہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ جب وہ معاویہ کے پاس گئے تو لوگوں کو خطاب کیا (خطبہ دیا) اور کہا اے امیر المومنین آپ کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے (آپ بوڑھے ہو گئے ہیں) اور ہم لوگوں میں خلفشار پیدا ہو جانے سے ڈرتے ہیں لہٰذا آپ ہمارے لئے کوئی نشانی قائم کریں اور حد مقرر کریں۔ معاویہ نے کہا مجھے اس میں مشورہ دو ساتھیوں نے کہا۔ ہم امیر المومنین کے بیٹے یزید کا مشورہ دیتے ہیں۔ (معاویہ نے) کہا۔ تم اس پر راضی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ (معاویہ نے) کہا۔ اور یہ تمہاری رائے ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں ہماری بھی یہی رائے ہے اور جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں ان کی بھی یہی رائے ہے۔ معاویہ نے ان سے پوشیدہ (رازدارانہ) عروہ سے پوچھا کہ تیرے باپ نے ان کا دین کتنے میں خریدا؟ اس نے کہا۔ چار سو دینار میں۔ معاویہ نے کہا۔ پھر تو تیرے باپ کو یہ سودا بہت سستا پڑا۔

یہ ہیں وہ دین فروش جنہوں نے معاویہ کو یزید کی ولیعہدی کا مشورہ دیا اور جنہیں حافظ جی ارباب حل و عقد قرار دے رہے ہیں۔

سوال نمبر ۸۱ :- اگر آپ کی خلافت برحق نہ تھی تو حضرات حسنین ؑ معاویہ سے مقرر وظائف کے علاوہ گرانقدر عطیات اور رقوم کیوں قبول کرتے تھے؟ کیا ظالموں سے ہدایا وصول کرنا جائز ہے؟ ملاحظہ ہو :-

۱۔ ابن آشوب نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت حسین ؓ معاویہ ؓ کے پاس شام گئے۔ اسی دن معاویہ ؓ کے پاس بہت کچھ مال آیا تھا۔ معاویہ نے وہ سب مال حضرت کے پاس چھوڑ کر آپ کو بخش دیا (جلاء العیون)

۲۔ نیز روایت ہے کہ معاویہ جب مدینہ آئے تو دربار عام میں بیٹھ کر سب معززین مدینہ کو بلایا ہر کسی کو اس کے رتبے کے مطابق پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک عطیات دیتے رہے۔ حضرت امام حسن ؓ آخر میں آئے تو حضرت معاویہ نے کہا آپ دیر سے آئے ہیں تاکہ مال ختم ہو نے کی وجہ سے اپنے منصب کے مطابق عطیہ نہ پا کر مجھے بخیل بتائیں۔ پھر معاویہ نے خازن کو کہا جس قدر میں نے سب کو دیا ہے اتنا صرف حسن ؓ کو دے دے۔ میں ہندہ کا بیٹا ہوں حضرت حسن نے فرمایا یہ سب

تجھے میں نے بخش دیا۔ میں فرزند فاطمہ بنت محمدؐ ہوں۔ (جلاء العیون)

۳۰۔ قطب راوندی نے حضرت صادقؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسنؓ نے حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر سے فرمایا۔ معاویہؓ کے عطایا تم کو یکم تاریخ کو پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ حسب فرمودۂ حضرت داموال پہنچ گئے۔ حضرت مقروض تھے۔ اپنے قرضے ادا کئے۔ باقی مال اپنے اہل بیت اور ساتھیوں میں بانٹا۔ حضرت امام حسینؓ نے بھی قرض ادا کرکے باقی تقسیم کر دیا اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال کو بھیجا۔ عبداللہ بن جعفر نے اپنا قرض ادا کرکے باقی مال حضرت معاویہؓ کی خوشنودی کے لئے معاویہ کے قاصد کو واپس کر دیا۔ جب معاویہؓ کو اس کا پتہ چلا تو اس نے بہت سا مال اور ہدیہ پھر آپ کو بھیجا۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۴۳)

جواب :۔ قولہٗ :۔ اگر آپ کی خلافت جائز..... کیوں قبول کرتے تھے۔

اقول :۔ حافظ جی! جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کچھ دے تو صرف یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ دینے والے نے کس قدر گرانقدر مال دیا۔ بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ لینے والا کتنے کا مستحق تھا۔ اگر دینے والے نے اسے اس کے حق کے برابر دیا تو قابلِ تحسین ہے اگر حق سے زیادہ دیا تو قابلِ تعریف۔ اگر حق سے کم دیا تو قابلِ نفرین وملامت ہے چاہے جس قدر مالِ گرانقدر دیا ہو۔ حافظ جی! جسے آپ امیر معاویہ کے گرانقدر عطیات کہہ رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں :۔

عقد الفرید جلد ۴۔ کتاب المجنبۃ فی اجوبۃ۔ مطبوعہ بیروت۔ صفحہ ۹۔

وفیات الاعیان۔ جلد ۳۔ ذکر عبداللہ بن عباسؓ۔ مطبوعہ قم۔ صفحہ ۹۲۔

ذکر انہ اجتمع من بنی ھاشم جماعۃ عند معاویۃؓ یومًا فاقبل علیھم فقال یابنی ھاشم واللہ خیری لممنوح وان بابی لمفتوح فلا یقطع خیری عنکم علۃ ولا یوصد بابی دونکم مسألۃ وانی نظرت فی امری وامرکم فرأیت امرًا مختلفًا۔ انکم ترون انکم احق بما فی یدی واذا اعطیتکم عطیۃ فیھا قضاء حقوقکم قلتم اعطانا دون حقنا وقصر بنا عن قدرنا۔ فصرت کالمسلوب والمسلوب لاحمد لہ۔ ھذا مع انصاف قائلکم واسعاف سائلکم قال فاقبل ابن عباسؓ فقال اما واللہ ما منحتنا شیئًا حتی سالناہ ولا فتحت لنا بابًا حتی قرعناہ ولان قطعت عنا خیرک فاللہ واسع خیرًا ولان اغلقت دوننا بابک لنکفن انفسنا عنک۔ اما ھذا المال فلیس لک منہ الا ما لرجل واحد من المسلمین ولنا فی کتاب اللہ حقان حق فی الغنیمۃ وحق فی الفئ فالغنیمۃ غلبنا علیہ والفئ ما احتسبناہ ولولا حقنا من ھذا المال لم یاتک منا زائر یحملہ خف وحافر کفاک ام ازیدہ۔ قال کفانی فانک لا تھر ولا تنبح۔

ترجمہ :۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس بنی ہاشم کی ایک جماعت اکٹھی تھی پس معاویہ ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنی ہاشم خدا کی قسم میری بخشش تمہیں مل رہی ہے اور میرا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ کوئی سبب یا علت میری بخشش کو منقطع نہیں کرتا اور کوئی سوال تمہارے آگے دروازے کو بند نہیں کرتا اور جب میں نے اپنے اور تمہارے معاملے

غور کیا تو بات کچھ اور ہی سامنے آئی۔ تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تمہارا حق ہے۔ جب میں تمہیں کوئی چیز عطا کرتا ہوں جس سے تمہاری حق ادائی ہو تو تم کہتے ہو کہ ہمیں ہمارے حق سے کم دیا ہے اور ہماری حق تلفی کی ہے۔ پس اس شخص کی مانند ہو گیا ہوں (جس نے وہ مال عطا نہ کیا ہو) بلکہ وہ مال چھین لیا گیا اور جس سے مال چھین گیا ہو وہ کسی تعریف کے لائق نہیں ہوتا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ میں تمہارے بات کرنے والے سے انصاف کرتا ہوں اور تمہارے سوال کرنے والے کی امداد کرتا ہوں۔ پس عبداللہ بن عباسؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ تم نے ہمیں کبھی کوئی چیز عطا نہیں کی جب تک ہم نے (اسے) نہ کھٹکھٹایا۔ اگر تو اپنی بخشش کو ہم سے روک لے تو اللہ تعالیٰ بہت وسیع بخشش والا ہے اور اگر تو اپنا دروازہ ہمارے آگے بند کر دے تو ہم بھی اپنے آپ کو تم سے روک لیں گے۔ اب رہا یہ مال، تو اس میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا کسی اور ایک مسلمان کا اور ہمارے اس مال میں قرآن کریم کے ارشاد کی رو سے دو حق ہیں۔ مالِ غنیمت میں اور مالِ فئے میں حق۔ مالِ غنیمت میں جو حق ہے اس پر تو ہم نے قبضہ پالیا۔ مالِ فئے کا حق تیرے ذمہ ہے۔ اگر اس مال میں ہمارا حق نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی پیادہ و سوار تجھے ملنے نہ آتا۔ یہی کچھ تیرے لئے کافی ہے یا کچھ اور کہوں؟ معاویہ نے کہا۔ بس مجھے یہی کافی ہے، اب (عیاذاً باللہ) نہ غرّا اور نہ بھونک۔

بھئی حافظ جی! جسے آپ گرانقدر عطیات کہہ رہے ہیں، جناب عبداللہ بن عباسؓ انہیں اپنے حق سے کم اور حق تلفی کا نام دے رہے ہیں۔

قولہٗ: کیا ظالموں سے ہدایا وصول کرنا جائز ہے؟

اقول: جی ہاں! ظالم و جابر کا پیش کیا ہوا مال اس سے لے لینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ ظالم و جابر نے جو مال لوگوں سے ظلماً و جبراً لیا ہے اس کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اور جس قدر مال بھی ہو سکے ظالم و جابر سے وہ مال حاصل کرو۔ اگر بزور و زبردستی کے بغیر وہ چھپا ہوا مال حاصل نہ ہو سکتا ہو تو زبردستی لو۔ مانگنے سے مل سکتا ہو تو مانگ لو۔ اگر خود پیش کرے تو قبول کر لو بشرطیکہ اس ہدیہ کا قبول کرنا کسی اور حکمِ شرعی و اصولِ شرعی کے خلاف نہ ہو اور کسی غلط فہمی کا سبب نہ ہو۔ پھر اگر اس مال کا اصل مالک معلوم ہو تو اسے مالک تک پہنچاؤ۔ اگر اصل مالک معلوم نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے بطورِ خیرات ضرورت مندوں میں بانٹ دو۔ اگر تم خود بھی ضرورت مندوں میں شامل ہو تو صرف بقدرِ ضرورت اس میں سے لے سکتے ہو۔ آئمہ علیہم السلام کا ایسے مال کے متعلق یہی طرزِ عمل رہا۔ اب وہ روایات جو حافظ جی نے جلاء العیون سے پیش کی ہیں انہیں ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ جلاء العیون۔ باب فضائل حضرت امام حسن علیہ السلام۔ صفحہ ۲۳۹:۔

شہر آشوب روایت کردہ است کہ چون آنجناب بنزد معاویہ لبشام رفت بروز ورود آنحضرت امتعہ بسیار از یکے نواحی برائے معاویہ آوردند۔ بارنامہ آن را بنزد معاویہ گذاشتند پس معاویہ آن را بنزد حضرت گذاشت و بخشید بجز از مجلس آن ..... بیرون آمد نار نامہ را یکی از خادمان معاویہ کہ کفش آن جناب را برداشتہ بود بخشید۔

ترجمہ:۔ شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب آنجنابؑ، معاویہ کے پاس شام گئے تو آنجناب کے وارد شام ہونے کے

دن ہی کسی علاقے سے بہت سا مال و متاع معاویہ کے لئے لے کر آ گئے اور اس کی فہرست آنحضرتؑ کے پاس رکھ کر وہ سب مال آنحضرتؑ کو بخش دیا۔ جب آپ اس کی مجلس سے باہر تشریف لائے تو وہ فہرست معاویہ کے نوکروں میں سے اس نوکر کو دے کر وہ سب مال اسے بخش دیا جو آپ کے جوتے اٹھائے ہوئے تھا۔ (معاویہ سے وہ مال لے لیا اور ایک ضرورت مند کو دے دیا اور معاویہ پر واضح کر دیا کہ جس مال کو تم اتنی اہمیت دیتے ہو وہ ہمارے نزدیک ایک کفش بردار نوکر کی ملکیت ہو سکتا ہے)

۲- جلاء العیون - صفحہ ۲۳۹ :-

ایضاً (شہر آشوب) روایت کردہ اند کہ چون معاویہ بمدینہ آمد در مجلس عام نشست و اشراف مدینہ را طلبید و ہر کس را در خور حال خود عطا ھا بخشید۔ از پنج ہزار تا صد ہزار درہم۔ جناب امام حسنؑ در آخر مجلس داخل شد۔ معاویہ گفت دیر آمدی کہ مرا ببخل نسبت دہی و چیزے نزد من نماندہ باشد کہ لائق شرافت تو باشد پس خزانہ دار خود را گفت مثل آنچہ بہمہ دادم بامام حسن عطا کن منم پسر ہند۔ حضرت فرمود ہمہ را بتو پس دادم منم پسر فاطمہؑ دختر محمدؐ۔

ترجمہ :- (نیز شہر آشوب میں) روایت کرتے ہیں کہ جب معاویہ مدینہ منورہ آیا تو مجلس عام منعقد کی۔ شہر کے تمام صاحبانِ شرف کو بلایا اور ہر شخص کو اس کے حال کے مطابق پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک عطیئے بخشے۔ جناب امام حسنؑ مجلس کے انجام پانے کے قریب داخل ہوئے۔ معاویہ نے کہا۔ آپ اس لئے دیر سے آئے ہیں کہ مجھے کنجوسی سے نسبت دیں میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ بچی ہو کہ آپ کو آپ کے شرف کے مطابق دے سکوں۔ پھر اپنے خزانچی کو کہا۔ جتنا میں نے اب تک تمام لوگوں کو دیا ہے اتنا انہیں دے دو۔ میں ہند کا بیٹا ہوں۔ جنابؑ نے فرمایا۔ یہ سب کچھ میں نے تمہیں واپس کیا میں فاطمہؑ دختر محمدؐ کا بیٹا ہوں۔ (چونکہ معاویہ کے طعنوں طنزوں کے بعد اسے قبول کرنا امام حسن علیہ السلام کی غیرت کے خلاف تھا اور مدینہ منورہ والوں کی غلط فہمی کا سبب ہو سکتا تھا اس لئے آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا)۔

۳- جلاء العیون - صفحہ ۲۴۳ :-

قطب راوندی از حضرت صادقؑ روایت کردہ است روزی امام حسنؑ با امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفر فرمود جائزہ ہائے معاویہ در روزِ اول ماہ بشما خواہد رسید۔ چون روز اول ماہ شد۔ چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید۔ جناب امام حسنؑ قرض بسیارے داشت از آنچہ او فرستادہ بود برائے آن حضرتؑ قرضہائے خود را ادا کرد و باقی میان اہل بیت و شیعان خود قسمت کرد۔ جناب امام حسینؑ قرض خود را ادا کرد و آنچہ ماند بسہ قسمت کرد۔ یک حصہ را با اہلِ بیت و شیعان خود داد و دو حصہ را بہ عیال فرستاد و عبداللہ بن جعفر قرض خود را ادا کرد و باقی را برائے خوش آمد معاویہ برسول او داد۔ چون این خبر بمعاویہ رسید برائے او مال بسیار فرستاد۔

ترجمہ :- قطب راوندی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفرؓ سے فرمایا کہ معاویہ کے مقرر کردہ وظائف (شہریہ) اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو

تم تک پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ جب پہلی تاریخ ہوئی تو جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا معاویہ کا وہ مال پہنچ گیا۔ جناب امام حسن علیہ السلام پر بہت سا قرض تھا۔ جو کچھ اس نے بھیجا اس سے قرض ادا کیا۔ باقی کو اہل بیت نبی ؐ اور اپنے شیعوں میں تقسیم کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی قرض ادا کیا اور باقی بچے ہوئے کا ایک حصہ اہل بیت نبی ؐ اور شیعوں میں تقسیم کیا۔ اور دو حصے اپنی اہل وعیال کو دیا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے قرض ادا کیا اور باقی کو معاویہ کی خوشامد کے لئے (اس کے) ایلچی کو واپس کر دیا۔ جب معاویہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس کے لئے بہت سا مال ارسال کیا۔

دونوں اماموں ؑ نے اصول شرعی کے مطابق اپنی ضرورت کے مطابق مال لے کر باقی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔

تنبیہہ:۔ حضور نبی کریم ؐ کے عہد سے یہ اصول ومعمول تھا کہ ہر مسلمان کو اس کے گزارے کے لئے بیت المال سے کچھ وظیفہ (شہریہ) ملتا۔ جسے اس وقت کی اصطلاح کے مطابق عطا کہا جاتا تھا۔ یہ خیرات یا بخشش نہ تھی بلکہ یہ اس کا حق سمجھا جاتا تھا۔

۱۔ المسلم (مع شرح نووی مطبوعہ نولکشور) کتاب الزکاۃ۔ جواز الاخذ بغیر سوال۔ صفحہ ۳۳۴:۔

عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ ؐ کان یعطی عمرؓ بن خطاب العطاء فیقول اعطہ یا رسول اللہ ؐ افقر الیہ منی فقال لہ رسول اللہ ؐ خذہ فتمولہ او تصدق بہ وما جاءک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسک قال سالم من اجل ذالک کان ابن عمر لا یسأل احدًا شیئاً ولا یرد شیئاً اعطیہ۔

ترجمہ:۔ سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ؐ حضرت عمرؓ کو عطا دیتے تھے تو عمرؓ عرض کرتے یہ آپ اسے دیں جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند ہو تو رسول اللہ ؐ فرماتے۔ یہ لے لو۔ اپنے پاس جمع رکھو یا خیرات کر دو۔ اس مال (بیت المال) سے جو تمہیں ملے۔ جبکہ تم نہ تو اس کے حریص ہو نہ مانگنے والے تو لے لو اور اگر نہ ملے تو اس کی خواہش میں اپنے آپ کو نہ گھلاؤ۔ سالم نے کہا۔ کیا یہی وجہ ہے کہ ابن عمرؓ نہ تو کوئی چیز مانگتے تھے نہ جو چیز انہیں دی جاتی اسے رد کرتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ عطاء خیرات وصدقہ نہ تھی ورنہ حضرت عمرؓ کے اس اظہار پر کہ میں فقیر نہیں، حضور ؐ انہیں قبول کرنے پر مجبور نہ کرتے۔

۲۔ تیسیر الوصول۔ جلد ۲۔ کتاب الکسب۔ عطاء السلطان۔ صفحہ ۱۲۸:۔

عن سلیم بن معاذ عن ابیہ قال سمعت رجلاً یقول سمعت رسول اللہ ؐ یقول یا ایھا الناس خذوا العطایا ما کانت عطاءً۔ فاذا تجاحفت قریش علی الملک وکان العطاء عن دین احدکم فدعوہ۔

ترجمہ:۔ سلیم بن معاذ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اس نے کہا۔ میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! عطائیں لے لیا کرو جب تک کہ یہ عطا ہی ہوں۔ اور جب قریش حکومت میں بے راہ روی کریں اور یہ عطا تمہارے دین کے بدلے ملے تو پھر اسے نہ لینا۔

یہ عطا کا سلسلہ خلفاء کے عہد میں بھی جاری رہا۔

مسلم (مع شرح نووی۔ نولکشور) کتاب الزکواۃ ۔صفحہ ۳۲۱:۔

عن الاحنف بن قیس قال کنت فی نفر من قریش فمرّ ابوذر وھو یقول بشّر الکانزین بکیّ فی ظھورھم یخرج من جنوبھم و بکیّ من قبل اقفائھم یخرج من جباھھم ثم تنحّیٰ فقعد قلت من ھذا قالوا ھذا ابوذر قال فقمت الیہ فقلت ما شیئ سمعتک تقول قال ماقلت الاشیاء قد سمعتہ من نبیّھم ؐ قال قلت ماتقول فی ھذا العطاء قال خذہ فان فیہ الیوم معونۃ فاذا کان ثمنًا لدینک فدعہ۔

ترجمہ:۔ احنف بن قیس سے روایت ہے۔ میں قریش کے کچھ آدمیوں میں موجود تھا کہ ابوذر گزرے۔ وہ کہہ رہے تھے، ان خزانے جمع کرنے والوں کو ایسے داغ دیئے جانے کی خوشخبری دو جو ان کی پیٹھوں پر اس طرح لگائے جائیں گے کہ (داغ دینے کا آلہ) ان کے پہلوؤں سے نکل آئے گا اور ایسے داغ دینے کی بشارت دو جو گدّیوں پر لگائے جائیں گے اور (آلۂ داغ) ان کی پیشانیوں سے نکل آئے گا۔ پھر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ ابوذرؓ ہیں میں اٹھ کر ان کے پاس گیا اور کہا یہ میں نے کیسی باتیں کہتے ہوئے آپ کو سنا ہے؟ انہوں نے کہا۔ میں نے وہی کہا جو ان کے نبی کریم ؐ سے سنا تھا۔ میں نے کہا۔ آپ اس عطاء کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ اس کو لے لو کیونکہ اسی پر تو آج کل گزر بسر کا دارومدار ہے۔ جب یہ تیرے دین کی قیمت ہوجائے تو اس کو ترک کردو۔

ہاں، اس عطا میں اس قدر تبدیلی آئی کہ حضور ؐ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں سب کو برابر عطاء ملتی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے حسبِ مراتب ہر ایک کی عطا کم و بیش کردی۔ جنگ بدر میں شامل ہونے والوں کو عطا سب سے زیادہ۔ جنگ احد والوں کو ان سے کم۔ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لانے والوں کو ان سے کم اور صلح حدیبیہ سے بعد اسلام لانے والوں کی سب سے کم۔

تاریخ کامل (ابن اثیر) جلد ۲۔ (ثم دخلت سنۃ خمس وعشرۃ) ذکر فرض العطایا ۔صفحہ ۵۰۲:۔

لما اراد عمرؓ وضع الدیوان قال لہ علیؓ و عبد الرحمٰن بن عوف ابدأ بنفسک قال لا۔ بل ابدأ بعمّ رسول اللہ ؐ ثم الاقرب فالاقرب ففرض للعباس و بدا بہ ثم فرض لاھل بدر خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف ثم فرض بعد بدر الی الحدیبیّۃ اربعۃ آلاف اربعۃ آلاف ثم فرض لمن بعد الحدیبیّۃ الی ان اقلع ابوبکر عن اھل الردۃ ثلاثۃ آلاف ثلاثۃ آلاف ثم فرض لاھل القادسیۃ و اھل الشام الفین و فرض لمن بعد القادسیۃ والیرموک الفًا الفًا ثم فرض للروادف المثنّیٰ خمس مائۃ وثم للروادف الثلیث و بعدھم ثلاث مائۃ سوّی کل طبقۃ فی العطاء قویھم و ضعیفھم۔

ترجمہ:۔ جب عمرؓ نے (عطایا لینے والوں کا) رجسٹر تیار کرنا چاہا تو علیؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ اپنے نام سے ابتدا کیجئے۔ آپ نے کہا۔ نہیں بلکہ رسول اللہ ؐ کے چچا کے نام سے۔ اس کے بعد قریب تو پھر ان کے بعد قریب۔ پس عباسؓ کی عطا مقرر کرکے ابتدا کی۔ پھر بدر والوں کے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ ہزار۔ پھر بدر سے حدیبیہ تک والوں کے لئے چار چار

ہزار۔ پھر مدینہ کے بعد سے ابوبکرؓ کے فتنۂ ارتداد کے قلع قمع کرنے کے وقت تک والوں کے لئے تین تین ہزار۔ قادسیہ اور شام والوں کے لئے دو دو ہزار۔ قادسیہ اور یرموک سے بعد والوں کے لئے ایک ایک ہزار مثنیٰ کے ساتھیوں کے لئے پانچ سو۔ لیث کے ساتھیوں کے لئے تین تین سو اور ہر طبقہ کے تمام افراد کو چاہے قوی تھا یا ضعیف سب کو برابر دیا۔

خلیفہ بیت المال کا مالک یا مختار کل نہ تھا۔ خلیفہ کے لئے بھی دوسرے مسلمانوں کے برابر عطا مقرر تھی۔ خلیفہ کو ملنے والی اس رقم کو عطا ہی کا نام دیا جاتا تھا۔ خلیفہ عطا سے زیادہ نہ خود لے سکتا تھا نہ دیگر مسلمانوں کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اس کی عطا سے زیادہ دے سکتا تھا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء۔ ذکر خلافت عمرؓ۔ فصل نبذ من اخبارہ۔ صفحہ ۹۵:۔

اخرج ابن سعد عن ابن عمرؓ ان عمرؓ بن الخطاب کان اذا احتاج اتی صاحب بیت المال فاستقرضہ فربما اعسر فیاتیہ صاحب بیت المال یتقاضاہ فیلزمہ فیحتال لہ عمر ربما خرج عطاءہ فقضاہ لہ۔

ترجمہ:۔ ابن سعد نے ابن عمرؓ سے مروی روایت لکھی ہے کہ عمرؓ ابن الخطاب کو جب ضرورت پڑتی تو بیت المال کے محافظ کے پاس آتے اور اس سے قرض مانگتے۔ بسا اوقات تنگدست ہوتے اور محافظ بیت المال کو ادائیگی کا تقاضا کرتے اور وہ اڑ جاتا تو کوئی تدبیر کرتے۔ بسا اوقات انہیں جب اپنی عطا ملتی تو قرض ادا کرتے۔

۲۔ تذکرۃ الخواص۔ باب فی ذکر خلافت علیؓ۔ فصل فی البیعۃ لعلی علیہ السلام۔ صفحہ ۶۴:۔

و ذکر غیر سیف و جریر ان الناس اختلفوا الی علی علیہ السلام بعد قتل عثمانؓ اربعین لیلۃ فی المهاجرین والانصار یسألونہ البیعۃ وھو یقول لاحاجۃ لی فیھا انظروا لھذا الامر غیری ومن تختارونہ اکن معکم وھم یقولون لیس لہ سواک فقال اصلی بکم ویکون مفتاح بیت المال بیدی و لیس لی امر دونکم فرضوا وقال لا اعطی احدا دون الناس احد درھماً قالوا نعم فبایعوہ ونزل عن المنبر واعطی کل ذی حق حقہ وسکن الناس لم یلبثوا الا یسیراً حتی دخل علیہ طلحۃ وزبیر فقالا یا امیرالمومنین ان عیالنا الکثیر وارضنا شدیدۃ فقال ألم اشرط الا اعطی احداً دون احد فقالوا لزمتنا نفقات فقال ائتونی باصحابکم فان رضوا ان اعطیکما دونھم فعلت وان ابیتما فانا اعطیکما من عطائی فابیا علیہ۔

ترجمہ:۔ سیف اور ابن جریر کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ مہاجرو انصار نے عثمانؓ کے قتل کے بعد چالیس راتوں تک حضرت علی علیہ السلام کی طرف آمدورفت رکھی۔ انہیں بیعت لینے کے لئے کہتے رہے اور آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس مقصد کے لئے کسی اور کو تلاش کرو اور جسے تم انتخاب کرو گے میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ وہ کہتے کہ اس امر کے لئے آپ کے بغیر اور کوئی اہل نہیں۔ جناب نے کہا تو پھر میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا۔ بیت المال کی کنجی میرے پاس ہوگی۔ تمہارے (مشورے کے) بغیر میں کوئی امر طے نہیں کروں گا۔ پس وہ رضامند ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ دوسروں

کو دیئے بغیر میں تم میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں (ٹھیک ہے) اور تمام نے بیعت کر لی۔ پس آپ منبر سے اترے۔ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیا۔ لوگ پُرامن و پرسکون ہو گئے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ طلحہ اور زبیر آپ کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیر المومنین۔ ہمارے اہل و عیال زیادہ اور ہماری زمینیں غیر زرخیز ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں نے یہ شرط نہیں رکھی تھی کہ دوسروں کو دیئے بغیر میں کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا۔ ہم پر کچھ اخراجات آن پڑے۔ آپ نے فرمایا۔ تو اپنے دوسرے ساتھیوں کو لے آؤ۔ اگر وہ رضامند ہو گئے تو تمہیں ان کے بغیر دے دوں گا اور اگر تم اس سے انکار کرتے ہو تو مجھے جب اپنی عطا ملے گی تو اس میں سے تمہیں دے دوں گا۔

جلاء العیون کے مصنف علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں اسی عطا کا ذکر کیا ہے اور عطا کا ترجمہ جائزہ سے کیا ہے عطایا سے مراد امیر معاویہ کی بخشش و سخاوت نہ لی جائے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ معاویہ نے اپنی ناراضگی کی بناء پر آلِ علیؑ (امام حسنؑ اور امام حسینؑ) اور آلِ جعفر (عبداللہ بن جعفرؓ) کی عطائیں روک لیں۔ یہ بزرگ تنگدستی میں مبتلا ہو گئے اور سخت مقروض ہو گئے۔ امام حسن علیہ السلام کے متعلق مورخین نے لکھا ہے :۔

تاریخ الخلفاء۔ ذکر الحسن بن علیؓ۔ ۴۹ھ۔ صفحہ ۱۳۰ :۔

اخرج البیہقی و ابن عساکر من طریق ابی المنذر ھشام بن محمد عن ابیہ قال اضاق الحسن بن علی وکان عطاءہ فی کل سنۃ مائۃ الف فحبسہا عنہ معاویۃ فی احدی السنین فاضاق اضاقۃ شدیدۃ قال فدعوت بدواۃ لاکتب الی معاویۃ لاذکرہ نفسی ثم امسکت فرایت رسول اللہؐ فی المنام فقال کیف انت یا حسن۔ فقلت بخیر یا ابۃ۔ وشکوت الیہ تاخر المال عنی۔ فقال اُدعوت بدواۃ لتکتب الی مخلوق مثلک تذکرہ ذالک فقلت نعم یا رسول اللہؐ فکیف اصنع۔ فقال قل اللھم اقذف فی قلبی رجاءک واقطع رجائی عمن سواک الی آخر الدعاء۔ قال فواللہ ما الححت بہ اسبوعاً حتی بعث الیّ الف الف خمس مائۃ الف۔

ترجمہ :۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد کی روایت بیان کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت کی۔ اس نے کہا حسن بن علیؓ تنگدست ہو گئے۔ ان کی عطا ایک لاکھ سالانہ تھی۔ اسے معاویہ نے ایک سال روک لیا۔ پس آپ تنگ دست ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دوات طلب کی کہ معاویہ کو لکھوں اور یاد دہانی کراؤں۔ پھر رک گیا۔ رات کو خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا حضورؐ نے فرمایا۔ حسن تیرا کیا حال ہے؟ میں نے کہا۔ بابا جان میں خیریت سے ہوں اور مال کے پہنچنے میں دیر کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تو نے دوات طلب کی تھی کہ اپنے جیسی مخلوق کو یاد دہانی کے لئے لکھے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں، یا رسول اللہؐ۔ کیا صورت کروں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ یوں کہو :۔ "اے اللہ تعالیٰ اپنی امید کو میرے دل میں ڈال دے۔ اپنے غیر سے امید رکھنے کو مجھ سے منقطع فرما ..... (آخر دعا تک)" آپ (امام حسنؑ) نے فرمایا میں نے چند ہفتے دعا و زاری کی تھی کہ معاویہ نے مجھے پندرہ لاکھ بھیج دیئے۔

یہ ہے امیر معاویہ کے اموال بھیجنے کی تفصیل جسے حافظ جی امیر معاویہ کی سخاوت کے ثبوت اور ان کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ عطا ان بزرگوں کا حق تھا جسے کافی عرصہ روکنے کے بعد اور ان بزرگوں کو تنگدستی میں مبتلا کرنے کے بعد ادا کیا (کتنا عرصہ روکے رکھا اس کی تفصیل نہیں ملی)

سوال نمبر ۸۲ :- ذرا انصاف سے بتایئے۔ قرآن پاک کے محاورہ و استعمال میں "آل" اہل بیت تابعدار، ماننے والوں اور بیوی کو کہتے ہیں۔ اگر نہیں تو جگہ جگہ قرآن پاک آلِ فرعون اور آلِ موسیٰ و ہارون کا لفظ تابعداروں پر کیوں استعمال کرتا ہے؟ کیا اس حقیقت کے پیش نظر آل محمدؐ و آل ابراہیمؑ آپ کے پیروکاروں کو کہنا صحیح نہیں ہے۔ اگر اہل بیت سے زوجۂ پیغمبر خارج ہے تو کیوں حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیمؑ پر فرشتوں نے یہ درود پڑھا: رحمۃ اللہ و برکاتہٗ علیکم اھل البیت انہ حمیدٌ مجید۔

(ترجمہ) اے ابراہیم کے اہل بیت (سارہ) تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں وہ بلاشبہ تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

اگر زوجہ اہل بیت کے مفہوم سے بقول شما خارج ہے تو کیوں قرآن پاک نے حضرت لوطؑ کے قصہ میں انا منجوک و اھلک الا امرأتک (ہم آپ کو اور آپ کے گھرانے کو بجز بیوی کے بچائیں گے) استثناء متصل کے ذریعے آپ کی زوجہ کو نافرمانی کی وجہ سے اہل سے خارج فرمایا۔

جواب :- قولہٗ :- ذرا انصاف سے بتایئے ..... ماننے والوں اور بیوی کو کہتے ہیں۔

اقول :- حافظ جی۔ ہم انصاف اور تحقیق کی بناء پر کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے محاورہ و استعمال میں آل کا لفظ ماننے والوں اور بیوی کو نہیں کہتے بلکہ قرآن کریم میں نص موجود ہے کہ "آل" کے معنی نسل اور اولاد کے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ بَعْضٍ ط (سورۃ آل عمران۔ آیت ۳۳۔۳۴)

ترجمہ :- اللہ نے پسند کیا آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے کہ یہ اولاد ہیں ایک دوسرے کی (موضح القرآن۔ شاہ عبدالقادر)

یہ کہنا کہ قرآن کریم کے محاورہ میں آل کا لفظ تابعداروں اور ماننے والوں کے لئے آیا ہے، یہ قرآن کریم کی نص کی خلاف ورزی ہے جبکہ خود قرآن کریم نے "آل" کی تشریح ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ بَعْضٍ (کہ وہ اولاد ہیں ایک دوسرے کی) سے فرما دی ہے۔

قولہٗ :- اگر نہیں تو جگہ جگہ قرآن پاک ..... تابعداروں پر کیوں استعمال کرتا ہے۔

اقول :- قرآن کریم میں "آلِ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ" کا لفظ ایک دفعہ اور "آلِ فِرْعَوْنَ" کا لفظ نو دفعہ وارد ہوا ہے نہ معلوم "جگہ جگہ" سے حافظ جی کی کیا مراد ہے۔ بہرکیف جتنی دفعہ بھی استعمال ہوا حافظ جی کا یہ دعویٰ کہ "آلِ فِرْعَوْنَ" اور "آلِ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ" کا لفظ قرآن پاک نے تابعداروں پر استعمال کیا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں "آل" کا معنی تابعدار لیا جائے تو امر محال لازم آتا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ط (سورۃ المومن ۴۰۔ آیت ۲۸)

ترجمہ:۔ آلِ فرعون میں سے ایک مومن مرد نے کہا کہ جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہ تم ایک ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانیاں لایا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں اگر "آل" کے معنی بقول حافظ جی تابعدار، ماننے والے لیا جائے تو آیۂ کریمہ کے معنی یوں ہونگے:

"فرعون کے تابعداروں، ماننے والوں میں ایک مومن مرد نے کہا ...." اور اجتماع ضدین لازم آئے گا کیونکہ جو فرعون کا ماننے والا ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا اور جو مومن ہو وہ فرعون کا ماننے والا نہیں ہو سکتا۔ آیت کریمہ میں آلِ فرعون کے اس فرد کو "مردِ مومن" کہا گیا ہے لہٰذا لازماً "آل" کا معنی اولاد کرنا پڑے گا کہ "فرعون کی اولاد میں سے ایک مومن نے کہا" اس طرح کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

تنبیہ:۔ بعض اوقات اعتراض کیا جاتا ہے کہ موسیٰؑ کے زمانے کے بادشاہ فرعون کی تو کوئی اولاد ہی نہ تھی۔ اسی لئے تو اس نے موسیٰؑ کے متعلق اپنی بیوی سے کہا تھا: اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (سورۃ یوسف ۱۲۔ آیت ۲۱) ترجمہ:۔ اسے عزت سے رکھو شاید اس سے ہمیں نفع پہنچے یا اس کو ہم بیٹا بنا لیں۔

جب اس کی کوئی اولاد ہی نہ تھی تو "آلِ فرعون" کے معنی فرعون کی اولاد کس طرح لے سکتے ہیں۔؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فرعون کسی خاص بادشاہ کا نام نہ تھا بلکہ مصر کے ایک پورے خاندان کے بادشاہوں کا لقب فرعون (سورج بنسی) ہوا کرتا تھا۔ جس طرح ایران کے شاہی خاندان میں سے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ اور روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا۔

"آلِ فرعون" سے مراد موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون کی اولاد نہیں بلکہ "آلِ فرعون" سے مراد اس پہلے فرعون کی اولاد ہے جس نے اس خاندان کی بادشاہت کی بنیاد رکھی اور فرعون کا لقب اختیار کیا تھا جن کی تعداد موسیٰؑ کے زمانے میں سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔

۲۔ اسی طرح ایک وہ آیت جس میں "آلِ موسیٰؑ" اور "آلِ ہارون" کا ذکر ہے۔ اس آیت میں بھی آل کے معنی تابعدار ماننے والے لینے سے ایک دوسری آیت کے مضمون سے اس آیت کا مضمون مختلف ہو جائے گا اور قرآن کریم کے ارشادات یا باہمی اختلاف امر محال ہے: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (سورۃ النساء آیت ۸۲) اگر یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف پاتے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۴۸)

ترجمہ:۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی حکومت (کے جائز ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (واپس) آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سامانِ تسلی اور آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کی چھوڑی ہوئی بچی کھچی چیزیں ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں "آل" کا لفظ الگ الگ صورت میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کی طرف مضاف ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ آلِ موسیٰؑ کے مصداق اور افراد ہیں اور آلِ ہارونؑ کے مصداق الگ لوگ۔ عربی زبان سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ جب ایک ہی لفظ اس طرح دوبارہ لایا جائے تو ان کا مصداق الگ الگ اشیاء وجود ہوتے ہیں۔ "بیت احمد ومحمود" جبکہ بیت کے لفظ کا تکرار نہ ہو تو اس کے معنی ہیں احمد ومحمود کا مشترکہ گھر اور "بیت احمد و بیت محمود" جبکہ بیت کے لفظ کا تکرار ہو تو اس کے معنی ہیں احمد کا گھر اور محمود کا گھر (دو علیحدہ علیحدہ گھر)

بہرکیف اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آلِ موسیٰؑ غیر آلِ ہارونؑ ہیں۔ اور ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ موسیٰؑ کے پیروکار اور ماننے والے وہی لوگ تھے جو ہارونؑ کے پیروکار اور ماننے والے تھے۔ یہ دونوں نبی بھائی ایک ہی امت کی طرف ایک ہی نبوت کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے شریک کار تھے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِيْ (سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۲۹-۳۲)

ترجمہ:۔ (حضرت موسیٰؑ کی دعا بارگاہ خدا تعالیٰ میں) اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا۔ اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔

لہٰذا یہاں آل کے معنی "ماننے والے، پیروکار" نہیں ہو سکتے ورنہ دو آیتوں کے مضمون میں اختلاف وجود میں آئے گا جو امر محال ہے اور آل کے معنی اولاد لینے سے کسی قسم کا کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے معنی ہیں موسیٰؑ کی اولاد اور ہارونؑ کی اولاد۔ اور حافظ جی کا یہ دعویٰ کہ "جگہ جگہ آلِ فرعون اور آلِ موسیٰؑ وہارونؑ تابعداروں پر استعمال ہوا ہے" ایک مجنون کی بڑ سے زیادہ نہیں۔

قولہ:۔ کیا اس حقیقت کے ..... کو کہنا صحیح نہیں ہے۔

اقول:۔ اس حقیقت نہیں بلکہ اس نامعقول مفروضہ کے پیش نظر اگر آلِ محمدؐ سے مراد حضورؐ کے پیروکار اور ماننے والے لئے جائیں تو اسلامی نظام میں ہی خلل پڑ جائے گا۔

نسائی۔ جلد ا۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب استعمال آل نبیؐ علی الصدقۃ۔ صفحہ ۳۶۶:۔

عن عبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب اخبرہ ان اباہ ربیعہ بن الحارث قال لعبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث والفضل بن عباس رضؓ بن عبد المطلب ائتیا رسول اللہؐ فقولا لہ استعملنا یا رسول اللہؐ علی الصدقات فاتی علیؓ بن ابی طالب ونحن علی تلک الحال فقال لھما ان رسول اللہؐ لا یستعمل منکم احدًا علی الصدقۃ قال عبد المطلب فانطلقت انا والفضل حتی اتینا رسول اللہؐ فقال لنا ان ھٰذہ الصدقۃ انما ھی اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمدؐ۔

ترجمہ:۔ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب سے روایت ہے۔ اس نے خبر دی کہ اس کے باپ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب سے روایت ہے۔ اس نے خبر دی کہ اس کے باپ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب نے عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث کو اور فضل بن عباس بن عبد المطلب کو کہا کہ تم (دونوں) رسول اللہؐ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی خدمت میں عرض

کردو کہ یا رسول اللہؐ ہمیں صدقات پر عامل (وصول کنندہ) مقرر فرمائیے۔ ہم ابھی اسی حالت میں تھے کہ علیؓ ابن ابی طالب آ گئے اور انہوں نے ان دونوں سے کہا کہ رسول اللہؐ تم میں سے کسی ایک کو بھی صدقات پر عامل نہیں بنائیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں اور فضل رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کی میل کچیل ہیں۔ یہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ کے لئے حلال نہیں ہیں (اس لئے میں تمہیں ان پر عامل نہیں بنا سکتا)

اس حدیث شریف میں نص صریح ہے کہ صدقہ (زکوٰۃ) آلِ محمدؐ کے لئے حلال نہیں۔ اب اگر حافظ جی کے ارشاد کے مطابق آل کے معنی پیرو کار، ماننے والے کے لیں تو ——

۱۔ مالِ زکوٰۃ تمام مسلمانوں (امتِ محمدی) پر حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔ پس زکوٰۃ جمع کر کے یہود و نصاریٰ کی طرف بھیج دینی چاہئے تاکہ ان پر صرف ہو۔

۲۔ مال زکوٰۃ کی مد (فی سبیل) سے جو رقم جن مساجد پر خرچ کی گئی ہے ان میں مسلمانوں کا نماز پڑھنا جائز نہیں۔

۳۔ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عامل مسلمانوں کو نہیں بلکہ یہودیوں اور نصاریٰ کو عامل مقرر کیا جائے۔

۴۔ یہ خیال غلط ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا۔ ایسے مال کی وصولی کے لئے جو مسلمانوں پر حرام ہو لشکرِ اسلام کو نہیں بھیجا جا سکتا۔ وہ جہاد کہلا سکتا ہے ..... وغیرہ وغیرہ۔

میں حافظ جی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ذرا مندرجہ ذیل حدیث شریف میں آل کا معنی پیرو کار، ماننے والے۔ بیوی وغیرہ کر کے دکھائیں۔

بخاری۔ جلد ۱۔ کتاب التیمم :-

(حسب ضرورت بعض الفاظ کے حذف کے بعد) عن عائشۃؓ زوج النبیؐ قالت خرجنا مع رسول اللہؐ فی بعض اسفارہ۔ حتیٰ اذا کنا بالبیداء انقطع عقد لی فاقام رسول اللہؐ علی التماسہ وقد قام الناس معہ ولیسو علی الماء فاتی الناس الی ابی بکر الصدیق فقالوا لا تریٰ ما صنعت عائشۃؓ اقامت برسول اللہؐ والناس لیسو علی الماء فجاء ابوبکرؓ ورسول اللہؐ واضع راسہ علی فخذی وقد نام ..... فقالت عائشۃؓ فعاتبنی ابوبکرؓ ..... فقام رسول اللہؐ حین اصبح علی غیر ماءٍ فانزل اللہ عزّ وجل آیۃ التیمم فتیمموا فقال اسید بن الحضیر ما ھی اوّل برکتکم یا آل ابی بکرؓ۔ قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبنا العقد تحتہ۔

ترجمہ :- رسول اللہؐ کی زوجہ محترمہ عائشہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب ہم ایک صحرا میں تھے تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ پس رسول اللہؐ اس کی تلاش کے لئے ٹھہر گئے اور لوگ حضورؐ کے ساتھ ٹھہر گئے اور وہ پانی پر نہ تھے (یعنی اس مقام پر پانی نہیں تھا) پس لوگ ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا دیکھتے نہیں ہو جو کچھ عائشہؓ نے کر دکھایا ہے۔ رسول اللہؐ کو ٹھہرا لیا ہے اور لوگ پانی پر نہیں ہیں۔ پس ابوبکرؓ تشریف لے آئے جبکہ رسول اللہؐ میرے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے ..... جناب عائشہؓ نے کہا کہ

ابوبکرؓ مجھ پر غصے ہوئے ..... پس جب صبح کے وقت رسول اللہؐ اٹھے تو بغیر پانی کے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا۔ تو اسیدؓ بن خضیر نے کہا۔ اے آلِ ابوبکرؓ یہ تمہاری پہلی برکت نہیں (بلکہ اس سے پہلے بھی لوگ تمہاری برکتوں سے فیضیاب ہو چکے ہیں) جناب عائشہؓ فرماتی ہیں۔ پس جب اس اونٹ کو اٹھایا گیا جس پر میں سوار تھی تو وہ ہار صحیح و سالم حالت میں مل گیا۔)

دیکھئے حافظ جی! ایک صحابی جناب عائشہؓ کو آلِ ابوبکرؓ کہتا ہے۔ دوسرے صحابی خاموش رہ کر اس کی تائید کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب عائشہؓ کو جناب ابوبکرؓ کے ساتھ صرف اولاد ہونے کا رشتہ حاصل ہے۔ ماننے والی، پیروکار، بیوی حضورؐ کی ہیں۔ صحابی جناب عائشہؓ کو بجائے آلِ نبیؐ کہنے کے آلِ ابوبکرؓ کہتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہ ہو گیا کہ آل کا لفظ ذریت و اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ پیروکاروں کے لئے۔

قرآن کریم کے مفسرین متقدمین میں سے کسی نے بھی آل کے معنی متبعین یا مقربین بوت نہیں کئے۔

تیسیرالوصول۔ جلد ۱۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ آل عمران۔ صفحہ ۱۰۲ :۔

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ اٰل ابراھیم واٰل عمران قال ھم المومنون من اٰل ابراھیم واٰل عمران واٰل یاسین واٰل محمدؐ (اخرجہ بخاری تعلیماً)

ترجمہ :۔ ابن عباس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان آل ابراہیم اور آل عمران کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان سے مراد آل ابراہیمؑ، آلِ عمران، آلِ یاسین اور آلِ محمدؐ میں سے جو مومن تھے وہ ہیں۔

گویا ابن عباسؓ کے نزدیک آل کے معنی ماننے والے نہیں بلکہ یہاں آل کے معنی عام ہے مومنین (ماننے والوں سے) آل میں کچھ ماننے والے (مومن) کچھ غیر مومن دونوں شامل ہیں۔ پس آل سے مراد اولاد ہے جس میں کچھ مومن اور کچھ غیر مومن ہیں۔ لیکن اس آیت میں آل سے مراد وہ اولاد ہے جو مومن ہے۔

تفسیر درمنثور۔ جلد ۱۔ تفسیر طبری۔ جلد ۱۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ان اللہ اصطفیٰ اٰدم ونوحاً .... الخ :۔

عن قتادہ فی قولہ تعالیٰ ان اللہ اصطفیٰ اٰدم ونوحاً واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العالمین قال ذکر اللہ ت اھل بیتین الصالحین و رجلین صالحین نفضلھم علی العالمین فکان محمدؐ من اٰل ابراھیم۔

ترجمہ :۔ آیت اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحاً ..... الخ کی تفسیر میں قتادہؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو نیک گھرانوں اور دو نیک شخصوں کا ذکر فرمایا ہے اور انہیں تمام عالمین پر فضیلت بخشی ہے۔ حضرت محمدؐ آلِ ابراہیمؑ سے ہیں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ آل کے معنی اہلبیت (گھرانہ، متعلقین) کرتے ہیں۔

قولہٗ :۔ اگر اہلبیت سے زوجۂ پیغمبرؐ ..... و بلا شبہ تحریف کیا گیا۔

اقول :۔ حافظ جی، اس آیۂ مجیدہ میں فرشتوں نے یہ کلمات "رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ علیکم اھل البیت" بطور درود و سلام ادا نہیں کئے بلکہ جناب سارہ علیہا السلام کے تعجب کو بے جا اور نامناسب ظاہر کرنے کے لئے

کہ ہیں اور یا اہل البیت کا خطاب بھی صرف جناب سارہ سے نہیں بلکہ اس گھر کے تمام افراد سے ہے۔ آیت اور ا
کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :-

قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(سورۃ ہود ۱۱۔ آیت ۷۳)

ترجمہ :- فرشتے بولے کیا اللہ تعالیٰ کے کام پر اچنبھا کرتی ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں تم پر ا
اس گھر والو !۔ (ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

اس آیت سے قبل جناب سارہ کو بیٹے اسحاقؑ اور پوتے یعقوبؑ کی بشارت دی گئی ہے : فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰ
و یعقوب ۔ (ہود۔ آیت ۷۱) پس ہم نے اس (سارہ) کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی بشارت دی۔ اس پر جناب سار
نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۔کیا میرے ہاں بیٹا پیدا
ہوگا جبکہ میں (تو خود) بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بڈھا۔ اس پر فرشتوں نے اس کے تعجب کو رد کرتے ہوئے کہا کہ
تم اللہ تعالیٰ کے کام پر تعجب کرتی ہو۔ تم (اس گھر والوں) پر تو اللہ کی رحمت اور برکت ہے۔ (اس کی رحمت اور برکت
کے طفیل ایسی حالت میں بھی اولاد کا ہو جانا اچنبھے کی بات نہیں)

قولہ :- اگر زوجہ اہل بیت کے مفہوم ..... زوجہ کو نافرمانی کی وجہ سے خارج فرمایا۔

اقول :- حافظ جی! اس آیت کریمہ میں استثناء اھلک (تیری اہل یعنی لوط علیہ السلام کی اہل) سے ہے نا
لوط علیہ السلام کی اہل بیت سے۔ کسی شخص کی اہل ہونا اور بات ہے اور کسی شخص کی اہل بیت سے ہونا اور بات ہے
صواعق محرقہ کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے :-

صواعق محرقہ۔ تتمہ باب وصیۃ النبیؐ صفحہ ۲۲۹ :-

سبق عن زيد بن ارقم (صفحہ ۱۴۹) ان نساءهؐ من اهل بيته ثم قال لكن اهل بيته من حرم
عليهم الصدقة ۔ يؤخذ منه انهم من اهل بيته بالمعنى الاعم دون الاخص وهو من حرمت عليه
الصدقة ويؤيد ذالك خبر مسلم انهؐ خرج ذات يوم وعليهؐ مرط مرحل من شعر اسود فجاء
الحسن فادخله ثم جاء الحسين فادخله ثم فاطمة فادخلها ثم عليؑ فادخله ثم قال انما يريد الله
ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا۔ وفى رواية قالؐ اللهم هؤلاء اهل بيتي
وفى اخرى ان ام سلمة ارادت ان تدخل معهم فقالؐ بعد منعه لها انت على خير وفى اخرى
انها قالت يا رسول اللهؐ وانا؟ فقال انت من اهل البيت العام وبدليل الرواية الاخرى قالت
وانا؟ قالؐ وانت من اهلي۔ وكذا قالؐ واثلة لما قال يا رسول الله وانا فقال انت من اهلي

ترجمہ :- زید بن ارقم کے یہ الفاظ کہ ازواج نبیؐ اس کی اہل بیت ہیں لیکن آنحضورؐ کی اہل بیت وہ ہیں جن پر
حرام ہے (صفحہ ۱۴۹) اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ (ازواج) حضورؐ کی اہل بیت بمعنی عام ہیں نہ کہ

خاص اور وہ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس امر کی (کہ ازواج بھی اہم اہل بیت ہیں) تائید مسلم کی اس (دوسری روایت) سے ہوتی ہے کہ حضورؐ ایک سیاہ بالوں کی منقش چادر اپنے اوپر لئے ہوئے تشریف لائے۔ حسنؑ آئے انہیں چادر میں لے لیا۔ پھر حسینؑ آئے انہیں بھی لے لیا۔ پھر جناب فاطمہؑ آئیں انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر علیؑ آئے انہیں بھی داخل کر لیا۔ پھر آیت کریمہ انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس ...... الخ تلاوت فرمائی۔ اور ایک روایت ہے کہ فرمایا۔ اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ام سلمہؓ نے چاہا کہ وہ بھی ان کے ساتھ (چادر میں) داخل ہوں تو انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا۔ تم اچھائی (نیکی) پر ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس (ام سلمہؓ) نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں ؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ تم اہل بیت علم میں سے ہو۔ ایک اور روایت کی دلیل سے کہ اس (ام سلمہؓ) نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں ؟ تو آپ نے فرمایا۔ تم میری اہل سے ہو (لیکن اہل بیت سے نہیں) اور اسی طرح حضورؐ نے واثلہؓ (اپنے غلام) سے فرمایا۔ جب اس نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں ؟ کہ تم میری اہل سے ہو (اہل بیت سے نہیں)

دیکھا حافظ جی! حضورؐ ام سلمہؓ (زوجہ) اور واثلہؓ (غلام) کو اپنی اہل سے تو قرار دیتے ہیں لیکن ان کے اپنی اہل بیت میں سے ہونے کی نفی فرماتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں: اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اھل اور بیت کے لفظوں کی ایک مختصر وضاحت پیش کر دوں تاکہ مطالب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

(عربی کی قدیم ترین لغت) لسان العرب۔ باب الالف۔

اھل :- اھل البیت : سکانہ۔ اھل الرجل۔ اخص الناس بہ ومن یختص بشیٔ۔ کلما کانوا یختصون بالآل الاشراف الاخص دون الشائع الاعم۔

ترجمہ:- اہل بیت : اس (گھر) کے رہنے والے۔ مرد کے اہل : جو لوگ اس سے مخصوص ہوں اور ہر وہ شخص جو کسی چیز سے خصوصیت رکھتا ہو۔ جبکہ آل سے مراد اشراف سے زیادہ خصوصیت والے اور "اہل" عام مروج (خصوصیت) کے لئے۔

اب لیجئے لفظ بیت کو۔ عربی زبان میں بیت کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو یہی اینٹ گارے سے تعمیر شدہ مکان۔ جیسے اس آیہ کریمہ میں ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ط (سورۃ النور ۲۴۔ آیت ۲۷)

ترجمہ:- اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ پہچان نہ لو (اجازت نہ لے لو) اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

اور دوسرا معنی خاندان (ایک دادا کی اولاد) جسے ہم اردو زبان میں گھرانہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں بہت شریف

گھرانے والا ہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں بیت بمعنی گھرانہ استعمال ہوا ہے۔

صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ فضائل اھل البیت۔ الحدیث الثانی عشر۔

کنز العمال۔ جلد ۱۱۔ کتاب الفضائل۔ باب فضائل النبی ؐ باب فضائل متفرقۃ۔ حدیث ۳۱۹۵۱:

(واللفظ لصواعق) اخرج احمد بسند جید عن العباس قال بلغ رسول اللہ ؐ ما یقول الناس فصعد المنبر فقال من انا قالوا انت رسول اللہ ؐ فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعل فرقتین فجعلنی فی خیرھم۔ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتاً فجعلنی فی خیرھم بیتاً۔ فانا خیرکم بیتاً و خیرکم نفساً۔

ترجمہ:۔ احمد نے معتمد سند سے ابن عباس ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ؐ تک وہ باتیں پہنچیں جو لوگ (حضور ؐ) متعلق کہتے تھے۔ حضور ؐ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ "میں کون ہوں؟" لوگوں نے کہا "آپ اللہ کے رسول ہیں" آپ ؐ نے فرمایا "میں محمد بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین مخلوق کا فرد بنایا۔ پھر مخلوق کو دو فرقوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین قبیلہ میں شامل کیا۔ پھر اس قبیلہ کو گھروں (گھرانوں) میں تقسیم کیا اور مجھے بہتر گھر میں شامل کیا۔ پس میں بلحاظ اپنی ذات کے بھی تم سے بہتر ہوں اور بلحاظ گھر (گھرانے) کے بھی بہتر ہوں۔

ظاہر ہے کہ قبیلہ اینٹ گارے کے گھروں (بیوت) میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ مختلف خاندانوں (گھرانوں) میں تقسیم ہوتا ہے لہٰذا بیت کا لفظ خاندان اور گھرانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ چونکہ بیت کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اھل بیت کے بھی دو معنی ہیں۔ اہل بیت سے مراد وہ افراد جو اینٹ گارے سے تعمیر شدہ مکان میں مل کر رہتے ہوں اس گھر کے "اہل بیت" ہیں۔ دوسرے اہل بیت سے مراد وہ افراد جو ایک ہی خاندان یا ایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں اس گھرانے کے اہل بیت ہیں۔ ان دونوں "اہل بیت" میں امتیاز کے لئے پہلی قسم کے اہل بیت کو "اہل بیت سکنی" اور دوسری قسم کی اہل بیت کو "اہل بیت نسبی" کہتے ہیں۔ ازواج پہلی قسم کے اہل بیت (سکنی) میں بلاشبہ شامل ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے اہل بیت (نسبی) شامل نہیں۔

اسی طرح اہل کا لفظ جب کسی شخص کی طرف مضاف و منسوب ہو تو اس کے بھی دو معنی ہوں گے۔ ایک تو اس شخص کے متعلقین و عیال جن کی معاش و سامانِ حیات کا مہیا کرنا اس کے ذمہ ہو۔ اس اہل میں زوجہ اور غلام بھی شامل ہیں۔ دوسرے وہ اشخاص جو اس شخص کے خاندان و گھرانہ سے تعلق رکھتے ہوں جیسے ایک ہاشمی کے اہل بیت خاندان ہاشمی کے افراد اور ایک اموی کے اہل بیت خاندان اموی کے افراد وغیرہ۔

یہاں تک تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف اس امر میں ہے کہ حضور نبی کریم ؐ نے اپنے بعد جس اہل بیت کی اطاعت کا حکم دیا جس اہل بیت کے متعلق آیۂ تطہیر نازل ہوئی اس اہل بیت سے مراد کون سے اہل بیت ہیں؟ اہل بیت سکنی یا اہل بیت نسبی۔ اہل تشیع اور بعض اہلسنت اس سے مراد اہل بیت نسبی لیتے ہیں۔ دیگر اہل سنت کا خیال ہے کہ اس سے مراد دونوں اہل بیت ہیں۔ اہل بیت سکنی بھی اور اہل بیت نسبی بھی۔ (مزید بحث اگلے سوال نمبر ۸۳ کے جواب میں ملاحظہ

سوال نمبر ۸۳۔ جب زوجہ ابراہیمؑ آل ابراہیمؑ مستحق درود و سلام ہیں تو سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین کیوں آل محمد نہیں ہیں اور مستحق درود و سلام نہیں؟ جبکہ سورہ احزاب کے پورے رکوع میں ان کو براہ راست اللہ نے خطاب کر کے اہل بیت کے تحفے سے نوازا ہے۔

واقمن الصلوٰۃ واتین الزکوٰۃ واطعن اللّٰہ ورسولہ انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

(ترجمہ) اور نماز پڑھتی رہو، خدا اور رسول کی تابعداری کرتی رہو، بلاشبہ اے نبیؐ کی اہل بیت بیبیو اللہ تم سے گندگی دور کرنا اور تم کو پورا پاک کرنا چاہتا ہے۔

عنکم اور مذکر کے صیغے اسی طرح درست ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اہلیہ سے فرمایا۔

فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی آتیکم منھا بقبس۔

(ترجمہ) اپنی بیوی سے فرمایا تم ٹھہرو مجھے آگ دکھائی دیتی ہے شاید تمہارے پاس کچھ انگارے لے آؤں۔

جواب.... قولہ ــــ جب زوجہ ابراہیمؑ..... کیوں مستحق درود و سلام نہیں؟

اقول.... بلاشبہ جناب سید الانبیاءؐ کی ازواج محترمات مستحق درود و سلام ہیں بشرطیکہ وہ زوجہ محترمہ ایمان کامل، اوصاف حمیدہ، اعمال حسنہ کے صفات سے متصف ہوں۔ اگر کوئی زوجہ محترمہ ان اوصاف سے عاری ہو تو سورہ احزاب کے اسی رکوع کی آیت مبارکہ شاہد ہے کہ وہ دیگر نساء کی نسبت دگنے عذاب، دگنی ملامت و مذمت کی مستحق ہوگی۔

یانساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذالک علی اللّٰہ یسیرا۔

(ترجمہ) اے نبی کی بی بیو! تم میں سے جس نے بھی کوئی ناشائستہ حرکت کی تو اس کے لئے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امر آسان ہے۔

قولہ ــــ جبکہ سورہ احزاب کے پورے رکوع..... کے تحفے سے نوازا ہے۔

اقول ــــ بلاشک سورہ احزاب کے اس پورے رکوع میں براہ راست ازواج نبی کریمؐ سے خطاب ہے اور سارا رکوع ازواج نبیؐ کو ہدایات و تنبیہات پر مشتمل ہے۔ سوائے اس آیت تطہیر کے (کہ جو اکثر مفسرین کے نزدیک اہل بیت کی انتہائی توصیف و تعریف پر مشتمل ہے) اس آیت میں ازواج نبیؐ سے خطاب نہیں ہے کیونکہ اس رکوع کی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ازواج نبیؐ خطاکاری غلط روی کے خطرات سے دوچار ہیں اسی لئے اتنی طویل و عریض ہدایت و تحذیر نازل فرمائی گئی۔ اور آیت تطہیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کے مصداق ہر خطا اور مذموم حرکت سے مبرہ و منزہ ہیں۔ مضمون کا یہ اختلاف غور و خوض پر مجبور کرتا ہے کہ اگر اس آیت کا مصداق بھی دیگر آیات کی طرح ازواج نبی کریمؐ ہیں اور وہ حرکات ناشائستہ سے محفوظ و مصئون ہیں تو ان تنبیہات و ہدایات کا مقصد؟ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس آیت تطہیر کا مصداق ازواج نبیؐ نہیں بلکہ اس آیت کا ذکر ان دیگر آیات کے ساتھ بصورت موصول اللفظ مفصول المعنی ہے۔ اور حسن تخلص سے کام لیا گیا ہے۔ کئی دیگر شواہد اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔

پہلا شاہد: اس آیت سے سابقہ آیتوں میں خطاب "یا نساء النبیؐ" سے وارد ہوا ہے اور اس آیت میں خطاب "اہل البیت" کے لفظ سے ہے۔ یہ خطاب کا تغیر اس امر کی دلیل ہے کہ اس آیت میں ازواج نبیؐ سے خطاب نہیں بلکہ اس آیت کے مخاطب ان کے علاوہ کوئی اور افراد ہیں۔

دوسرا شاہد: اس رکوع کی باقی آیات میں تمام ضمائر جمع مونث مخاطبات کی ہیں اور اس آیت میں ضمائر جمع مذکر مخاطب کا ذکر ہے۔ یہ ضمائر کا تغیر بھی اس امر کی دلیل ہے کہ اس آیت کی ضمائر کا مرجع وہ نہیں جو دیگر آیات میں مذکور ضمائر کا مرجع ہے یعنی ازواج نبیؐ۔ ۱

تیسرا شاہد: اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت (آیت تطہیر) ان ذوات مقدسہ کے حق میں نازل ہوئی جنہیں اللہ تعالیٰ نے گناہ شک اور اخلاق مذمومہ سے منزہ و مبرہ رکھا۔

صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ الفصل الاول فی آیات الواردہ فیھم۔ الایت الاولیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس۔ صفحہ ۱۴۴۔

ثم ھذہ الایت منبع فضائل اھل البیت النبوی لاشتما لھا علی غرر من مآثرھم والاعتناء بشانھم حیث ابتدات بہ انما المفیدہ لحصر ارادتہ تعالی فی امرھم علی اذھاب الرجس الذی ھوالاثم او الشک فیما یجب الایمان بہ عنھم و تطھیرھم من سائر الاخلاق و الاحوال المذمومہ و سیاتی فی بعض الطرق تحریمھم علی النار و ھو فائدۃ ذالک التطھیر و غایتہ اذمنہ الھام الانابہ الی اللہ تعالی و ادامہ الاعمال الصالحہ۔

(ترجمہ) یہ آیت (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس) اہل بیت نبویؐ کے فضائل کا منبع ہے کیونکہ یہ ان کے روشن کمالات اور شان کے اظہار پر مشتمل ہے۔ بایں طور کہ اس کی ابتدا "انّما" سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کی حصر کی دلیل ہے کہ ان سے ہر رجس کو دور کردے۔ اور رجس گناہ۔ اس امر میں شک جس پر ایمان لانا واجب ہے اور تمام مذمومہ اخلاق و اعمال کا نام ہے۔ بعض اخبار میں ذکر ہوا ہے کہ آتش جہنم پر (ان کو چھونا) حرام ہے اور یہی امر اس تطہیر کی غرض و غایت اور اس کا فائدہ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور ہمیشہ اعمال صالحہ کے ظہور کا انہیں الہام ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ اکثر مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ آیت تطہیر کی مصداق ہستیوں سے خطاو گناہ کا سرزد ہونا محال ہے۔ لیکن آیات قرآنی اور احادیث نبوی شاہد ہیں کہ ازواج نبیؐ سے خطائیں اور ناپسندیدہ امور سرزد ہوئے۔ لہٰذا ازواج نبیؐ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتیں۔ ۲

(۱) نبی کریم کی دو بیبیوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المومنین۔

(ترجمہ) (اے نبی کی دو بیبیو!) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے توبہ کرو۔ تم دونوں کے دل راہ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔ اور اگر تم اس (نبی کریمؐ) کے خلاف ایک دوسری کی مددگار رہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہے اور جبریل مددگار ہے اور نیک مومن مددگار ہیں۔

(ب) حضورؐ کی ایک بی بی سے ایسی خطا سرزد ہوئی کہ اس کے بعد اسے جب یاد کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آنچل کا پلو بھیگ جاتا۔

تذکرہ الخواص۔ ذکر علیؑ۔ صفحہ ۹۷۔

فقہ اکبر، تفتازانی خلافت علیؑ صفحہ ۸۲۔

(ج) حضورؐ کی ایک بی بی نے حضورؐ کو اس قدر ایذا پہنچائی کہ اس صاحب خلق عظیم، رؤف الرحیمؐ کو اسے طلاق دینا پڑی اور پھر اس کے والد ماجد کی پاس خاطر سے رجوع فرمایا۔

(۱) تیسیر الوصول۔ جلد ۴۔ کتاب النکاح۔ حدیث نمبر ۲۔

(۲) معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ سال سوم ہجری۔ واقعہ ہفتم۔ صفحہ ۹۵۔

چوتھا شاہد: بعض احادیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے اہل بیت کا ذکر ایسے الفاظ میں فرمایا ہے کہ واضح ہو جاتا ہے کہ اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں۔

تیسیر الوصول۔ جلد ۱۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنت۔ ص ۲۴۔

عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی۔ احدھما اعظم من الاخر وھو کتاب اللہ تعالی حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی۔ لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔ (اخرجہ ترمذی)

(ترجمہ) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک تم نے دونوں کو تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک ان میں سے دوسری سے عظیم ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک پھیلائی ہوئی ایک رسی ہے اور میری عترت میری اھل بیتؑ۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

(ب) کنز الاعمال۔ ج ۱۱۔ ۱۶ (مطبوعہ مکتبت الرسالہ۔ بیروت) کتاب الفضائل۔

مستدرک۔ ج ۲۔ باب الفضائل۔ فضائل اہل البیت۔ ص ۱۲۰۔

قال رسول اللہ من سرہ ان یحیی حیاتی و یموت مماتی ویسکن جنت عدن فلیوال علیاً من بعدی و لیقتد باھل بیتی فانھم عترتی خلقوا من طینتی و رزقوا فھمی وعلمی فویل للمکذبین فضلھم من امتی القاطعین فیھم صلتی ولا انالھم شفاعتی۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو یہ پسند کرے کہ میری زندگی جیسی زندگی بسر کرے اور میری موت جیسی موت مرے اور جنت عدن میں مقام حاصل کرے تو اسے چاہئے کہ میرے بعد علیؑ کو اپنا والی و سرپرست بنائے اور میری اھل بیت کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں میری ہی پاک طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ میری عقل اور میرا علم دئے گئے ہیں۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کے میری تمام امت سے افضل ہونے کو جھٹلائے ان سے میرے رشتہ کو قطع کرے۔ اسے میری

شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

ان احادیث میں "عترتی" کے لفظ سے یہ وضاحت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی اہل بیت آنجناب ﷺ کے گھرانے کے لوگ ہیں۔یعنی اہل بیت سے مراد نسبی ہیں نہ کہ سکنی۔

پانچواں شاہد : اس آیہ تطہیر کے شان نزول کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں وہ سب اس آیت کے ازواج نبیؐ کے شان میں ہونے کی نفی کرتی ہیں۔

(ا) تیسیر الوصول۔ج۳(جامع الاصول۔ج۱۰) کتاب الفضائل۔فضائل اہل بیت۔ص۲۵۹۔

عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت نزلت ھذہ الایہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا و فی البیت رسول اللہؐ و علی و فاطمہ والحسن والحسین فجللھم بکساء و قال اللھم ان ھٰؤلاء اھل بیتی۔ فاذھب منھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔فقلت یا رسول اللہؐ الست من اھل البیت فقال انک الی الخیر۔ انت من ازواج النبیؐ۔

(ترجمہ)(ام المومنین) ام سلمہؓ سے روایت ہے اس نے کہا کہ یہ آیت "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس.... الخ) نازل ہوئی تو اس وقت گھر میں رسول اللہؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ موجود تھے۔ حضورؐ نے ان پر چادر ڈال دی اور فرمایا اے اللہ یہی ہیں میرے اہل بیت۔ ان سے رجس کو دور کر اور انہیں پاک کردے پوری طرح پاک کرنا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تو اچھائی اور نیکی کی طرف ہے کہ تو ازواج نبیؐ میں سے ہے۔

(ب) تفسیر جامع البیان عن تاویل القرآن(محمد بن جریر طبری)ج۲۲۔ل۶۔مطبوعہ مطبع حلبی۔و صواعق محرقہ۔ الایہ التطھیر۔ص۱۴۳۔الباب الحادی عشر۔

عن عطیہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہؐ نزلت ھذہ الایہ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا" فی خمسہ فی وفی علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ۔

(ترجمہ) عطیہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ آیت انما یرید اللہ ... الخ۔ پانچ نفوس کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ میرے۔ علیؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ اور فاطمہؑ کے حق میں۔

(ج)(جامع البیان مذکورہ بالا حوالہ) ھاشم بن عقبہ بن ابی وقاص بن عبداللہ بن وھب بن زمعہ قال اخبرتنی ام سلمہ۔ان رسول اللہؐ جمع علیا والحسن والحسین و فاطمہ ثم ادخلھم تحت ثوبہ ثم جار الی اللہ تعالی ثم قال ھٰؤلاء اھل بیتی فقالت ام سلمہ یا رسول اللہؐ ادخلنی معھم قال انک من اھلی۔

(ترجمہ) ہاشم بن عقبہ نے عبداللہ بن وھب سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ مجھے ام سلمہؓ نے خبر دی کہ رسول اللہؐ نے علیؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ اور فاطمہؑ کو اکٹھا کیا ان پر اپنا کپڑا ڈالا۔ پھر اللہ تعالی کی بارگاہ میں عجز و زاری کی پھر کہا یہ میرے اہل بیت ہیں۔پس ام سلمہؓ نے کہا۔یا رسول اللہؐ مجھے بھی ان کے ساتھ شامل فرمالیجیے۔ آپؐ نے فرمایا تو میری اہل میں سے ہے۔

(د) تفسیر طبری(حوالہ مذکورہ بالا) عن حکیم بن سعد قال ذکرنا علیؑ بن ابیطالب عن ام سلمہ قالت فیہ نزلت "انما یرید اللہ

لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً" قالت ام سلمہ جاء النبیؐ الی بیتی فقال لا تأذنی لاحد فجاءت فاطمہ فلم استطع ان احجبھا عن ابیھا ثم جاء الحسن فلم استطع ان امنعہ ان یدخل علی جدہ و امہ و جاء الحسین فلم استطع احجبہ فاجتمعوا حول النبیؐ علی بساط فجللھم نبی اللہؐ بکساء کان علیہ ثم قال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔ فنزلت ھذہ الایہ حین اجتمعوا علی بساط قالت فقلت یا رسول اللہؐ و انا؟ قالت فواللہ ما انعم و قال انک الی خیر۔

(ترجمہ) حکیم بن سعید سے روایت ہے اس نے کہا ہم سے علی ابن ابیطالب نے ذکر کیا کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے بات کی اس میں کہا کہ آیت "انما یرید اللہ ...الخ" نازل ہوئی۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ نبی کریمؐ میرے گھر تشریف لائے۔ فرمایا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا پس جناب فاطمہؑ آئیں بس میں انہیں اپنے باپ کے پاس جانے سے نہ روک سکی پھر حسن آئے تو میں انہیں اپنے نانا اور ماں کے پاس جانے سے نہ روک سکی پھر حسین آئے میں انہیں بھی نہ روک سکی پس یہ سب رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے پس اللہ کے نبی ﷺ نے وہ چادر انہیں بھی اڑھا دی جو حضور ﷺ لئے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اھل بیت ہیں ان سے رجس کو دور کر اور انہیں پاک کردے۔ پس یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہ سب اس فرش پر جمع تھے۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ اور میں؟ ام سلمہؓ نے کہا کہ بخدا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ "ہاں" اور کہا کہ تم نیکی کی طرف ہو۔

قولہ.. عنکم (اور مذکر کے صیغے اسی طرح..... انگارے لے آؤں۔

اقول.. حافظ جی آپ "تخصص فی علوم الحدیث" کے فاضل سہی لیکن جس عنوان سے شیعہ علما عنکم اور اس آیت کے دیگر مذکر کے صیغوں سے استدلال کرتے ہیں وہ آپ سمجھ ہی نہیں سکے۔ شیعہ علما ان مذکر کے صیغوں سے یوں استدلال نہیں کرتے کہ "یہ صیغے مذکر ہیں اور ازواج محترمات مونث لہٰذا یہ آیت ازواج محترمات کی شان میں نہیں ہو سکتی" بلکہ ان کا استدلال یہ ہے۔ کہ اس آیت سے ما قبل اور مابعد کی تمام آیات میں جمع مونث مخاطبات کے صیغے ہیں اور اس آیت میں جمع مذکر مخاطب کے صیغے۔ یہ صیغوں کا تغیر اس امر کی دلیل ہے کہ ان ضمائر کا مرجع وہ افراد نہیں جو دیگر آیات کی ضمائر کا مرجع ہیں اور یہ آیت ازواج محترمات کے حق میں نازل نہیں ہوئی اور یہاں یہ آیت مبارکہ موصول اللفظ مفصول المعنی کی صورت میں مکتوب ہے۔ اس امر کو سمجھنے کے لئے اپنی تفسیر اتقان کے باب (النوع التاسع عشرون) کا بغور مطالعہ فرمائیں۔

تفسیر اتقان۔ جلد اول۔ النوع التاسع والعشرون۔ فی بیان الموصول لفظا "المفصول معنی"۔ ص ۹۰:۔

وھو اصل کبیر فی الوقف و لھذا جعلتہ عقبہ و بہ یحصل حل اشکالات و کشف معضلات کثیرۃ۔ من ذالک قولہ تعالٰی " ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا الی قولہ جعلالہ شرکا فیما اتاھما فتعالی اللہ عما یشرکون" فان الایتہ فی قصہ آدمؑ و حواکما یفھمہ السیاق و صرح بہ فی حدیث... لکن اخر الایۃ مشکل حیث نسب الاشراک الی آدمؑ و حوا و آدمؑ نبی مکلم و الانبیا معصومون من الشرک قبل النبوۃ و بعدھا اجماعا..... ومازلت فی وقعۃ من

ذالک حتی رایت ابن ابی حاتم قال اخبرنا احمد بن عثمان بن حکیم حدثنا احمد بن مفضل حدثنا اسباط عن السدی فی قولہ تعالیٰ "عما یشرکون" قال ھذہ من آیۃ آدمؑ خاصۃ فی آلھۃ الاعراب۔ وقال عبدالرزاق حدثنا ابن عیینہ سمعت صدقہ بن عبداللہ بن کثیر المکی یحدث عن السدی قال ھذا الموصول المفصول و قال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا حماد حدثنا مہران عن سفیان عن السدی عن ابی مالک قال ھذہ مفصولۃ اطاعۃ فی الولد۔ فتعالی اللہ عما یشرکون۔ ھذہ لقوم محمدؐ۔ فانحلت عنی ھذہ العقدۃ۔ والتفع بذالک ان آخر قصۃ آدمؑ وحواءؑ " فیما آتاھما" وان ما بعدہ تخلص الی قصۃ العرب و اشراکھم الاصنام۔ ویوضح ذالک تغییر الضمیر الی الجمع بعد التثنیۃ لو کانت القصۃ واحدۃ لقال" عما یشرکان" کقولہ دعوا اللہ ربھما فلما اتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما اتاھما۔

(ترجمہ) یہ (موصول لفظاً مفصول معناً) وقف کا ایک بہت بڑا اصول ہے۔ اسی لئے اس کے بعد اسے بیان کیا ہے۔ اس (اصول) سے کئی اشکالات کا حل اور کئی پیچیدہ امور کا انکشاف حاصل ہوتا ہے۔ انہیں میں ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "وہی ہے وہ ذات جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی (نفس) سے اس کی زوجہ کو بنایا تاکہ اس کے ساتھ سکون حاصل کرے (تا یہ آیت) جو اللہ تعالیٰ نے ان دو کو دیا اس کے بارے میں ان دونوں نے اس کے شریک ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اس کے شریک ٹھہرائے جائیں"۔ یہ آیت آدمؑ و حوا کے قصہ میں ارشاد ہوئی ہے۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے اور حدیث شریف میں اس کی تصریح موجود ہے۔۔۔ لیکن آیت مبارکہ کا آخیر اشکال میں مبتلا کرتا ہے بایں حیثیت کہ شرک کو آدمؑ و حوا کی طرف منسوب کرنا پڑتا ہے۔ اور آدمؑ اللہ کے نبی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور انبیاء نبوت سے قبل بھی اور بعد بھی شرک سے اجماعاً معصوم ہوتے ہیں۔ میں برابر اس مشکل میں مبتلا رہا تاآنکہ ابن ابی حاتم سے ملا۔ اس نے کہا کہ احمد بن عثمان نے خبر دی۔۔۔ اسباط سے سدی سے حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (اس کی ذات پاک شریک قرار دینے سے بلند و برتر ہے) آدمؑ کے قصہ سے الگ ہے اور خاص طور پر عرب کے معبودوں کے متعلق ہے اور عبدالرزاق نے کہا کہ صدقہ بن عبداللہ بن کثیر نے سدی سے حدیث بیان کی یہ آیت "الموصول المفصول" کی قسم سے ہے۔ سدی نے ابی مالک سے روایت کی کہ یہ آیت اپنی سے پہلی آیت (اطاعت فی الولد) کے بیان سے مفصول (الگ) ہے اور یہ آیت (**تعالی اللہ عما یشرکون**) حضرت محمدؐ کی قوم کے متعلق ہے۔ پس میرا یہ عقدہ وا ہو گیا مشکل مسئلہ حل ہو گیا۔ واضح ہو گیا کہ آدمؑ و حوا کا قصہ " فیما اتاھما" کی آیت پر ختم ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد عربوں اور ان کے شرک کے بیان کی طرف گریز ہے۔ یہ امر ضمیر کے تثنیہ ہونے کے بعد جمع میں تبدیل ہونے سے واضح ہو جاتا ہے۔ اگر یہ آیت ایک ہی قصہ (یا واقعہ کا بیان) ہوتا تو ارشاد باری تعالیٰ "عما یشرکان" ہوتا جیسا کہ دوسرے ارشادات "دعوا اللہ ربھما فلما اتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما اتاھما" میں تثنیہ کی ضمائر ہیں۔

سو حافظ جی! جس طرح سیوطیؒ (مصنف اتقان) تغیر ضمائر کو اس امر کی دلیل واضح قرار دیتا ہے کہ اس آیت " فتعالی اللہ عما یشرکون" کو قصہ آدمؑ و حوا سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح شیعہ علماء ضمائر جمع مونث کے ضمائر جمع مذکر میں متغیر ہو جانے کو اس امر کی واضح دلیل قرار دیتے ہیں کہ آیت "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس" کو اس سے سابق و لاحق آیات (بحق ازواج نبی) سے

کوئی تعلق نہیں۔علماء شیعہ کا استدلال جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں "عنکم۔یطہرکم" کی ضمائر کے صرف مذکر ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ مونث سے مذکر میں تغیر کی بنا پر ہے۔(تفکروا تو جروا)۔

سوال نمبر۱۴ب۔اگر مومن متقی پرہیزگار آل محمد و اہل بیت میں داخل نہیں تو حضورؐ نے یہ معیار کیوں بنایا۔"لوگوں نے آپ سے پوچھا۔حضرت آپ کا اہل بیت کون ہے تو فرمایا۔ان میں جو بھی میری دعوت قبول کرے اور میرے قبلے کی طرف منہ کرے اور وہ بھی جسے اللہ نے میرے گوشت و خون سے پیدا فرمایا(یعنی اولاد)تو وہ سب صحابہ کہنے لگے۔ہم اللہ اس کے رسول اور اہل بیت رسول سے محبت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا بس اس وقت تم اہل بیت سے ہو۔اہل بیت سے ہوئے(کشف الغمہ۔ص۱۵۵)

جواب۔۔۔۔۔۔قارئین کرام اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور حافظ جی کی ہاتھ کی صفائی کی داد دیں۔

کشف الغمہ۔(ترجمۃ المناقب)ص۵۵۰:۔

کان رسول اللہؐ فی ملاء من اصحابہ۔فقال رجال منهم فلانحب اللہ ورسولہ ولم یذکروا اهل بیتہ فغضبؐ و قال ایها الناس احبوا اللہ عز و جل لمایغذوکم من نعمہ و احبونی بحب ربی و احبوا اهل بیتی بحبی فوالذی نفسی بیدہ لوان رجلاصفن بین الرکن والمقام صائماو راکعاوساجداثم لقی اللہ عزوجل غیر محب لاهل بیتی لم ینفعہ ذالک قالوا و من اهل بیتک یارسول اللہؐ و ای اهل بیتک هؤلاء قال من اجاب منهم دعوتی واستقبل قبلتی ومن خلقہ اللہ منی و لحمی و دمی فقالوا نحب اللہ و رسولہ واهل بیت رسولہ فقال بخ بخ فانتم منهم۔انتم اذا منهم والمرء مع من احب ولہ ما اکتسب۔

(ترجمہ)رسول اللہؐ اپنے صحابہ کی ایک جماعت میں تھے۔ان (صحابہ)میں سے بعض اشخاص نے کہا۔ہم اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اور اہل بیت کا ذکر نہ کیا۔پس حضورؐ غصے ہوئے اور فرمایا۔اے لوگو! اللہ سے محبت کرو کیونکہ وہی تمہیں نعمات عطا کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اور میری اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی خاطر۔مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ایک شخص رکن و مقام کے درمیان با روزہ برابر رکوع و سجود کرتا رہے پھر اللہ کی بارگاہ میں ایسی حالت میں حاضر ہو کہ میری اہل بیت سے محبت نہ کرتا ہو تو یہ(رکوع و سجود) اسے کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔انہوں نے کہا۔یا رسول اللہؐ! آپ کے اہل بیت کون ہیں(یا یہ کہا) کہ آپ کے کون سے اہل بیت ہیں یہ؟ آپ نے فرمایا۔لوگوں میں سے جس نے میری دعوت کو قبول کیا اور میرے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور جس کو اللہ نے مجھ سے۔میرے گوشت و خون سے پیدا کیا۔تو انہوں نے کہا۔ہم اللہ اس کے رسولؐ اور اس کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کہ تم ان سے ہو۔تب تم ان سے ہو۔ہر شخص اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے یا جو کچھ اس نے عمل کیا۔"

حضورؐ نے اپنی اہل بیت کی دو علامات یا دو اوصاف بیان فرمائے۔کہ جس میں یہ دو علامات یا اوصاف پائے جائیں وہ میری اہل بیت ہے۔(۱) میری شریعت کا پیروکار اور پابند ہو(۲) میری اولاد سے ہو۔جس میں جب تک دونوں اوصاف نہ ہوں وہ

میری اہل بیت نہیں کہلوا سکتا۔ میری شریعت کا پیروکار وپابند ہو لیکن میری اولاد سے نہ ہو تو بھی میری اہل بیت نہیں اور
میری اولاد سے تو ہو لیکن میری شریعت کا پیروکار وپابند نہ ہو تو بھی میری اہل بیت نہیں۔

نہایت صاف واضح الفاظ میں حضورؐ کا یہ ارشاد ہے' نہ کوئی اس میں اشکال ہے نہ خفاء۔ نہ کوئی پیچیدگی اور
ایماء۔ لیکن حافظ جیؒ کو حق و حقیقت سے واسطہ نہیں۔ انہیں تو اپنی بات کو نبھانا ہے۔ اس روایت سے یہ ثابت کرنے کے لئے
تمام امت محمدؐ اہل بیت محمدؐ ہیں۔ ہاتھ کی صفائی سے کام لیتے ہوئے "بھی" کے لاحقہ کا اضافہ کرکے اس حدیث کا مفہوم یہ بنا
ہے کہ ان دو اوصاف سے جو ایک بھی پائی جائے تو اہل بیت ہونے کی علامت ہے۔ شریعت محمدی کا ہر پیروکار اہل بیت
ہے۔ چاہے حضورؐ کی اولاد نہ ہو اور حضورؐ کی اولاد کا ہر فرد اہل بیت ہے چاہے حضورؐ کی شریعت کا قائل نہ ہو (کافر ہی
ہو) استغفر اللہ و اتوب الیہ۔

قولہ۔۔۔۔۔۔ پس اس وقت تم..... اہل بیت ہو۔

اقول۔۔۔۔۔۔ ممکن ہے حافظ جی حضورؐ کے اس ارشاد سے یہ استدلال کرنا چاہتے ہوں کہ تمام مومن متقی اہل بیت ہیں کہ تم
نے محبت کرنے کا عہد کرنے والوں سے فرمایا کہ "تم اب ان (اہل بیت) سے ہو" اور مومن متقی اہل بیت سے محبت کرتا
ہوتا ہے۔ لہٰذا تمام مومن و متقی اہل بیت رسول ہوئے۔

واضح ہو کہ عربی محاورہ کے مطابق "اہل بیت" ہونا اور "من اہل بیت" اہل بیت سے ہونا بالکل دو الگ مفہوم رکھتے
ہیں۔ عربی محاورہ میں ایسے مقامات پر "من" (سے) کا استعمال جز یا بعض کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ "من" (سے) کا لفظ "تخصیص"
مخصوص ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور "تم ان سے ہو" کے معنی ہوں گے "تم ان سے مخصوص گروہ سے ہو" یا یوں معنی کرنے
گے کہ "اب تم ان کے ہو"۔

دیکھیے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ کا ترجمہ علماء نے کس طرح کیا ہے۔

رب انہن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم۔ (سورہ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۳۶)

(لفظی ترجمہ) اے میرے رب بیشک انہوں (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے
ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(ترجمہ احمد رضا خانؒ بریلوی) اے میرے رب ان بتوں نے بہت لوگ بہکا دئے۔ تو جس نے میرا ساتھ دیا تو وہ میرا ہے اور جس
نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا ہے۔

(موضح القرآن۔ ترجمہ شاہ عبد القادر) اے میرے رب انہوں نے بہکایا بہت لوگوں کو جو کوئی میری راہ چلا سو وہ تو میرا ہے
جس نے میرا کہنا نہ مانا تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

(فتح الرحمان۔ شاہ ولی اللہ دہلوی) اے پروردگار من ایں بتان گمراہ کردند بسیارے از مردمان پس ہر کہ پیروی من کرد پس
او از آن من است و ہر کہ نافرمانی کرد ہر آئینہ تو آمرزندہ و مہربانی۔

غور فرمائیں۔ تینوں بزرگ ترین مفسرین "منی" کا معنی "میرا" کرتے ہیں۔ مجھ سے نہیں کرتے۔

پس اس روایت میں حضورؐ کے ان الفاظ سے کہ "اب تم ان (اہل بیت) سے ہو" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تم اہل بیت کے افراد ہو۔ دیکھئے حضورؐ نے جناب سلمان فارسیؓ کے متعلق یہ تو فرمایا کہ "السلمان منا اہل البیت" سلمان ہم اہل بیت سے ہے لیکن یہ کبھی نہیں فرمایا کہ سلمان اہل بیت ہے۔)

سوال نمبر ۸۵۔۔۔۔ اگر ازواج مطہرات اہل بیت نبوی اور آل محمد نہیں تو حضرت جعفر صادق نے ان کو اور حضرت ام سلمہ زوجہ رسول نے کیوں اپنے آپ کو آل محمد کہا۔ روضہ کافی و حیات القلوب۔ج ۲۔ ص ۶۰۶ ملاحظہ ہو۔ حضرت جعفر صادق کہتے ہیں ایک انصاری عورت ہم اہل بیت سے محبت رکھتی تھی اور بہت آتی جاتی تھی ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس آ رہی تھی تو حضرت عمر نے پوچھا۔ اے بڑھیا! کہاں جاتی ہے؟ وہ کہنے لگی۔ میں آل محمد کے پاس جاتی ہوں تاکہ ان کو سلام کرکے ایمان تازہ کروں اور ان کا حق ادا کروں۔۔۔۔ پھر جب ام سلمہ زوجہ رسول کے پاس پہنچیں تو آپ نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ اس نے حضرت عمر سے ملاقات اور گفتگو کا ذکر کیا تو ام سلمہ نے فرمایا۔ اس نے غلط کہا (یہ مانع از خدمت گفتگو شیعی بہتان ہے) آل محمد کا حق مسلمانوں پر تاقیامت واجب ہے۔ (فروع کافی۔ ص ۱۵۶)

جواب۔۔۔۔۔۔ اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

روضہ الکافی۔ باب لا یزال حق آل محمد واجبا الی یوم القیامہ۔ ص ۱۵۶۔

عن عبداللہ بن سنان قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول کانت امراۃ من الانصار تودنا اھل البیت و تکثر التعاھد لنا ان عمر بن الخطاب لقیھا ذات یوم و ھی تریدنا فقال لھا این تذھبین یا عجوز الانصار فقالت اذھب الی آل محمد اسلم علیھم و احدث بھم عھدا و اقضی حقھم فقال لھا عمر ابن الخطاب ویلک لیس لھم الیوم علیک حق ولا علینا انما کان لھم حق علی عھد رسول اللہ اما الیوم فلیس لھم حق فانصرفی۔ فانصرفت حتی اتت ام سلمہ فقالت لھا ام سلمہ ماذا ابطاک عنا فقالت انی لقیت عمر ابن الخطاب و اخبرتھا بما قالت لعمر وقال لھا عمر فقالت ام سلمہ کذب لا یزال حق آل محمد واجبا علی المسلمین الی یوم القیامہ۔

(ترجمہ) عبداللہ بن سنان سے روایت ہے۔ اس نے کہا میں نے ابو عبداللہؑ کو کہتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ انصار میں سے ایک عورت ہم اہل بیت سے محبت کرتی تھی اور اکثر ہمارے ہاں آتی تھی۔ ایک دن عمر ابن الخطاب اسے ملے جبکہ وہ ہمارے پاس آ رہی تھی تو انہوں نے اس سے کہا۔ اے انصار کی بڑھیا! کہاں جا رہی ہو۔ اس نے کہا آل محمدؐ کی طرف جا رہی ہوں تاکہ انہیں سلام کہوں۔ اپنے عہد (محبت) کو تازہ کروں۔ اور ان کا حق ادا کروں تو عمرؓ بن خطاب نے اس سے کہا آج ان کا نہ کوئی حق تم پر ہے نہ ہم پر۔ ان کا حق تو صرف رسول اللہؐ کے زمانے میں تھا۔ آج ان کا کوئی حق نہیں۔ لہٰذا واپس چلی جا۔ پس وہ واپس چلی گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن جناب ام سلمہؓ کے پاس آئی تو ام سلمہؓ نے اس سے کہا۔ کس امر نے تجھے ہمارے پاس آنے میں تاخیر

کرائی۔ اس نے جو پچھ عمرؓ نے اس سے اور اس نے عمرؓ سے کہا تھا بیان کیا۔ جناب ام سلمہؓ نے کہا۔ اس نے غلط کہا' آل محمدؐ کا حق مسلمانوں پر تاقیامت ہمیشہ واجب ہے۔

قارئین کرام! اس عبارت پر غور فرمایئے۔ کہیں کوئی ایسے الفاظ نہیں جن سے ظاہر ہوتا ہو کہ امام علیہ السلام نے جناب ام سلمہؓ کو آل محمدؐ کہا ہو۔ بلکہ امام علیہ السلام نے اہل البیت کا لفظ اپنے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ (تودنا اھل البیت۔ ہم اہل بیت سے محبت کرتی تھی) اسی طرح جناب ام سلمہؓ نے بھی اپنے آپ کو آل محمدؐ سے نہیں کہا بلکہ ان کے الفاظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آل محمدؐ میں شامل نہیں سمجھتی تھیں۔ اگر آنجناب اپنے آپ کو آل محمدؐ میں شامل سمجھتیں تو یہ نہ فرماتیں کہ "آل محمدؐ کا حق تاقیامت واجب ہے" بلکہ اپنے آپ کو شامل کرتے ہوئے فرماتیں۔ لایزال حقنا آل محمدؐ واجبالی یوم القیامہ "ہم آل محمدؐ کا حق تاقیامت واجب ہے۔ حافظ جی نے روایت کے ان الفاظ سے کہ "ہم اہل بیت سے محبت کرتی تھی' ہمارے پاس اکثر آتی تھی"۔ "حتیٰ کہ وہ ام سلمہ" کے پاس آئی" سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چونکہ وہ آل محمدؐ کی خدمت میں جاتی تھی اور جناب ام سلمہؓ کی خدمت میں بھی گئی۔ لہٰذا جناب ام سلمہؓ بھی آل محمدؐ ہیں۔ اب کوئی حافظ جی سے پوچھے کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ جب وہ محترمہ (انصاری عورت) آل محمدؐ کے ہاں جاتی تو سوائے آل محمدؐ کے اور کسی سے نہیں ملتی تھی۔

حقیقت امر یہ ہے کہ کتب تواریخ اور حضورؐ کے بیوت کے موجودہ آثار شاہد ہیں کہ جناب امیر (علی) علیہ السلام اور جناب زہرا صلوات اللہ علیہا کا گھر ازواج نبیؐ کے گھروں کے متصل درمیان میں تھا۔ ازواج نبی کریمؐ جن سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی کے احترام و عزت و عظمت سے کسی کو انکار نہیں۔ جناب ام سلمہؓ وہ صاحب عظمت و عزت زوجہ نبی کریمؐ ہیں جن کے گھر آیت تطہیر نازل ہوئی۔ اسی صادقہ بی بی کو اہل کساء کی طہارت کا گواہ بنایا گیا۔ لہٰذا وہ قبیلہ انصار کی عورت جب آل محمدؐ کی زیارت کو آتی تو جناب ام سلمہؓ کی زیارت سے بھی مشرف ہوتی تھی۔ اب جو وہ دیر سے حاضر ہوئی تو ام سلمہؓ نے اس کی وجہ دریافت کی۔ حافظ جی ایک ایسے واقعے کو جس میں ان کے دعوے کی تائید کا اشارہ تک موجود نہیں ایک ایسی حجت بینہ اور دلیل کامل قرار دے رہے ہیں جس کے مقابل (عیاذاباللہ) تمام نصوص قرآنی۔ سنت نبوی ہیچ ہیں۔

قولہ ــــــ یہ مانع از خدمت گفتگو شیعی بہتان ہے۔

اقول ــــــ حافظ جی! شیعوں کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے نہ تو بفضل اللہ تعالیٰ بہتان تراشی کی ضرورت ہے نہ بہتان لگایا۔ جب کہ اہل سنت کی کتب شیعوں پر افتراپردازی سے پر ہیں (جیسا سابقا سوال نمبر ۳۱۔ جلد ا کے جواب میں ذکر ہوا) اہلسنّت کی کتب اخبار و احادیث میں مروی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حضورؐ کے وصال کے بعد اہل البیت کے حقوق کے قائل نہ تھے۔

کنز العمال ج۵۔۶۱۔ کتاب الخلافت والامارۃ۔ حدیث ۱۴۱۰۸۔

عن ام ہانی بنت ابی طالب ان فاطمۃ اتت ابابکرؓ تسالہ سہم ذوی القربیٰ فقال لہا ابوبکرؓ سمعت رسول اللہ یقول سہم ذوی القربیٰ فی حیاتی و لیس بعدموتی۔

(ترجمہ) ام ہانیؓ بنت ابو طالب سے روایت ہے کہ جناب فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئیں اور (فے میں سے) ذوی القربیٰ کا حصہ طلب کیا۔ پس ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا تھا کہ یہ ذوالقربیٰ (حضورؐ کے قریبیوں) کا حصہ میری زندگی تک ہے۔ میری موت کے بعد یہ ان کے لئے نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۶ ـــــ اگر زوجہ پیغمبر اہل بیت کا مصداق اول نہیں تو سرور کائناتؐ حضرت خدیجہؓ پر یوں یوں سلام کرتے تھے "السلام علیکم یا اہل البیت" خدیجہ فرماتیں "اے میری آنکھوں کے نور تجھ پر بھی ہو" (حیات القلوب۔ ج ۲۔ ص ۱۰۰)

جواب ـــــــ حیران ہوں کہ اسے حافظ جی کا بھولا پن کہوں یا اسے ان کی شاطرانہ چال سمجھوں کہ جو چیز ان کے دعوے کے تردید میں پیش کی جا سکتی ہے اسے آنجناب اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے ان الفاظ کے ساتھ اس زمانہ میں سلام کہا تھا جبکہ جناب خدیجہؓ آنحضورؐ کی زوجیت سے مشرف نہیں ہوئی تھیں۔ بلکہ کسی کی بھی زوجہ نہ تھیں اور بیوہ تھیں۔ صاحب "حیات القلوب" نے اس سلام کا ذکر اس واقعہ کے ضمن میں کیا ہے جب حضورؐ جناب خدیجہؓ کا مال تجارت شام لے گئے اور بہت سا نفع کما کر واپس لوٹے اور جناب خدیجہؓ کے گھر کے دروازے پر پہنچے۔

حیات القلوب جلد ۲۔ باب فضائل خدیجہ و کیفت تزویج او۔ ص ۹۴ :۔

چون نزدیک . بمکہ رسیدند ہریک از اہل قافلہ مبشرے بسوئے اہل خود فرستاد میسرہ بخدمت انحضرتؐ آمد و گفت۔ اے سید من! اگر شا خود پیشتر بنزد خدیجہ ببرید و او را بشارت دہید باعث مزید سرور او میگردد۔ چون حضرت بجانب مکہ روان شدند زمین در زیر پاہائے ناقہ انحضرتؐ پیچیدہ میشد تا آنکہ بزودی بکوہ ہائے مکہ رسید ـــــ درین وقت خدیجہ در غرفہ بلندئے در خانہ خود نشستہ بود۔ جمعے از زنان قریش نزد او نشستہ بودند۔ ناگاہ نظرش بر شعاب مکہ افتاد حق تعالیٰ پردہ را از دیدہ او کشود نور لامع و شعاع ساطع دید از طرف معلیٰ ـــ گفت من سوارے می بینم از آفتاب نورانی تر در میان قبہ سبزے و آن قبہ بر روئے ناقہ رہوار لیست و چنان گمان میبرم کہ ناقہ صہبائے من است و سوارہ آن محمدؐ است ـــ انحضرتؐ بجانب خانہ خدیجہ (رواں شد کنیزان خدیجہ) را بقدوم انحضرتؐ بشارت دادند و خدیجہ باپایے برہنہ از غرفہ بصحن خانہ دوید۔ چوں در را کشودند حضرتؐ فرمود "السلام علیکم یا اھل البیت" خدیجہ گفت گوارا باد ترا سلامتی اے نور دیدہ من۔ حضرتؐ فرمود کہ بشارت باد ترا کہ مالہائے تو . بسلامت رسید۔

(ترجمہ) جب (یہ لوگ) مکہ کے قریب پہنچے تو قافلے والوں میں سے ہر ایک شخص نے بشارت دہندہ اپنے اہل خانہ کی طرف بھیجا۔ میسرہ (غلام) آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ "اے میرے سردار! اگر آپ خود پہلے ہی خدیجہؓ کے پاس تشریف لے جائیں اور اسے بشارت دیں تو یہ اس کی اور زیادہ مسرت کا باعث ہو گا۔ جب آنحضورؐ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو زمین آنحضورؐ کی ناقہ کے پاؤں تلے سمٹ گئی۔ آپؐ جلد ہی مکہ کی پہاڑیوں تک پہنچ گئے ـــــ اس وقت جناب خدیجہؓ اپنے گھر کے ایک بلند بالاخانے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور قریش کی کچھ عورتیں بھی ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ اچانک ان کی نگاہ مکہ کی گھاٹیوں کی طرف اٹھ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے پردے اٹھا دئے۔ انہوں نے بیت معلیٰ کی طرف سے ایک نور اٹھتے

دیکھا۔اس(جناب خدیجہؓ) نے کہا۔میں ایک سبز قبہ کے اندر آفتاب سے بھی زیادہ نورانی سوار دیکھ رہی ہوں۔اور وہ قبہ ایک رواں دواں ناقہ کے اوپر ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ ناقہ صہبا ہے اور اس پر سوار (حضرت) محمدؐ ہیں۔۔۔ آنحضورؐ جناب خدیجہؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔جب آنحضرتؐ گھر کے دروازہ پر پہنچے تو کنیزوں نے جناب خدیجہؓ کو آپ کے آنے کی خبر دی۔ جناب خدیجہؓ برہنہ پا بالاخانہ سے گھر کے صحن میں آگئیں۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو حضورؐ نے فرمایا۔"السلام علیکم یا اھل البیت"اے اس گھر والو!تم پر سلامتی ہو۔جناب خدیجہؓ نے کہا"آپ کو بھی سلامتی مبارک ہو۔اے میری آنکھوں کی روشنی!"

اگر یہی عبارت اہل سنت کی کسی کتاب میں ہوتی تو ایک شیعہ مناظر اسے حافظ جی کے دعوے کی تردید میں اسے یوں پیش کرتا:۔

"اگر زوجہ پیغمبرؐ اہل بیت کا مصداق اولیٰ ہے تو سرور کائناتؐ نے خدیجہؓ پر کیوں یوں سلام کیا۔السلام علیکم یا اھل البیت۔ جبکہ حضرت خدیجہؓ ابھی حضورؐ کی زوجیت سے مشرف نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن حافظ جی اسے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر رہے ہیں(خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیے) حافظ جی!حضورؐ کا جناب خدیجہؓ کے گھر کے دروازے پر اس طرح سلام کہنا قرآن کریم کے اس ارشاد کی تعمیل میں تھا۔

یاایھاالذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا۔(سورۃ النور ۲۴۔ آیت ۲۷)

(ترجمہ)اے ایمان لانے والو!اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔جب تک کہ اپنے آپ کو پہچنوا نہ لو اور اس گھر والوں پر سلام نہ کہہ لو۔

سو حضورؐ کا داخل ہونے سے قبل یہ فرمانا(اے اس گھر والو!تم پر سلامتی ہو) اسی ارشاد کی تعمیل تھا۔پہلے سلام کہا پھر داخل ہوئے۔یہ سلام صرف جناب خدیجہؓ سے مخصوص نہ تھا۔اب بھی عرب مسلم ممالک میں دستور ہے کہ ایک گداگر تک جب کسی دروازے پر جاتا ہے تو یوں صدا لگاتا ہے۔"السلام علیکم یا اھل البیت۔ مسکین بالباب۔ حسنہ فی سبیل اللہ"اے اس گھر والو!تم پر سلام ہو۔ایک مسکین دروازے پر ہے۔فی سبیل اللہ خیرات دو"اگر حافظ جی وہاں ہوں تو شاید یہ فیصلہ دے دیں کہ اس گداگر کی ہر گھر میں زوجہ ہے تبھی تو"السلام علیکم یا اھل البیت" کہہ رہا ہے۔ کا

سوال نمبر ۸۷:۔۔۔ کیا اصول کافی میں ایسا کوئی واقعہ ہے کہ کافر مشرک بھی توبہ کر لینے کے بعد اس نبی کی اہل بیت میں داخل ہو جاتا ہے۔اگر یقین نہ آئے تو ملاحظہ کریں کہ ایک آدمی نے چالیس دن تک دعا قبول نہ ہونے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی تو وحی آئی کہ اس کے دل میں شک ہے تو اس نے کہا ہاں یا روح اللہ ایسا تھا۔آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مجھ سے شک دور کردے۔ حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی تو اللہ نے اس پر توجہ فرمائی توبہ قبول فرمائی اور وہ آپ کے اہل بیت میں سے ہو گیا۔

جواب۔۔۔۔۔۔جی حافظ جی!اصول کافی میں تو کوئی ایسا واقعہ نہیں۔ لیکن اگر آپ "محمود کی پگڑی احمد کے سر" رکھ کر محمود کو احمد اور احمد کو محمود بنا ڈالیں تو اس کا علاج؟اصل عبارت اور ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی۔ج ۴۔باب الشک۔ص ۱۱۹۔۔۔

عن محمد بن مسلم عن احدهما علیهما السلام قال قلت انا لنری الرجل له عبادة و اجتهاد و خشوع و لا یقول بالحق فهل تنفعه ذالک شیئا فقال یا ابا محمد انما مثل اهل بیت کانوا فی بنی اسرائیل کان لا یجتهد احد منهم اربعین لیلة الا دعا فاجیب و ان رجلا منهم اجتهد اربعین لیلة ثم دعا ولم یستجب له فاتی عیسیٰ ابن مریم علیه السلام یشکو الیه ما هو فیه و یسأله الدعاء قال فتطهر عیسیٰ علیه السلام و صلیٰ ثم دعا الله عز و جل فاوحیٰ الله عز و جل یا عیسیٰ ان عبدی اتانی من غیر الباب الذی اوتی منه انه دعانی و فی قلبه شک منک فلو دعانی حتی ینقطع عنقه و تنتثر انامله ما استجبت له قال فالتفت الیه عیسی علیه السلام فقال تدعو ربک و انت فی شک من نبیه فقال یا روح الله و کلمته قد کان والله ما قلت فادع الله ان یذهب به عنی قال فدعا له عیسیٰ علیه السلام فتاب الله علیه و صار فی حد اهل بیته۔

(ترجمہ) محمد بن مسلم نے دو اماموں (امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام) میں سے ایک سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں نے عرض کی کہ ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ عبادت گزار ہے۔ ریاضت اور خضوع و خشوع کرنے والا ہے اور حق (اہل بیت کی امامت) کا قائل نہیں ہے تو کیا اسے یہ عبادات نفع دیں گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو محمد! ہم اہل البیت کی مثال اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا گھرانہ تھا کہ اس کا کوئی شخص چالیس راتوں تک ریاضت نہ کرتا مگر یہ کہ اس کے بعد جو بھی دعا کرتا قبول ہو جاتی۔ اس گھرانے کے ایک شخص نے چالیس راتوں تک ریاضت کی پھر دعا کی اور دعا قبول نہ ہوئی۔ پس وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس اس امر کی شکایت لے کر آیا اور دعا طلب کی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے وضو کیا۔ نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی۔ کہ اے عیسیٰ میرا یہ بندہ اس دروازے کی بجائے جو اسے دکھایا گیا ہے دوسرے دروازے سے میری بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ مجھ سے دعا کرتا ہے درآنحالیکہ اس کے دل میں تیرے بارے میں شک ہے۔ اگر یہ برابر مجھ سے دعا کرتا رہے یہاں تک کہ اس کی گردن کٹ جائے اس کی انگلیوں کے پورے جھڑ جائیں تو بھی میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ حضرت عیسیٰ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے جبکہ تو اس کے نبی کے بارے میں شک کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ اے روح اللہ! اے کلمہ اللہ! بیشک ایسا تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس (شک) کو دور کر دے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور وہ پھر اپنی اہل بیت (اپنے گھرانے والوں) کی حدود میں آگیا (یعنی چالیس راتوں کی ریاضت کے بعد دعا قبول ہونے لگی)

یہ ہے اصل عبارت اور اس کا مطلب و مفہوم۔ جس میں حافظ جی نے اپنی ہاتھ کی صفائی سے کام لیتے ہوئے۔ (صار فی حد اہل بیتہ) میں ہ ضمیر کا مرجع بجائے اس شخص کے حضرت عیسیٰ کو قرار دیا گیا۔ حد کے لفظ کو شیر مادر کی طرح پی گئے اور فی کا معنی "میں" کی بجائے "میں سے" کیا اور نتیجہ یہ پیش کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی اہل بیت سے ہو گیا۔

اس روایت میں امام نے مثال پیش کرکے اس امر کو سائل کے ذہن نشین کرنا چاہا ہے کہ دین اسلام کے پابند شخص کی

عبادت قبول ہے مگر ہماری امامت کے قائل ہونے کی شرط کے ساتھ۔اہل اسلام کو بنی اسرائیل کے اس گھرانے سے تشبیہ دی ہے جس کی دعا ریاضت کے بعد قبول ہو جاتی تھی۔ اپنی امامت کے اقرار کی شرط کو حضرت عیسیٰؑ کی عظمت کے اقرار سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا جس طرح حضرت عیسیٰؑ کی عظمت و عزت میں شک کرنے سے اس شخص کی دعا قبول نہ ہوئی اسی طرح ہماری امامت کے انکار کرنے سے مسلمان کی عبادت قبول نہیں جب تک ہماری عظمت و امامت کا قائل نہ ہو جائے۔اور جب قائل ہو جاتا ہے تو پھر حدود قبولیت میں آجاتا ہے۔اب حافظ جی کی مرضی ہے۔جو مطلب نکالتے پھریں۔

سوال نمبر۸۸۔۔۔۔۔کیا غیر اہل بیت خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے۔اگر شیعہ خیال میں درست نہیں تو مندرجہ ذیل حدیث کا مطلب بتائیں۔"امام جعفر صادق نے معاویہ بن وہب (معاویہ نامی آپ کے شیعہ بھی ہوتے تھے) کے سامنے پیشینگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔کیا تو نے یہ دائیں جانب پہاڑ دیکھا ہے جو پیچ در پیچ ہے یہاں اسی ہزار آدمی قتل ہوں گے۔ان میں اسی آدمی فلاں کی نسل سے ہوں گے۔ ہر ایک خلافت کی اہلیت رکھے گا۔ان کو عجمیوں کی اولاد قتل کرے گی"۔ روضہ کافی۔ ص۱۷۷۔ محشی نے حضرت عباس کی اولاد مقتول بتائی ہے جو شیعہ کے ہاں غیر اہل بیت ہے۔

جواب۔۔۔۔۔قولہ۔۔کیا غیر اہل بیت.....اگر شیعہ خیال میں درست نہیں۔

اقول۔۔۔۔۔۔جناب حافظ جی کے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ جی شیعہ عقائد و اصول سے قطعی ناواقف و نابلد ہیں۔ حافظ جی! آپ نے شیعہ کی کونسی کتاب میں پڑھا ہے کہ خلافت کے مستحق صرف اہل بیت ہیں۔اور غیر اہل بیت خلیفہ نہیں ہو سکتا۔اگر خلافت سے مراد یہی ظاہر خلافت ہے (جو شیعوں کے نزدیک خلافت نہیں بلکہ امارت و ملوکیت ہے) تو ہر شخص اس کا مستحق و اہل ہے اور ہر اس شخص کی امارت صحیح ہے جسے امام زمانہ نے مقرر کیا ہو یا غیبت امام کے زمانہ میں مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے متفقہ طور پر اپنا حاکم و امیر مقرر کیا ہو۔البتہ اہل سنت کے نزدیک خلافت کا مستحق صرف قریشی ہے اور غیر قریش کی خلافت صحیح نہیں۔

مسلم۔جلد۲۔کتاب الامارۃ والخلافہ۔باب الناس تبع لقریش۔ص۱۱۹۔(مسلم مع نووی مطبوعہ نولکشور)

عن عاصم بن محمد عن ابیہ قال قال عبداللہ قال رسول اللہؐ لا یزال ھٰذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان۔

(ترجمہ) عاصم بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ معاملہ (خلافت) ہمیشہ قریش ہی میں رہے گا چاہے لوگوں میں سے صرف دو بشر ہی باقی رہ جائیں اور حضرت عمرؓ کے ارشاد کے مطابق قریش میں بھی صرف وہ اشخاص اور ان کی اولاد مستحق ہے جو فتح مکہ سے قبل اسلام لائے تھے۔فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں اور ان کی اولاد کا خلافت میں کوئی حق نہیں۔

تاریخ الخلفاء۔ذکر خلافت عمرؓ۔فصل فی نبذ من اخبارہ۔ص۹۹۔

اخرج عن عبدالرحمٰن بن ابزی عن عمرؓ انہ قال ھذا الامر فی اھل بدر ما بقی منھم احد ثم فی اھل احد ما بقی منھم احد وفی کذا وکذا ولیس فیھا لطلیق ولا لولد طلیق ولا لمسلمہ الفتح شئی۔

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن ابزی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ یہ امر (خلافت) اہل بدر کا حق ہے۔جب تک ان میں سے

کوئی ایک بھی باقی ہو۔ پھر یہ اہل احد کا حق ہے جب تک ان میں سے کوئی ایک باقی ہو۔ اور فلاں اور فلاں کا حق ہے اور طلیق (فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں) اور طلیق کی اولاد کا اس میں کوئی حق نہیں۔

اگر خلافت سے حافظ جی کی مراد حقیقی خلافت ہے (جسے اہل سنت باطنی خلافت اور شیعہ امامت اور محدثیت کا نام دیتے ہیں) تو اس خلافت کے متعلق بھی شیعہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ یہ صرف اہل بیت کا حق ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ منصب نبوت کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور اسے ملتا ہے جسے اللہ چاہتا ہے۔ کسی خاص قوم و جماعت کے لئے مخصوص نہیں۔ ہاں! اگر وہ قادر مطلق خلاق کل اگر چاہے تو کسی خاص گھرانے یا خانوادے میں مرتکز بھی کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ووھبنا لہ اسحاق و یعقوب و جعلنا فی ذریۃ النبوۃ والکتاب واتینہ اجرہ فی الدنیا۔ (سورہ العنکبوت ۲۹۔ آیت ۲۷)

(ترجمہ) اور ہم نے اسے اسحاقؑ اور یعقوبؑ عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا۔ (ترجمہ احمد رضا خانؒ بریلوی)

اس میں شک نہیں کہ شیعہ عقیدہ ہے کہ ارشادات نبی کریمؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبوت کو ذریت ابراہیمؑ میں مرتکز فرمایا تھا اسی طرح امامت (خلافت حقیقی) کو امام حسین علیہ السلام کی ذریت میں مرتکز فرمادیا۔ لہٰذا امام حسینؑ کے بعد تمام امام ؑامام حسینؑ کی اولاد سے ہوئے مگر یہ کسی استحقاق کی بناء پر نہیں بلکہ یہ اللہ کی عطا ہے جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔

ینابیع المودۃ۔ الباب السادس والخمسون۔ ص ۲۵۹۔

عن سلیم بن قیس الهلالی عن سلمان الفارسی قال دخلت علی النبیؐ والحسین علیہ السلام علی فخذیہ وھو یقبل فاہ و یقول انت سید ابن سید انت امام ابن امام انت حجۃ ابن حجۃ انت ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم۔

(ترجمہ) سلیم بن قیس ہلالی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حسین علیہ السلام حضورؐ کی گود میں تھے۔ آپ ان کے دہن مبارک پر بوسے دیتے اور فرماتے تھے تو سردار کا بیٹا سردار ؑامام کا بیٹا امام حجت کا بیٹا حجت ہے۔ تو نو حجتوں (اماموں) کا باپ ہے جن کا نواں امام قائم ہوگا۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے جوابات سوالات ۲۷، ۳۷، ۴۷)

قولہ ـــــ مندرجہ ذیل حدیث کا مطلب..... شیعہ کے ہاں غیر اہل بیت ہیں۔

اقول ـــــ حدیث کی عبارت اور ترجمہ ملاحظہ ہو۔

کافی۔ جلد ۸ (الروضہ) حدیث الزوراء۔ ص ۱۷۷۔

عن معاویہ بن وہب قال تمثل ابو عبداللہ علیہ السلام ببیت شعر لابن ابی عقب۔

وینحر بالزوراء منھم لدی الضحیٰ

ثمانون الفا مثل ما تنحر البدن

ثم قال لی تعرف الزوراء قلت جعلت فداک یقولون انھا بغداد قال لا ثم قال علیہ السلام دخلت الری؟ قلت نعم قال اتیت سوق الدواب قلت نعم قال رایت الجبل الاسود عن یمین الطریق و تلک الزوراء یقتل فیھا ثمانون الفا منھم ثمانون رجلا من ولد فلان

کلهم یصلح للخلافه قلت و من یقتلهم۔قال یقتلهم اولاد العجم (حاشیہ)یکون اشارة الی المقاتله التی وقعت فی زمان مامون ھنالک و قتل فیه کثیر من ولد العباس و علی الاول۔

(ترجمہ)معاویہ بن وہب سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابی عقب کا یہ شعر بطور مثال پڑھا۔
ان میں سے اسی ہزار چاشت کے وقت زوراء کے مقام پر اس طرح ذبح کر دئے جائیں گے جس طرح قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔
پھر مجھے فرمایا کیا تم زوراء کو جانتے ہو؟ میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں لوگ کہتے ہیں کہ وہ بغداد ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا۔کیا تم کبھی رے(شہر) گئے ہو؟ میں نے کہا۔ہاں۔ فرمایا۔ مویشیوں کی مارکیٹ بھی گئے ہو؟ میں نے کہا۔ہاں فرمایا۔راستے کی دائیں طرف وہ سیاہ پہاڑ دیکھا ہے؟ وہی ہے زوراء۔وہاں اسی ہزار آدمی قتل ہوں گے۔جن میں اسی آدمی فلاں کی اولاد سے۔وہ کہ سب خلافت کے قابل ہوں گے۔میں نے کہا۔انہیں کون قتل کرے گا؟ فرمایا۔ عجمیوں کی اولاد۔(حاشیہ)یہ اس جنگ کی طرف اشارہ ہے جو مامون کے زمانہ میں وہاں لڑی گئی اور جس میں عباسؓ اور علی اولؒ(علی بن عبداللہ بن عباس) کی اولاد کے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔

اصل حدیث میں ان لوگوں کا ذکر نہیں جن کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔اگر محشی کے خیال کو درست تسلیم کیا جائے تو ان اسی آدمیوں سے مراد قبیلہ بنی عباس ہیں۔تو ظاہر ہے کہ خلافت سے مراد بھی وہی خلافت لی جائے گی جس خلافت پر یہ بنی عباس فائز تھے۔یعنی ظاہری خلافت یا امارت و ملوکیت اور اس کا ہر شخص مستحق ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔جس خلافت کی مسند پر یزید بن معاویہ جیسا ظلم و فاسق بیٹھ سکتا ہے اس خلافت کے مستحق بنی عباس بطریق اولیٰ ہو سکتے ہیں۔

قولہ۔۔۔۔۔۔معاویہ نامی آپ کے شیعہ بھی ہوتے ہیں۔

اقول۔۔۔۔۔۔جی ہاں! اس زمانہ میں اس قسم کے نام اس زمانہ کے شیعوں کے بھی ہوتے تھے۔وجہ یہ ہے کہ نام ان شیعوں کے والدین نے ان شیعوں کے لئے تجویز کئے تھے اور بعض والدین کو وہ نام پسند تھے۔اس کے علاوہ اس زمانے کے سنی آج کے سینوں کی طرح اس قدر عقل کے کورے نہ تھے کہ کسی شیعہ کے اس قسم کے نام کو سنیت کی حقانیت کی دلیل قرار دیتے۔لہٰذا والدین کو نام رکھتے وقت اس قسم کی کسی احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔

سوال نمبر۸۹۔۔۔۔۔ذرا بتلائیے آپ کی اذان کب شروع ہوئی اور کن لوگوں نے ایجاد کی۔شیخ صدوق اس پر ناراض کیوں ہیں اہل سنت کی پوری اذان نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہی اذن صحیح ہے اس میں نہ کچھ بڑھایا جائے نہ کم کیا جائے۔پھر فرماتے ہیں مفوضہ پر اللہ کی لعنت ہو (مفوضہ وہ فرقہ ہے جو خدا اور رسول کے کاموں اور ذمہ داریوں کو اماموں کے سپرد مانتے ہیں) انہوں نے روایات گھڑی ہیں اور اذان میں "محمد و آل محمد خیر البریہ" دو دفعہ بڑھایا ہے۔ ان کی بعض روایات میں "اشھد ان محمد الرسول اللہ" کے بعد "اشھد ان علی امیر المومنین" دو دفعہ آیا ہے۔۔۔الخ۔ میں نے یہ اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ اس زیادتی کے ساتھ لوگ پہچانے جائیں جو تہمت زدہ ہیں اور ہم شیعوں میں چپکے سے گھس آتے ہیں۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔ص۵۹)۔نیز فرمایا

ثانی۔ جلد ا۔ ص ۷۵۔ اور روضہ البہیہ فی شرح لمعۃ الدمشقیہ۔ جلد ا۔ ص ۱۰۹ میں اس اضافہ کی تردید ہے۔ تحفۃ العوام ص ۲۸ میں ہے کہ شہادت ولایت امیر علیہ السلام اقامت و اذان کا جزو نہیں ہے۔ شرائع الاسلام۔ ص ۳۹۔ میں اذان میں ۱۸ کلمے ہیں۔ شہادت رسالت کے بعد "حی علی الصلوات حی علی الفلاح" کہے۔

جواب۔۔۔۔۔۔ قولہ۔۔۔ذرا بتلایئے آپ کی اذان.... لوگوں نے ایجاد کی۔

اقول۔۔۔۔۔۔۔حافظ جی! ہماری اذان وہی ہے جو حضور رسول کریمؑ نے بحکم خداوندی (نہ بنا بر خواب صحابی) اہل اسلام کو بتائی۔ ہماری کتب فقہ و روایات میں اس اذان کی حفاظت کا پورا پورا اہتمام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شرعی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے شرعی اجازت وجواز کے ماتحت 'شرعی اصول و احکام کے بطابق ہم اذان میں ایک کلمہ " شھد ان علیاولی اللہ " یا " حجۃ اللہ " شامل کرتے ہیں 'لیکن ہر جگہ جہاں اذان میں اس کلمہ کا ذکر کرتے ہیں یہ بھی واضح کردیتے ہیں کہ یہ کلمہ جزو اذان نہیں۔ تاکہ حضورؐ کی تعلیم کردہ اذان محفوظ رہے۔ کوئی اسے حضورؐ کے ارشاد کا عقیدہ رکھ کر گناہگار نہ ہو۔

اذان کی ایجاد کا سہرا تو اہل سنت کے ہادیان دین کے سر ہے۔ جنہوں نے حضورؐ کی بتائی ہوئی اذان میں کمی بھی کی اور زیادتی بھی کی۔ اس کمی بیشی کو تسلیم بھی کیا اور پھر اسی محرف اذان کو اصلی اذان قرار دیا۔ اور حضورؐ کے زمانہ کی اذان کو ترک کیا۔

اب میرے بیان کی ہر شق کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیعوں نے یہ کلمہ شرعی ضرورت اور مجبوری کے ماتحت شامل کیا۔

یہ امر کسی ثبوت کا محتاج نہیں کہ اہل سنت اہل تشیع کو اپنی مساجد میں نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اگر شیعہ کسی اہل سنت کی مسجد میں نماز پڑھنا شروع کردے تو اسے زیادتیوں اور مظالم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا شیعوں کو ان مصائب سے بچانے کے لئے لازمی ہے کہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ شیعہ اپنی مساجد کا پتہ لگا سکیں۔ اس مقصد کے لئے اذان میں " شھد ان علیاولی اللہ یا حجۃ اللہ " کو شامل کیا گیا۔

(۲) شرعی ضرورت کے ماتحت اذان میں ایسا کلمہ شامل کیا جاسکتا ہے جس سے شرعی ضرورت پوری ہوسکے۔۔

اذان ایک امر مندوب ہے اور اس غرض کے لئے ہے کہ نمازیوں کو جماعت میں شمولیت کے لئے بلایا جائے۔

تیسیر الوصول۔ ج ۲۔ کتاب الصلوٰۃ۔ الباب الرابع فی الاذان والاقامہ۔ الفرع الثالث۔ ص ۲۰۳۔

عن نافع ان ابن عمرؓ کان لا یزید علی الاقامہ فی السفر الا فی الصبح فانہ کان ینادی فیھا ویقیم و کان یقول انما الاذان للامام الذی یجتمع الیہ الناس۔ (اخرجہ مالکؒ)

(ترجمہ) نافع سے روایت ہے کہ (عبد اللہ) بن عمرؓ سفر میں صبح کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں میں صرف اقامت کہتے تھے اور صبح کی نماز میں اذان بھی کہتے اور اقامت بھی۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ اذان صرف اس امام کی (موجودگی کی) صورت میں ہے جس کے پیچھے لوگ نماز باجماعت پڑھیں۔۔

پس اذان ایک اعلان ہے نماز باجماعت کا۔ نہ یہ واجب ہے نہ ہی توقیفی۔ کہ اس میں حسب ضرورت شرعی کمی بیشی نہ

کی جاسکے اور کمی بیشی کی صورت میں باطل ہو جائے۔ اسی لئے حضورؐ اور صحابہ کے زمانے میں حسب ضرورت اذان میں نماز کے متعلق دیگر اعلان شامل کرلئے جاتے تھے۔

(ا) اگر جماعت میں حاضر ہونا نمازیوں کے لئے باعث زحمت یا باعث خطر ہو تا تو اذان میں یہ اعلان شامل کرلیا جاتا "اپنے گھروں میں نماز پڑھو"

(ا) کنز العمال۔ ج ۸۔ ۱۶۔ باب اعذار الجماعہ۔ حدیث ۲۳۰۵۴۔ ص ۳۰۷۔

(مسند نعیم بن النحام) قال سمعت موذن النبیؐ فی لیلۃ باردۃ و انا فی لحاف فتمنیت ان یقول صلوا فی رحالکم فلما بلغ حی علی الفلاح" قال " صلوا فی رحالکم ثم سالتہ عنھد فاذا النبیؐ کان امر بذالک۔

(ترجمہ) مسند نعیم بن نحام میں ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے ایک (سخت) سرد رات میں حضور نبی کریمؐ کے موذن کی آواز سنی جبکہ میں لحاف میں (دبکا ہوا) تھا۔ پس میں نے تمنا کی کہ کاش وہ کہہ دے کہ گھروں میں نماز پڑھ لو۔ پس جب وہ "حی علی الفلاح" پر پہنچا تو کہا "گھروں میں نماز پڑھ لو" پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ خود نبی کریمؐ نے اسے اس امر کا حکم دیا تھا۔

(ب) کنزالعمال۔ ج ۸۔ ۱۶۔ باب اعذار الجماعہ۔ حدیث ۲۳۰۵۴۔ ص ۳۰۷۔

عن عمرو بن اوس ان رجلا من ثقیف اخبرہ انہ سمع موذن رسول اللہؐ فی لیلۃ مطیرۃ فامرہ ان یقول "حی علی الصلوۃ۔ حی علی الفلاح" "صلوا فی رحالکم"۔

(ترجمہ) عمر بن اوس سے روایت ہے کہ ثقیف کے ایک آدمی نے اسے بتایا کہ اس نے کہا۔ برسات کی رات میں نے سنا کہ رسول اللہؐ نے اپنے موذن کو حکم دیا کہ "حی علی الصلوۃ۔ حی علی الفلاح۔ صلوا فی رحالکم" (اپنے گھروں میں نماز پڑھو) کہے۔

(ج) مسلم مع شرح نووی (مطبوعہ منولکشور ۱۲۸۵ھ) ج ا۔ کتاب الصلوۃ۔ باب الصلوۃ فی الرحال فی المطر۔ ص ۲۴۳۔ الثالث۔ ص ۲۰۳۔

عن ابن عباس قال لموذنہ فی یوم المطر اذا قلت "اشھد ان محمدا رسول اللہ" فلا تقل حی علی الصلوۃ قل "صلوا فی بیوتکم" قال فکان الناس استنکروا ذالک فقال اتعجبون من ذا۔ قد فعل ذا من ھو خیر منی۔ ان الجمعۃ عزمۃ و انی کرھت ان اخرجکم فی الطین والدحض۔

(ترجمہ) (روایت ہے) کہ ابن عباسؓ نے اپنے موذن کو بارش کے دن میں کہا کہ جب تو "اشھد ان محمد الرسول اللہ" کہہ چکے تو "حی علی الصلوۃ" نہ کہنا۔ بلکہ کہو "اپنے گھروں میں نماز پڑھو"۔ راوی نے کہا پس لوگوں نے گویا اسے انوکھی بات سمجھا۔ تو اس (ابن عباسؓ) نے کہا کیا تم اس پر تعجب کر رہے ہو۔ یہ تو اس نے بھی کیا جو مجھ سے بہتر تھا (نبی کریمؐ)۔ جمعہ واجب موکد ہے۔ میں نے ناپسند کیا کہ تمہیں کیچڑ اور پھسلن میں گھروں سے باہر لاؤں۔

(۲) صحابہ کے زمانے میں بعض نیند کے مارے نماز عشاء سے قبل سو جاتے تھے۔ انہیں متنبہ کرنے کے لئے ضرورت محسوس ہوئی تو عشاء کی اذان میں بھی "الصلوۃ خیر من النوم" شامل کرلیا گیا۔

مصنف (ابی شیبہ) ج ا۔ کتاب الاذان والاقامہ۔ باب التثویب فی ای صلوۃ ھو۔

حدثنا وکیع عن سفیان عن زید بن خیثمہ قال کانو یثوبون فی العشاء والفجر۔

(ترجمہ) وکیع بن سفیان نے زید بن خیثمہ سے روایت کی ہے کہ لوگ عشاء اور فجر (کی اذان) میں تثویب کرتے تھے "یعنی الصلوۃ خیر من النوم کہتے تھے)۔

(۳) اگر ضرورت محسوس ہو تو پوری اذان زیادہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

تیسیر الوصول۔ ج ۲۔ کتاب الصلوۃ۔ الباب السابع فی صلوۃ الجمعۃ۔ الفصل الثانی فی الوقت والنداء۔ ص ۲۳۔

عن السائبؓ بن یزید قال کان النداء یوم الجمعہ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عھد رسول اللہ و ابی بکر و عمر۔ فلما کان عثمان و کثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء فثبت الامر علی ذالک۔ (اخرجہ الخمسہ الا مسلم)

(ترجمہ) سائبؓ بن یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ جب عثمانؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے زوراء کے مقام پر تیسری اذان کا اضافہ کیا اور پھر اسی پر معاملہ قائم ہو گیا (یعنی پھر ہمیشہ جمعہ کے دن تین اذانیں ہونے لگیں)

ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جائز ضرورت کے ماتحت اذان کی فصول میں بلکہ پوری اذان کا بھی اضافہ جائز ہے۔

(۳) شرعی اصول و احکام کے مطابق اس کلمہ کو شامل کیا ہے۔

اس امر سے کسی کو انکار نہیں کہ اذان و اقامت امور مندوب و مستحب ہیں، واجب نہیں اور امر مستحب میں ادعیہ اور اذکار اظہار عبادت کا اضافہ جائز اور باعث ثواب ہے۔ شیعہ و سنی دونوں مذاہب کی کتب میں حضورؐ کا یہ ارشاد موجود ہے "ذکر علیؑ عبادۃ" علی کا ذکر عبادت ہے۔ پس اذان جو ایک مستحب عبادت ہے اس میں اس عبادت کا اضافہ باعث ثواب ہے نہ کہ بدعت۔ نیز اس سے ایک شرعی حکم کی بھی تعمیل ہوتی ہے۔ شیعہ مذہب کی حدیث کی کتاب احتجاج طبرسی (مطبوعہ تہران) صفحہ ۲۹ پر حضورؐ کا ارشاد درج ہے۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال النبیؐ من قال لا الہ الا اللہ فلیقل محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین۔

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جو شخص "لا الہ الا اللہ" کہے اسے چاہئے کہ وہ "محمد رسول اللہ" بھی کہے اور جو شخص "محمد رسول اللہ" کہے اسے چاہئے کہ "علی امیر المومنین" بھی کہے۔ پس اذان میں یہ اضافہ شرعی اصول اور احکام کے عین مطابق ہے۔

(۴) اہل سنت نے حضورؐ کی تعلیم کردہ اذان میں کمی کر دی ہے۔

اہل سنت کی کتب احادیث میں ایسی روایات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ نے جو اذان تعلیم فرمائی تھی اس میں "حی علی الفلاح" کے بعد دو دفعہ "حی علی خیر العمل" کہنے کا حکم دیا مگر حضرت عمرؓ نے اسے اذان سے نکال دیا۔

(۱)شرح تجرید(قوشجی)باب الخامس فی الامامۃ۔ص ۲۹۳(مطبوعہ تہران)۔

فانہ صعد المنبر و قال ایھاالناس ثلث کن فی عھد رسول اللہؐ وانا انھی عنھن احر مھن و اعاقب علیھن و ھی متعہ النساء و متعہ الحج و حی علیٰ خیر العمل۔

(ترجمہ) وہ(یعنی حضرت عمرؓ) منبر پر چڑھے اور کہا۔ اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تین چیزیں تھیں میں ان سے منع کرتا ہوں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور ان پر سزا دونگا اور وہ ہیں عورتوں سے متعہ۔۔۔۔حج تمتع اور "حی علیٰ خیر العمل" (کا اذان میں کہنا)۔

مصنف۔(ابی شیبہ)ج۱۔کتاب الاذان والاقامہ۔ فصل من کان یقول فی اذانہ "حی علیٰ خیر العمل"

حد ثنا حاتم بن اسمعیل عن جعفر عن ابیہ و مسلم ابن مریم ان علیؒ ابن حسینؒ کان یوذن فاذابلغ "حی علی الفلاح" قال "حی علی خیر العمل" و یقول ھو الاذان الاول۔

وحد ثنا ابو خالد عن ابن عجلان عن نافع عن ابن عمرؓ انہ کان یقول فی اذانہ "الصلوہ خیر من النوم" و ربما قال "حی علیٰ خیر العمل" وحد ثنا ابو اسامہ۔۔۔۔ عن نافع قال کان ابن عمرؓ زاد فی اذانہ "حی علی خیر العمل"

(ترجمہ) حاتمؒ بن اسمٰعیل نے امام جعفر صادقؑ سے اور مسلم ابن مریم سے روایت کی ھے کہ علیؒ بن حسینؒ (زین العابدین) اذان کہتے اور جب "حی علی الفلاح" پر پہنچتے تو حی علیٰ خیر العمل " کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ھے اذان اول۔

ابو خالد نے۔۔۔۔۔ نافع سے اور اس نے ابن عمرؓ کے متعلق روایت کی ہے کہ وہ اذان میں "الصلوہ خیر من النوم" کہتے تھے اور بعض اوقات "حی علیٰ خیر العمل" کہتے تھے۔ اور اسامہ نے۔۔۔۔ نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنی اذان میں "حی علی خیر العمل" کا اضافہ کیا تھا۔

(۵) اہل سنت نے حضورؐ کی تعلیم کردہ اذان میں اضافہ کیا اہل سنت روایات بتاتی ہیں کہ اذان اول میں صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" نہ تھا۔بعد میں اسے شامل کیا گیا۔

تیسیر الوصول۔ج۲۔کتاب الصلوہ۔باب الاذان۔

عن مالک انہ بلغہ ان الموذن جاء عمر یوذنہ لصلوہ الصبح فوجدہ نائما فقال "الصلوٰۃ خیر من النوم" فامر عمر ان یجعلہ فی نداء الصبح۔

(ترجمہ) مالک نے روایت کی ہے کہ اس تک روایت پہنچی ہے کہ موذن حضرت عمرؓ کو صبح کی نماز کی اطلاع دینے آیا تو اسے سوئے ہوئے پایا۔پس کہا۔ "**الصلوٰۃ خیر من النوم**" پس عمرؓ نے اسے حکم دیا کہ اسے صبح کی اذان میں شامل کردے۔(اسے مالک نے موطا میں بیان کیا ہے)۔

(ب) کنز العمال۔ج۸۔۱۶۔کتاب الصلوٰۃ۔باب الاذان۔التثویب۔حدیث ۲۳۲۵۱۔

عن جریج قال اخبرنی حسن بن مسلم ان رجلا سال طائوسا متی قیل "الصلوٰۃ خیر من النوم" فقال اما انھا لم

تقل على عهد رسول اللهؐ ولكن بلالاً سمعها فى زمان ابى بكرؓ بعد وفاة رسول اللهؐ يقولها رجل غير موذن فاخذها منه فاذن بها فلم يمكث ابوبكرؓ الا قليلا حتى اذا كان عمرؓ قال نهينا بلالا عن هذا الذى احدث و كانه نسى واذن به الناس حتى اليوم۔

(ترجمہ) جریج سے روایت ہے کہ مجھے حسن بن مسلم نے خبردی کہ ایک شخص نے طاؤس سے پوچھا کہ "الصلوۃ خیر من النوم" کب کہا گیا۔ پس اس نے کہا کہ یہ رسول اللہؐ کے زمانے میں نہیں کہا جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ کے زمانے میں بلالؓ نے ایک شخص کو جو اذان نہیں دے رہا تھا یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا۔ پس اسے لے لیا اور اسے اذان میں کہا۔ حضرت ابوبکرؓ تو اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہے۔ یہاں تک کہ جب عمرؓ کا زمانہ تھا تو کہا کہ چاہئے کہ ہم بلالؓ کو اس سے روک دیں جو اس نے (اذان میں) احداث کیا ہے (اور معلوم ہوتا ہے) کہ گویا وہ بھول گئے اور لوگ آج تک اسے اذان میں کہتے ہیں۔ (عب = عبدالرزاق)

(ج) کنزالاعمال۔ ج ۸۔ ۶۱۔ باب الاذان (سابق حدیث کے متصل قبل) حدیث ۲۳۲۵۱۔

عن ابن جریج قال اخبرنی عمر بن حفص ان سعدا اول من قال "الصلوۃ خیر من النوم" فی خلافۃ عمرؓ فقال

(ترجمہ) ابن جریج نے کہا کہ مجھے عمر بن حفص نے خبردی کہ (وہ) پہلا شخص جس نے پہلے پہلے "الصلوۃ خیر من النوم" عمرؓ کی خلافت (کے زمانے) میں کہا تھا اور عمرؓ نے کہا یہ بدعت ہے اور پھر اسے رہنے دیا۔ وہ سعد تھا۔ بلالؓ نے تو عمرؓ کے زمانے میں اذان ہی نہیں کہی۔ (عب)

(د) مصنف (ابن شیبہ) ج ۱۔ کتاب الاذان والاقامہ۔ (باب من کان یقول فی الاذان الصلوۃ خیر من النوم)

حدثنا ابوبکر قال حدثنا ابواسامہ عن ابن عون عن محمد قال لیس من السنۃ ان یقول فی صلوۃ الفجر "الصلوۃ خیر من النوم"

(ترجمہ) ابن عون نے محمد (غالباً محمد سے مراد امام محمد باقرؑ ہیں) سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فجر کی نماز (اذان) میں "الصلوۃ خیر من النوم" کوئی کہتا ہے تو یہ سنت (رسولؐ) نہیں ہے۔

(ر) مصنف (ابن ابی شیبہ) ج ۱۔ کتاب الاذان والاقامہ۔

حدثنا وکیع عن سفیان عن ابن الاصبہانی عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال ما ابتدعوا بدعۃ احب الی من التثویب فی الصلوۃ یعنی العشاء والفجر۔

(ترجمہ) ابن اصفہانی نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ لوگوں نے جو بدعتیں وضع کی ہیں ان میں سے صبح اور عشاء کی نماز (کی اذان) میں تثویب ہے (یعنی الصلوۃ خیر من النوم کہنا ہے) ان کے علاوہ اور کئی روایات میں اس کلمہ کو حضورؐ کے بعد اذان میں شامل کرنے کا ذکر ہے۔

قولہ ــــ شیخ صدوق اس پر ناراض کیوں ہیں۔

اقول ــــ شیخ صدوقؒ اذان میں "اشھدان علیاولی اللہ" کہنے پر ناراض نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ان کلمات کو اصل اذان میں شامل

کرنے یا ان کلمات کو جزو اذان کہنے پر ناراض ہیں۔ ان کلمات کے اذان میں ہونے کے متعلق شیعہ کا مفصل عقیدہ معلوم کرنے کے لئے فقہ شیعہ کی کتاب "المستمسک" کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں۔۔

مستمسک العروۃ۔ ج۵۔ کتاب الصلوۃ۔ باب الاذان۔ ص ۵۴۵۔

لا باس بالاتیان به بقصد الاستحباب المطلق۔ بما فی خبر الاحتجاج۔ اذا قال احدکم "لااله الاالله محمد رسول الله" فلیقل "علی امیرالمومنین" (فی طی احتجاجات علیؑ مع المهاجرین الانصار فی فیل تفصیل "ما کتب علی العرش" بل ذالک فی هذه الاعصار معدود من شعائر الایمان و رمز التشیع فیکون من هذه الجهة راجعا شرعا بل قد یکون واجبا۔ لکن لا بعنوان الجزئیة من الاذان و من ذالک یظهر وجه مافی البحار من انه لا یبعد کون الشهادة بالولایة من الاجزاء المستحبة للاذان۔

(ترجمہ) (مصنف علیہ الرحمہ اذان کے کلمات کا ذکر کرتے ہوئے کلمہ "اشھد ان علیا ولی اللہ" کے بعد لکھتے ہیں) اسے اذان میں کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ استحباب مطلق کی نیت سے۔ کیونکہ ایک حدیث (جو حضرت علیؓ نے مہاجرین و انصار کے ساتھ عرش پر مکتوب الفاظ کی تفصیل کی بحث کے دوران کہی تھی) میں ہے کہ جو شخص "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کہے۔ اسے چاہئے کہ وہ "علی امیرالمومنین" بھی کہے۔ بلکہ اس زمانے میں تو یہ کلمہ ایمان کی علامت اور تشیع کی نشانی ہے۔ پس اس لحاظ سے اس کا کہنا بہت ضروری بلکہ ہو سکتا ہے واجب ہو۔ لیکن اسے جزو اذان کے طور پر نہیں کہنا چاہئے اور اسی سے بحار کی اس عبارت کی توجیہہ سمجھ میں آجاتی ہے کہ بعید نہیں کہ یہ کلمہ اذان کے مستحب امور (جیسے کھڑا ہونا۔ بلند آواز۔ وقفہ) کی طرح یہ کلمہ بھی ان مستحب اجزاء (امور) میں سے ہو (نہ کہ اصل اذان کے اجزاء)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

(۱) اذان میں اس کلمہ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲) اس کلمہ کا اذان میں کہنا مستحب یعنی باعث ثواب ہے۔

(۳) اس کلمہ کے اس زمانہ میں شیعوں کا شعار اور علامت سمجھا جانے کی وجہ سے اس کلمہ کا کہنا بہت ضروری بلکہ واجب ہے۔

(۴) لیکن یہ کلمہ اصل اذان کا جزو نہیں۔ نہ اس کے جزو کا عقیدہ رکھا جائے نہ اس نیت سے اذان میں کہا جائے۔

شیعہ علما معصوم علیہ السلام کے ارشادات گرامی میں تحریف (کسی لفظ کے اضافہ یا حذف) کے معاملے میں سخت متشدد ہیں۔ اس لئے تحریف کے مرتکب شخص پر سخت غیض و غضب کا اظہار کرتے ہیں۔ علما کے تذکرہ کی کتب میں آقائے دربندی (مصنف کتاب کبریت) کے متعلق منقول ہے کہ کسی مقرر نے ان کے سامنے ایک روایت کسی مجلس میں پڑھی جس میں امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب سلام اللہ علیہا کو مخاطب کرتے ہوئے "یا زینب" فرمایا تھا۔ اصل روایت میں "یا زینب" کا لفظ ایک دفعہ تھا لیکن مقرر نے "یا زینب" تین دفعہ کہہ دیا تو آقا دربندی اعلی اللہ مقامہ نے جھڑکتے ہوئے فرمایا۔ "خدا دہنت را بشکند امام علیہ السلام یک دفعہ یا زینب گفتہ و تو سہ مرتبہ میگوئی"۔ یعنی اللہ تیرے منہ کو توڑے امام علیہ السلام نے تو ایک دفعہ "یا زینب" فرمایا تھا اور تو تین دفعہ کہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ مفوضہ پر اتنے ناراض ہیں کیونکہ وہ کلمہ "اشھد ان علیاً ولی اللہ" کو اس اصل اذان

کا جزو قرار دیتے ہیں جو حضورؐ نے تعلیم فرمائی اور اس طرح وہ حضورؐ کے ارشاد میں زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

"من لا یحضرہ الفقیہ" ج ا۔ اصل عبارت اور ترجمہ ملاحظہ ہو۔

باب فی الاذان والاقامہ و ثواب الموذن۔ ج ا۔ ص ۱۸۸۔

(شرح) قال المصنف هذا هو الاذان الصحیح لا یزاد ولا ینقص منہ۔ والمفوضہ لعنهم اللّٰہ قد وضعوا اخبارا و زادوا فی الاذان "محمد و آل محمد خیر البریہ" مرتین و فی بعض روایاتهم بعد "اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ"۔ "اشهد ان علیا ولی اللّٰہ" مرتین و منهم من روی بدل ذالک "اشهد ان علیا امیر المومنین حقا" مرتین۔ ولا شک فی ان علیا ولی اللّٰہ و انہ امیر المومنین حقا و ان محمدو آلہ صلوات اللّٰہ علیهم خیر البریہ لکن لیس ذالک فی اصل الاذان۔ انما ذکرت ذالک لیعرف بهذہ الزیادۃ المتهمون بالتفویض المدلسون انفسهم فی جملتنا۔

(ترجمہ) (شرح) اس کتاب کے مصنف نے کہا کہ یہ ہے صحیح اذان۔ اس میں نہ زیادتی کی جائے اور نہ کمی۔ اور مفوضہ نے (اللہ انہیں لعنت کرے) احادیث وضع کیں اور اذان میں "محمد و آل محمد خیر البریہ" دو دفعہ زیادہ کیا۔ اور ان میں سے بعض نے اس کے بدلے "اشھد ان علیا امیر المومنین" دو دفعہ کی روایت بیان کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؑ اللہ کے ولی ہیں اور وہ بلاشک امیر المومنین ہیں۔ اور محمدؐ اور ان کی آل تمام مخلوق سے بہتر ہیں لیکن یہ کلمات اصل اذان میں نہیں ہیں۔ یہ امور میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس زیادتی سے وہ لوگ پہچانے جائیں جو تفویض (کا عقیدہ رکھنے) کے متہم ہیں اور اپنے آپ کو دھوکہ دہی سے ہم میں شامل کرتے ہیں۔

حضرات (قارئین) مذکورہ بالا عبارت خصوصاً خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ بالکل واضح ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ کی ناراضگی مفوضہ کے احادیث وضع کرنے اور ان کلمات کو اصل اذان میں داخل کرنے پر ہے نہ کہ مطلقاً اذان میں کہنے پر اس کی مزید وضاحت شرح لمعہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہو جاتی ہے۔

شرح اللمعہ الدمشقیہ۔ کتاب الصلوۃ۔ الفصل الثالث فی کیفیت الصلوۃ۔ ص ۷۰۔

ولا یجوز اعتقاد شرعیۃ غیر هذہ الفصول فی الاذان والاقامہ کالتشهد بالولایۃ لعلی علیہ السلام و ان محمدا و آلہ خیر البریہ و ان کان الواقع کذالک... قال الصدوق ان ادخال ذالک فیہ من وضع الموضہ و هم طائفہ من الغلاۃ و لو فعل هذہ الزیارۃ او احدها انها منہ اثم فی اعتقادہ ولا یبطل الاذان بفعلہ وبدون اعتقاد ذالک لا حرج و فی المبسوط اطلق عدم الاثم بہ و مثلہ المصنف فی البیان۔

(ترجمہ) اذان اور اقامت میں ان (مذکورہ) فصول کے علاوہ کسی فصل کے متعلق اس کے شرعاً (جزو اذان و اقامت) ہونے کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں جیسے ولایت علیؑ کی شہادت یا "ان محمداً و آلہ خیر البریہ" اگرچہ یہ حقیقت ہے۔۔۔

جناب شیخ صدوقؒ نے کہا کہ ان کلمات کے (اذان و اقامت میں) داخل ہونے کی روایات مفوضہ کی وضع کردہ ہیں اور یہ غالیوں کا ایک گروہ ہے اور اگر اس نے اس زیادتی کو یا ان میں کسی کو (اسی نیت سے) شامل کیا کہ یہ اذان و اقامت میں سے ہے تو وہ اس اعتقاد رکھنے کا گنہگار تو ہوگا لیکن اس کے اس فعل سے اذان باطل نہیں ہوگی اور اس اعتقاد کے بغیر اس میں کوئی حرج نہیں اور

مبسوط میں مطلقاً گناہ نہ ہونا کہا ہے۔اسی طرح مصنف(لمعہ) نے بھی بیان میں (گناہ کی نفی کی ہے)۔

اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ شیخ صدوقؒ شہادت ولایت علیؑ کا ذکر جائز نہیں سمجھتے تو بھی ان کے قول پر عمل کرنا لازم نہیں رہتا جبکہ تقریباً تمام دیگر علمائے مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ اذان میں شہادت ولایت علیؑ کا ذکر مستحب ہے۔

قولہ۔۔۔۔۔اہل سنت کی پوری اذان نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہی اذان صحیح ہے۔

اقول۔۔۔۔۔"من لا یحضرہ الفقیہ" میں اذان مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے:۔

باب الاذان والاقامہ و ثواب الموذن۔ج ا۔ص ۱۸۸۔

روی ابوبکر الحضرمی و کلیب الاسدی عن ابی عبداللہؑ انہ حکیٰ لھما الاذان فقال۔اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔اشھد ان لاالہ الااللہ۔اشھد ان لاالہ الااللہ۔اشھد ان محمدا رسول اللہ۔اشھد ان محمدا رسول اللہ۔حی علی الصلوۃ۔حی علی الصلوۃ۔حی علی الفلاح۔حی علی الفلاح۔حی علیٰ خیر العمل۔حی علیٰ خیر العمل۔اللہ اکبر۔اللہ اکبر۔لاالہ الااللہ۔لاالہ الااللہ۔

کیوں حافظ جی! کیا یہ اہل سنت والی پوری اذان ہے؟ کیا اہل سنت کی اذان میں "حی علی خیر العمل" دو دفعہ موجود ہے؟ کیا اہل سنت اذان کے اخیر میں "لا الہ الا اللہ" دو دفعہ کہتے ہیں؟ کیا اہل سنت کی اذان کے بھی مذکورہ بالا اذان کی طرح ۱۸ فصول (ارکان) ہیں۔

قولہ۔۔۔۔۔شرح لمعۃ الدمشقیہ۔ج ا۔ص ۱۰۹ میں اس اضافہ کی تردید ہے۔

اقول۔۔۔۔۔شرح اللمعۃ الدمشقیہ ہو، شرائع الاسلام ہو یا تحفۃ العوام ہو۔شیعہ مذہب کی کسی فقہ کی کتاب میں شہادت ولایت علی علیہ السلام کا ممنوع و ناجائز ہونا مذکور نہیں۔بلاشک اس کے جزو اذان و اقامت ہونے کی نفی کی گئی ہے۔شرح لمعہ کی عبارت جو سابقاً بیان ہوئی ان میں یہ الفاظ "وبدون اعتقاد ذالک لا حرج" (اور اس جزئیت کے اعتقاد کے بغیر کہنے میں کوئی حرج نہیں) اس امر کے شاہد ہیں۔یہی صورت تحفۃ العوام اور شرائع الاسلام کی ہے۔

سوال نمبر ۹۰۔۔۔۔۔ذرا بتلائیں قرآن پاک کے برخلاف آپ نے وضو کب سے ایجاد کیا۔کتب شیعہ میں بھی سنی وضو کا ذکر ہے۔الاستبصار میں ہے۔حضرت علی فرماتے ہیں میں وضو کرنے بیٹھا۔حضورؐ تشریف لائے۔فرمایا۔کلی کرو۔ناک میں پانی ڈالو اور جھاڑو۔پھر تین مرتبہ منہ دھوؤ۔دو دفعہ بھی دھونا کافی ہو جائے گا۔میں نے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا دو دفعہ۔آپ نے فرمایا۔ایک دفعہ کافی ہوگا۔پھر میں نے پاؤں دھوئے تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔اے علی! انگلیوں کا خلال بھی کیا کرو دوزخ کی آگ کا خلال نہ ہوگا۔

یہ خبر اہل سنت کے مطابق ہے۔بطور تقیہ آئی ہے (سبحان اللہ) الاستبصار۔ج ا۔ص ۲۶۔

جواب۔۔۔۔۔قولہ۔۔۔۔۔ذرا بتلائیں قرآن پاک کے برخلاف۔۔۔ایجاد کیا۔

اقول۔۔۔۔۔قربان جاؤں حافظ جی! آپ کی اس جرات رندانہ کے۔آپ کس جرات سے بلاخوف تردید رات کو دن اور دن

کو رات کہہ دیتے ہیں۔ اگر آپ شیعہ وضو کو خلاف سنت کہتے ہیں تو کسی حد تک آپ کے بیان کے لئے ایک بنیاد تو مہیا ہو جاتی کیونکہ کم از کم آپ (اہل سنت) کی کتب حدیث میں پاؤں کے دھونے کا حکم تو موجود ہے۔ لیکن شیعوں کے وضو (پاؤں کے مسح کو) خلاف قرآن کریم کہنا تو بالکل رات کو دن کہنے کے مترادف ہے۔ جبکہ آپ کے مذہب کے رؤساء مفسرین (جناب عبداللہ بن عباسؓ، شعبیؒ، انسؓ اور عکرمہؒ) اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں تو پاؤں کے مسح کا حکم ہے لیکن سنت پاؤں کا دھونا ہے۔

تفسیر در منثور۔ ج ا۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۶۔ (اذا قمتم الی الصلوٰۃ)

اخرج ابن حاتم عن عباس قوله تعالى وامسحو برئوسكم و ارجلكم. قال هو المسح. و اخرج عبدالرزاق و ابن ابي شيبه و ابن ماجه عن ابن عباس قال ابى الناس الا الغسل و لا اجد في كتاب الله الا المسح. و اخرج عبدالرزاق و عبد بن حميد عن ابن عباس قال افترض الله غسلين و مسحتين. الا ترى انه تعالى ذكر التيمم فجعل مكان الغسلتين مسحتين و ترك المسحتين. و اخرج النحاس عن شعبيؒ قال نزل القرآن بالمسح وجرت السنت بالغسل. واخرج جرير عن انس قال نزل القرآن بالمسح و السنت بالغسل۔

(ترجمہ) ابن حاتم نے ابن عباسؓ کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وامسحو برؤسکم و ارجلکم" میں مسح کا حکم ہے اور عبدالرزاق۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ (تینوں نے) ابن عباسؓ کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا کہ لوگ (پاؤں کے) دھونے کے سوا کسی امر کو قبول نہیں کرتے اور میں اللہ کی کتاب (قرآن کریم) میں سوائے مسح کے کوئی اور حکم نہیں پاتا اور عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے ابن عباسؓ کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ اللہ نے (وضو میں) دو دھونے اور دو مسحوں کو فرض کیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تیمم کا حکم دیا تو دو دھونے کی جگہ دو مسحوں کو رکھا اور دو مسحوں کو چھوڑ دیا۔ اور نحاس نے شعبیؒ کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا کہ قرآن کریم میں تو (پاؤں کے) مسح کا حکم نازل ہوا ہے لیکن سنت دھونے کی جاری ہوئی ہے۔ اور جریر نے انسؓ (بن مالک) کے متعلق روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا قرآن کریم میں تو مسح کا حکم نازل ہوا ہے لیکن سنت پاؤں کو دھونے کی جاری ہوئی ہے۔

(۲) مصنف (ابن ابی شیبہ) ج ا۔ کتاب الطہارۃ۔ فی مسح علی القدمین۔ ص ۱۸۔

حدثنا ابن عليه عن ايوبؒ قال رايت عكرمهؒ يمسح على رجليه و كان يقول انما هو المسح على القدمين۔

(ترجمہ) ابن علیہ نے ایوبؒ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے عکرمہؒ کو دیکھا وہ اپنے پاؤں پر مسح کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مسح کرنے کا ہی حکم ہے۔

(۳) تفسیر کبیر۔ ج ۳۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۶ (اذا قمتم)۔ ص ۲۷۔ مطبوعہ دار الفکر۔ بیروت

المسئلة الثامنه و الثلاثون۔ اختلف الناس في مسح الرجلين و في غسلهما۔ فنقل القفال في تفسيره عن ابن عباسؓ و انسؓ بن مالك و عكرمه و الشعبيؒ و ابي جعفر محمد بن علي الباقر ان الواجب فيهما المسح و هو مذهب الاماميه من الشيعه۔ (ترجمہ)

اڑتیسواں مسئلہ۔ پاؤں کے مسح اور دھونے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ، انسؓ بن مالک، عکرمہ، شعبیؒ اور امام محمد باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے اور شیعوں میں سے امامیہ (اثنا عشری) فرقہ کا

یہی مذہب ہے۔

— حافظ جی! مذکورہ بالا عبارت کے متصل تفسیر کی اگلی عبارت کو پڑھئے۔ دیکھئے کہ صاحب تفسیر کبیر تسلیم کرتا ہے کہ آیات قرآنی سے مسح ثابت کرنا آسان ہے لیکن غسل (دھونا) ثابت کرنے پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

تفسیر کبیر (بحوالہ مذکورہ بالا) حجۃ من قال بوجوب المسح مبنی علی القراتین المشھورتین فی قولہ (تع) و ارجلکم فقرء ابن کثیر و حمزہ و ابو عمر و عاصم فی روایت ابی بکر عنہ بالجر و قرء نافع و ابن عامر و عاصم فی روایہ حفص عنہ بالنصب فنقول اما القرءۃ بالجر فھی تقتضی کون الارجل معطوفۃ علی الرئوس فکما وجب المسح فی الراس فکذالک فی الارجل فان قیل لما لا یجوز ان یقال ھذا کسر علی الجوار کما قولہ حجر ضب خرب و قولہ کبیر اناس فی بجاد مزمل۔ قلنا ھذا باطل۔ الاول۔ ان الکسر علی الجوار معدود فی اللحن الذی قد یتحمل لاجل الضرورہ فی الشعر و کلام اللہ یجب تنزیھہ عنہ و ثانیھما ان الکسر بالجوار انما یکون بدون حرف العطف اما مع حرف العطف فلم تتکلم بہ العرب۔ اما القراۃ بالنصب فقالوا ایضا توجب المسح و ذالک لان قولہ و امسحوا برئوسکم فرئوسکم فی محل النصب و لکنھا مجرورۃ بالباء فاذا عطف الارجل علی الرئوس جاز فی الارجل النصب عطفا علی المحل والجر عطفا علی الظاھر۔ فنقول ظھر انہ یجوز ان یکون عامل النصب فی قولہ ارجلکم ھو قولہ و امسحو و یجوز ان یکون عامل النصب فی قولہ و ارجلکم فاغسلوا۔ لکن العاملان اذا اجتمعا علی معمول واحد کان اعمال الاقرب اولی فوجب ان یکون عامل النصب فی قولہ و ارجلکم ھو قولہ و امسحوا۔ فثبت ان قراءۃ ارجلکم بالنصب اللام توجب المسح۔

(ترجمہ) مسح کے قائلین کی دلیل "ارجلکم" کی دونوں (ا) مشہور قراتوں پر مبنی ہے۔ ابن کثیر، حمزہ اور ابو عمرؒ نے اور ابو بکرؒ کی روایت کے مطابق عاصم نے بھی اسے جر (یعنی لام کی کسرہ) کے ساتھ پڑھا ہے اور نافع اور عامر اور حفص کی روایت کے مطابق عاصم نے بھی اسے نصب (یعنی لام کی فتح) کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ جر کی قرات کی صورت میں تو "ارجل" صرف "رؤس" پر ہی عطف ہو سکتا ہے اور جس طرح "رؤس" یعنی سر کا مسح واجب ہے اسی طرح "ارجل" یعنی پاؤں کا بھی مسح ہی واجب ہو گا۔ اگر کہا جائے کہ یہ "ارجل" کا کسرہ (عطف کی بجائے) "رؤس" مکسور کے جوار میں ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ کیوں جائز نہیں ہو گا۔ جیسا کہ (ایک عرب) کے قول "حجر ضب خرب" اور "فی بجاد مزمل" میں ہے (کہ خرب اور مزمل کو کسرہ والے لفظوں کے جوار میں ہونے کی وجہ سے کسرہ دیا گیا ہے) تو ہم کہیں گے آپ کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ حقیقت میں یہ جوار کی وجہ سے کسرا دینا (زبان کی) ایک غلطی ہے۔ جسے اشعار میں حسب ضرورت برداشت کر لیا جاتا ہے اور اللہ تعالی کا کلام ایسی غلطیوں سے پاک و منزہ ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ کسرہ جوار بغیر حرف عطف کے ہوتا ہے جہاں حرف عطف موجود ہو وہاں عرب اس (کسرہ جوار) کے ساتھ کلام نہیں کرتے۔

حاشیہ (ا) جبکہ دھونے کے قائلین صرف ایک قرات (لام کی نصب) کی بناء پر اپنے دعوے کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

اور نصب (فتح) کی قرات کی صورت میں بھی مسح واجب ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ "وامسحوا برؤسکم" رؤسکم مقام نصب میں ہے (کیونکہ "امسحو" کا مفعول ہے) اور حرف باء کے لگ جانے سے مجرور (کسرہ کے ساتھ) ہو گیا ہے۔ لہٰذا

جب "ارجل" کو "رؤس" پر عطف کیا جائے گا تو اس کی نصب بھی جائز ہوگی محل و مقام پر عطف کرتے ہوئے اور جر بھی جائز ہوگی ظاہر پر عطف کرتے ہوئے۔ پس اس سے ظاہر ہو گیا کہ "ارجلکم" کی نصب کا عامل "وامسحو" بھی ہو سکتا ہے اور "ارجلکم" کی نصب کا عامل "فاغسلو" بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ایک لفظ کے دو عامل اکٹھے ہو جائیں تو اقرب کو عامل بنانا اولی ہے۔ پس "وامسحو" جو اقرب ہے اس کا عامل ہوگا۔ پس ثابت ہو گیا کہ نصب کی قرات بھی مسح کو واجب کرتی ہے۔

قولہ ـــــ کتب شیعہ میں بھی سنی وضو..... بطور تقیہ آئی ہے (سبحان اللہ) الاستبصار۔

اقول ـــــ سب سے پہلے الاستبصار ص۶۶ کی عبارت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

الاستبصار (فیما اختلف من الاخبار) کتاب الطھارۃ۔ باب وجوب المسح علی الرجلین۔ ص۶۵-۶۶۔

فامارواه محمد بن الحسن الصفار عن عبیداللہ بن المنبه عن الحسین بن علوان عن عمرو بن خالد عن زید بن علیؑ عن آبائه عن علیؑ قال جلست اتوضا فقال رسول اللہؐ حین ابدات فی الوضوء فقال. تمضمض واستنشق واستن ثم غسلت ثلاثا فقال قد یجزیک من ذالک المرتان فغسلت ذراعی ومسحت براسی مرتین فقال قد یجزیک من ذالک المرۃ و غسلت قدمی فقال لی یا علی خلل بین الاصابع لا تخلل بالنار۔ فهذا خبر موافق العامه وقد ورد مورد التقیه لان المعلوم الذی لا یتخالج فیه الشک من مذاهب ائمتنا علیهم السلام القول بالمسح علی الرجلین۔ و ذالک اشهر من ان یدخل فیه شک او ارتیاب و بین ذالک ان رواۃ هذا الخبر کلهم عامه و رجال الزیدیه وما یختصّون بروایت لا یعمل به علی ما بیّن فی غیر موضع۔

(ترجمہ) لیکن وہ (حدیث) جسے محمد بن حسن صفار عبیداللہ بن مبہ سے اور اس نے حسین بن علوان سے اور اس نے عمرو بن خالد سے اور اس نے زیدؒ بن علیؑ سے اور انہوں نے اپنے آباء سے حضرت علیؑ کے متعلق بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں وضو کرنے بیٹھا اور جب میں نے وضو کرنا شروع کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کلی کرو۔ ناک میں پانی ڈالو۔ مسواک کرو۔ پھر میں نے (منہ) تین دفعہ دھویا تو آپؐ نے فرمایا۔ تمہیں دو دفعہ دھونا کافی تھا۔ پس میں نے دونوں بازو دھوئے اور سر کا دو دفعہ مسح کیا تو آپؐ نے فرمایا تجھے ایک مسح کرنا کافی تھا اور میں نے دونوں پاؤں دھوئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ! انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔ تاکہ آگ کے ساتھ خلال نہ کی جائیں۔

یہ حدیث غیر امامیہ کے مذہب کے موافق ہے اور تقیہ کے مقام پر بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ (تمام فرق اسلام کو) معلوم ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ہمارے (بارہ) اماموں کا قول پاؤں پر مسح کا قول ہے اور یہ امر اس قدر مشہور ہے کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ اس حدیث کے تمام کے تمام راوی غیر امامیہ زیدیہ مذہب کے لوگ ہیں۔ اور وہ امر جو ان (زیدیہ) کے ساتھ مخصوص ہو اس پر عمل نہیں کیا جاتا جیسا کہ مختلف مواقع پر وضاحت کی گئی ہے۔

اس حدیث و روایت کے ذکر کے بعد کتاب کے مصنف (شیخ طوسیؒ) نے وضاحت کر دی ہے۔ یہ حدیث گو امامیہ مذہب کے ثقہ راوی (محمد بن حسن صفار) نے بیان کی ہے لیکن یہ کسی تقیہ کے موقع پر بیان کی گئی ہے کیونکہ اس کے باقی تمام رواۃ زیدیہ مذہب کے لوگ ہیں اور روایت بھی امامیہ مذہب کے بارہ اماموں میں سے کسی امام نے بیان نہیں کی بلکہ زیدؒ بن علیؑ (زین

العابدین) بن حسین علیہما السلام سے لی گئی ہے جو زیدیہ مذہب کے امام ہیں۔ نیز امامیہ مذہب کے مشہور و مسلمہ (بین الفریقین) مسلک کے خلاف ہے۔ مصنف کی اس وضاحت اور استدلال کے بعد اس امر کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ اسے شیعہ امامیہ کے خلاف بطور ثبوت پیش کیا جا سکے۔

حافظ جی! آپ شیعہ کتب حدیث میں زیدیہ مذہب کی اس حدیث کو موجود پاکر بغلیں بجاتے نہیں تھک رہے ہیں۔ کبھی یہ معلوم کرنے کی زحمت گوارہ کی ہے کہ "کتب سنی میں شیعہ وضو کا کس کثرت سے ذکر ہے"۔

ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ فصل کیفیۃ الوضوء۔ باب الوضوء مرتین۔ ج۱۔ ص۱۸۔ مطبع نولکشور ۱۸۹۵ء۔

المعجم الکبیر (طبرانی) ج۱۔ مطبوعہ دار العربیہ للطباعۃ بغداد۔ مسند اوس بن ابی اوس۔ ص۱۹۱۔

(۱) (واللفظ لطبرانی) قال عباد و ہو ابن موسی قال رایت رسول اللہؐ اتی کظامۃ قوم فتوضاءؐ و مسح علی نعلیہ و قدمیہ۔

(ترجمہ) عباد جو موسیٰ کا بیٹا ہے نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا وہ لوگوں کے وضو کرنے کے مقام پر آئے۔ پس وضو فرمایا اور جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا۔

(۲) ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ فصل کیفیت الوضو۔ باب الوضو مرتین۔ ص۱۷۔ ج۱۔ مطبع نولکشور ۱۸۹۵ء۔

عن ابن عباسؓ قال اتحبون ان اریکم کیف کان رسول اللہؐ یتوضاء فدعا باناء فیہ ماء فاغترف غرفہ بیدہ الیمنیٰ فتضمض و استنشق ثم اخذ اخری فجمع بہا یدیہ ثم غسل وجہہ ثم اخذ اخری فغسل بہ یدہ الیمنی ثم اخذ اخری فغسل بہا یدہ الیسری ثم قبض قبضۃ من الماء ثم نفض یدہ ثم مسح راسہ ثم قبض قبضہ اخری الماء فرش علی رجلہ الیمنی فیہا النعل ثم مسحہا بیدہ ید فوق القدم و ید تحت النعل ثم مسح بالیسری کذالک۔

(ترجمہ) ابن عباس سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہؐ کس طرح وضو فرماتے تھے۔ پھر اس نے ایک برتن منگوایا جس میں پانی تھا۔ پس دائیں ہاتھ سے چلو بھر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر دوسرا چلو لیا۔ اس پر دونوں ہاتھوں کو ملایا اور اپنے منہ کو دھویا۔ پھر ایک اور چلو لیا اور دائیں ہاتھ کو دھویا۔ پھر ایک اور چلو لیا اور بائیں ہاتھ کو دھویا۔ پھر ایک مٹھی بھر پانی لیا پھر ہاتھ کو جھاڑا اور پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر اور مٹھی بھر پانی لیا اور اسے دائیں پاؤں پر چھڑک دیا جس میں جوتا تھے اور اس کا مسح کیا۔ اس کا ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر اور ایک ہاتھ جوتے کے نیچے تھا۔ پھر بائیں کا بھی اسی طرح مسح کیا۔ (کہئے حافظ جی! "سبحان اللہ")

(۳) معانی الآثار (طحاوی) ج۔ باب فرض مسح رجلین۔

حدثنا محمد بن خزیمہ قال حدثنا حجاج قال حدثنا علی بن یحیی عن ابیہ عن عمہ رفاعہ بن رافع انہ کان جالسا عند النبیؐ فذکر الحدیث حتی قال انہ لا یتم صلوۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ عزوجل فیغسل وجہہ و یدیہ الی المرفقین و یمسح راسہ رجلیہ الی الکعبین۔

(ترجمہ) رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ وہ نبی کریمؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا پس آپ نے حدیث بیان فرمائی اور فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اسی طرح وضو مکمل نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اپنے منہ کو دھوئے

اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرے سر کا اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک۔(حافظ جی۔ بآواز بلند کہو۔ "سبحان اللہ")

(۴) المصنف (ابن ابی شیبہ) ج۔ کتاب الطہارۃ۔ فی مسح علی القدمین۔ ص۹۔

حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی اسحاق عن عبد خیر عن علیؑ قال قال لو کان الدین برای کان باطن القدمین احق بالمسح علی ظاھرھما ولکن رایت رسول اللہؐ یمسح ظاھرھما

(ترجمہ) عبد خیر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر دین رائے (قیاس) کے مطابق ہوتا تو پاؤں کے تلووں کا مسح کرنا پاؤں کے اوپر مسح کرنے کی نسبت زیادہ مناسب اور درست ہوتا۔ لیکن میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ پاؤں کے اوپر مسح فرماتے تھے۔

حافظ جی! یہ شعر گنگناؤ۔

میں سو جاؤں یا للعجب کہتے کہتے
کھلے آنکھ سبحان اللہ کہتے کہتے۔

سوال نمبر۹۱۔ذرا بتلائیں آپ اپنی صحاح اربعہ سے باقاعدہ سند اور اس کی تعدیل کے ساتھ ایک حدیث رسول یا عمل مرتضیٰ ثابت کر سکتے ہیں جس میں نماز میں ہاتھ کھلے چھوڑنے کا ذکر ہو۔ ہماری کتب میں تو ہے کہ آنحضرت ہمیں امامت کراتے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے۔(رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔ مشکوۃ ص ۶۷)

جواب۔۔۔۔۔۔قولہ۔۔۔۔ذرا بتلائیں۔۔۔۔۔ہاتھ کھولنے کا ذکر ہو۔

اقول۔۔۔۔حافظ جی! سب سے پہلے تو میں اس امر کی وضاحت ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہم اپنی حدیث کی چار معتبر کتب (کافی۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ الاستبصار۔ تہذیب الاحکام) کو صحاح اربعہ کا نام نہیں دیتے بلکہ انھیں "اربعہ معتبرہ" کہتے ہیں۔ صرف قرآن کریم ہی کو کتاب صحیح (لا ریب فیہ) کہہ سکتے ہیں۔ خاطی انسان کی لکھی ہوئی کتاب کے متعلق اس کے صحیح ہونے (خطا سے مبرا ہونے) کا عقیدہ رکھنا غلطی ہے۔

ہماری کتب اربعہ میں ہاتھ کھولنے کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

فروع کافی۔ج۔ کتاب الصلوۃ۔ باب القیام والقعود۔ ص ۳۳۴۔ مطبوعہ تہران۔

عن حریز عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اذا قمت فی الصلوۃ فلا تلصق قدمک الاخریٰ ودع بینھما فصلا اصبعا اقل ذالک الی شبر اکثرہ واسدل منکبیک وارسل یدیک ولا تشبک اصابعک ولتکون علیٰ فخذیک قبالۃ رکبتیک۔

(ترجمہ) زرارہ نے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب نے فرمایا۔ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے ایک پیر کو دوسرے پیر سے نہ ملا دے۔ ان دونوں کے درمیان کم از کم ایک انگل کا اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کا فاصلہ رکھ۔ اپنے کندھوں کو جھکا دے۔ ہاتھ چھوڑ دے۔ انگلیوں کو ایک دوسرے میں مت پھنسا اور تیرے ہاتھ تیری رانوں پر تیرے گھٹنوں کے سامنے ہوں۔

حافظ جی! آپ کہیں گے کہ یہ حدیث امام علیہ السلام سے مروی ہے حضور نبی کریمؐ سے مروی ہی نہیں۔ یا پھر مقطوع السند ہے۔ حدیث کی سند حضورؐ تک نہیں پہنچتی۔ اس لئے قابل عمل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے یہ سوال کیا ہی اسی مقصد سے ہے کہ آپ کو اس اعتراض کا موقع ملے ورنہ ہر وہ شخص جس نے شیعہ کتب حدیث کا مطالعہ کیا ہو جانتا ہے کہ ہاتھ کھولنے کی احادیث شیعہ کتب میں بحد تواتر ہیں۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ شیعہ احادیث کی سند جب کسی امام معصومؑ تک پہنچ جائے تو اسے مرسل کر دیتے ہیں۔

حافظ جی! شیعہ احادیث نہ تو ائمہ معصومینؑ کی احادیث ہیں نہ ہی مقطوع السند ہیں بلکہ یہ سب احادیث نبویؐ ہیں جن کی سند میں ارسال ہے (باقی راویان سب کے معلوم ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے)

ائمہ معصومینؑ کے ارشادات کے مطابق شیعہ عقیدہ ہے کہ ہر امام معصومؑ کی بیان کی ہوئی حدیث نبی کریمؐ کی حدیث ہے۔ امام معصومؑ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ وہی کچھ کہتا ہے جو کچھ نبی کریمؐ نے فرمایا۔

اصول کافی۔ ج۔ کتاب فضائل العلم۔ باب روایۃ الکتب والحدیث۔ ص۲۸۔

عن سالم و حماد بن عثمان وغیرہ۔ قالوا سمعنا ابا عبداللہ علیہ السلام) یقول حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی حدیث جدی حدیث الحسینؑ و حدیث الحسینؑ حدیث الحسنؑ و حدیث الحسنؑ حدیث امیر المومنینؑ و حدیث امیر المومنینؑ حدیث رسول اللہؐ و حدیث رسول اللہؐ قول اللہ عز و جل۔

(ترجمہ) ہشام بن سالم اور حماد بن عثمان وغیرہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ابو عبداللہ (جعفر صادقؑ) سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ میری حدیث میرے باپ کی حدیث ہے اور میرے باپ کی حدیث میرے دادا (علیؑ زین العابدین) کی حدیث ہے اور ان کے باپ دادا کی حدیث حسینؑ کی حدیث ہے اور حسینؑ کی حدیث حسنؑ کی حدیث ہے اور حسنؑ کی حدیث امیر المومنین (علیؑ) کی حدیث ہے اور امیر المومنینؑ کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ارشاد اللہ تعالیٰ ہے۔

اہل سنت کی کتب حدیث سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کا علم و عمل عین مطابق علم و عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

کنز العمال۔ ج۱۶۔ کتاب الامارۃ والخلافۃ۔ حدیث ۲۸۱۹۔ ص۲۱۵۔

اخرج الطبرانی فی الکبیر والرافعی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من سرہ ان یحیٰی حیاتی و یموت مماتی و لیسکن جنۃ عدن فلیوال علیا ولیقتد باھل بیتی من بعدی فانھم عترتی خلقوا من طینتی و رزقوا فھمی و علمی فویل للمکذبین بفضلھم من امتی القاطعین صلتی فیھم فلا انالھم اللہ شفاعتی۔

(ترجمہ) طبرانی نے کبیر میں اور رافعی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسے یہ امر پسند ہو کہ میری زندگی (جیسی) زندگی بسر کرے اور میری موت (جیسی) موت مرے اور جنت عدن میں ساکن ہو تو اسے چاہیئے کہ علیؑ کو اپنا والی بنائے اور میرے اہل بیتؑ کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں، میری ہی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں اور میرا فہم اور

میرا علم عطا کئے گئے ہیں۔ پس ہلاکت ہے ان کی فضیلت کو جھٹلانے والوں کے لئے اور مجھ سے ان کے رشتہ کو کاٹنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔ ا

امام معصومؑ معصومؑ ہی سے علم لیتا ہے۔ امام اول حضرت علی علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ سے علم لیا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے انہیں اپنا ولی اور وارث علم قرار دیا۔

ح اصول کافی۔ ج ا۔ کتاب الحجۃ۔ باب ان الائمۃ علیھم السلام ورثۃ العلم۔ ص ۲۲۲۔

قال ابو جعفر علیہ السلام ۔ یمصون الثماد و یدعون النھر العظیم۔ قیل لہ و ما النھر العظیم قال رسول اللہ ﷺ والعلم الذی اعطاہ اللہ عزوجل جمع لمحمد ﷺ سنن النبیین من آدمؑ و ھلم جرا الی محمدؐ قیل لہ و تلک السنن قال علم النبیین باسرہ۔ وان رسول اللہؐ صیر ذالک کلہ عند امیر المومنین علیہ السلام۔

(ترجمہ) امام ابو جعفر (محمد باقر) علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ لوگ گیلی مٹی کو چوستے ہیں اور نہر عظیم کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ نہر عظیم کیا (چیز) ہے؟ آپ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کا علم جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا (نہر عظیم ہے) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک کے تمام انبیاء کے سنن کو مجموعی طور پر حضرت محمد ﷺ کو عطا کیا۔ پوچھا گیا ان سنن سے کیا مراد ہے؟۔ آپ نے فرمایا۔ تمام انبیاء کا تمام علم اور رسول اللہ ﷺ نے وہ سب علی رضی اللہ عنہ کے پاس بنا دیا (علیؑ کو دے دیا)۔ حضرت علی علیہ السلام کے بعد آنے والے اماموں نے یہ علم اپنے سے سابق امام سے حاصل کیا۔

اصول کافی۔ ج ۲۔ باب ان الامام یعرف الامام الذی من بعدہ۔ ص ۲۷۔

عن برید العجلی قال سالت ابا جعفرؑ من قول اللہ تعالیٰ "ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا" قال ایانا عنی ان یودی الاول الی الامام الذی بعدہ الکتاب والعلم والسلاح۔

(ترجمہ) برید عجلی سے روایت ہے اس نے کہا میں نے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا "اللہ تمہیں امانتوں کو ان امانت والوں تک پہنچانے کا حکم دیتا ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد ہم ہیں کہ ہر سابق امام کتاب، علم اور ہتھیار اپنے بعد والے امام کے حوالے کر دے۔

ایضاً۔۔۔ عن ابی عبد اللہ (علیہ السلام) قال ان الامام یعرف الامام الذی بعدہ فیوصی الیہ۔

(ترجمہ) امام ابو عبد اللہ (جعفر صادقؑ) نے فرمایا کی ہر امام اپنے سے بعد والے امام کو جانتا ہے اور (علم) کی وصیت کر جاتا ہے۔

اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کا علم، آپکی احادیث ان معصوم و طاہر واسطوں سے آخری امامؑ تک پہنچتا ہے۔ یہ معصوم امام غیر معصوم (خاطی) انسان سے علم و احادیث نہیں لیتے۔ ورنہ امام معصومؑ کے قول میں خطا کے احتمال کا خدشہ پیدا ہو جائے گا جو شان معصوم کے خلاف ہے۔

اصول کافی۔ باب الحجۃ۔ رجال کشی۔ ذکر مغیرہ بن سعید۔ ص ۱۹۶۔

عن یونس عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔ قال۔۔ فلا تقبلو علینا خلاف القرآن فانا ان تحدثنا حدثنا لموافقۃ القرآن و

موافقہ السنۃ اما عن اللہ او عن رسولہ نحدث ولا نقول قال فلان عن فلان۔

(ترجمہ)یونس نے امام ابوالحسن(علی) رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا ... کہ قرآن کریم کے خلاف کوئی حدیث ہم سے منسوب کی جائے تو اسے قبول نہ کرو۔ بلاشک ہم جب حدیث بیان کرتے ہیں تو قرآن کریم اور سنت نبوی کے موافق بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یا اس کے رسول سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہتے کہ فلان نے فلان سے روایت کی ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں چونکہ تمام شیعہ ایمان بالایقان رکھتے ہیں کہ امامؑ امامؑ ہی سے روایت کرتا ہے۔ اس لئے شیعہ محدثین جب کسی حدیث کی سند امام معصوم تک پہنچتی ہے تو سند کو مرسل کردیتے ہیں کیونکہ تمام قارئین اور سامعین کو علم ہے کہ اس سے آگے سند امام عن امام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگی۔ اور یہ امر صرف شیعہ محدثین تک ہی محدود نہیں بلکہ سنی محدثین بھی اسی سند کا یقین رکھتے ہیں اور وہ بھی سند کے ائمہ اہل بیت میں کسی امام تک پہنچنے کے بعد سند کو مرسل کردیتے ہیں۔ محدثین اہل سنت نے بہت ہی کم احادیث ائمہ اہل بیت سے لی ہیں۔ لیکن جو لی ہیں وہ سب اسی طرح مرسل ہیں۔

(۱)ابوداؤد مع شرح نووی۔ (مطبوعہ نولکشور) ج۲۔ کتاب القضاء۔ باب القضاء۔ ص۱۳۴۔

حدثنا سلیمان بن داؤد بن العتکی نا حماد نا واصل مولیٰ ابی عبیدۃ قال سمعت اباجعفر محمد بن علی یحدث عن سمرہ بن جندب انہ کان کہ عضد من نخل فی حائط رجل.....الخ۔

(ترجمہ) سلیمان بن داؤد بن عتکی نے حماد سے اس نے ابی عبیدہ کے غلام واصل سے روایت کی کہ اس نے ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ کو سمرہ بن جندب کے متعلق حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس کا ایک کھجور کا درخت انصار میں سے ایک شخص کی حویلی میں تھا.....الخ۔

دیکھیئے امام محمد باقر علیہ السلام تک سند پہنچانے کے بعد اسے مرسل کردیا ہے۔

ابوداؤد۔ ج۔ کتاب المناسک۔ باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ص۲۴۳۔

حدثنا عبداللہ بن مسلمہ نا سلیمان یعنی ابن بلال ثنا احمد بن حنبل نا ابو وھاب الثقفی عن جعفرؑ بن محمدؑ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی الظھر و العصر صلی باذان واحد بعرفہ واقامتین و لم یسبح بینھما.....الخ۔

(ترجمہ) عبداللہ بن مسلمہ سے اس نے سلیمان بن بلال سے اس نے احمد بن حنبل سے اس نے ابووہاب ثقفی سے اور اس نے جعفرؑ (صادق) بن محمدؑ (باقر) سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر اور عصر (اکٹھی) پڑھیں اور ان کے درمیان نوافل نہیں پڑھے.....الخ۔

راوی نے سند کے امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچنے کے بعد سند کو مرسل کردیا ہے۔

(۳)موطا (امام مالک)۔ کتاب الصلوۃ۔ باب افتتاح الصلوۃ۔

یحییٰ عن مالک ابن شھاب عن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابیطالب انہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکبر فی الصلوۃ کلما خفض و رفع فلم تزل تلک صلواتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ

اقول:۔ حافظ جی! شیعہ کی کتب فقہ میں سے کونسی کتاب میں عورت کو ہاتھ باندھنے کا حکم لکھا ہے۔ بلاشک عورت کو نماز پڑھتے وقت دونوں ہاتھوں کو سینے پر رکھنے کا حکم تو ہے لیکن باندھنے کا نہیں۔ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے الگ سینے پر رکھنے کو آپ کی لغت میں ہاتھ باندھنا کہتے ہوں تو یہ آپ جانیں اور آپ کی لغت جانے ورنہ کوئی ذی ہوش دونوں ہاتھوں کو الگ الگ سینے پر رکھ دینے کو ہاتھ باندھنا نہیں کہہ سکتا۔ ہاتھ باندھنا شرعاً "(الوضع والاخذ) ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو پکڑنا ہے اور شیعہ مستورات ایسا نہیں کرتی ہیں بلکہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے جدا" ایک ہاتھ ایک پستان پر اور دوسرا ہاتھ دوسرے پستان پر رکھتی ہیں۔

نماز پڑھتے وقت عورت پر لازم نہیں کہ ضرور ہاتھوں کو سینے پر رکھے بلکہ اگر مردوں کی طرح دونوں ہاتھ کھلے زمین کی طرف لٹکائے رکھے تو بھی نماز درست ہے۔ لیکن عورت کے لئے زیادہ ثواب اس میں ہے کہ وہ نماز کے ہر رکن کو اس طرح ادا کرے کہ زیادہ سے زیادہ ستر عورات حاصل ہو۔ اسی لئے (شیعہ و سنی دونوں کے نزدیک) مرد و عورت کے قیام' رکوع' سجود' قعدہ' تشہد سب ارکان کی وضع قطع میں تھوڑا سا فرق ہے:۔

(۱) قیام میں مرد کے لئے حکم ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھے۔ عورت کے لئے حکم ہے کہ پاؤں کو باہم ملا کر رکھے اور ہاتھوں کو (خواہ باندھے یا کھلا رکھے) دونوں پستانوں پر رکھے۔

(۲) رکوع میں مرد کے لئے حکم ہے کہ اتنا جھکے کہ اس کی پشت "بالکل سیدھی ہو جائے۔ عورت کے لئے حکم ہے کہ صرف اتنا جھکے کہ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں کو چھو سکیں۔

(۳) سجدہ میں مرد کو حکم ہے کہ اپنے پیٹ کو زمین اور رانوں سے بلند رکھے۔ عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے جسم کو زمین یا رانوں سے بالکل متصل رکھے۔

(۴) قعدہ تشہد (تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھنا) میں مرد اپنی سرینوں کو پاؤں پر رکھے اور گھٹنوں کو زمین پر رکھے اور عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ زمین پر بیٹھے دونوں گھٹنوں کو باہم ملا کر زمین سے بلند رکھے۔ یہ تمام امور عورت کے لئے اس لئے باعث ثواب ہیں کہ یہ مزید ستر عورات کا سبب ہیں۔

حافظ جی کے اس بچگانہ سوال پر مزید بحث اور حوالہ جات کا پیش کرنا تضیع اوقات سے زیادہ کچھ نہیں۔

سوال نمبر ۹۷:۔ ذرا بتلائیں بیس رکعت تراویح سنت نبوی سے آپ کو کیوں ضد ہے۔ آپ کی کتاب الاستبصار میں کئی روایات بیس تراویح کی کتاب تحفہ امامیہ کے آخر میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ مثلاً امام باقرؑ و صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کی راتوں میں نماز زیادہ پڑھتے تھے۔ یکم سے بیسویں تک روزانہ شب کو بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (الاستبصار۔ ص ۱۹۳)

جواب:۔ حافظ جی! شیعوں کو نوافل ماہ رمضان (جنہیں آپ تراویح کا نام دیتے ہیں) سے کوئی ضد نہیں۔ شیعوں کے ہاں

رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادات کرنے کی ترغیب و تحریص کی بیسیوں احادیث موجود ہیں۔ اس مہینہ میں کم ازکم ایک ہزار رکعت نوافل پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ شیعہ اس پر عمل کرتے ہوئے پہلی بیس راتوں میں ہر رات بیس بیس رکعات نوافل۔ آخری دس راتوں میں ہرشب تیس تیس رکعات پڑھتے ہیں اور انیسویں اکیسویں اور تیئیسویں کی شب کو ان نوافل کے علاوہ ایک ایک سو رکعت مزید نوافل پڑھتے ہیں اور اس طرح اس مہینے میں ایک ہزار نوافل علاوہ نوافل راتبہ کے پڑھتے ہیں۔

شیعوں کو آپ کی تراویح پر اعتراض نہیں بلکہ ان تراویح کو باجماعت مسجد میں ادا کرنے اور ان تراویح میں ختم قرآن کریم کو سنت قرار دینے پر اعتراض ہے۔ آپ کی کتب احادیث میں بھی ایسی احادیث موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے نوافل کو(۱) گھر میں (۲) انفرادا" پڑھنے کا حکم دیا۔ آپ حضرات حضور ﷺ کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نوافل ماہ رمضان (تراویح) مسجد میں باجماعت پڑھتے ہیں۔

(۱) تیسیر الوصول۔ ج۳۔ کتاب الفضائل۔ الباب السابع۔ الفصل الاول فی صلوات مخصوصہ۔ ص۲۹۰۔

عن زید بن ثابت۔ قال رسول اللہ ﷺ صلاۃ المرء می بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبہ۔ (اخرجہ نسائی)۔

(ترجمہ) زید بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص جس نے جو نماز گھر میں پڑھی وہ اس نماز سے افضل ہے جو اس نے میری اس مسجد (مسجد نبوی ' مدینہ) میں پڑھی۔ سوائے فریضہ نماز کے (کہ وہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے)۔

کنز العمال۔ ج۷۔ حدیث نمبر ۲۱۵۴۳۔

ما زال بکم الذی رایت صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلواۃ المرء فی بیتہ الا الصلواۃ المکتوبہ۔ (حم۔ ق ن)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں برابر تمہارے کام کو دیکھتا رہا ہوں یہاں تک کہ میں ڈرا کہ یہ جو (نماز تم میری اقتدا میں پڑھتے تھے) تم پر واجب نہ کر دی جائے۔ پس اے لوگو! تم اپنے گھروں میں یہ نماز (نوافل رمضان) پڑھو۔ ایک شخص جو اپنے گھر میں پڑھتا ہے وہ افضل نماز ہے سوائے فریضہ نمازوں کے۔

(نوٹ) حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف کی وجہ سے نوافل رمضان بھی مسجد میں ادا فرماتے۔ ایک شب کچھ صحابی حضور ﷺ کی اقتدا میں نوافل پڑھنے لگے۔ دوسری شب اس سے زیادہ۔ تیسری شب اس سے زیادہ۔ چوتھی شب حضور ﷺ نوافل پڑھنے کے لئے مقام اعتکاف سے باہر تشریف ہی نہ لائے اور صبح یہ الفاظ ارشاد فرمائے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ گویا ان نوافل کو جماعت کی صورت میں پڑھنے کی واضح الفاظ میں ممانعت فرمادی اور انہیں گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا۔ اسی طرح تراویح میں قرآن کریم کو ختم کرنے کو سنت قرار دینے سے بھی حضور ﷺ کے ارشاد کی خلاف ورزی کرنی پڑتی ہے۔ حضور ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ باجماعت نماز کی صورت میں امام جماعت کو چاہئے کہ مختصر سورے پڑھے

اور قیام کو طول نہ دے۔ لیکن قرآن کریم ختم کرنے کی خاطر امام قیام کو اس قدر طول دیتا ہے کہ بعض مقتدی امام کی قرات کے دوران بیٹھ جاتے ہیں اور جب امام رکوع کرنے لگتا ہے تو اٹھ کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے نماز جماعت میں امام کو مختصر سورتیں پڑھنے کا حکم دیا۔

(۱) تیسیر الوصول۔ ج۲۔ کتاب الصلوٰۃ۔ الباب السادس فی صلوٰۃ الجماعۃ۔ الفصل الرابع فی صفۃ الامام۔ ص ۲۵۳۔

عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ ﷺ اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیہم الضعیف والسقیم والمریض و ذالحاجۃ واذا صلی لنفسہ فلیطل ماشاء (اخرجہ الستۃ)

(ترجمہ) ابو ھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہئے کہ تخفیف (اختصار) سے کام لے کیونکہ ان میں بوڑھے، کمزور، بیمار اور ضروری کام رکھنے والے بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھو تو جس قدر چاہو طول دو۔

(۲) تیسیر الوصول (بحوالہ مذکورہ بالا)۔ ص ۲۵۲ تا۔

عن جابرؓ کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی ﷺ ثم یاتی فیؤم قومہ فصلی لیلۃ مع النبی ﷺ العشاء ثم اتی قومہ فافتتح بسورۃ البقرۃ۔ فانحرف رجل فسلم ثم صلی وحدہ وانصرف۔ فقالوا لہ انافقت یا فلان؟ قال لا واللہ ولآتین رسول اللہ ﷺ فلا خبرنہ فاتاہ فقال یا رسول اللہ ﷺ انا اصحاب النواضح نعمل بالنہار وان معاذا صلی معک العشاء ثم اتانا فافتتح بسورۃ البقرۃ۔ فاقبل رسول اللہ ﷺ علی معاذ قال افتان انت یا معاذ اقرء والشمس و ضحاہا۔ والضحیٰ واللیل اذا یغشیٰ۔ وسبح اسم ربک الاعلیٰ۔ (اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی)

(ترجمہ) جابرؓ سے روایت ہے کہ معاذؓ بن جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے اور پھر آتے اور اپنی قوم کی (نماز جماعت میں) امامت کراتے۔ پس ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر آئے اور ان کی امامت کی تو سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کر دی۔ پس ایک شخص نے رخ پھیر کر سلام پڑھا اور الگ نماز پڑھ کر چل دیا۔ لوگوں نے اسے کہا کیا تو منافق ہو گیا؟ (اسلام سے پھر گیا) اس نے کہا بخدا نہیں بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ امر حضور ﷺ کے گوش گزار کروں گا۔ پس حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم اونٹوں پر پانی لانے والے لوگ ہیں۔ سارا دن کام کرتے ہیں اور معاذ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر آتا ہے اور سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ پس حضور ﷺ معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے معاذ! کیا تم (لوگوں کو) فتنہ (مشکل آزمائش) میں ڈالنے والے ہو؟ "والشمس والضحیٰ واللیل اذا یغشیٰ۔ و سبح اسم ربک الاعلیٰ" (جیسی مختصر) سورتیں پڑھا کرو۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں نوافل رمضان (تراویح) ہر شخص منفرد اور اپنے گھر میں ادا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تراویح کے مسجد میں باجماعت پڑھنے کا اہتمام فرمایا۔

صحیح مسلم۔ کتاب الصلواۃ۔ باب الترغیب فی قیام رمضان و ھو التراویح۔ ج۱۔ص ۲۵۵۔ (مع شرح نووی مطبوعہ نولکشور)

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ۔ فیقول من قام رمضان ایمانا" و احتسابا" غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ فتوفی رسول اللہ ﷺ والامر علی ذالک ثم کان الامر علی ذالک فی خلافۃ ابی بکرؓ الصدیق و صدرا" من خلافۃ عمرؓ علی ذالک۔

(شرح نووی) قولہ فتوفی رسول اللہ ﷺ علی ذالک فی خلافۃ ابی بکرؓ و صدرا" من خلافۃ عمرؓ:۔ معناہ استمر الامر ھذہ المدۃ علی ان کل واحد یقوم رمضان فی بیتہ منفردا" حتی انقضی صدرا" من خلافۃ عمرؓ ثم جمعھم عمر علی ابی بن کعب فصلی بھم جماعۃ۔

(ترجمہ) ابو ھریرۃؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں قیام کرنے (نوافل پڑھنے) کی ترغیب دیتے تھے بغیر اس کے کہ انہیں لازم (واجب) قرار دیں۔ پس فرماتے تھے کہ جس نے ماہ رمضان میں ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالی سے اجر کی امید رکھتے ہوئے قیام کیا تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ وفات فرما گئے اور یہ معاملہ اسی طرح تھا اور خلافت ابوبکرؓ اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دور میں بھی یہ امر اسی طرح تھا۔

(شرح نووی) اس قول "**فتوفی رسول اللہ ﷺ ...علی ذالک**" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تمام مدت میں ہر شخص یہ نوافل منفردا" گھر میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا ابتدائی دور ختم ہو گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کو ابیؓ بن کعب کے پیچھے جماعت کی صورت میں کھڑا کیا اور اس نے یہ نماز با جماعت پڑھائی۔

حضرت عمرؓ خود بھی اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ تراویح کا با جماعت پڑھنا سنت نبویؐ نہیں۔ بدعت ہے۔ لیکن "بدعت حسنہ" ہے، سیئہ نہیں ہے۔

موطا (امام مالک) کتاب الصلواۃ۔ الباب الثانی۔ ما جاء فی قیام رمضان۔

عن عبدالرحمان بن عبدالقاری قال خرجت مع عمرؓ بن الخطاب فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ و یصلی الرجل بصلواتہ الرھط فقال عمرؓ واللہ انی لارانی لو جمعت ھولاء علی قاری ء واحد لکان امثل فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلواۃ قارئھم فقال عمرؓ نعمت البدعۃ ھذہ۔

(ترجمہ) عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ ایک رات ماہ رمضان میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا۔ لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کوئی الگ نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی گروہ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں اگر ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو بہتر ہو گا۔ پس انہوں نے ان کو ابی بن کعب کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر ایک اور رات ان (حضرت عمرؓ) کے ساتھ گیا جبکہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ ایک اچھی بدعت ہے۔

(ملاحظہ) تعجب ہوتا ہے کہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خود جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے۔

شرح موطا زرقانی (اسی حدیث کی شرح میں)۔

قال ابن عبد البر فیہ ان عمر کان لا یصلی معھم اما للشغلہ بامور الناس واما لانفرادہ بنفسہ فی الصلوۃ۔

(ترجمہ) ابن عبد البر نے اس کے ضمن میں کہا ہے کہ حضرت عمرؓ ان کے ساتھ (یہ نوافل) نہیں پڑھتے تھے یا تو لوگوں کے معاملات میں مشغولیت کی وجہ سے یا تنہا نماز پڑھنے کے لئے۔

۱۔ علماء و محدثین اہل سنت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تراویح کا باجماعت پڑھنا سنت نبوی نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔ لیکن سنت صحابہ کی اتباع بھی اسی طرح لازم ہے جیسے سنت نبوی۔

مجموعہ الفتاوی (عبد الحی لکھنوی) استفتاء نمبر ۱۰۹۔ ص ۱۴۳۔

علامہ عبد العزیز بخاری در کشف اصول البزودی می طرازند۔ اما التراویح فی رمضان انھا سنۃ الصحابۃ فانہ لم یواظب علیھا رسول اللہ ﷺ بل واظب علیھا الصحابہ و ھذا ما یندب الی تحصیلہ ویلام علی ترکہ و لکنہ دون ما واظب علیہ رسول اللہ ﷺ فان سنت النبی ﷺ اقوی من سنت الصحابہ۔

(ترجمہ) رمضان میں تراویح یہ سنت صحابہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی متواتر پابندی نہیں فرمائی بلکہ صحابہ نے اسے پابندی سے ادا کیا اور یہ امر (سنت صحابہ) وہ چیز ہے کہ جس کا حصول مندوب ہے اور اس کا ترک باعث ملامت۔ لیکن اس سے کم جتنا اس امر پر جس کو نبی کریم ﷺ نے پابندی سے ادا فرمایا کہ سنت نبیؐ سنت صحابہ سے زیادہ قوی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ شیعہ نفس تراویح پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ اسے مسجد میں باجماعت پڑھنے اور لزوم ختم قرآن پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ شیعہ مذہب کے مطابق کوئی بدعت بدعت حسنہ نہیں بلکہ "کل بدعۃ ضلالۃ" ہر بدعت گمراہی ہے۔ اسی طرح سنت صحابہ کو شرعی سنت قرار دینا شیعوں کے نزدیک "شرک فی النبوۃ" ہے۔

سوال ۹۳:۔ ذرا بتلائیں نماز کے بعد ذکر اللہ اور انبیاء خلفاء پر درود و سلام افضل ہے یا شیطان و کفار پر لعنت بازی؟ اگر پہلی بات افضل ہے اور شیطان و کفار پر لعنت بازی لغو ہے تو نماز کے بعد حضور کی ازواج مطہرات 'امہات اہل بیت (حضرت عائشہ و حفصہ) اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خسران پیغمبر و جد اہل بیت' داماد رسول حضرت عثمان برادر نسبتی حضرت معاویہؓ اور چند دیگر قرابتداران پیغمبر پر لعنت اور تبرا کا ورد بعد از نماز کیوں کیا جاتا ہے؟ اور امام جعفرؒ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے (فروع کافی ج ا ص ۳۴۲) نیز یہ بھی واضح کریں کہ شیعہ حضرات کو قاتل علیؓ ابن ملجم سے اور قاتل حسین سنان یا شمر سے کیوں الفت و عقیدت ہے کہ ان کو اس صف میں شمار کر کے لعنتوں سے نہیں نوازا جاتا؟ کیا محض اس لئے کہ شیعہ کتب تواریخ میں وہ شیعہ عقائد کے حامل تھے؟

جواب:۔ قولہ:۔ ذرا بتلائیں نماز کے بعد..... لعنت بازی لغو ہے۔

اقول:۔ حافظ جی! میرے لئے یہ فیصلہ کرنا تو مشکل ہے کہ ان دو عملوں میں سے کون سا عمل افضل اور کون سا مفضول ہے۔ کیونکہ باوجود تلاش بسیار کے مجھے کوئی ایسی حدیث یا روایت نہیں مل سکی جس میں ان کا مقابلہ کرکے ایک افضل کو دوسرے سے افضل کہا گیا ہو۔ ہاں، اپنی تحقیق کی بناء پر بالیقین کہہ سکتا ہوں کہ یہ دونوں امر یعنی انبیاء و صدیقین و صلحاء پر درود و سلام اور کفار و منافقین پر لعنت بھیجنا اعمال صالح و جزو ایمان ہیں۔ اگر کفار و منافقین پر لعنت بھیجنا عمل صالح اور امر مستحسن نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے، انبیاء و اصحاب کفار پر لعنت نہ بھیجتے۔

(۱) سورۃ البقرۃ ۲۔ آیت ۱۶۱)۔ ان الذین کفروا و ماتوا و ہم کفار اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین ○۔

(ترجمہ) بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے یہی ہیں وہ کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

(۲) نبی کریمؐ کفار و منافقین پر لعنت کرتے تھے۔

سیرۃ النبیؐ (ہشام) مطبوعہ دار الفکر۔ قاہرہ۔ ج ۳۔ ص ۳۸۰۔

و کان فی الطریق ماء یخرج من وشل یروی الراکب والراکبین والثلاثہ بواد یقال لہ وادی المشقق۔ فقال رسول اللہ ﷺ من سبقنا الی ذالک فلا یستقین منہ شیئا حتی آتیہ۔ قال سبقہ الیہ نفر من المنافقین فاستقو ما فیہ فلما اتاہ رسول اللہ ﷺ وقف علیہ فلم یر فیہ شیئا فقال من سبق الی ھذا فقیل لہ یا رسول اللہ فلان و فلان فقال الم انھہم الا یستقو منہ شیئا" ثم لعنہم و دعا علیہم۔

(ترجمہ) اور راستے میں پانی تھا جو کیچڑ (دلدل) سے نکلتا تھا اور ایک سوار، دو سواروں یا حد تین کو سیراب کر سکتا تھا۔ ایک وادی جسے وادی مشقق کہتے تھے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس (پانی) تک ہم سے پہلے پہنچ جائے اس میں سے ہرگز کچھ نہ پیئے جب تک میں نہ آجاؤں۔ راوی نے کہا کہ کچھ منافق اس پر پہلے پہنچے اور جو کچھ اس میں تھا اسے پی گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو ٹھہرے اور اس میں کچھ نہ دیکھا (پانی بالکل غائب تھا) فرمایا کون اس تک پہلے پہنچا ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں اور فلاں اے رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں نے منع نہیں کیا تھا اس میں سے کچھ پینے سے؟ پھر ان پر لعنت کی اور بد دعا دی۔

صحابہؓ کفار پر لعنت کرتے تھے۔

موطا (امام مالک) کتاب الصلوٰۃ۔ الباب فی بیان الترغیب فی الصلوٰۃ فی رمضان۔ ص ۱۰۱۔ (مطبوعہ اسلامی اکادمی مع ترجمہ وحید الزمان)

عن داؤد بن الحصین انہ سمع الاعرج یقول ما ادرکت الناس الا و ہم یلعنون الکفرۃ فی رمضان قال و کان القاری یقرأ بسورۃ البقرۃ فی ثمانی رکعات فاذا قام بہا فی اثنتی عشرۃ رکعۃ رائی الناس انہ قد خفف۔

(ترجمہ) داؤد بن حصین نے سنا عبد الرحمان بن ہرمز اعرج سے کہتے تھے میں نے نہ پایا لوگوں کو مگر یہ کہ وہ لعنت کر رہے ہوتے تھے کافروں کو رمضان میں (یعنی ماہ رمضان میں میں نے جب دیکھا لعنت کرتے ہوئے پایا) اور امام پڑھتا

سورہ بقرہ آٹھ رکعتوں میں۔ جب بارہ رکعتوں میں پڑھتا تو لوگوں کو معلوم ہوتا کہ تخفیف کی ہے۔

حافظ جی! آیا خیال شریف میں۔ لعنت کے حقداروں پر لعنت کرنا وہ عبادت ہے کہ صحابی رسولؐ ماہ رمضان المبارک میں برابر اس میں مشغول رہتے تھے۔

(۴) حضرت علیؓ اور جناب عائشہؓ قاتلین عثمانؓ پر لعنت کرتے تھے:-

العقد الفرید۔ ج۵۔ العسجدۃ الثانیہ۔ تبرئو علیؓ من دم عثمانؓ۔ ص۵۵۔

عن محمد بن حنفیہ قال کنت انی علی یمین علیؓ یوم الجمل و ابن عباسؓ الی یسارہ اذ سمع صوتا" فقال ما ھذا قالوا عائشۃ تلعن قتلۃ عثمانؓ فقال علیؓ لعن اللہ قتلۃ عثمان فی السھل والجبل والبحر والبر۔

(ترجمہ) محمد بن حنفیہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں علیؓ کی دائیں جانب تھا اور ابن عباسؓ بائیں جانب جب کہ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ عائشہؓ قاتلین عثمانؓ پر لعنت کر رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا قاتلین عثمانؓ پر میدان۔ پہاڑ۔ سمندر۔ خشکی میں لعنت۔

حافظ جی! قابل لعنت پر لعنت کرنا اگر مستحسن نہیں بلکہ بقول آپ کے لغو ہے تو (عیاذا" باللہ) اللہ تعالیٰ' اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' فرشتے' صحابہ..... الخ (استغفر اللہ ربی واتوب الیہ)

قولہ:۔ حضور کی ازواج مطہرات... بعد از نماز کیوں کیا جاتا ہے؟۔

اقول:۔ حافظ جی! یہ شیعوں پر بہتان عظیم ہے۔ شیعہ نعوذ باللہ نہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لعنت و تبرا کرتے ہیں نہ ہی کسی ایسے شخص پر جو صحابی تسلیم کیا جاتا ہو۔ شیعہ صرف اور صرف قاتل و مقاتل نبی و امام پر لعنت کرتے ہیں۔ ان دو صنفوں کے علاوہ کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا شیعہ اصول و عقائد کے خلاف ہے۔ ہاں! ایسے مسلمان اشخاص کا احترام اور ان سے محبت نہیں کر سکتے جن کے متعلق ان کے پاس ثبوت موجود ہو کہ اس نے اللہ و رسول اور اہل بیتؑ کو ایذا پہنچائی اور ایسے اشخاص کے افعال بد اور اعمال سیئہ کا ذکر کرنا لازم سمجھتے ہیں۔ ان کے ان ایذا دینے والے کام پر پردہ ڈالنا گناہ سمجھتے ہیں۔ شیعہ کسی ایسے شخص کو لعن یا سب و شتم نہیں کرتے جو کسی بھی فرقے کے نزدیک محترم و معزز ہو۔ اسے خلاق عالم کے حکم کی خلاف ورزی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ کہ

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا" بغیر علم۔

(ترجمہ) اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔ (ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

شیعہ اپنے ائمہ ھدیٰؑ کی تعلیم پر کاربند ہیں۔ شیعہ مذہب کے ائمہؑ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ کسی فرقہ کے بزرگ کو سب و شتم نہ کرو۔

کتاب صفین (نصیر بن مزاحم المنقری) مطبوعہ مصر۔ ص۱۱۵۔

کرھت ان تکونو شتامین لعانین تشتمون و تبرائون ولاکن لو وصفتم مساوی اعمالھم فقلتم من سیرتھم کذا و کذاومن اعمالھم کذاوکذاکان اصوب قولا"۔

(ترجمہ)(جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؑ نے اپنے لشکریوں سے فرمایا) میں پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے والے لعن کرنے والے بنو۔ لیکن اگر تم ان کے برے اعمال بیان کرو اور کہو کہ ان کی عادات یہ یہ ہیں اور ان کے اعمال یہ یہ ہیں تو درست قول ہوتا۔

حافظ یہ ہے ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام کی تعلیم۔ اب ذرا اپنے رہبران دین کے ارشادات پر بھی نظر ڈالئے کہ کس طرح اصحاب رسول ﷺ پر لعن کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ سم

عقد الفرید۔ ج۵۔ المسجدۃ الثانیہ(فی الخلافۃ) خلافۃ معاویہ۔ ص ۱۱۴۔

لما مات الحسنؑ بن علیؑ حج معاویہ فدخل المدینۃ و اراد ان یلعن علیا" علی منبر رسول اللہ ﷺ فقیل لہ ھھنا سعد بن وقاص ولا نراہ یرضی بھذا فابعث الیہ وخذ ایہ فارسل الیہ و ذکر لہ ذالک۔ فقال لان فعلت لاخرجن من المسجد ثم لا اعود الیہ فامسک معاویہ عن لعنہ حتی مات سعد فلما مات لعنہ علی المنبر و کتب الی عمالہ ان یلعنوہ علی المنابر ففعلوا فکتب ام سلمۃ زوج النبی ﷺ الی معاویہ انکم تلعنون اللہ و رسولہ علی منابر کم۔ ذالک انکم تلعنون علی ابن ابی طالب و من احبہ و انا اشھد ان اللہ احبہ و رسولہ۔

(ترجمہ) جب حسنؑ بن علیؑ فوت ہوگئے تو معاویہ حج کرنے آیا۔ مدینہ منورہ پہنچا اور چاہا کہ منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر علیؑ پر لعنت کرے۔ اسے کہا گیا کہ یہاں سعدؓ بن وقاص بھی ہے اور وہ اس امر پر راضی نہ ہوگا۔ اسے بلا بھیج اور اس کی رائے لے۔ پس اسے بلا بھیجا اور اس سے اس امر کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں مسجد سے نکل جاؤں گا اور پھر کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ پس وہ(معاویہ) اس لعنت کرنے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ جب سعد فوت ہوگیا تو اسی منبر پر بیٹھ کر لعنت کی اور اپنے نائبین کو بھی لکھ بھیجا کہ وہ منبروں پر (بیٹھ کر) علیؑ پر لعنت کریں اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس ام سلمہؓ زوجہ نبی کریم ﷺ نے اسے لکھ بھیجا کہ تم منبروں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر لعنت بھیجتے ہو۔ وہ اس طرح کہ تم علیؑ اور اس سے محبت کرنے والوں پر لعنت کرتے ہو اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔

قولہ:۔ امام جعفر صادقؑ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔(فروع کافی۔ ج ا۔ ص ۳۴۲۔)

اقول:۔ حافظ جی! آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

فروع کافی۔ ج ۳۔ کتاب الصلواۃ۔ باب التعقیب بعد الصلواۃ۔ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ۔ تہران۔ ج ۳۔ ص ۳۴۲۔

عن الحسین بن ثویر و ابی سلمہ السراج قالا سمعنا ابا عبداللہ علیہ السلام و ھو یلعن فی دبر کل صلواۃ مکتوبۃ اربعۃ

الرجال و اربعاً من النساء فلان و فلان و فلان و معاویہ و یسمیھم و فلانۃ و فلانۃ و ھند و ام الحکم اخت معاویۃ۔

(ترجمہ) حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سراج سے روایت ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ہر فریضہ نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کرتے ہوئے سنا۔ فلاں۔ فلان۔ فلان اور معاویہ اور آپ ان کے نام لیتے تھے اور فلانی۔ فلانی اور ہند اور معاویہ کی بہن ام الحکم (ھند اور ام الحکم نے جنگ احد میں جو کچھ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں)

حافظ جی بتائیے۔ اس حدیث میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے نام کہاں ہیں؟

قولہ:۔ نیز یہ بھی واضح کریں..... تاریخ میں شیعہ عقائد کے عامل تھے۔

اقول:۔ حافظ جی! کیا آپ کی کسی کتاب میں یہ حکم شرعی موجود ہے کہ شیعوں پر جس قدر اتہام باندھو اتنا ہی ثواب ملے گا؟ حضرت! ہمارے ہاں تو قاتلان امام حسین و علی علیہما السلام پر لعنت بھیجنا ضروریات دین میں شامل ہے۔ ایک شخص شیعہ کہلانے کا مستحق ہی نہیں جب تک ان پر لعنت کرنے کا قائل نہ ہو۔

حق الیقین۔ باب در معانی کفر و ارتداد۔ سازمان انتشارات جاویدان۔ ایران۔ ص ۵۷۶۔

سابقاً مذکور شد کہ بعضے امور ہست کہ نزد شیعہ امامیہ ضروری است و نزد عامہ مسلمانان ضروری نیست۔ مثل امامت ائمہ اثنا عشر..... بیزاری و برات از طلحہ و زبیر و ابن ملجم و شمر و عبید اللہ بن زیاد و عمر بن سعد و سنان بن انس و ہر کہ با حضرت امیرؑ و حضرت حسنؑ جنگ کردہ است۔

(ترجمہ) اس سے پہلے ذکر ہو چکا کہ بعض امور ایسے ہیں کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک ضروریات دین میں سے ہیں اور دیگر مسلمانوں کے لئے ضروریات دین نہیں جیسے بارہ اماموں کی امامت کا عقیدہ..... ابن ملجم۔ شمر۔ عبید اللہ بن زیاد۔ عمر بن سعد اور سنان بن انس سے اور ہر ایسے شخص سے جس نے حضرت امیر (علیؑ) اور حضرت حسنؑ سے جنگ کی ان سے بیزاری اور برات کا عقیدہ۔

شیعہ کی کوئی سی کتاب جس میں ماہ محرم اور ماہ رمضان کے اعمال اور امام حسین علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کی زیارت لکھی ہوئی ہو' اٹھا کر دیکھ لو۔ آپ امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں یہ الفاظ لکھے ہوئے پائیں گے:۔

مفاتیح الجنان۔ زیارت روز عاشور۔ ص ۴۵۲۔

لعن اللہ بنی امیۃ قاطبۃ" لعن اللہ ابن مرجانہ۔ لعن اللہ عمر بن سعد۔ لعن اللہ شمراً"۔ لعن اللہ امۃ اسرجت و الجمت و تنقبت لقتالک۔

(ترجمہ) اللہ امیہ کی تمام اولاد پر لعنت کرے۔ اللہ مرجانہ کے بیٹے (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے۔ اللہ عمر سعد پر لعنت کرے۔ اللہ شمر پر لعنت کرے۔ اللہ اس تمام گروہ پر لعنت کرے جنھوں نے آپ سے جنگ کرنے کے لئے زینیں ڈالیں' لگامیں دیں اور چلے (آمادہ ہوئے)

اور حضرت علی علیہ السلام کی زیارت میں یہ لفظ ملیں گے:۔

ہدیۃ الزائرین (شیخ عباس قمی) زیارت جناب امیرؑ در شب روز مبعث۔ ص ۱۶۱۔

لعن اللہ من قتلک و لعن اللہ من خلفک و لعن اللہ من ظلمک۔

(ترجمہ) اللہ اس پر لعنت کرے جس نے آپ کو قتل کیا۔ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے آپ کی مخالفت کی۔ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے آپ پر ظلم کیا۔ ۱

سوال نمبر ۹۴: کیا حضرت ابوطالب مسلمان ہوئے تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حضرت صادق نے یہ کیوں فرمایا۔ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے۔ ایمان چھپاتے تھے اور ظاہراً مشرک تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دہرا اجر دیا۔ (حالانکہ اصحاب کہف پر یہ بہتان ہے۔ قرآن پاک صراحتاً ان کا ظاہر و باطن مسلمان ہونا بیان کرتا ہے) (شیعہ تفسیر البرہان۔ ج ۳ ص ۲۳۰) نیز اسی تفسیر میں ہے کہ آیت انک لا تهدی من احببت لکن الله یهدی من یشاء (بلاشبہ آپ جس کو پسند کریں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) ابوطالب کے حق میں اتری ہے۔ جب حضور نے ان کو کہا۔ "اے چچا! لا الہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے طفیل آپ کو نفع پہنچاؤں گا۔ کہنے لگے۔ بھتیجے میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں۔ جب (بغیر کلمہ پڑھے) فوت ہو گئے تو حضرت عباس نے فرمایا۔ موت کے وقت انہوں نے کلمہ پڑھا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں نے تو ان سے نہیں سنا تھا۔ تاہم امید ہے کہ میں قیامت کو نفع پہنچاؤں گا۔

جواب:۔ قولہ:۔ کیا حضرت ابوطالب مسلمان..... جواب اثبات میں ہے۔

اقول:۔ حافظ جی! ضد و عناد کا تو کوئی علاج نہیں ورنہ اہل سنت و اہل تشیع دونوں کی کتب احادیث موجود ہیں جو حضرت ابوطالبؑ کے مومن ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کتب اہل سنت میں [illegible] احادیث ملاحظہ ہوں:۔

(۱) حضور ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت ابوطالبؑ نے حضور ﷺ کی صداقت کی تصدیق کی۔

روضۃ الاحباب ذکر وقائع سال ہفتم۔ ج ۱۔ ص ۱۳۵۔

البدایہ والنہایہ۔ ج ۳۔ باب امر اللہ تعالیٰ رسولہ ﷺ بابلاغ الرسالتہ۔

جب قریش (کفار مکہ) حضرت ابوطالب کے پاس شکایت لے کر آئے تو حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ سے نصرت کا وعدہ کیا اور یہ اشعار پڑھے:۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم۔ حتی اوسد فی التراب دفینا۔

فاصدع لامرک ما علیک غضاضۃ۔ وابشر وقر بذالک عیونا۔

دعوتنی و علمت انک ناصحی۔ فلقد صدقت و کنت قدم امینا۔

و عرضت دینا قد عرفت بانہ۔ من خیر ادیان البریۃ دینا۔

ولولا الملامۃ او حذار سبۃ۔ لوجدتنی سمحا" بذالک مبینا۔

(ترجمہ) خدا کی قسم یہ لوگ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود تم تک نہ پہنچیں گے جب تک کہ مجھے ہمیشہ کے لئے مٹی میں نہ سلا دیا جائے۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں آپ پر کوئی عیب نہ لگایا جائے گا۔ آپ خوش ہو جائیں آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔ آپ نے مجھے

دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیرخواہ ہیں۔ آپ نے سچ کہا آپ ہمیشہ سے امانتدار ہیں۔ آپ نے ایک ایسا دین پیش کیا جو کائنات کے بہترین دینوں میں سے ایک دین ہے۔ اگر ملامت اور ذلت کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے کھلم کھلا قبول کرنے والا پاتے۔

حضرت ابوطالب حضور ﷺ اور دین اسلام کی صداقت کو تسلیم کر رہے ہیں لیکن بعض خطرات کی وجہ سے کھلم کھلا قبول نہیں کر سکتے۔

(۲) اپنی حیات کے دوران تصدیق کرتے رہے:۔

مستدرک حاکم۔ باب المھاجرین۔ ج ۲۔ ص ۶۲۳۔

جب حضرت ابوطالب کو معلوم ہوا کہ کفار قریش مہاجرین کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے طلب کرنے کے لئے گئے ہیں تو نجاشی کو ایک خط لکھا جس میں یہ اشعار بھی تھے:۔

لیعلم خیار الناس ان محمدا۔ نبی کموسی والمسیح ابن مریم۔

اتانا بھدی مثل ما اتیا بہ۔ فکل بامر اللہ یھدی و یعصم۔

انک ما تاتیک منھا عصابۃ۔ بفضلک الا ارجعو بالتکریم۔

(ترجمہ) اچھے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی طرح نبی ہیں۔ وہ وہی ہدایت ہمارے پاس لائے ہیں جو (ہدایت) وہ دو (نبی) لائے تھے۔ پس ہر ایک اللہ کے حکم سے ہدایت کرتا اور خود (برائیوں) سے بچتا ہے (اے بادشاہ) بیشک ان (مسلمانوں) میں سے کوئی گروہ تیرے پاس نہیں آیا مگر یہ کہ عزت و احترام کے ساتھ لوٹا۔

(۳) وفات کے وقت حضور ﷺ اور اسلام کی شہادت دی:۔

تفسیر کشاف (بضمن آیہ شریفہ انک لا تھدی من احببت۔۔الخ)

قال الزجاج اجمع المسلمون انھا نزلت فی ابی طالب و ذالک ان اباطالب قال عند موتہ یا معشر بنی ھاشم اطیعو محمدا ﷺ و صدقوہ تفلحو و ترشدو۔ فقال النبی ﷺ تامر بالنصیحۃ لانفسھم و تدعھا لنفسک قال فما ترید یابن اخی قال ارید منک کلمۃ واحدۃ فانک فی اخر یوم من ایام الدنیا ان تقول "لا الہ الا اللہ" اشھد لک بھا عند اللہ فقال یابن اخی انی قد علمت انک لصادق۔ لکنی اکرہ ان یقال قد فزع عند الموت لو لا ان تکون علیک و علی بنی ابیک غضاضۃ و سبۃ بعدی لاقررت بہ عینیک۔

(ترجمہ) زجاج نے کہا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کی شان میں نازل ہوئی اور وہ یوں کہ حضرت ابوطالب نے جب ان کی موت قریب تھی تو کہا۔ اے قبیلہ بنی ہاشم! حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کرو اور اس کی تصدیق کرو' اس طرح کامیاب رہو گے اور ہدایت پاؤ گے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا آپ ان لوگوں کی خیرخواہی میں

انہیں ایسا کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں اور اپنے لئے اسے ترک کر رہے ہیں۔ تو انہوں (ابو طالب) نے کہا۔ اے میرے بھتیجے آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں آپ سے صرف ایک کلمہ (کہلوانا) چاہتا ہوں جبکہ آپ دنیاوی زندگی کے آخری دن میں ہیں کہ "لا الہ الا اللہ" کہہ دیجئے تاکہ میں اللہ تعالی کے حضور آپ کے متعلق اس امر کی گواہی دے سکوں۔ تو انہوں (ابو طالب) نے کہا۔ اے میرے بھتیجے میں جان چکا ہوں کہ آپ سچے ہیں لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ یہ کہا جائے کہ (میں) موت کے قریب (موت سے) گھبرا گیا تھا اور یہ امر (میری بابت یہ کہا جانا) میرے بعد آپ کے لئے اور آپ کے بھائیوں کے عار و شرمندگی کا باعث نہ ہوتا تو میں (ایسا کہہ کرکے) آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا (آپ کو خوش کرتا)۔

مختصر یہ کہ حضرت ابو طالبؓ حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحے تک حضور ﷺ اور دین اسلام کی دل سے تصدیق کرتے رہے لیکن اپنی زبان سے قوم کے سامنے مسلمان ہو جانے کا اقرار نہ کیا۔ لیکن (شیعہ و سنی) دونوں کے عقائد کے مطابق زبان سے اقرار نہ کرنا ایک شخص کو دائرہ ایمان سے خارج نہیں کرتا جبکہ وہ دل سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تصدیق کرتا ہو۔ سنی عقائد کی کتاب شرح فقہ اکبر تفتازانی ملاحظہ ہو۔

شرح فقہ اکبر۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی۔ ص ۱۰۲۔

الایمان ھو الاقرار والتصدیق۔ ثم التصدیق رکن حسن لعینہ ولا یحتمل السقوط فی حال من الاحوال۔ بخلاف الاقرار فانہ شرط او شطر او رکن حسن لغیرہ لھذا یسقط فی حال الاکراہ و حصول الاعذار۔

(ترجمہ) ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا ہے پھر تصدیق تو (ایمان کا) وہ رکن ہے جو ذاتی طور پر خوبی (ایمان) ہے (یا ایمان کی صفت ذاتی ہے) اس لئے کسی صورت میں بھی یہ ساقط نہیں ہوتا۔ (کسی صورت میں اس کا ترک جائز نہیں) بخلاف زبان سے اقرار کے۔ کہ یہ یا ایمان کی شرط یا جز ہے (رکن نہیں) یا ایسا رکن ہے جو حسن لغیرہ ہے (ایمان کے لئے ایمان کے علاوہ دیگر امور کی وجہ سے ایمان کے لئے لازم مانا گیا ہے) اس لئے مجبور ہو جانے۔ بعض عذروں کی بنا پر ساقط ہو جاتا ہے (زبان سے اقرار ایمان کے ثبوت کے لئے ضروری نہیں رہتا)۔

حضرت ابو طالب ایک زبردست عذر کی وجہ سے زبان سے اپنے مومن ہونے کا اقرار نہیں کرتے اور وہ عذر یہ تھا کہ آپ کا اقرار کرنا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے زبردست ضرر و نقصان کا باعث تھا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو اس ضرر سے بچائے رکھنے کے لئے زبان سے اقرار نہیں کرسکتے تھے۔

البدایہ والنہایہ۔ ج ۳۔ باب امر اللہ رسولہ بابلاغ الرسالہ۔ ص ۱۴۱۔

وخالفہ فی ذالک عمہ ابو طالب و کان رسول اللہ ﷺ احب خلق اللہ الیہ و کان یحنو علیہ و یحسن الیہ و یدافع عنہ یخالف قومہ فی ذالک مع انہ علی دینھم و علی خلتھم الاان اللہ قد امتحن قلبہ بحبہ طبعا" لا شرعیا۔ و کان استمرارہ علی دین قومہ من الحکمۃ اللہ تعالی مما صنعہ لرسولہ من الحمایۃ۔ اذ لو کان اسلم ابو طالب لما کان لہ عند مشرکی قریش جاھۃ و کلمۃ ولا کانو یھابونہ و یحترمونہ لاجترءوا علیہ لمدایدیھم و السنتھم بالسوء فیہ۔

(ترجمہ) اور اس امر (قبول اسلام) میں ان کے چچا ابوطالب نے ان کی مخالفت کی حالانکہ رسول اللہ ﷺ انہیں تمام مخلوق سے زیادہ محبوب تھے اور وہ آپ کا دفاع کرتے تھے اور اپنی قوم کی مخالفت کرتے تھے۔ باوجودیکہ انہی کے دین و عادات کے پابند تھے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو حضور ﷺ کی فطری محبت میں مبتلا کیا تھا نہ کہ شرعی محبت — دین پر قائم رہنا اللہ تعالی کی وہ حکمت تھی جو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کی حمایت کے لئے قائم کی۔

ابوطالب اسلام لے آتے تو مشرکین قریش کے نزدیک نہ ان کی کوئی عظمت و قدر رہتی نہ ہی ان کا کوئی اثر۔ نہ وہ اس سے خوفزدہ ہوتے نہ اس کا احترام کرتے اور پھر حضور ﷺ پر دست درازی کرنے اور زبان حضور ﷺ کے متعلق بدگوئی کی جرات کرتے۔

(۲) تذکرہ خواص الامۃ باب فی نصرۃ ابی طالب لرسول اللہ ص ۱۲۔

ذکر ابن سعد عن هشام بن عروة قال مازال مشركي مكة كافين عن رسول الله ﷺ حتى مات ابوطالب يعني قريشا۔

ترجمہ۔ ابن سعد نے ہشام بن عروہ سے روایت کی اور کہا کہ مکہ کے کفار قریش، رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے سے برابر باز رہے یہاں تک کہ ابوطالب فوت ہو گئے۔

حافظ جی! شیعہ اور سنیوں دونوں کا ان امور پر اتفاق تو ہے کہ:۔

(۱) حضرت ابوطالب دل سے تسلیم کرتے اور تصدیق کرتے تھے کہ اسلام دین حق اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔

(۲) حضرت ابوطالب نے قریش مکہ کے سامنے اسلام لانے کا اقرار نہیں کیا۔

(۳) حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کی ہر طرح پوری پوری نصرت کی۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ شیعہ حضرت ابوطالب کے زبان سے اسلام کا اقرار نہ کرنے کو تقیہ سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ اسی صورت میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی نصرت کر سکتے تھے۔ اور سنی ان کے زبان سے اقرار نہ کرنے کو ان کے کفر کا نام دیتے ہیں اور اس کفر کو حکمت الہی تسلیم کرتے ہیں۔ گویا مشیت الہی ان کے اسلام لانے میں مانع تھی اور شیعہ اسے عدل الہی کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

قولہ:۔ حضرت صادقؑ نے کیوں فرمایا..... مسلمان ہونا بیان کرتا ہے۔

اقول:۔ حافظ جی کیا کسی مومن کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اس کے ایمان کی نفی کرنا اور اسے غیر مومن بتانا ہے؟ اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو یہ ارشاد خداوندی کی خلاف ورزی ہے۔ آیات قرآن کریم کا انکار ہے کیونکہ خلاق عالم نے قوم فرعون کے ایک فرد کو جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا مومن کے خطاب سے نوازا ہے:۔

سورۃ المومن ۴۰۔ آیۃ ۲۸۔

قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاءکم بالبینات من ربکم

(ترجمہ) ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں سے جو چھپاتا تھا اپنا ایمان کہا کہ مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ (ترجمہ احمد رضا خان)۔

آیا خیال شریف میں حافظ جی؟! اللہ تعالی نے قوم فرعون کے اس شخص کو مومن کا خطاب عطا فرمایا ہے جو حضرت موسیٰ

بنی اللہ کی جان بچانے کی خاطر اپنے ایمان کو چھپائے رکھتا تھا۔ اسی سنت الٰہیہ کی اتباع میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوطالب کو مومن ہی کہا جو اپنے ایمان کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی خاطر چھپائے ہوئے تھا۔

حافظ جی! آپ کا یہ بیان کہ: "یہ کہنا کہ اصحاب کہف اپنے ایمان کو چھپاتے تھے' اصحاب کہف پر اتہام ہے اور قرآن کریم کے ارشادات کے خلاف ہے"۔ یہ آپ کی کم فہمی کی دلیل ہے۔ دین کو پوشیدہ رکھنا صرف اس کو نہیں کہتے کہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اپنے آپ کو کفار کے عقائد کا پابند ظاہر کرے بلکہ اپنے دین کو ظاہر نہ ہونے دینے کے لئے اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے پنہاں و پوشیدہ کر لینے کو بھی دین کا چھپانا ہی کہا جاتا ہے۔ دین کا ظاہر کرنا تو یہ ہے کہ کفار کے درمیان رہے' اپنا عقیدہ بیان کرے' اپنے عقیدے کی صداقت و حقانیت بیان کرے لیکن قرآن کریم کی آیات شاہد ہیں کہ اصحاب کہف نے جب یہ دیکھا کہ ان کافروں کے درمیان رہ کر اپنے دین کو پوشیدہ نہیں رکھ سکیں گے تو قوم سے الگ ہو گئے' غار میں پناہ لی اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ یہی ان کا دین کو چھپانا تھا۔

و اذ اعتزلتموهم وما يعبدون الا الله فاوا الى الكهف ينشر لكم ربكم من رحمته و يهيئ لكم من امركم مرفقا"

(سورۃ الکہف ۱۸۔ آیت ۱۶)

(ترجمہ) اور جب تم نے کنارہ پکڑا ان سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا۔ تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں پھیلا دے تم پر تمہارا رب اپنے مہر سے اور بنا دے تم کو (تمہارے) لئے تمہارے کام کا آرام۔ (موضح القرآن)

(۲) اور جب ان سے اور جو کچھ اللہ سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو۔ تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔ (احمد رضا بریلوی)

اور اس امر کی شہادت بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوہرا ثواب عطا کیا۔

نحن نقص عليك نباهم بالحق انهم فتية آمنوا بربهم و زدناهم هدى"

(سورۃ الکہف ۱۸۔ آیت ۱۳۔ پارہ ۱۵)

(ترجمہ) ہم ان کا ٹھیک حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے۔ ہم نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا۔

قولہ: نیز اسی تفسیر میں ہے کہ آیت انک لا تھدی... تا آخر سوال۔

اقول: حافظ جی نے اس روایت کے پیش کرنے میں اسی حکمت عملی سے کام لیا ہے جیسے کسی نے اس آیہ کریمہ **لا تقربوا الصلواة وانتم سكارى** میں سے صرف **لا تقربوا الصلواة** کو پیش کر کے اور **وانتم سكارى** کا ذکر نہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کہ قرآن کریم میں تو نماز سے دور رہنے کا ذکر ہے۔ مصنف" تفسیر نے اس روایت کو بھی پیش کیا ہے اور پھر ایسی روایت بھی پیش کی ہے جو اسے ضعیف اور ناقابل اعتماد ثابت کرتی ہے۔ لیکن حافظ جی نے اس دوسری روایت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ روایت کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:۔

البرہان۔ ج ۳۔ سورۃ القصص۔ آیت ۵۶۔

عن علی بن ابراھیم قال نزلت فی ابی طالب فان رسول اللہ ﷺ کان یقول یا عم قل " لا الہ الا اللہ " انفعک بھا یوم القیامۃ فیقول یا ابن اخی انا اعلم بنفسی فلما مات شھد العباس بن عبدالمطلب عند رسول اللہ انہ تکلم بھا عند الموت فقال رسول اللہ ﷺ فلم اسمعھا منہ و ارجوان انفعہ یوم القیامۃ۔

(ترجمہ) علیؒ بن ابراہیم سے روایت ہے اس نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ ان سے کہا کرتے تھے کہ چچا "لا الہ الا اللہ" کہو۔ میں اس کی وجہ سے قیامت کے دن فائدہ پہنچا سکوں گا۔ پس وہ کہا کرتے کہ اے میرے بھتیجے میں اپنے آپ سے خوب واقف ہوں۔ جب فوت ہو گئے تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ انہوں نے مرتے وقت وہ کلمہ زبان سے ادا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس سے (یہ کلمہ) نہیں سنا اور میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میں انہیں نفع پہنچا سکوں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ مصنف تفسیر البرھان نے آیت کریمہ انک لا تھدی.....الخ کے ذکر کے بعد اپنی طرف سے کوئی تشریح و تفسیر نہیں کی بلکہ بائیس (۲۲) ایسی روایات و احادیث درج کی ہیں جو حضرت ابو طالب کے ایمان لانے پر دلالت کرتی ہیں۔ سب سے پہلے اسی حدیث کا ذکر ہے۔ اھل سنت کے تقریباً تمام مفسرین نے اس آیت کریمہ کے شان نزول میں اسی روایت کو کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چونکہ یہ روایت حضرت ابو طالب کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اور اہل سنت کی کتب میں بھی منقول ہے اسے سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ لیکن اسی سلسلے کی نمبر ۲۰ روایت بیان کی ہے جو اس روایت کو ضعیف اور غیر معتبر ظاہر کرتی ہے۔

(اھل سنت کے علماء و مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو طالب کے ایمان پر دلالت کرتی ہے لیکن اسے ضعیف قرار دے کر حضرت ابو طالب کے ایمان لانے سے انکار کیا ہے)۔

(۱) البدایہ والنہایہ۔ ج ۳۔ فصل فی وفات ابی طالب۔ ص ۱۲۳۔

(۲) السیرۃ النبویہ (ابن کثیر) ج ۲۔ مطبوعہ عیسیٰ البابی قاھرہ۔ ص ۱۵۔

(واللفظ للسیرۃ النبویہ) مذکورہ بالا حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:۔

قد استدل بعض من ذھب من الشیعۃ وغیرھم من الغلاۃ الی ان اباطالب مات مسلما " بقول العباس فی ھذا الحدیث یا ابن اخی لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولھا یعنی "لا الہ الا اللہ" والجواب عن ھذا من وجوہ۔ احدھا ان فی السند مبھما۔ لا یعرف حالہ و ھو قولہ عن بعض اھلہ و ھذا ابھام فی الاسم والحال و مثلہ یتوقف فیہ والثانی قد روی الامام احمد والنسائی و ابن جریر نحوا" من ھذا السیاق من طریق اسامہ عن الاعمش عن سعید بن جبیر فذکرہ و لم یذکر قول العباس۔

(ترجمہ) شیعوں اور غالیوں نے اس حدیث میں مذکور قول عباس سے کہ " میرے بھتیجے، میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا" یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو طالب مسلم ہونے کی حالت میں فوت ہوئے۔ اس کا کئی طرح سے جواب دیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس روایت میں ابہام ہے۔ وہ یہ قول ہے کہ اس کے اہل کے ایک شخص سے (روایت

ہے)اور یہ اس شخص اور اس کی حالت کے متعلق ابہام (عدم وضاحت) ہے اور ایسی روایات میں توقف لازم ہے۔ دوسرے یہ کہ امام احمد۔ نسائی اور ابن جریر نے اسی مضمون کی حدیث اسامہ سے بیان کی ہے اس میں حضرت عباس کے اس قول کا ذکر نہیں لیکن اسی سلسلے کی روایت نمبر ۲۰ بیان کی گئی ہے جو اس روایت کو ضعیف اور غیر معتبر ظاہر کرتی ہے۔

ص ۲۳۳۔ ابن طاؤس فی طرائفہ قال و من عجیب ما بلغت العصبۃ من اعداء اھل البیت علیھم السلام انھم زعموا ان المراد من قولہ تعالی لنبیہ ﷺ "انک لا تھدی من احببت" ابوطالب علیہ السلام و قد ذکر ابوالمجدین رشادۃ الواعظ فی مصنف کتاب نزول القرآن ما ھذا لفظہ قال قال الحسن بن الفضل قولہ تعالی "انک لا تھدی من احببت" کیف یقال انھا نزلت فی ابی طالب و ھذہ السورۃ من آخر ما نزل من القرآن فی المدینۃ و مات ابوطالب عنوان الاسلام بمکۃ و انما نزلت ھذہ الایۃ فی الحرث بن النعمان بن عبد مناف و کان النبی ﷺ یحبہ و یحب اسلامہ فقال یوما للنبی ﷺ انا لنعلم انک علی الحق و ان الذی جئت بہ حق۔ لکن یمنعنا من اتباعک ان العرب تتخطفنا من ارضنا لکثرتھم و قلتنا و نزلت الایۃ و کان النبیؐ یوثر اسلامہ لمیلہ الیہ۔

(ترجمہ) ابن طاؤس نے اپنی کتاب طرائف میں بیان کیا ہے کہ حیران کن وہ بات جس تک یہ دشمنان اہل بیت علیہم السلام پہنچے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "تو نہیں ہدایت کر سکتا جسے تو چاہے" سے مراد حضرت ابوطالب ہیں۔ ابوالمجدین رشاد رالواعظ اپنی کتاب "نزول القرآن" میں بیان کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

حسن بن فضل نے کہا کہ یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "تو نہیں ہدایت کرتا جسے تو چاہے" حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یہ سورۃ قرآن کریم کا وہ حصہ ہے جو مدینہ منورہ میں (حضور ﷺ کی رسالت کے زمانے کے) آخر میں نازل ہوئی اور حضرت ابوطالب مکہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں وفات پا گئے تھے۔ یہ آیت حرث بن نعمان بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ اسے اور اس کے اسلام لانے کو پسند فرماتے تھے۔ ایک دن اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا بلاشک ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں اور وہ دین جو آپ لائے ہیں حق ہے لیکن آپ کی اتباع کرنے سے ہمیں یہ امر مانع ہے کہ عرب ہمیں اپنی زمین سے نکال دیں گے کیونکہ وہ کثرت میں ہیں اور ہم قلت میں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ اس کی طرف رغبت رکھنے کی وجہ سے اس کے ایمان لانے کو ترجیح دیتے تھے۔

حافظ جی نے جس حدیث کا ترجمہ تحریر کیا اسے تفسیر البرہان نے اہل سنت پر حجت تمام کرنے کے لئے ان کی مسلمہ حدیث بیان کی ہے اور اس کے بعد یہ واضح کردیا ہے کہ یہ حدیث شیعوں کے نزدیک معتبر و معتمد نہیں۔ شیعہ اس آیت کریمہ کے حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہونے کے نظریہ سے اختلاف کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۹۵: ذرا بتلائیں آپ کے محرم و چہلم وغیرہ کے موقعہ پر ماتم و عزاداری کے نام پر لمبے چوڑے فخرومباہات کے جلوسوں اور جلسوں سے کیا مقصد ہے؟ اگر مقصد غم حسین اور تذکرہ مصائب ہے تو وہ گھر میں انفرادی طور پر اور امام باڑوں میں بہتر طور پر حاصل ہوتا ہے اور اگر مقصود اپنی طاقت، شوکت و کثرت کا دکھانا ہے تو یہ ریاکاری، کھلا نفاق اور عزاداری کی ضد؟

جو قابل نفرین ہے۔ اگر مقصد امامت حسین اور آپ کے سلسلے کی تشہیر یا مذہب شیعہ کو فروغ دینا ہے تو تعلیمات ائمہ کی رو سے سراسر حرام اور ملعون کام ہے۔ اس کا آپ کو کوئی حق نہیں۔ چند ارشادات جعفری ملاحظہ ہوں:۔

(۱) ۹ حصے دین کو چھپانا واجب ہے۔ جو تقیہ کر کے مذہب نہیں چھپاتا وہ بے دین ہے۔

(۲) تقیہ مومن کی ڈھال ہے اور جائے پناہ ہے۔ تقیہ نہ کرنے والا بے ایمان ہے۔

(۳) اے شیعو مذہب کو مت پھیلاؤ۔ ہماری امامت کو مت شہرت دو۔

(۴) اے شیعو تمہارا مذہب وہ ہے جو اسے چھپائے گا عزت پائے گا جو پھیلائے گا یا ظاہر کرے گا وہ ذلیل ہو گا۔

(۵) ہماری امامت کا بھید مخفی رہا۔ غداروں، مکاروں، بناوٹی شیعوں کے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے بستیوں اور سڑکوں پر کہنا شروع کر دیا۔

(۶) اے معلیٰ! ہماری امامت کو چھپاؤ اور شہرت مت دو کیونکہ جو ہمارا مذہب چھپائے گا اور مشہور نہ کرے گا اللہ اسے دنیا میں عزت دے گا اور آخرت میں اس کی آنکھوں میں وہ نور رکھے گا جو جنت تک پہنچائے گا۔ اے معلیٰ جو ہماری امامت ظاہر کرے گا اور نہ چھپائے گا اللہ اسے دنیا میں ذلیل کرے گا اور آنکھوں سے آخرت میں نور سلب کر کے اندھیرا کر دے گا جو جہنم میں پھینکے گا۔ اے معلیٰ تقیہ میرا مذہب ہے میرے باپ دادا کا مذہب ہے۔ تقیہ نہ کرنے والا بے دین ہے.... اے معلیٰ ہماری امامت مشہور کرنے والا منکر امامت کی طرح ہے۔ (کافی باب تقیہ۔ باب کتمان)

کسی قسم کے عنوان اور طرز سے مسئلہ امامت یا مذہب تشیع کو فروغ دینے والے دوست غور فرمائیں کیا امام نے ان کو بے دین، بے ایمان، جنت سے محروم، قیامت میں نابینا اور جہنمی اور امامت و مذہب کا منکر نہیں بتلا دیا۔ جب کہ آج تقیہ اور اخفاء مذہب کی زیادہ ضرورت ہے۔ ارشاد امام ہے جوں جوں امام مہدی کے نکلنے کا زمانہ قریب ہو گا تقیہ کی زیادہ تر حاجت ہوتی جائے گی۔ اگر آج کثرت کے زعم میں آپ نے تقیہ چھوڑ دیا ہے تو یا ارشادات ائمہ جھوٹے ثابت ہوئے یا آپ شیعیت سے خارج ہو گئے۔ اس مسئلے کی وضاحت کریں۔ ؟

جواب۔ قولہ:۔ ذرا بتلائیں آپ کے محرم و چہلم..... کھلا نفاق اور عزاداری کی ضد ہے۔

اقول:۔ حافظ جی! محرم و چہلم کے موقعوں پر ان جلسوں اور جلوسوں کا مقصد نہ صرف تذکرہ مصائب ہے نہ ہی اپنی طاقت کا اظہار۔ بلکہ اس کا ایک مقصد تو ان ایام اللہ (محرم و چہلم) کی تذکیر (یاد منانا) ہے۔ سوال نمبر ۴۰ کے جواب میں لکھ چکا ہوں کہ مناسک حج ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ ایام اللہ کی یاد اس طرح مناؤ کہ جو کام و عمل اس دن وقوع پذیر ہوا اسے عملی طور پر دہراؤ (سوال نمبر ۴۰ صفحہ ۱۷۵ جلد اول) چونکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ملعون قاتلوں نے اسیران اہل بیت کو اس حال میں بازاروں اور گلیوں میں گزارا تھا کہ مستورات آہ و بکاء اور ماتم کر رہی تھیں۔ اس امر کی یاد میں ہم بھی آہ و بکاء اور ماتم کرتے ہوئے گزرتے ہیں (بالکل اسی طرح جس طرح حجاج جناب ہاجرہ کے صفا و مروہ کے درمیان آنے جانے کی یاد صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے ادا کرتے ہیں)

(۲) ان جلسوں جلوسوں کا دوسرا مقصد ظلم کے خلاف احتجاج کرنا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم و کان اللہ سمیعا علیما (سورۃ النساء ۴۔ آیت ۱۴۸۔ پارہ ۶)

(ترجمہ) اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ (احمد رضا خان بریلوی)

سو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ کسی شخص کی برائیوں اور عیبوں کا ڈھنڈورا پیٹا جائے لیکن ظالم کے ظلموں کا اعلان اس ذات پاک کو پسند ہے۔ اور شرعاً اجازت ہے کہ وہ ذریعہ استعمال کیا جائے جس سے ظالم کا ظلم عیاں تر ہو جائے اسی لئے ظالم کے خلاف احتجاج میں جزع و فزع (سینہ کوبی) تک جائز ہے۔ آج بھی جب کسی حکومت کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جاتا ہے تو سینہ کوبی کو ناجائز کہنے والے ایسے جلوسوں میں سینہ کوبی کرتے نظر آتے ہیں۔

ہمارے محرم و چہلم کے یہ جلوس یزید کے مظالم کے خلاف احتجاجی جلوس ہیں اور ہم ہر ممکن و جائز طریقے سے یزید اللعنہ کے مظالم اور امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت کو نمایاں و نمایاں تر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قولہ:۔ اگر مقصد امامت حسین یا شیعہ..... یہ سراسر حرام اور ملعون کام ہے۔

اقول:۔ اگر خاص حالات اور خاص مواقع پر ایمان و اسلام کے اظہار سے منع کیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ کی تبلیغ و تشہیر سراسر حرام ہے ورنہ مسلمانوں کے لئے تبلیغ دین حرام قرار پائے گی۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ ایک مدت تک دین کو چھپائے رکھنے کا حکم دیتے رہے۔

(۱) صواعق محرقہ۔ خلافۃ عمرؓ۔ الباب الخامس۔ الفصل الاول فی ایمانہ:۔

اخرج ابن ابی شیبۃ عن جابر قال کان اول اسلام عمرؓ ان عمرؓ قال ضرب المخاض اختی لیلاً فخرجت من البیت فدخلت فی استار الکعبۃ فجاء النبی ﷺ فدخل الحجر فصلی ماشاء اللہ ثم انصرف و سمعت شیئا لم اسمع مثلہ فخرج فاتبعتہ فقال من ھذا؟ قلت عمر۔ فقال یا عمر لا تدعنی لا لیلاً ولا نھاراً فخشیت ان یدعو علی فقلت اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ فقال۔ یا عمر استرہ فقلت لا۔ والذی بعثک بالحق لاعلنتہ کما اعلنت الشرک۔

(ترجمہ) جابرؓ سے روایت ہے کہ عمرؓ کے اسلام کی ابتدا یوں ہوئی کہ عمرؓ نے کہا کہ ایک رات میری بہن کو دردِ زہ عارض ہوا۔ پس میں گھر سے نکلا اور غلاف کعبہ (کے نیچے) داخل ہوا۔ پس نبی کریم ﷺ تشریف لائے، حجر اسمٰعیلؑ میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر نماز سے فارغ ہوئے۔ میں نے (آپ سے) ایسا کلام سنا جیسا میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ پس آپ ﷺ (کعبہ سے) باہر نکلے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کون ہے؟ میں نے کہا۔ عمر۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عمر تو رات کو اور دن کو میرا تعاقب نہیں چھوڑے گا؟ پس میں ڈرا کہ آپ بددعا نہ کر دیں۔ تو میں نے کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اے عمر! اسے (ایمان لانے کو) پوشیدہ رکھ"۔ میں نے کہا۔ نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں تو اس کا اسی طرح اعلان کروں گا جیسے شرک کا اعلان کرتا تھا۔

(۲)البدایہ والنہایہ۔ ج۳۔ فی ذکر اول من اسلم۔ ص۳۰۔

عن عائشۃ قالت لما اجتمع اصحاب النبی ﷺ و کانوا ثمانیۃ و ثلاثین رجلاً الح ابوبکرؓ علی رسول اللہ ﷺ فی الظھور فقال یا ابابکر انا قلیل فلم یزل ابوبکرؓ یلح حتی ظھر رسول اللہ ﷺ۔

(ترجمہ)جناب عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب اصحاب رسولؐ جمع ہوئے اور وہ تعداد میں اڑتیس(۳۸) تھے تو ابوبکرؓ رسول اللہؐ سے بضد ہوئے کہ ظاہر ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ ہماری تعداد قلیل ہے۔ پس ابوبکر برابر اپنی بات پر اڑے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو گئے(دعوت اسلام اور اپنی نبوت کو ظاہر فرمادیا)۔

(۳)البدایہ والنہایہ۔ ج۳۔ (باب مذکورہ بالا)ص۳۲۔

ان المومنین کانو یستسرون اسلامھم و لا یطلع علی امرھم کثیر احد من قراباتھم دع الاجانب۔

(ترجمہ)مومنین اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے ان میں اکثر کے اس امر سے ان کے قریبی رشتہ داروں میں کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ غیروں کا تو ذکر ہی کیا۔

حافظ جی! کیا ان روایات کی بناء پر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ حضور ﷺ کا مسلک و حکم تو دین کو پوشیدہ رکھنا ہے(گو حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ نے اس کا اظہار کیا) لہٰذا حضور ﷺ کے مسلک کی اتباع کرتے ہوئے دین اسلام کی تشہیر و تبلیغ سراسر حرام و ملعون کام ہے۔ ؎

قولہ:۔ چند ارشادات جعفری ملاحظہ ہوں:۔

(۱)جو تقیہ کر کے مذہب نہیں چھپاتا وہ بے دین ہے۔

(۲)تقیہ نہ کرنے والا بے ایمان ہے۔

اقول:۔ حافظ جی تقیہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان و لکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ و لھم عذاب عظیم ○ (سورۃ النحل ۱۶۔ آیت ۱۰۶۔ پارہ ۱۴)

(ترجمہ)جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو اس پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔(احمد رضا خان)

اور حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ حاشیہ ۲۴۴... مسئلہ:۔ آیت سے معلوم ہوا کہ حالت اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہو تو کلمہ کفر کا اجراء جائز ہے جب کہ آدمی کو اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو۔

(۲)لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و من یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیءٍ الا ان تتقوا منھم تقاۃً۔

(ترجمہ)مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کوئی علاقہ نہیں مگر یہ کہ ان سے کچھ ڈرو۔(احمد رضا خان) ؎

اور حاشیہ پر ۱۱:۔ کفار سے دوستی و محبت ممنوع و حرام ہے۔ انہیں رازدار بنانا ان سے سوالات کرنا ناجائز ہے۔ اگر جان و مال کا خوف ہو تو ایسے وقت میں صرف ظاہری برتاؤ جائز ہے۔

تقیہ حکم رسول اللہ ﷺ ہے:۔

معارج النبوۃ۔ رکن سوم۔ باب اول۔ فصل پنجم۔ ذکر اضرار مشرکان۔ ص۳۶:۔

چون عمار از کفار خلاصی یافت نزد آنحضرت ﷺ آمدہ میگریست از جفائے کافران۔ حضرت رسالت ﷺ دست مبارک بر چشم ہائے اوی مالیدو از اشک پاک میکرد و فرمود ان عادو لک فعدلھم بما قلت۔

(ترجمہ)(جب کفار نے حضرت عمارؓ کو مار مار کر کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا تو انہوں نے کلمہ کفر کہہ دیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے) جب حضرت عمارؓ نے کفار سے خلاصی پائی تو کافروں کے ظلم کی وجہ سے آنحضرت کی خدمت میں آکر رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر ملتے اور آنسو پونچھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اے عمار) اگر وہ (کفار) تم سے دوبارہ ایسا سلوک کریں تو تو پھر اسی طرح کہہ دینا جو اب کہا ہے۔ (گویا آنحضور ﷺ نے ایسے اکراہ کے موقع پر کلمہ کفر کہنے کا حکم دیا)

ان آیات اور اس حدیث سے واضح ہے کہ جو شخص تقیہ کا منکر ہے اور اسے ناجائز قرار دیتا ہے وہ قرآن کریم کے ارشادات اور حکم نبی کریم ﷺ کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ پس بے دین اور بے ایمان کہلانے کا مستحق ہے اور امام علیہ السلام کا ایسے شخص کو بے دین و بے ایمان کہنا برحق ہے۔

قولہ:۔ (۳) ہمارے مذہب کو مت پھیلاؤ۔ (۴) جو اسے چھپائے گا عزت پائے گا یا ظاہر کرے گا ذلیل ہوگا۔ (۵) ہماری امامت کا بھید مخفی رہا۔ غداروں مکاروں، بناوٹی شیعوں نے رستوں سڑکوں پر کہنا شروع کردیا۔ (۶) اے معلی ہمارا مذہب چھپائے گا۔ مشہور کرنے والا منکر امامت کی طرح ہے۔

اقول:۔ یہ مذہب تشیع اور ائمہ علیہم السلام کی امامت کو چھپانے کی یہ سب تاکیدات ایسے حالات میں تھیں جیسے حالات میں نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے ابتدائی تین سالوں میں اپنی نبوت اور مسلمانوں کے اپنے ایمان لانے کو چھپانے کی تاکید فرمائی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس زمانے میں اظہار مذہب تشیع اور امامت ائمہ علیہم السلام کس قدر پر خطر امر تھا۔ مندرجہ ذیل روایات پر غور فرمائیں:۔

(۱) اصول کافی۔ ج۲۔ کتاب الایمان۔ باب التقیہ والکتمان۔ ص۲۱۸۔

عن عبداللہ بن ابی یعفور عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اتقو علی دینکم فاحجبوہ بالتقیۃ فانہ لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔ انما انتم فی الناس کالنحل فی الطیر لو ان الناس علموا ما فی اجوافکم انکم تحبونا اھل البیت لاکلوکم بالسنتھم و لنحلوکم (نسبو الیکم قول الزور) فی السر والعلانیۃ رحم اللہ عبداً منکم علی ولایتنا۔

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا اپنے دین کی حفاظت کرو۔ اسے تقیہ کرکے چھپاؤ۔ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔ بلاشک تم لوگوں میں اس طرح رہو جس طرح پرندوں میں شہد کی مکھی۔ اگر پرندوں کو معلوم ہو جائے جو کچھ شہد کی مکھی کے باطن میں ہے تو وہ انہیں کھا جائیں اور کسی کو باقی نہ رہنے دیں۔ (اسی طرح) اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے جو کچھ تمہارے باطن میں ہم اہل بیت کی محبت ہے تو وہ تمہیں اپنی زبانوں کو استعمال کرکے کھا جائیں۔ تم پر ظاہراً" اور باطناً" جھوٹے الزام لگائیں۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔

(۲) (اہل سنت کی کتاب) مطالب السئول۔ الباب السادس۔ فی ذکر ابی عبد اللہ جعفر الصادق۔ ص ۷۶ تا۔

حدث عبداللہ بن الفضل عن ابیہ قال حج ابو جعفر المنصور سنۃ سبع و اربعین و مائۃ فقدم المدینۃ قال للربیع ابعث الی جعفر ابن محمد یاتینا متعبا" قتلنی اللہ ان لم اقتلہ فتغافل عنہ الربیع ثم ارسل الی الربیع برسالۃ قبیحۃ اغلظ فیہ و امرہ ان سیبعث من یحضر جعفرا" ففعل فلما اتاہ قال لہ اذکر اللہ فانہ ارسل الیک الی ما لا دافع لہ غیر اللہ۔ قال جعفر لا حول ولا قوۃ الا باللہ ثم الربیع اعلم المنصور بحضورہ فلما دخل جعفر علیہ وعدہ اغلظ و قال ای عدو اللہ اتخذک اہل العراق اماما" یجبون الیک زکوٰۃ اموالہم تلحد فی سلطانی تبغیہ الغوائل قتلنی اللہ ان لم اقتلک فقال لہ یا امیر المومنین ان سلیمان اعطی فشکر ایوب ابتلی فصبر و ان یوسف ظلم فغفر و انت من ذالک السنخ فلما سمع المنصور کلامہ قال الی و عندی ابا عبداللہ البری الساحۃ السلیم الناحیۃ۔

(ترجمہ) عبد اللہ بن فضل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر منصور (عباسی خلیفہ) ۱۴۷ھ میں حج ادا کرنے آیا اور مدینہ منورہ میں آیا اور ربیع (اپنے وزیر) کو کہا کہ جعفرؑ (صادق) بن محمدؑ (باقر) کی طرف کسی کو بھیج جو اسے جبراً" لے آئے۔ اللہ مجھے قتل کرے اگر میں اسے قتل نہ کروں۔ پس ربیع نے عمداً" غفلت برتی۔ اس نے پھر سخت اور برے الفاظ میں حکم ارسال کیا اور حکم دیا کہ کسی کو بھیجے جو جعفرؑ (صادق) کو حاضر کرے۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ جب امام جعفرؑ اس (ربیع) کے پاس آئے تو اس نے کہا (اے جعفر) اللہ کو یاد کرو۔ اس نے آپ کو ایسے امر کے لئے بلایا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اسے ٹالنے والا نہیں ہے۔ امام جعفرؑ نے کہا۔ کوئی طاقت و قوت نہیں سوائے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ پھر ربیع نے امام کے آنے کی اطلاع منصور کو دی۔ جب امام جعفرؑ منصور کے پاس گئے تو اس نے آپ کو دھمکایا۔ سخت کلامی کی اور کہا۔ اے دشمن خدا تجھے عراق والوں نے اپنا امام بنا رکھا ہے اور زکوٰۃ کا مال تجھے بھیجتے ہیں۔ تو میرے ملک میں بے دینی اور بدنظمی پھیلانا چاہتا ہے۔ اللہ مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں۔ امام نے فرمایا۔ اے امیر المومنین۔ سلیمانؑ کو ملک عطا کیا گیا۔ اس نے شکر ادا کیا۔ ایوبؑ کو آزمایا گیا۔ انہوں نے صبر کیا۔ یوسفؑ پر ظلم کیا گیا۔ اس نے معاف کر دیا۔ آپ بھی اسی صنف سے ہیں۔ جب منصور نے آپ کا کلام سنا تو کہا۔ اے ابو عبد اللہ میری طرف آؤ۔ میرے پاس آؤ۔ تم بری الذمہ ہو۔ تم بے گناہ ہو۔

قولہ:۔ جوں جوں امام مہدی کے نکلنے کا زمانہ..... تقیہ کی زیادہ ضرورت ہوگی۔

اقول:۔ حافظ جی۔ قیامت اور ظہور مہدی علیہ السلام کا علم صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہے۔ کون جانے کہ قیامت قریب ہے یا

دور۔ شیعوں کو تو حسب ضرورت تقیہ کرنے کا حکم ہے۔ یہ نہیں کہ جوں جوں قیامت قریب آتی جائے وہ بلا ضرورت تقیہ کے زیادہ کاربند ہوتے جائیں۔

سوال ۹۶۔ آپ کی کتابوں میں متعہ کے بڑے بڑے فضائل مذکور ہیں۔ فرمایئے عترت رسول مقبولؐ میں کون کون سے حضرات اس فضیلت سے مشرف ہوئے اور کتنے کتنے متعے کئے؟

جواب:۔ قولہ:۔ آپ کی کتابوں میں متعہ کے بڑے بڑے فضائل مذکور ہیں۔

اقول:۔ حافظ جی! ہماری احادیث و فقہ کی کتابوں میں متعہ سے مخصوص کسی فضیلت کا کوئی ذکر نہیں۔ کاش کسی کتاب کے نام اور کسی فضیلت کا ذکر کیا ہوتا تو میں جواب دے سکتا۔ اس سے اگلے سوال (نمبر ۹۷) میں استبصار سے دو امور (یا فضائل) کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مجھے استبصار میں تو کوئی ایسی روایت نہیں مل سکی جس میں حافظ جی کا بیان کردہ مضمون مذکور ہو۔ متعہ بھی نکاح کی ایک صورت ہے جسے نکاح دائمی کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں اختیار کرنے کا حکم ہے۔ ایک ایسا عمل جسے مجبوری کے ماتحت اختیار کرنے کا حکم ہو اس کا کسی فضل و فضیلت کا باعث ہونا عقل و ادراک کے خلاف ہے۔ ہاں' یہ ممکن ہے کہ کسی روایت یا روایات میں متعہ کے منکر یا بوقت ضرورت متعہ سے گریز کرنے اور اپنے آپ کو زنا کے خطرے میں ڈالنے والے کے لئے تہدید و توبیخ مذکور ہو۔

(ا) متعہ نکاح ہے جو خوف ابتلاء بزنا کی صورت میں لازم ہے۔

مسلم۔ کتاب النکاح۔ باب نکاح المتعہ (مسلم مع شرح نووی۔ ج ا۔ مطبوعہ مطبع نو لکشور ۱۲۸۵ھ۔ ص ۴۵۰)

عن اسمعیل بن قیس قال سمعت عبداللہ یقول کنا نغزو مع رسول اللہ لیس لنا نساء فقلنا الا نستخصی فنہانا عن ذالک ثم رخص لنا ان ننکح المراۃ بالثوب الی اجل ثم قراء عبداللہ "یاایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

(نووی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتا ہے) قال القاضی و اتفق العلماء علی ان ھذہ المتعۃ کانت نکاحا الی اجل لا میراث فیھا و فراقھا یحصل بانقضاء الاجل من غیر طلاق و وقع الاجماع بعد ذالک علی تحریمھا من جمیع العلماء الا الروافض۔

(ترجمہ) اسمٰعیل بن قیس سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ ہماری عورتیں نہ تھیں۔ پس ہم نے کہا کہ ہم اپنے آپ کو کیا خصی نہ کردیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حرکت سے منع فرمایا اور پھر ہمیں اجازت دی کہ ہم ایک کپڑے کے (مہر) کے عوض ایک مدت تک کے لئے کسی عورت سے نکاح کرلیں۔ پھر عبداللہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ پاکیزہ اشیاء کو (اپنے اوپر) حرام نہ کرو اور نہ حد سے گزرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"۔ (شارح نووی) قاضی (عیاضؒ) نے کہا کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ متعہ ایک نکاح تھا ایک مقررہ مدت کے لئے۔ جس میں میراث نہ تھی (میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے تھے۔ مولف) اور مقررہ مدت ختم ہونے پر بغیر طلاق ان میں جدائی ہو جاتی۔ پھر اس کے بعد تمام علماء کا اس

کے حرام ہو جانے پر اجماع و اتفاق ہے سوائے رافضیوں (شیعوں) کے۔

(نوٹ) قاضی صاحب کا یہ ارشاد کہ تمام علماء کا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے خلاف واقعہ ہے۔ صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ کے زمانے میں اس کی حرمت پر اختلاف رہا ہے۔

(۱)محلی ابن حزم۔ ج۱۱۔ حرف النون۔ کتاب النکاح۔ فصل خامس۔ ص۵۱۹۔ مسئلہ ۱۸۵۴۔

(۲)تفسیر مظہری۔ سورۃ النساء۔ ص ۷۴۔۷۵:۔

(محلی ابن حزم) لا یحوز نکاح المتعۃ و ھو النکاح الی اجل و کان حلالاً علی عھد رسول اللہ فنسخھا اللہ تعالی علی لسان رسولہ نسخاً باتاً الی یوم القیامۃ و قد ثبت علیھا بعد رسول اللہ جماعۃ من السلف منھم من الصحابۃ اسماء بنت ابی بکر الصدیقؓ و جابرؓ بن عبداللہ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و معاویۃ بن سفیان و عمرؓ بن حریث و ابو سعیدؓ الخدری و سلمۃ و معبد ابنا امیۃ بن خلف۔

(تفسیر مظہری۔ ص ۷۴) روی النسائی و الطحاوی عن اسماء بنت ابی بکر قالت فعلناھا علی عھد رسول اللہ و روی مسلم عن جابر قال تمتعنا علی عھد رسول اللہؐ و ابی بکرؓ و صدر خلافۃ عمرؓ ولما کان آخر خلافۃ عمرؓ نھانا عنھا فلم نفعل ص ۷۵ و روی عبدالرزاق فی مصنفہ عن معاویہ انہ استمتع بامراۃ بالطائف و ذکر عمر ابن شیبۃ فی اخبار المدینۃ فان سلمۃ ابن امیۃ استمتع بامراۃ فبلغ ذالک عمرؓ فتوعدہ فقال الحافظ و افتی بھا من التابعین ابن جریج و طاوس و عطاء و اصحاب عباس و سعید بن جبیر و فقھاء مکۃ۔

(ترجمہ) نکاح متعہ جائز نہیں ہے۔ یہ ایک مقررہ مدت تک نکاح ہے اور یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حلال تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اسے ہمیشہ کے لئے قیامت تک کے لئے منسوخ فرمایا اور سلف کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی اس کے (حلال ہونے) پر قائم رہی۔ ان میں سے صحابہ جیسے حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی اسماءؓ اور جابر بن عبداللہؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور معاویہ بن سفیانؓ اور عمر بن حریثؓ اور ابو سعید خدریؓ اور امیہ بن خلف کے دو بیٹے سلمہ اور معبد ہیں۔

(تفسیر مظہری) نسائی اور طحاوی نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت لکھی ہے کہ اس نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں متعہ کیا۔ مسلم نے جابرؓ سے روایت لکھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ابو بکرؓ کے زمانہ اور عمر کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں متعہ کیا۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا آخری دور تھا تو حضرت عمرؓ نے اس سے ہمیں منع کر دیا اور پھر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ عبد الرزاق نے اپنی کتاب مصنف میں حضرت معاویہ کے متعلق روایت کی ہے کہ اس نے طائف میں ایک عورت سے متعہ کیا۔ اور عمر بن شیبہ نے اپنی کتاب اخبار المدینہ میں ذکر کیا ہے کہ سلمہؓ بن امیہ نے ایک عورت سے متعہ کیا اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اسے ڈرایا دھمکایا۔ اور حافظ نے کہا کہ تابعین میں سے ابن جریج' طاؤس' عطاء' اصحاب عباس' سعید ابن جبیر اور مکہ کے فقیہوں نے اس (متعہ) کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

ہے متعہ کا منکر یا بوقت ضرورت اس سے گریز کرنے والا زنا میں مبتلا ہونے کے خطرہ میں ہے۔

(ا) احکام القرآن (جصاص) ج ۲ ص ۱۴۷ (تحت آیہ فما استمتعتم بہ)۔

عن عطاء قال سمعت عن ابن عباسؓ یقول رحم اللہ عمرؓ ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللہ تعالی رحم اللہ بہا امۃ محمد لولا نہاہ لما احتاج الی الزنا الا الشقی۔

(ترجمہ) عطاؒ سے روایت ہے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی عمرؓ پر رحم کرے متعہ اللہ تعالی کی رحمت تھی جس کی وجہ سے امت محمد ﷺ پر اللہ تعالی نے رحم کیا تھا۔ اگر وہ (حضرت عمرؓ) اس سے منع نہ کرتے تو سوائے شقی کے کوئی بھی زنا میں مبتلا نہ ہوتا۔

کیوں حافظ جی! کیا یہ متعہ کی فضیلت نہیں جو آپ کی کتب میں وارد ہوئی ہے؟ حضرت ابن عباس اسے رحمت خداوندی کہہ رہے ہیں۔ فرمائیے آپ تمام مرد و زن اس رحمت خداوندی سے مستفیض ہوتے یا نہ؟

(ب) تفسیر طبری۔ ج ۵۔ ص ۱۳۰ (تحت آیہ مبارکہ فما استمتعتم)

روی شعبۃ عن الحکمؓ قال سالتہ عن ھذہ الآیۃ امنسوخۃ؟ قال لا۔ قال علیؓ لولا ان عمرؓ نہی عن المتعۃ ما زنی الا شقی۔

(ترجمہ) شعبہ نے حکمؓ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس (حکمؓ) سے پوچھا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر عمرؓ اس سے منع نہ کرتا تو سوائے شقی کوئی زنا نہ کرتا۔

اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ شقی کون ہوتا ہے۔

مسند احمد بن حنبل۔ ج ۲۔ ص ۳۴۹:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یدخل النار الا شقی۔ قیل من الشقی؟ قال الذی لا یعمل بطاعۃ ولا یترک للہ معصیۃ

(ترجمہ) ابو ھریرۃؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میں سوائے شقی کے اور کوئی نہیں جائے گا۔ پوچھا گیا شقی کون ہوتا ہے؟ فرمایا جو اطاعت الہی پر عمل نہیں کرتا اور اللہ تعالی کی نافرمانی کو اللہ تعالی کی خاطر ترک نہیں کرتا۔

قولہ:۔ فرمائیے عترت رسول مقبولؐ میں..... کتنے متعے کئے؟

اقول:۔ اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتب احادیث سے عیاں ہے کہ متعہ اس صورت میں جائز ہے جب کوئی مرد مومن زنا کے مرتکب ہو جانے کے خطرے میں ہو اور عترت رسول مقبولؐ (ائمہ اثنا عشرؑ) کے متعلق کتب فریقین میں ایسی احادیث موجود ہیں جن میں رسول مقبول ﷺ نے ان کے معصوم ہونے کی شہادت دی ہے۔ اور معصوم کبھی ایسے خطرات میں مبتلا نہیں ہوتا۔ پس عترت رسول اللہؐ کے تو متعہ کرنے نہ کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہاں البتہ اہل سنت کی کتب میں امام حسن علیہ السلام کے متعہ کرنے کی روایات موجود ہیں۔

مطالب السئول (محمد بن طلحہ شافعی) الباب الثانی فی الحسن التقی علیہ السلام- فصل الثامن- فی کرمہ و جودہ- مطبوعہ لکھنئو- ص۲۳۰-

و نقل عنہ(المدائنی)انہ تمتع امراتین بعشرین الف درھم و زقاق من عسل و اخبار جودہ کثیرۃ-

(ترجمہ) مدائنی نے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے دو عورتوں سے بیس ہزار درھم اور ایک کپا شہد(مہر) کے عوض متعہ کیا اور آپ کی سخاوت کے متعلق بکثرت روایات (منقول) ہیں۔

سوال ۷۹:۔ مجلسی نے حق الیقین میں متعہ کو ضروریات دین میں سے لکھا ہے جس کا تارک فاسق اور منکر کافر ہوتا ہے۔ الاستبصار میں متعہ نہ کرنے والے کو ناقص الایمان اور قیامت میں مثلہ شدہ اٹھنے والا بتایا ہے۔ فرمایئے آپ تمام زن و مرد یہ کار خیر کرکے ایمان کامل کرتے ہیں یا نہ اور معمولی مدت کے لئے عقد متعہ علانیہ کیا جاتا ہے یا خفیہ؟ اگر علانیہ ہے تو مثال پیش کریں۔ اگر خفیہ ہے تو زنا اور اس میں کیا فرق ہے جب کوئی جوڑا پکڑا جائے۔

جواب قولہ:۔ مجلسی نے حق الیقین میں متعہ کو ضروریات دین میں لکھا ہے۔

اقول:۔ ایسا مسئلہ یا حکم شریعت جس کے متعلق کتاب و سنت میں نص (حکم صریح) موجود ہو۔ ضروری دین کہلاتا ہے۔ متعہ کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویؐ دونوں میں نص موجود ہے لہٰذا بلاشک و شبہ یہ ضروریات دین میں سے ہے=

قرآن کریم میں متعہ پر نص:۔

سورۃ النساء۴ آیت ۲۴۔

فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضہ-

(ترجمہ) پس ان میں سے جن عورتوں سے متعہ کرو۔ ان کے مقرر کردہ مہر انہیں ادا کرو۔

لیکن علماء اہل سنت اس آیت شریفہ میں مذکور لفظ استمتعتم کا معنی (جن سے تم نکاح کرو) کرتے ہیں حالانکہ اس کا معنی نکاح لینا نہ لغتاً" درست ہے نہ محاورتاً"۔

(۱)المنجد- تمتع و استمتع بکذا و من کذا: انتفع و تلذذ بہ زماناً" طویلاً"- (اس نے نفع حاصل کیا اور لذت حاصل کی ایک لمبے وقت تک)۔

سورۃ الاحقاف۴۶- آیت ۲۰-

اذھبتم طیبتکم فی حیاتکم الدنیا و استمتعتم بھا فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق-

(ترجمہ) تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے اور برت چکے (یعنی لذت و عیش جو تمہیں پانا تھا وہ سب تم نے دنیا میں ختم کردیا) تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی جو تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے۔ (ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

(۲) اسی لئے اہل سنت کے تقریبا" تمام مفسرین نے اس آیت سے متعہ کا حکم استنباط کیا ہے اور اس آیت کے ضمن میں متعہ کے متعلق احادیث واحکام کا ذکر کیا ہے۔(تفسیر کبیر۔ تفسیر در منثور۔ تفسیر کشاف)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی احادیث میں یہ لفظ موجود ہیں کہ قرآن کریم میں متعہ کا حکم نازل ہوا ہے:۔

تفسیر طبری۔ ج۵۔ ص۹۔ آیت من استمتعتم به منهن:۔

روی شعبة عن الحکمؒ بن عینیه قال سالته عن هذه الاية امنسوخة هی؟ قال لا۔ و قال الحکم قال علیؑ لولا عمرؓ نهی عن المتعة مازنی الا شقی۔

(ترجمہ) شعبہؒ نے حکمؒ بن عینیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے؟ تو اس نے کہا۔ نہیں۔ اور حکمؒ نے کہا کہ علیؑ نے فرمایا۔ کہ اگر عمرؓ نے متعہ سے منع نہ کیا ہوتا تو سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ یہ آیت کریمہ (من استمتعتم) متعہ کے متعلق نازل ہوئی اور منسوخ نہیں ہوئی۔(نیز در منثور۔ ج ۲۔ ص ۱۴۰۔ مطبوعہ مکتبہ مرعشی۔ ایران میں بھی یہ روایت موجود ہے)

تفسیر کبیر۔ ج ۱۰۔ ص ۵۳۔ و مسند احمد۔ ج ۴۔ ص ۴۳۶۔

عن عمران بن الحصین قال ان الله نزل فی المتعة آیة و ما نسخها باية اخری و امرنا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و ما نها عنها ثم قال رجل برایه۔

(ترجمہ) عمرانؓ بن حصین سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالی نے متعہ کے بارے میں آیت نازل فرمائی اور اسے کسی دوسری آیت کے ذریعے منسوخ نہیں فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا اور پھر منع نہیں کیا۔ پھر ایک شخص نے اپنی رائے سے کچھ کہہ دیا۔

تفسیر قرطبی۔ ج۵۔ ص ۱۳۰ (بضمن تفسیر آیہ مبارکہ فما استمتعتم بہ منھن)

تفسیر ابن کثیر (بضمن تفسیر آیت مذکورہ بالا)

(واللفظ للقرطبی) قال الجمهور المراد نکاح المتعة الذی کان فی صدر الاسلام و قراء ابن عباسؓ و ابیؓ و ابن جبیرؓ فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن۔

(ترجمہ) جمہور علماء نے کہا کہ اس سے مراد نکاح متعہ ہے جو کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ ابن عباسؓ۔ ابیؓ اور ابن جبیرؓ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے۔ "اور تم ان میں سے کسی مقررہ مدت تک کے لئے متعہ کرو تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔

ابن عباسؓ، ابیؓ اور ابن جبیرؓ کا اس آیت میں "الی اجل مسمی" کے الفاظ پڑھنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ آیت متعہ کے متعلق ہے۔ پس ان احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ متعہ کا حکم قرآن میں نازل ہوا۔ وہ آیت جس کی رو سے یہ حکم نازل ہوا وہ یہی (فما استمتعتم بہ منھن) کی آیت ہے۔

سنت رسول میں نص:۔

حضور ﷺ نے متعہ کی اجازت دی (مسلم۔کتاب النکاح۔باب نکاح المتعۃ۔ج۱۔ص۴۵۰۔ مسلم مع شرح نووی۔مطبوعہ نولکشور) جیسا کہ اس سے قبل کے سوال نمبر۹۶ میں ذکر ہوا۔

صحابہ نے متعہ کیا:۔

مسلم۔ کتاب النکاح۔باب نکاح المتعۃ۔ج۱۔ص۴۵۱ (مسلم مع شرح نووی مطبوعہ نولکشور)

عن ابوالزبیرؓ قال سمعت جابر بن عبداللہ تقول کنا نستمتع بالقبضۃ من التمر والدقیق الایام علی عھد رسول اللہ ﷺ وابی بکرؓ حتی نھی عمرؓ فی شان عمر بن حریث۔

(ترجمہ) ابوزبیرؓ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک مٹھی بھر کھجور اور آٹے کے (مہر) کے ساتھ کچھ دنوں کے لئے متعہ کرتے تھے۔یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عمر بن حریث کے معاملے کی وجہ سے اس کو منع کردیا۔

قولہ:۔ معمولی مدت کے لئے متعہ.....جب کوئی جوڑا پکڑا جائے۔

اقول:۔حافظ جی! متعہ علانیہ کیا جاتا ہے گواہوں کے روبرو کیا جاتا ہے۔ہاں اگر ایسے حالات میں پھنس جائے کہ متعہ کا اعلان اس کے مال یا اس کی عزت یا جان کے لئے خطرہ کا باعث ہو تو پھر اعلان ضروری نہیں۔ مگر اس صورت میں دو عادل گواہوں کا ہونا لازم ہے۔ نیز جس عورت سے کوئی شخص متعہ کرنا چاہتا ہے وہ کنواری ہے تو نکاح متعہ ولی کی اجازت کے بغیر باطل ہوگا۔

حافظ جی! شیعہ فقہ کی رو سے متعہ کے شرائط اور صحت کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمایئے:۔

(ا) متعہ اسی صورت میں جائز ہے کہ کسی وجہ سے نکاح دائمی ممکن نہ ہو اور غلط کاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔ متعہ عیاشی و عیش پرستی کے لئے نہیں۔

فروع کافی۔ ج۲۔ کتاب النکاح۔ابواب المتعۃ۔باب انہ یکف عنہا من کان مستغنیا۔ص۴۵۲۔

عن علی بن یقطین قال سالت ابا الحسن موسی علیہ السلام عن المتعۃ قال وما انت وذاک فقد اغناک اللہ عنہا قلت انما اردت ان اعلمھا۔ فقال ھی فی کتاب علی علیہ السلام قلت نزیدھا و تزداد۔ فقال ھل یطیبہ الا ذاک۔

(ترجمہ) علی بن یقطین سے روایت ہے اس نے کہا میں نے امام ابوالحسن موسی کاظم علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ تمہیں اس (متعہ) سے کیا واسطہ۔ اللہ تعالی نے تمہیں اس سے مستغنی کیا ہے (تم دائمی زوجہ رکھتے ہو) میں نے کہا میں صرف اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ علی علیہ السلام کی کتاب میں موجود ہے۔ میں نے کہا۔ کیا ہم اور وہ عورت مدت متعہ میں زیادتی بھی کرسکتے ہیں؟ تو فرمایا۔ اس سے اور کون سا امر بہتر ہو سکتا ہے۔

ایضاً (بحوالہ مذکورہ بالا) عن الفتح بن یزید قال سالت ابا الحسن علیہ السلام عن المتعۃ فقال ھی حلال مباح مطلقاً لمن لم یغنہ اللہ بالتزویج فلیستعفف بالمتعۃ فان استغنی بالتزویج فھو مباح لہ اذا غاب عنھا۔

(ترجمہ) فتح بن یزید سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوالحسن (موسی کاظم) علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے

فرمایا کہ ایسا شخص جو زوجہ (دائمی) نہیں رکھتا تو اس کے لئے (متعہ) مطلقاً" مباح اور حلال ہے تاکہ اپنی عفت کو محفوظ رکھ سکے اور جو شخص شادی شدہ ہو اس کے لئے اس صورت میں مباح ہے جب کہ اپنی زوجہ سے دور ہو۔

(۲) متعہ علی الاعلان ہونا چاہئے تاکہ تہمت سے محفوظ رہے:۔

من لا یحضرہ الفقیہ۔ ج۳۔ کتاب النکاح۔ باب المتعہ۔ ص ۲۹۳:۔

روی ابان عن ابی مریم عن ابی عبداللہ علیہ السلام العذراء التی لھا اب لا تتزوج متعۃ الا باذن ابیھا۔

(ترجمہ) ابان نے ابو مریم سے اور اس نے امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایسی کنواری لڑکی جس کا باپ موجود ہو وہ نکاح متعہ باپ کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

ہاں۔ اگر متعہ کے علی الاعلان کرنے میں جان۔ مال یا عزت کا خطرے میں پڑنے کا یقین ہو تو دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں۔

الاستبصار۔ ج۳۔ کتاب النکاح۔ باب المتعۃ۔ ص ۱۴۸:۔

عن المعلی بن خنیس قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام ما یجزی فی المتعۃ من الشھود فقال رجل و امراتان قلت ارئیت ان لم یجدو احداً" قال انھم لا یعوزھم۔

(ترجمہ) معلی بن خنیس سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کی کہ متعہ میں کتنے گواہ کافی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک مرد اور دو عورتیں۔ مین نے کہا اگر کوئی (گواہ) نہ مل سکے تو؟ آپ نے فرمایا۔ ان کے لئے وہ (گواہ) نایاب نہیں ہیں۔

حافظ جی! متعہ علانیہ کیا جاتا ہے تبھی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنے متعہ کے قصے ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے۔

مسلم۔ کتاب النکاح۔ باب نکاح المتعۃ۔ ج۲۔ ص ۵۱:۔

عن ربیع بن سبرۃ یحدث عن ابیہ سبرۃ ابن معبد ان النبی ﷺ عام فتح مکۃ امر اصحابہ بالتمتع من النساء فخرجت انا و صاحب لی من بنی سلیم حتی وجدنا جاریۃ من بنی عامر کانھا بکرۃ عیطاء فخطبناھا الی نفسھا و عرضنا علیہ بردینا فجعلت تنظر فترانی اجمل من صاحبی و تری برد صاحبی احسن من بردی فامرت نفسھا ساعۃ ثم اختارتنی علی صاحبی۔ فکن معنا ثلاثاً" ثم امرنا رسول اللہ ﷺ بفراقھن۔

(ترجمہ) ربیع بن سبرہ اپنے باپ سبرہ سے حدیث بیان کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے سال اپنے صحابہ کو عورتوں سے متع کرنے کا حکم دیا۔ پس میں اور میرے ساتھیوں میں سے بنی سلیم کا شخص نکلے۔ یہاں تک کہ ہم نے بنی عامر کی ایک لڑکی (یا لونڈی) خوبصورت صراحی دار گردن والی پائی۔ ہم نے اسے نکاح کی دعوت دی اور اپنی چادریں (بطور مہر) پیش کیں۔ اس نے ہمیں (غور سے) دیکھنا شروع کردیا۔ پس وہ مجھے اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت پاتی اور میرے ساتھی کی چادر کو میری چادر سے زیادہ خوبصورت پاتی تھی۔ پس کچھ دیر تک دل ہی دل میں سوچتی رہی پھر مجھے انتخاب کرلیا۔ وہ (عورتیں) تین راتوں تک ہمارے ساتھ رہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے

ان سے الگ ہو جانے کا حکم فرمایا۔

حافظ جی! آپ (اہل سنت) کو صرف متعہ کے لفظ سے چڑ ہے ورنہ آپ کے علماء وائمہ ایسے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں جو دائمی نہ ہو بلکہ میعادی ہو۔ ہر متعہ کی خصوصیات (تعیین مدت۔ بغیر طلاق۔ فراق عدم وراثت) رکھتا ہو۔ صرف متعہ کا نام نہ لیا جائے۔

مجموع فتاوی ابن تیمیة (طبع بامر فهد ملک السعود) کتاب النکاح۔ فصل النیة فی النکاح۔ ج ۳۲۔ ص ۸۸:۔

اما نکاح المتعة اذا قصد ان یستمتع بها الی مدة ثم یفارقها مثل المسافر الذی یسافر الی بلد یقیم به مدة فیتزوج و فی نیته اذا عاد الی وطنه ان یطلقها... لکن النکاح عقد عقداً" مطلقاً" فهذا فیه ثلاثة اقوال والصحیح ان هذا لیس بنکاح متعة ولا یحرم و ذالک انه قاصد للنکاح و راغب فیه بخلاف المحلل لکن لا یرید دوام المرءة معه و هذا لیس بشرط فان دوام المرء معها لیس بواجب۔ وله ان یطلقها۔ فاذا قصد ان یطلقها بعد مدة فقد قصد امراً" جائزاً"۔ بخلاف نکاح المتعة فانه مثل الاجارة تنقضی فیه بانقضاء المدة۔

(ترجمہ) لیکن نکاح متعہ وہ یہ کہ جب ارادہ کرے کہ ایک مدت تک اس سے اپنا مدعا پورا کرے گا اور پھر اس سے الگ ہو جائے گا جیسے ایک مسافر کہ جو کسی شہر کی طرف سفر کر جائے اور اسے ایک مدت تک وہاں ٹھہرنا ہو۔ پس وہ وہاں شادی کرے اور اس کی نیت میں یہ ہو کہ جب اپنے وطن واپس لوٹے گا تو اسے طلاق دے دے گا..... لیکن اس نے عقد نکاح مطلق (بغیر کسی شرط کے) کیا تو اس کے بارے میں تین قول ہیں۔ اور صحیح یہی ہے کہ یہ نکاح متعہ نہیں ہے اور نہ حرام ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ نکاح ہی کا قصد کرنے والا ہے بخلاف محلل کے (کہ وہ نکاح کا قصد نہیں کرتا بلکہ اس کا قصد صرف اس عورت کو اس کے سابقہ خاوند کے لئے حلال ہو جانے کا ہوتا ہے۔ مولف) لیکن وہ اس عورت کو ہمیشہ ساتھ رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور یہ امر (صحت نکاح) کے لئے شرط نہیں۔ کیونکہ مرد کا ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ ہونا مرد پر واجب نہیں۔ بلکہ اسے اختیار ہے کہ جب چاہے اسے طلاق دے دے۔ پس اگر اس نے (بوقت نکاح) اسے کچھ مدت کے بعد اسے طلاق دینے کا قصد کیا ہوا ہے تو اس نے ایک امر جائز کا قصد کیا ہے۔ بخلاف نکاح متعہ کے کہ وہ مثل اجارہ کے ہے کہ مقررہ مدت کے بعد خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

ابن تیمیہ صاحب" تو متعہ کو اس لئے جائز نہیں سمجھتے کہ مثل اجارہ کے ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور حضرت عمرؓ اس اجارہ کو عین نکاح قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی غیر منکوحہ عورت کے ساتھ اجرت دے کر جماع کرنا زنا نہیں بلکہ نکاح ہے چاہے نکاح کا صیغہ وغیرہ جاری نہ کیا گیا ہو۔

احکام القرآن (جصاص) ج۲۔ باب المتعة۔ ص ۱۴۶ (مطبوعہ بیروت)۔

آیة: فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن...الخ۔ و آیة: فانکحوا باذن اهلهن واتوا اجورهن...الخ۔ فسمی المهر اجراً" و کذالک الاجور المذکورة فی هذه الایة هی المهور و انما سمی المهر اجراً" لانه بدل المنافع و لیس بدل الاعیان کما سمی بدل منافع الدار والدابه اجراً" و تسمیة الله المهر اجراً" دلیل علی صحة قول ابی حنیفة فیمن استاجر امراة فزنا بها لاحد علیه لان الله تعالی قد سمی المهر اجراً" فهو کمن قال مهرک کذا و قد روی عن عمرؓ بن الخطاب و مثل هذا یکون نکاحاً" فاسداً"

لانبغیر شھود۔

(ترجمہ) آیت:۔ ان عورتوں میں سے جن سے تم متعہ کرو توانہیں ان کی اجرت ادا کردو.... الخ۔ آیت:۔ تم ان سے ان کی اہل کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کو ان کی اجرت ادا کرو.... الخ۔ پس مہر کو اجرت کا نام دیا گیا ہے اور ان آیات میں مذکور اجرتوں سے مراد ان کے مہر ہیں اور مہر کو اجرت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ نفع حاصل کرنے کے عوض میں دیا جاتا ہے نہ کہ وجود اشیاء کے عوض۔ جیسا کہ گھر اور سواری سے نفع حاصل کرنے کے عوض کو اجر (کرایہ) کا نام دیا جاتا ہے اور اللہ تعالی کا مہر کو اجر کے نام سے موسوم کرنا ابو حنیفہؒ کے قول کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جو انہوں نے اس شخص کے بارے میں کہا ہے جس نے کسی عورت سے اجرت دے کر زنا کیا تو اس پر حد (شرعی سزا) عائد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالی نے مہر کو اجرت سے موسوم فرمایا ہے۔ پس وہ (اجرت مقرر کرنے والا شخص) اس شخص کی مانند ہے جو کہے کہ تیرا مہر اتنا ہے۔ اور اسی طرح کی ایک روایت حضرت عمرؓ کے متعلق ہے۔ پس یہ ایک نکاح فاسد (غلط) ہوگا کیونکہ گواہوں کے بغیر ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے اس قسم کی اجرت طے کرے گا تو مدت (یا تعداد جماع) کا تعین بھی کرے گا اور حضرت ابو حنیفہؒ اسے نکاح کا نام دیتے ہیں گو یہ نکاح گواہوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک غلط یا فاسد نکاح ہے اور اگر یہ اجرت گواہوں کے سامنے طے کرلے تو ٹھیک ٹھاک نکاح ہے جو متعہ کے تمام خواص و صفات رکھتا ہے۔

سوال ۹۸:۔ احتجاج طبرسی ص۵۹، مرآۃ العقول ص ۳۸۸، غزوات حیدری ص ۷ ۴۲، ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۴۱۵ میں ہے کہ صدیق اکبرؓ کے پیچھے حضرت علیؓ نے نماز پڑھی اور صف میں کھڑے ہو کر پڑھی۔ کیا صدیق اکبرؓ کا امام برحق ہونا واضح نہ ہوا؟

جواب:۔ بلاشک ان روایات سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ لیکن حضرت علیؑ کا حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھنا حضرت ابو بکرؓ کے امام برحق ہونے کی دلیل یا تصدیق نہیں قرار دی جا سکتی۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ جب مسلمانوں کی نماز جماعت قائم ہو تو جماعت میں شامل ہو جاؤ چاہے امام جماعت تمہارے نزدیک اس منصب کے اہل نہ ہو۔ چاہے امام جماعت فاسق، فاجر، گناہان کبیرہ کا مرتکب، بدعتی اور فتنہ پرور ہی کیوں نہ ہو۔ جماعت کو ترک کرکے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے موجب نہ بنو۔ اہل سنت کی کتب میں مذکور مندرجہ ذیل احادیث پر غور فرمائیں:۔

(۱) ابوداؤد۔ ج۔ کتاب الجھاد۔ باب فی الغزو مع الائمۃ الجور۔ ص۳۲۰۔ مطبوعہ نولکشور:۔

عن مکحول عن ابو ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الجھاد واجب علیکم مع کل امیر برا" کان او فاجرا" والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا" کان او فاجرا" وان عمل الکبائر۔ والصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم برا" کان او فاجرا"۔

(ترجمہ) ابوھریرہؓ سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر ہر امیر کے ساتھ جہاد واجب ہے چاہے وہ (امیر) نیک ہو یا بدکار اور نماز تم پر واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے چاہے وہ نیک ہو یا بدکار اور چاہے گناہان کبیرہ کا

مرتکب ہو اور تم پر نماز (جنازہ) واجب ہے ہر مسلمان (میت) پر چاہے وہ (مرنے والا) نیک ہو یا بد کار۔

(۲) بخاری۔ ج۔ کتاب الصلواۃ۔ فصل الجماعۃ۔ باب امامۃ المبتدع والمفتون۔

عن عبید اللہ بن عدی بن خیار انہ دخل علی عثمان بن عفان و هو محصور فقال انک امام عامۃ و نزل بک ما نری و یصلی لنا امام فتنۃ و نتحرج فقال الصلواۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم و اذا اساؤا فاجتنب اساءتهم

(ترجمہ) عبید اللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے جب کہ انہیں بلوائیوں نے گھیر رکھا تھا اور انہیں کہا کہ آپ امام عامہ ہیں اور آپ پر یہ مصیبت نازل ہوگئی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہمیں ان فتنہ پروروں کا امام نماز پڑھاتا ہے۔ اور ہم ناگواری محسوس کرتے ہیں تو انہوں (حضرت عثمانؓ) نے کہا کہ نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے جب وہ بہتر عمل کریں تو تم بھی وہ عمل ان کے ساتھ بجالاؤ اور اگر وہ برا کام کرنے لگیں تو ان کی برائی سے دور رہو۔

دیکھئے حضرت عثمانؓ خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے والوں، فتنہ پردازوں بدعتیوں کے ساتھ ان کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں جو یقیناً "حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(۳) کنز العمال۔ ج کتاب الایمان۔ باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ۔ حدیث ۸۲۔

ثلاث من السنۃ الصلواۃ خلف کل امام لک صلواتک و علیہ اثمہ و الجہاد مع کل امیر لک جہادک و علیہ شرہ۔ و الصلواۃ علی کل میت من اہل التوحید و ان کان قاتل نفسہ۔

(ترجمہ) تین امور سنت (رسولؐ) سے ہیں۔ ہر امام کے پیچھے نماز پڑھنا۔ تیرے لئے تیری نماز ہے اور اس (امام) کا گناہ اس (امام) کے سر ہے۔ ہر امیر کے ساتھ جہاد کرنا، تیرے لئے جہاد ہے اور اس (امیر) کا گناہ اس (امیر) کے سر ہے اور ہر توحید کے قائل مسلمان کی میت پر نماز (جنازہ) پڑھنا چاہے وہ خود اپنا قاتل ہو (خود کشی کی ہو)۔

(۴) کنز العمال۔ ج۔۱۶۔ حدیث نمبر ۱۴۸۲۸۔

انها ستکون بعدی امراء یصلون الصلواۃ بغیر وقتها فاذا فعلو ذالک فصلوا الصلواۃ بغیر وقتها فاذا فعلو ذالک فصلوا الصلواۃ لوقتها و اجعلو صلواتکم معهم نافلۃ۔

(ترجمہ) حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایسے امیر ہوں گے جو نماز بے وقت پڑھیں گے تم اپنے وقت پر نماز پڑھنا اور ان کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو نوافل شمار کرنا۔

حضور نبی کریم ﷺ ایسے امراء کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں جو بے وقت نماز پڑھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ اپنے وقت پر نماز پڑھو اور جماعت میں بھی شامل رہو۔ تارک جماعت ہو کر تفرقہ کا باعث نہ بنو۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ امیر معاویہ نے ایک دفعہ جمعہ کی نماز بدھ کے دن پڑھائی اور لوگوں نے پڑھی۔

مروج الذهب۔ ج ۳۔ ذکر معاویہ بن ابو سفیان۔ ص ۱۷۔

لقد بلغ من امرهم فی طاعتهم لہ (معاویہ) انہ صلی بهم عند مسیرهم الی صفین الجمعۃ یوم الاربعاء۔

(ترجمہ) ان (معاویہ) کی اطاعت کا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ صفین کی طرف جاتے وقت اس نے جمعہ کی نماز بدھ کے دن پڑھا دی۔

اگر حافظ جی دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کس حد تک حضرت ابو بکرؓ کی امامت و خلافت کو حق بجانب سمجھتے تھے تو مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ ف[رمائیں]

استیعاب۔ ج۔ ترجمہ رافع بن رافع۔

(عن علیؓ) ان اللہ لما قبض رسول اللہ ﷺ قلنا نحن اہلہ و اولیائہ لا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولو[ا]
وایم اللہ لو لا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر و یبور الدین لغیرنا۔ فصبرنا علی مضض الالم و لم نر بحمد اللہ الا خیرا"۔

(ترجمہ) (حضرت علیؓ نے فرمایا) جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ہم نے کہا کہ ہم آنحضور ﷺ کی اہل [اور] ان کے وارث ہیں۔ آنحضور ﷺ کی سلطنت پر ہم سے کوئی بھی نزاع نہیں کرے گا۔ پس ہماری قوم نے اس سے ان[کار کیا] اور ہمارے غیر کو حاکم بنادیا۔ خدا کی قسم اگر (اہل اسلام میں) تفرقہ پڑجانے' کفر کے لوٹ آنے اور اسلام کے خطرہ میں پڑ جا[نے کا] خوف نہ ہوتا تو ہم (اس فیصلہ کو) بدل ڈالتے۔ پس ہم نے رنج و غم کی تکلیف پر صبر کرلیا اور اللہ تعالی کی حمد و ثنا کی کہ ہم [نے] سوائے نیکی کے کچھ نہیں دیکھا۔

(۲) اسد الغابہ۔ ذکر علی (خلافۃ) ج۔ ص ۳۱:۔

عن یحیی بن عروۃ المرادی قال سمعت علیا" رضی اللہ عنہ یقول قبض النبی ﷺ و انی اری انی احق بھذا الامر فاجت[مع] المسلمون علی ابی بکرؓ فسمعت و اطعت ثم ان ابابکرؓ اصیب فظننت انہ لا یعدلھا عنی فجعلھا الی عمرؓ فسمعت و اطعت ثم ان عمرؓ اصیب فظننت انہ لا یعدلھا عنی فجعلھا فی ستۃ انا احدھم فولوھا عثمانؓ فسمعت و اطعت ثم ان عثمانؓ قتل فجا[ءوا] فبایعونی طائعین غیر مکرھین ثم خلعوا بیعتی واللہ ما وجدت الا السیف او الکفر۔

(ترجمہ) یحیی بن عروہ مرادی سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو میں خیال کرتا تھا کہ میں اس امر (خلافت) کا سب سے زیادہ حقدار ہوں لیکن مسلمانوں نے ابو بکرؓ پر اتفاق کرلیا [تو] میں نے سنا اور تسلیم کرلیا۔ پھر جب ابو بکرؓ کا وقت اخیر پہنچا تو میں نے گمان کیا کہ وہ اسے (خلافت کو) مجھ سے کسی اور طرف نہ موڑیں گے۔ لیکن انہوں نے اسے عمرؓ کے حوالے کیا۔ پس میں نے سنا اور تسلیم کیا۔ پھر جب عمرؓ کا آخری وقت پہنچا تو میں [نے] گمان کیا کہ یہ اسے کسی اور کی طرف نہیں موڑیں گے مگر انہوں نے اسے چھ آدمیوں میں بنادیا جن میں ایک میں تھا۔ پس انہ[وں] نے عثمانؓ کو والی بنایا۔ پس میں نے سنا اور تسلیم کیا۔ پھر عثمانؓ قتل کردئے گئے تو میرے پاس آئے اور بخوشی بغیر کسی جبر و اکراہ [کے] میری بیعت کی اور پھر اس بیعت کو توڑ ڈالا۔ اب میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ یا تو تلوار اٹھاؤں یا پھر [کافر ہو] جاؤں۔

دیکھا حافظ جی! حضرت علی علیہ السلام حضرت ابو بکرؓ کی بجائے اپنے آپ کو اس کا حقدار سمجھتے تھے۔

سوال نمبر ۹۹: جس خلافت پر صدیق اکبرؓ متمکن ہوئے وہ وہی تھی جس کا وعدہ حضرت علی سے تھا یا حضرت علی کی موعودہ خلافت کوئی اور تھی۔ اگر وہی تھی تو حضرت علی سے وعدہ خداوندی غلط ہوا اور اگر کوئی اور تھی تو حضرت صدیق و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم غاصب اور ظالم کیسے ٹھہرے؟

جواب: اہل سنت کے نزدیک خلافت کے دو شعبے ہیں۔ خلافت ظاہری اور خلافت باطنی:۔

ازالۃ الخفاء۔ مقصد اول۔ نکتہ سوم۔ ص ۲۵۹:۔

خلافت ظہرے وارد و بطنے۔ ظہر خلافت سلطنت و فرمانروائی است۔۔۔ بطن آن شب است باپیغمبر ﷺ در اوصافے کہ بہ پیغمبری تعلق دارد۔۔۔ الخ۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں جواب سوال نمبر ۴۳)

(ترجمہ) خلافت ظاہر رکھتی ہے اور باطن۔ خلافت کا ظاہر تو سلطنت اور حکومت ہے اور باطن یہ کہ پیغمبر کے پیغمبری سے تعلق رکھنے والے اوصاف میں پیغمبر کے مشابہ ہونا۔

اہل سنت کے نزدیک حضرت علیؑ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت باطنی پر بلا فصل فائز تھے اور حضرت ابوبکرؓ خلافت ظاہری پر فائز ہوئے۔ (دیکھئے کتاب نام و نسب مصنفہ جناب صاجزادہ نصیرالدین گیلانی۔ گولڑہ شریف۔ ص ۲۷۰) پس سلاسل ولایت کے مقتدی ہونے کی اس خصوصی حیثیت اور باطنی خلافت کی بناء پر جناب علیؑ طریقت میں حضور ﷺ کے بلاواسطہ خلیفہ ہیں۔۔۔ الخ) اور پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بعد حضرت علیؑ خلافت ظاہری پر بھی فائز ہوئے۔

لیکن شیعہ عقیدہ کے مطابق خلافت اوصاف نبویؐ۔ علم و فہم نبویؐ کا وارث ہونا ہے (یعنی شیعہ صرف خلافت باطنی کو خلافت کہتے ہیں اور خلافت ظاہری امارت و ملوکیت ہے) اور یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لہذا اس کے غصب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی خلیفہ رسولؐ تھے۔ اس خلافت نبویؐ (حقیقی یا باطنی) کا قیام و اثبات عوام کی بیعت کا محتاج نہیں خواہ ایک شخص بھی بیعت نہ کرے خلیفہ رسولؐ اپنے مقام پر خلیفہ رسولؐ ہے۔ علماء اہل سنت بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

التمہید فی بیان التوحید۔ الباب الحادی عشر۔ فی خلافۃ والامارۃ۔ ص ۱۸۶۔ مصنفہ ابو شکور محمد بن عبداللہ)

قال بعض الناس ان الامام اذا لم یکن مطاعا" فانہ لا یکون اماما" لانہ اذا لم یکن القہر والغلبۃ لہ فلا یکون اماما" قلنا لیس کذالک لان طاعۃ الامام فرض علی الناس فان لم یکن القہر لہ فذالک یکون من تمرد الناس و ہو لا یضر لہ عن الامامۃ فلو لم یطع فالعصیان حصل منہم و عصیانہم لا یضر بالامامۃ الا تری ان النبی ﷺ ما کان مطاعا" فی اول الاسلام و ما کان لہ القہر علی اعدائہ من طریق العادۃ والکفرۃ قد تمردو من امرہ و قد کان لا یضرہ و لا یعز لہ عن النبوۃ کذا الامام خلیفۃ النبیؐ ...فصح ما قلنا لو ان الناس کلہم ارتدو من الاسلام (والعیاذ باللہ) فان الامام لا ینعزل عن الامامۃ فکذالک العصیان۔

(ترجمہ) بعض لوگوں نے کہا کہ جب امام مطاع نہ ہو (اس کی اطاعت نہ کی جا رہی ہو) تو وہ امام نہیں رہے گا کیونکہ اسے قہر و غلبہ حاصل نہ ہو تو وہ امام ہی نہیں۔ ہم نے کہا کہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ امام کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اگر اسے قہر و غلبہ

حاصل نہ رہے تو یہ لوگوں کی سرکشی کی وجہ سے ہوگا۔ یہ چیز امام کو امامت سے معزول نہیں کرتی۔ اگر لوگ اطاعت نہیں کر رہے تو یہ ان کی نافرمانی (یا گناہ) ہے اور ان کی نافرمانی امامت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اسلام کے اول (زمانہ) میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت نہ کی گئی اور حضور ﷺ کو دشمنوں پر قہر و غلبہ حاصل نہ تھا اور کفار نے ان کے حکم سے سرکشی کی۔ اس امر نے آنحضور ﷺ کو کوئی ضرر نہ پہنچایا۔ نہ وہ نبوت سے معزول ہوئے۔ اسی طرح امام (معزول نہیں ہوتا) کیونکہ وہ نبی ہی کا تو خلیفہ ہے..... پس جو کچھ ہم نے کہا وہ صحیح ہوا کہ اگر تمام لوگ (عیاذاً باللہ) اسلام سے مرتد ہو جائیں تو بھی امام اپنی امامت سے معزول نہیں ہوتا اور اسی طرح ان کی نافرمانی سے بھی (معزول نہیں ہوتا)۔ ک

سو حافظ جی! شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت علی علیہ السلام۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی خلیفہ باطنی یا خلیفہ حقیقی تھے۔ خواہ صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ کی بیعت نہ کی ہو۔ شیعہ ہرگز یہ نہیں کہتے کہ خلافت غصب ہوئی اور یہ حضرات غاصبین خلافت تھے۔ میں نے نہ کسی ثقہ شیعہ عالم کی کتاب میں پڑھا نہ کسی ثقہ عالم کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ غاصبین خلافت تھے۔ ہاں! اگر انہیں کسی کتاب میں غاصب حقوق علیؑ و اہل بیتؑ لکھا ہوا ہو تو یہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد بیعت یا اقرار اطاعت لینے کا حق صرف حضرت علیؑ کو حاصل تھا۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علیؑ کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور علیؑ کی اطاعت کے منکر کو منکر اطاعت خدا بتایا تھا۔ لیکن ان حضرات نے حضرت علیؑ کے اس حق کو تسلیم کرنے کی بجائے اسے اپنا حق قرار دیا اور صحابہ سے بیعت و اقرار اطاعت لیا۔ حتیٰ کہ حضرت علی علیہ السلام کو بھی اس پر مجبور کیا۔ ک

(۱) کنز العمال۔ ج۔ مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت) کتاب الفضائل۔ فضائل علیؑ۔ حدیث ۳۲۹۷۳۔ و مستدرک ج۳۔ ص۱۲۱۔ باب فضائل علی۔

قال ﷺ من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ و من اطاع علیا" فقد اطاعنی و من عصی علیا" فقد عصانی۔ (ک)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(۲) تاریخ طبری۔ ج ۳۔ ص ۱۹۹۔

و تخلف علیؓ والزبیرؓ و اخترط الزبیر سیفه و قال لا اغمده حتی یبایع علیؓ فبلغ ذالک ابابکرؓ و عمرؓ فقال خذو سیف الزبیر فاضربوا به الحجر قال فانطلق الیهم عمر فجاء بهما تعبا" وقال لتبایعان و انتما طائعان او لتبایعان و انتما کارهان۔

(ترجمہ) حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے مخالفت کی اور زبیرؓ نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اسے نیام میں نہ ڈالوں گا جب تک کہ علیؓ

کی بیعت نہ کی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اس کی خبر پہنچی تو عمرؓ نے کہا کہ زبیر سے تلوار لے کر پتھر پر مارو (توڑ دو) پھر حضرت عمرؓ ان کی طرف گئے اور دونوں کو زبردستی لے آئے اور کہا تمہیں بیعت کرنا ہوگی چاہے بخوشی یا بادل ناخواستہ۔

سوال نمبر ۱۰۰:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے نزدیک سید ہیں یا نہ؟ اگر ہیں تو ان کی ساری اولاد سید کیوں نہیں؟ اگر معاذ اللہ سید نہیں تو سیدہ خاتون جنت کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہوا؟

جواب:۔ قولہ:۔ علی المرتضیٰؑ..... سید ہیں یا نہیں؟

اقول:۔ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام سید کے لغوی معنی کے لحاظ سے بلاشک سید (سردار) ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں سید العرب اور سید المسلمین۔ سید فی الدنیا۔ سید فی الآخرۃ کے القاب سے نوازا۔ سیدۃ نساء اھل الجنۃ جناب فاطمہ الزہراء صلواۃ اللہ علیہا کا کفو یہی سید فی الدنیا و فی الآخرۃ ہی ہو سکتا تھا۔ لہذا حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کا ان سے نکاح کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ: **لو لا علی ما کان لھا کفوا**۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ تھا۔

(۱) مستدرک۔ ج ۳۔ ص ۱۳۸۔ فضائل علیؑ۔ **قال رسول اللہ ﷺ اوحی الی فی علیؑ انہ سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین۔**

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیؑ کے متعلق مجھے وحی پہنچی ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے سردار، تمام متقیوں کے امام اور تمام روشن پیشانی والے (جنتیوں) کے رہبر ہیں۔

(۲) مستدرک۔ ج ۳۔ ص ۱۳۸۔

قال رسول اللہ ﷺ یا علی انت سید فی الدنیا و سید فی الاخرۃ۔ حبیبک حبیبی و عدوک عدوی۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی تو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ تجھ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے۔

لیکن اصطلاحاً "سید کا لفظ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی اولاد کے قومی نام یا علم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ عرب ممالک میں ان کے لئے سید کی بجائے شریف کا لفظ بطور قومی نام کے استعمال ہوتا ہے۔ ان اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے ظاہر ہے کہ سید کا لفظ جناب علی علیہ السلام کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔

قولہ:۔ اگر ہیں تو ان کی ساری اولاد سید کیوں نہیں؟

اقول:۔ لغوی معنوں کے لحاظ سے ان کی ساری اولاد کو محترم و مکرم سمجھتے ہوئے سید (سردار) کہہ سکتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی تمام اولاد ہمارے سردار و سید ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص کی تمام اولاد کو ایک ہی قوم کا نام دیا جائے۔ جناب ھاشم اور عبد الشمس دونوں ایک ہی باپ (جناب عبد مناف) کی اولاد ہیں لیکن جناب ھاشم کی اولاد کو ھاشمی اور عبد الشمس کی اولاد کو اموی کے نام سے پہچانا جاتا ہے اگر کوئی سوال کر دے کہ جب ھاشم اور عبد شمس ایک ہی باپ

کی اولاد ہیں تو سب کو ہاشمی یا اموی کیوں نہیں کہتے تو اس کا جواب سوائے ہنسی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

حافظ جی کے سوال کے سیاق سے جو میں اخذ کر سکا ہوں وہ یہ ہے کہ حقیقتاً " حافظ جی یہ سوال کرنا چاہتے تھے کہ "جب حضرت علی کے باقی بیٹے بھی حضرت امام حسین اور امام حسن علیہما السلام کی طرح حضرت علی کی اولاد ہیں تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد کو دوسروں کی اولاد پر فضیلت کیوں دی جاتی ہے اور دوسروں کی اولاد کو ان کی اولاد کا کفو کیوں نہیں سمجھا جاتا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جناب زہراء علیہا السلام کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا تھا۔

صواعق محرقہ۔ باب فضائل اہل البیت۔ الحدیث الحادی عشرون۔ ص۱۸۸:۔

اخرج الطبرانی عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال کل نبی انثی عصبتهم لابیهم ماخلا و لا فاطمة فانی عصبتهم و انا ابوهم۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر عورت کی اولاد کا عصبہ (نسبی رشتہ) باپ کی طرف ہے۔ سوائے فاطمہؑ کی اولاد کے کہ میں ان کا عصبہ (مورث اعلیٰ) ہوں اور میں ان کا باپ ہوں۔

پس اس فرمان نبوی کی رو سے حسنین علیہما السلام اور ان کی اولاد اولاد رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کے دیگر فرزندان اولاد علیؑ ہیں۔ اور اولاد رسول ﷺ کو اولاد علی علیہ السلام پر اسی رعایت سے فضیلت حاصل ہے جس طرح رسول کریم ﷺ کو حضرت علی علیہ السلام پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ سے اہل اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ باقی بنی ہاشم بھی اولاد زہراء علیہا السلام کے کفو نہیں ہو سکتے۔

صواعق محرقہ۔ باب فضائل اہل البیت۔ المقصد الرابع۔ ص۱۵۹:۔

(خاتمہ) ثم معنی الانتساب الیه ﷺ الذی هو من خصوصیاته انه یطلق علیه انه اب لهم و انهم بنوه حتی یعتبر ذالک فی الکفاءة فلا یکافی شریفة" هاشمی غیر شریف۔

(ترجمہ) پس (حسنین علیہما السلام) کا آنحضور ﷺ کی طرف منسوب ہونا جو کہ پیغمبر ﷺ کی خصوصیات سے ہے یہ اس طرح ہے کہ آنحضور ﷺ کو ان کا باپ اور ان کو آنحضور ﷺ کے بیٹے کہنا درست ہے۔ یہاں تک کہ اس امر کو کفو ہونے میں بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ غیر شریف (غیر سید) ھاشمی بھی شریفہ (سیدانی) کا کفو نہیں ہے۔

تمت بعون اللہ تعالیٰ و توفیقہ۔ الحمد للہ رب العالمین۔